532

انوار الفرید

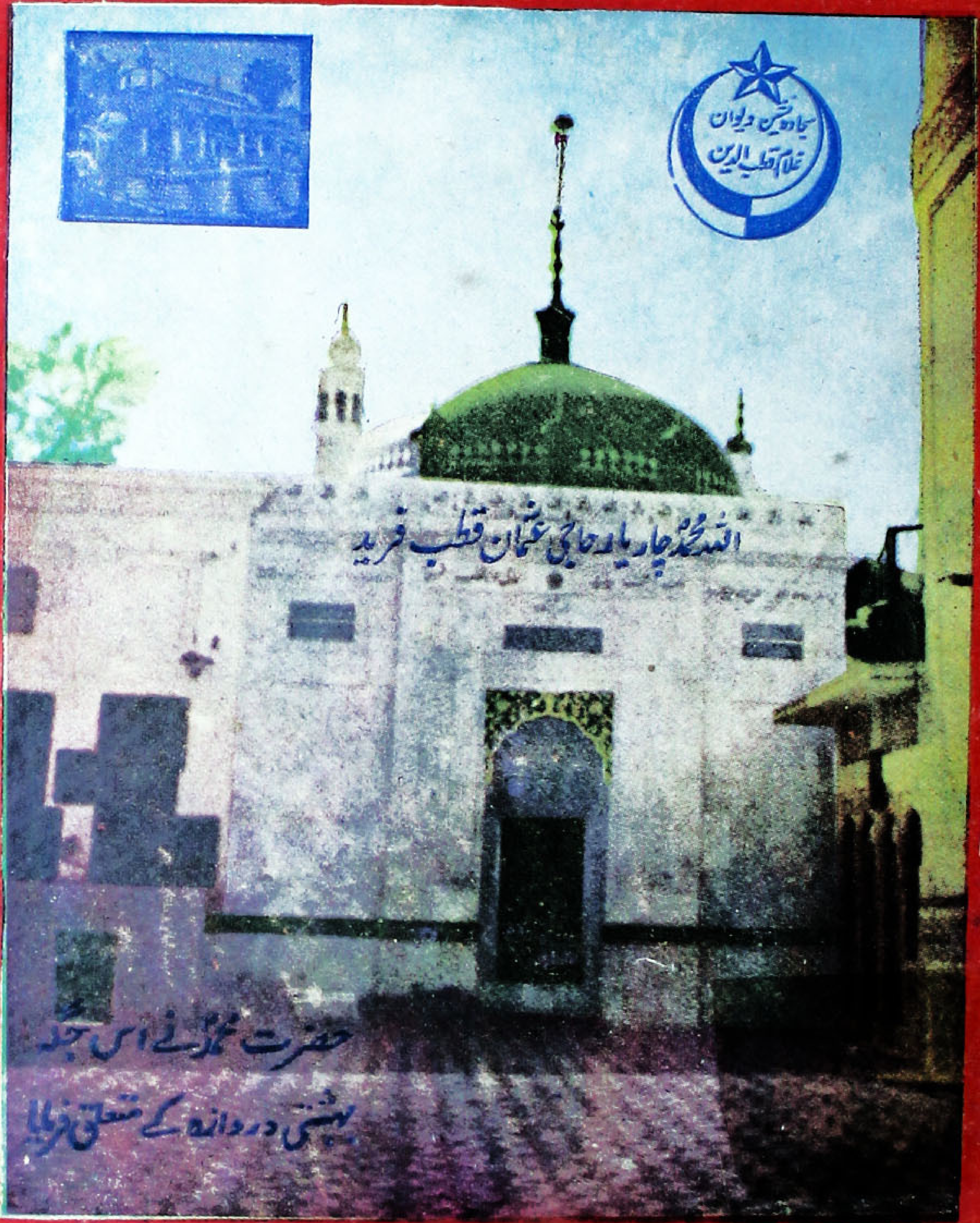

نوشتہ سید مسلم نظامی دہلوی نبیرہ حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ

شمس الفقراء بدر الفضلاء جامع منقول و معقول حضرت میاں علی محمد خاں صاحب قبلہ چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین بستی شریف۔

"انوار الفریدیہ" کو میں نے سید مسلم نظامی کی زبانی سنا۔ کتاب میں مستند اور معتبر روایات کو درج کیا گیا ہے۔ نظام خانقاہی اور خصوصاً چشتیہ سلسلے کی معلومات کے لیئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی سیرت مبارک پر یہ پہلی مکمل کتاب ہے جو پوری تحقیق اور ایک اچھی ترتیب کے ساتھ مُرتب کی گئی ہے۔ میری دُعا ہے کہ مسلم نظامی کی یہ کتاب حضرت بابا صاحبؒ کی جناب میں مقبول و منظور ہو۔ اور حضرت کا فیضان ان کے شامل حال ہو۔ آمین! ثم آمین!!

دستخط حضرت قبلہ میاں علی محمد خاں صاحب مدظلہ العالی۔

قدوۃ السالکین حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحبؒ چشتی صابری کے سجادہ نشین گرامی منزلت جناب شہید اللہ فریدی صاحب (سابق لیونارڈ)

"انوار الفریدیہ" مصنفہ جناب مسلم نظامی میری رائے میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے حالات میں سب سے زیادہ مستند اور مکمل و مفید کتاب ہے۔ بابا صاحبؒ کی زندگی آپ کی تعلیمات، عادات و خصائل اور خانقاہ کے ماحول کے متعلق جتنی اچھی معلومات دستیاب ہو سکتی ہیں تقریباً سب ہی اس کتاب میں ایک عمدہ ترتیب کے ساتھ موجود ہیں۔ جناب مصنف اس لیئے خاص طور پر تعریف کے مستحق ہیں کہ انہوں نے صرف روایتوں پر اعتبار کیا ہے جو معتقدین کی مستند کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کا تحقیقی ذوق بزرگوں کے حالات کی ترتیب میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بابا صاحبؒ کی مبارک ہستی اور آپ کی قرآن و سنت پر مبنی تصوف کی تعلیم اپنے اصلی رنگ روپ میں نظر آتی ہے اور حقیقی درویشی کی صحیح تصویر قاری کے سامنے کھنچ جاتی ہے۔ جناب مصنف کی تشریحات بھی ان تعلیمات کے مقاصد سمجھنے کے لیئے کارآمد اور مفید ہیں۔ اس کتاب کا پڑھنا صرف ان لوگوں کے لیئے لازمی نہیں ہے جو بابا صاحبؒ کے سلسلہ سے وابستہ ہیں بلکہ ان لوگوں کے لیئے بھی لازمی ہے جو اسلامی اور روحانیت کی تاریخ یا اولیائے اسلام کی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کی تاریخ میں روحانیت سے زیادہ اہم اور کونسا حصہ ہے۔

دستخط حضرت شہید اللہ صاحب فریدی (١٧ شعبان ١٣٨٥ھ)

Marfat.com

★ پروفیسر علامہ ڈاکٹر برہان احمد صاحب فاروقی ایم اے۔ پی ایچ ڈی

حضرت جدِ محترم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر چشتی ادام اللہ فیضانہ کی حیات مبارک پر جتنی کتابیں اس وقت تک لکھی جا چکی ہیں ان میں پیرزادہ سید مسلم نظامی سرہ حضرت بابا صاحب و خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی کی تصنیف "انوارالفرید" اس بات میں مختص اور ممتاز ہے کہ اس کی زبان آسان مضامین اہم اور مآخذ معتبر ہیں جن کا حوالہ بقید باب و صفحہ دیا گیا ہے اور اصل متن کے ساتھ عبارت کا سادہ ترجمہ بھی مرقوم ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب بڑی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ہر طرح مکمل اور قابل قدر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا ہر طرف سے مخلصانہ خیر مقدم ہوگا۔

دستخط حضرت علامہ برہان احمد صاحب فاروقی

★ پروفیسر علامہ ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ساہیوال

سید مسلم نظامی دہلوی کی تصنیف "انوارالفرید" دیکھنے کا اتفاق ہوا پہلے باب ہی سے اس سرتاج اولیا کی رفاقت میں اس طرح رہا کہ باب، آخر تک کیفیت سرمدی کا عجب ذائقہ محسوس ہوا۔

صوفیائے چشت پر مجھے بعض حضرات کی لکھی ہوئی مختصر اور طویل کتابیں پڑھنے کا اس سے پہلے بھی اتفاق ہوا ہے۔ لیکن جس تحقیق اور شوق سے آسان زبان میں سید مسلم نظامی صاحب نے "انوارالفرید" لکھی ہے بہ صد قابل تحسین ہے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

دستخط ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم صاحب

★ پروفیسر ڈاکٹر اے ڈی۔ ارشد ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی

اسلامیہ کالج۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

عہد وسطیٰ کے کفرستان ہند میں جن برگزیدہ ہستیوں نے شمع اسلام کے نور سے ضیا پاشی کی اُن میں حضرات خواجگان چشت کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اسی مقدس خانوادہ کے ایک رکن عظیم ہیں اور اُن کے کارنامے تاریخ تبلیغ اسلام کے صفحات کی زینت ہیں۔ جناب سید مسلم نظامی نے حضرت بابا صاحب کے عقیدت گزاروں پر احسان فرمایا ہے کہ محنت شاقہ صرف کر کے حضرت بابا صاحب کے مفصل حالات اور واردات کو جمع کیا اور انہیں "انوارالفرید" کے نام سے کتاب

Marfat.com

کی صورت میں شائع کر دیا۔ حضرت بابا صاحبؒ کے متعلق معلومات دستیاب تو تھیں مگر منتشر صورت اور روایات کے رنگ میں جناب نظامی صاحب نے بڑی کاوش سے کام لے کر حالات و واردات کی تنقیح و تہذیب کی اور انہیں مرتب اور مدوّن کیا۔ خوبی کی بات ہے کہ حضرت نظامی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ایک محقق کے قلم سے لکھا ہے نہ کہ جذبۂ عقیدت سے مغلوب ہو کر مبالغہ آرائی کے انداز میں۔ بلاشبہ اُنہوں نے مروّجہ روایات کے دامن کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اُنہوں نے واقعات کی چھان پھٹک تفحص سے کی ہے اور بیان میں تنقید و تبصرہ کے بجائے زیادہ زور تحقیق اور حقیقت نگاری پر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی یہ تالیف اہلِ علم کے نزدیک زیادہ معتبر اور مفید ثابت ہوئی ہے۔

دستخط پروفیسر ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ ارشد صاحب

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
١	حمد و صلوٰۃ	٨
٢	چند ضروری باتیں	٩
٣	کتاب کے ماخذ	١٦
٤	چشت	٢٣
٥	چشتیہ سلسلہ کی وجہ تسمیہ	٢٣
٦	پہلا چشتی	٢٥
٧	شجرہ طیبہ حضرت باباصاحبؒ	٢٧
٨	حضرت باباصاحبؒ کا نسبی سلسلہ	٢٧
٩	حضرت باباصاحبؒ کا نسب نامہ	٣١
١٠	کھتوال کی قضات	٣٥
١١	قاضی جمال الدینؒ سلیمان	٣٦
١٢	حضرت باباصاحبؒ کی والدہ ماجدہ (بی بی قرسم خاتون)	٣٨
١٣	حضرت باباصاحبؒ کی پیدائش اور ابتدائی تعلیم	٤٢
١٤	حضرت قطب عالم سے باباصاحبؒ کی پہلی ملاقات	٤٥
١٥	قطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	٥٠
١٦	دہلی کے شیخ الاسلام کا حضرت قطب عالم کے ساتھ حسد	٥٤
١٧	مقام ما مقام شماست	٥٨
١٨	ریاضت و مجاہدہ	٦١
١٩	طے کا روزہ	٦١
٢٠	چلۂ معکوس	٦٣
٢١	فریدؒ کہے سو ہوئے	٦٨
٢٢	نماز معکوس کے متعلق چند باتیں	٦٨
٢٣	بخشش شیخین	٧٧
٢٤	حضرت مولانا نور ترکؒ	٨١
٢٥	حضرت ابو شکور سالمیؒ	٨٢
٢٦	حضرت جمال الدین تبریزیؒ	٨٥
٢٧	حضرت باباصاحبؒ کی جانشینی	٨٩
٢٨	اجودھن یا پاکپٹن شریف	٩٢
٢٩	حضرت سیدنا عبدالعزیز علمبردار مکیؓ	٩٧
٣٠	باباصاحبؒ سردار سلسلہ کی حیثیت	١٠٢
٣١	وجہ تسمیہ لقب گنج شکرؒ	١١٣
٣٢	جماعت خانہ فریدیہ	١١٧
٣٣	سید محمد کرمانیؒ اور حضرت باباصاحبؒ	١٢٥
٣٤	حضرت مولانا علی بہار اور حضرت باباصاحبؒ	١٢٧
٣٥	حضرت باباصاحبؒ اور خواجہ احمد سیوستانیؒ	١٢٩
٣٦	مولانا داؤد پالہی (اودھی)	١٣٠
٣٧	حضرت باباصاحبؒ اور علی مکیؒ	١٣٢
٣٨	حضرت بی بی فاطمہ سامؒ	١٣٧
٣٩	حضرت بی بی رانیؒ	١٤٢
٤٠	خلفائے حضرت باباصاحبؒ	١٤٥
٤١	حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسویؒ	١٤٧

Marfat.com

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۴۲	حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ	۱۵۷
۴۳	حضرت شیخ نجیب الدین متوکل	۱۶۶
۴۴	حضرت مولانا فخرالدین صفاہانی	۱۷۰
۴۵	حضرت مخدوم علاؤالدین علی صابر کلیریؒ	۱۷۲
۴۶	حضرت مولانا عارفؒ	۱۷۹
۴۷	حضرت مولانا حمیدؒ	۱۸۱
۴۸	سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ	۱۸۴
۴۹	نفوسِ متبرکہ	۱۹۳
۵۰	حضرت بابا صاحبؒ کا علم و فضل	۱۹۷
۵۱	کرامت	۲۰۶
۵۲	تعلیماتِ حضرت بابا صاحبؒ	۲۰۸
۵۳	مفلسی کا علاج	۲۰۹
۵۴	حضرت بابا صاحبؒ کا سفارشی خط سلطان بلبن کے نام	۲۱۲
۵۵	مال جمع کرنا فقراء کا شیوہ نہیں ہے	۲۱۳
۵۶	سرکاری ملازموں کیلئے حضرت بابا صاحبؒ کی نصیحت	۲۱۶
۵۷	جادو کے اثر سے حضرت بابا صاحبؒ کا بیمار ہو جانا	۲۱۷
۵۸	گناہ سے بچنے پر شکر ادا کرنا چاہیے	۲۲۰
۵۹	حضرت بابا صاحبؒ کا سب سے بڑا مخالف قاضی شہر	۲۲۲
۶۰	کشندہ کشندہ باشد	۲۲۲
۶۱	قاضی کی بے ہودگی	۲۲۳
۶۲	حضرت بابا صاحبؒ کے خلاف فتوے	۲۲۴
۶۳	بابا صاحبؒ پر قاتلانہ حملہ	۲۲۵
۶۴	قاضی ابو حفص کا خاتمہ	۲۲۷
۶۵	خدا کیلئے جینا اور خدا کے لئے مرنا	۲۲۸
۶۶	مرگِ گرامی کا واقعہ	۲۲۹
۶۷	دنیا کس چیز کا نام ہے	۲۳۱
۶۸	رعونتِ علم	۲۳۲
۶۹	حضرت بابا صاحبؒ کا ایک اور مخالف	۲۳۴
۷۰	شمس دبیر شاعر کا حال	۲۳۴
۷۱	خواجہ وحیدالدین چشتی اجمیری کی بیعت	۲۳۶
۷۲	سچے اور جھوٹے کا فرق	۲۳۷
۷۳	خانقاہ	۲۳۸
۷۴	حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کا خط بابا صاحبؒ کے نام	۲۳۹
۷۵	حضرت بابا صاحبؒ کا جواب	۲۴۰
۷۶	سلطان التارکین کا خط حضرت بابا صاحبؒ کے نام	۲۴۱
۷۷	الہام	۲۴۴
۷۸	نعمت حاصل کرنے کا طریقہ	۲۴۵
۷۹	عالم ہی میں خواص ہوتے ہیں	۲۴۶
۸۰	گمشدہ بیوی کے مل جانے کا حال	۲۴۸
۸۱	میر شکار کا واقعہ	۲۵۱
۸۲	ایک فراش کی نعمت پانے کا واقعہ	۲۵۲
۸۳	صحبتِ امراء و سلاطین	۲۵۶
۸۴	سانپ کے کاٹے کا علاج	۲۶۰
۸۵	اسلام کا چھٹا رکن ...... ردی	۲۶۰
۸۶	حضرت بابا صاحبؒ کی معراج	۲۶۴

Marfat.com

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۸۷	دشمنوں کو راضی کرو	۲۶۸
۸۸	حضرت بابا صاحبؒ کی دعا	۲۶۸
۸۹	ایک بزرگ کا واقعہ حضرت بابا صاحبؒ کی زبانی	۲۶۹
۹۰	زکوٰۃ کی قسمیں	۲۷۰
۹۱	سونا بنانے کا طریقہ	۲۷۲
۹۲	حضرت بابا صاحبؒ کا لباس	۲۷۲
۹۳	حضرت بابا صاحبؒ کا بستر	۲۷۴
۹۴	حضرت بابا صاحبؒ کی خوراک	۲۷۶
۹۵	حضرت بابا صاحبؒ کی بیماری اور انتقال	۲۸۱
۹۶	تجہیز و تکفین	۲۸۷
۹۷	حضرت بابا صاحبؒ کے متعلق اولیاء اللہ کے فرمودات	۲۹۳
۹۸	خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا ارشاد عالیہ	۲۹۴
۹۹	شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا ارشاد عالیہ	۲۹۴
۱۰۰	حضرت سیف الدین باخرزیؒ کا ارشاد عالی	۲۹۵
۱۰۱	حضرت خواجہ اجل شیرازیؒ حضرت	۲۹۶
۱۰۲	جلال الدین تبریزیؒ۔ قطب عالم حضرت	۲۹۶
۱۰۳	بختیار کاکیؒ۔ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی	۲۹۷
۱۰۴	حضرت شیخ عبد الواحد بدخشانی حضرت	
۱۰۵	خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت مولانا	
۱۰۶	غوثی شطاری۔ حضرت شیخ عبد الحق	۲۹۸
۱۰۷	محدث دہلویؒ مولانا جمالی سہروردیؒ	

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱۰۸	حضرت مولانا غوث گوالیاری	۲۹۹
۱۰۹	حضرت بابا صاحبؒ کے ہمعصر بزرگ	۳۰۰
۱۱۰	حضرت شیخ سعد الدین	۳۰۲
۱۱۱	حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ	۳۰۳
۱۱۲	حضرت ابو الغیث جمیل یمنیؒ	۳۰۶
۱۱۳	شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الحق ذکریا سہروردی	۳۰۸
۱۱۴	عبد اللہ رومی قوال کا واقعہ	۳۱۳
۱۱۵	شیخ الاسلام	۳۱۴
۱۱۶	حضرت بابا صاحبؒ کی متفرق عادات	۳۱۶
۱۱۷	حضرت بابا صاحبؒ کی ازدواج و اولاد	۳۲۰
۱۱۸	حضرت شہاب الدین گنج علمؒ	۳۳۱
۱۱۹	حضرت مولانا شیخ بدر الدینؒ سلیمان	۳۳۹
۱۲۰	حضرت شیخ علاؤ الدین موج دریا	۳۴۲
۱۲۱	حضرت شیخ نظام الدینؒ ابن بابا صاحب	۳۴۶
۱۲۲	استغراق حق	۳۴۷
۱۲۳	فرزند جانی	۳۴۷
۱۲۴	کشتی کا سفر اور عطائے ہمعصر	۳۴۹
۱۲۵	حضرت مولانا شیخ یعقوبؒ	۳۵۱
۱۲۶	ملا بہپنا	۳۵۲
۱۲۷	آہن پوش قلندر	۳۵۳
۱۲۸	حضرت شیخ یعقوبؒ	۳۵۴
۱۲۹	حضرت بی بی مستورہؒ	۳۵۵
۱۳۰	شیخ کبیر الدینؒ	۳۵۷
۱۳۱	حضرت بی بی شریفہؒ	۳۵۸

Marfat.com

١٣٢	حضرت بی بی فاطمہؒ	٣٥٩	١٥٧	کشائش رزق کا وظیفہ	٣٨٥
١٣٣	سماع	٣٦١	١٥٨	شب برات کے نفل	٣٨٥
١٣٤	سماع کے متعلق آخری بات	٣٦٨	١٥٩	حضرت بابا صاحبؒ کے اقوال مبارک	٣٨٦
١٣٥	شیخ کی قسم	٣٦٨	١٦٠	حضرت بابا صاحبؒ کے چند اشعار	٣٨٩
١٣٦	حضرت بابا صاحبؒ کے فرمودہ		١٦١	دوہرہ	٣٩٧
١٣٧	چند اوراد و وظائف	٣٦٩	١٦٢	اُردو زبان اور حضرت بابا صاحبؒ	٣٩٧
١٣٨	حضرت بابا صاحبؒ کا وعدہ	٣٧١	١٦٣	سلسلہ چشتیہ بدریہ	٣٩٧
١٣٩	پھوڑے کا تعویذ	٣٧٢	١٦٤	حضرت بابا صاحبؒ کی عربی عبارت	
[illegible]	[illegible]	٣٧٣	١٦٥	کا [illegible]	٤٠١
١٤١	[illegible] عقیدت ہے	٣٧٤	١٦٦	خلافت نامہ	٤٠٢
١٤٢	دعائے خاص	٣٧٧	١٦٧	حضرت بابا صاحبؒ کے چند اسمائے گرامی	٤٠٦
١٤٣	فاطر [illegible] تین چیزیں	٣٧٧	١٦٨	کیپٹن ویڈ کی تحریر	
١٤٤	قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ	[illegible]	١٦٩	بہشتی دروازہ	٤١١
١٤٥	ہر بیماری کے لیے دعا	٣٧٨	١٧٠	مراسم عرس حضرت بابا صاحبؒ	٤١٩
١٤٦	[illegible] وقت	٣٧٨	١٧١	غزلیں	٤٢٣
١٤٧	حزب یمانی	٣٧٩	١٧٢	نادرات آستانہ	
١٤٨	دعائے فریدی	٣٨٠	١٧٣	اسمائے گرامی سجادہ نشیناں	
١٤٩	دعائے سالک	٣٨٠	١٧٤	آستانہ عالیہ فریدیہ	٤٢٨
١٥٠	دعائے مقبول	٣٨١	١٧٥	عمارات آستانہ حضرت بابا صاحبؒ	٤٢٩
١٥١	نماز اشراق و چاشت و اوابین	٣٨٢	١٧٦	نظامی مسجد	٤٣٤
١٥٢	خوش خوانی کا وظیفہ	٣٨٣	١٧٧	روضہ شریف حضرت علاؤالدین	٤٣٥
١٥٣	سورۃ [illegible] پڑھنے کا حکم	٣٨٣	[illegible]	موج دریاؒ	
١٥٤	قرآن شریف حفظ ہو جانے کا وظیفہ	٣٨٣	١٧٨	جامع فریدیہ	٤٣٧
١٥٥	دروازہ بہشتی کی کنجی	٣٨٤	١٧٩	امور مجلس کمیٹی آستانہ عالیہ	٤٣٨
١٥٦	قبولیت دعا کا طریقہ	٣٨٤	١٨٠	زیارت نامہ	٤٣٩

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انوار الفرید

المعروف

تاریخِ فریدی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکرؒ

کے مکمل و مستند حالاتِ زندگی

نوشتہ

سید مسلم نظامی دہلوی

Marfat.com

۷۸۶ 53387

نام کتاب — انوارالفرید المعروف بہ تاریخ فریدی

نوشتہ — سید مسلم نظامی دہلوی خواہر زادہ حضرت محبوب الٰہیؒ

تعداد کتاب طبع دوم — ایک ہزار

مقام اشاعت — ادارہ تصوف آستانہ عالیہ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنجشکرؒ پاک پٹن شریف

قیمت — سات روپے

بامداد محکمہ اوقاف طبع بافت۔

کتاب کے ملنے کے پتے :-

(۱) سید ناصر الدین نظامی ادارہ تصوف اردو منزل پاکپٹن شریف

(۲) سید علی حسین شاہ زنجانی مدرسہ علویہ نزد دربار حضرت داتا صاحبؒ لاہور

(۳) جناب میاں محمد نیاز احمد خان صاحب چشتی نظامی آستانہ غریب نوازؒ محلہ فرید گنج ۳ لاہور

(۴) ایس عبدالخالق شاہی حلوہ سوہن مرچنٹ صدر بازار کراچی

(۵) خواجہ اولاد کتاب گھر، درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، نئی دہلی۔

(۶) سٹوڈنٹس اون بک ڈپو۔ اردو بازار ۲۔ لاہور۔

(مطبوعہ :- الامان پرنٹنگ پریس لاہور)

Marfat.com

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی فَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ،

جس نے نیک عمل کئے خواہ مرد ہو خواہ عورت اور وہ مومن ہو تو
اس کو زندہ کر دیا گیا حیات طیبہ کے ساتھ (قرآنِ حکیم)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ طاعت کو ان کے وصال کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ اور اہلِ معاصی کو ان کی زندگی میں مردہ۔ (شقیق بلخیؒ)

Marfat.com

۷۸۶

بادشاہِ فقر کے حضور میں حلقہ بگوش کا

قلمی نذرانہ

فقیر اس کتاب "انوار الفریدین" کو حضور شیخ شیوخ العالم

سیدنا و مولانا بابا فرید الدین مسعود گنجشکرؒ کی بارگاہِ عالیہ میں

بوساطت گرامی قدر دیوان شیخ غلام قطب الدین صاحب چشتی مدظلہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ

نذر کرتا ہے

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

امیدوار کرم

سید مسلم نظامی دہلوی عفی عنہ

Marfat.com

کافرِ صد سالہ را مومن کند در یک نظر
آں فریدُ الحق والدّین خواجہ گنجِ شکر

موجِ دریائے وفا کانِ نمک گنجِ شکر
اِنّہٗ رمزِ "غریبٌ"، اِنّہٗ شیٔیٌ عجاب
آسمانِ فقر را خود آفتاب آمد فرید
قرصِ چوبیں بر شکم بربست قرصِ آفتاب

گرامی

اسی در پر ہمیشہ بارشِ ابرِ کرم دیکھی
ہزاروں کامل و اکمل ہوئے اس آستانے سے

(سیّد مسلم نظامی)

Marfat.com

تعارف

از ادیب شہیر جناب سید امیر الدین صاحب قدوائی، ایڈووکیٹ
سپریم کورٹ وصدر سنٹرل اکیڈمی آف اسلام - لاہور۔

حضرت باباصاحبؒ کی سیرت شریف پر یہ پہلی مکمل کتاب ہے جو مرشد فرید العصر حضرت قبلہ میاں علی محمد خانصاحب مدظلہ، کے فیض سے اُردو زبان کے نادر ادیب اور اپنے زمانہ کے معروف پیر شمس العلماء مصور فطرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے عزیز قریب و شاگرد لبیب جناب سید مسلم نظامی صاحب نے مرتب فرما کر ایک محسوس کمی کو اپنی مخلصانہ سعی و ریسرچ سے پورا کیا ہے۔ اس وقت تک ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں موجود نہ تھی جس میں یہ تمام معتبر واقعات یکجا ہوں جو مصنف کی قابل قدر سعی و کاوش سے اس میں جمع ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب اس دور کی تصانیف میں ایک معیاری مقام رکھتی ہے۔

مسلم نظامی حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ کی اولاد میں ہیں جو حضرت باباصاحبؒ کے جلیل القدر خلیفہ اور داماد تھے۔ اور مولانا موصوف کی اولاد کی شادیاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کی ہمشیرہ کی اولاد سے ہوئیں تھیں۔ اس لئے یہ نبیرۂ حضرت گنجشکرؒ بھی ہیں۔ اور خواہر زادہ حضرت محبوب الٰہی بھی۔

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کے والد ماجد اور مسلم نظامی کے دادا حقیقی بھائی تھے۔ جس زمانہ میں خواجہ صاحب نے اپنی آنکھوں کا آپریشن کرایا تھا تو مسلم نظامی صاحب ان کے پیشِ دست کی حیثیت سے صاحب تحریر اور شریک خدمت رہے۔

خود حضرت خواجہ صاحبؒ نے مسلم نظامی کی کتاب "تذکرہ سید بدرالدین اسحٰقؒ" پر رائے لکھی تھی۔ اور ان کے طرزِ تحریر کی تعریف کی تھی جو آج بھی موردِ

Marfat.com

حقیقت ہے۔ آجکل حضرت میاں صاحب مدظلہ مسلم نظامی کو ان کی روحانی تکمیل و تربیت کے لئے سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور خاص لطف و کرم فرماتے ہیں۔

جب میرے جی میں یہ آیا کہ مسلم نظامی صاحب حضرت باباصاحبؒ کی سوانح عمری لکھیں تو وہ اس کام کو شروع کر چکے تھے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ یہ کتاب جلد طبع ہو کر مخلصین و شائقین کے ہاتھوں میں آجائے گی۔

اللہ تبارک و تعالےٰ سے دعا ہے کہ اس کا ہر ایڈیشن پہلے سے بہتر نکلتا رہے اور حضرت باباصاحبؒ کا چشمۂ فیض یوں جاری رہے۔ آمین۔

دعاگو

(سید امیر الدین قدوائی)

Marfat.com

حمد و صلوٰۃ

از شمس الفقرا بدر الفضلا امیر شریعت و طریقت جامع المنقول و المعقول
حضرت میاں علی محمد خانصاحب چشتی نظامی فخری دامت برکاتہم العالیہ

دانستن ذاتِ او نہ حد بشر است ز ادراک صفاتِ خود خبر بے خبر است
از عین اثر نکتہا چہ مے رانی آں عین کہ عین می شناسی اثر است

(گرامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم ! اے خالق کائنات اور اے مالک موجودات بس تو ہی ہے اور تو نے ہی اپنی رحمت امتنانیہ کے ساتھ نفوس و عقول ارکان و اصول کو پیدا کیا۔ اور تیرے ہی فیضان سے شکلوں اور صورتوں کا ظہور ہوا۔ تیرا فضل و کرم عام ہے تو ہی ہر شے پر محیط ہے۔

اے کہ تو وہ ذات ہے کہ تیرے ادراک جلال سے ملائکہ مقربین عاجز اور انسان کامل قاصر ہیں۔ اور نبی مرسل تیری ذات کی کمال معرفت سے "اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ" کہہ کر اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار فرماتے ہیں۔ سب محامد اور کل تعریفیں تیرے لئے ثابت و قائم ہیں۔

اے رب العٰلمین ! جود و بخشش تیرا خاصہ ہے اور تیری رحمت بلا معاوضہ ہر شے پر جاری و ساری ہے۔

جہاں را بلندی و پستی توئی ندانم چہ ای ہر چہ ہستی توئی (فردوسی)

الٰہی ! تو اپنے مظہر کامل اور تعین اول حضرت سیدنا و مولینا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر رحمت تامہ نازل فرما۔ اور ان کے وسیلے سے ان کی آل اطہار اور اصحاب اخیار اور اہل محبت پر۔ آمین

ع زلاف حمد و نعت اولے است بر خاکِ ادب خفتن
سجودے می تواں کردن درودے مے تواں گفتن

Marfat.com

چند ضروری باتیں

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ حضرت شیخ الشیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنجشکرؒ کی سوانح عمری انوارالفرید کے نام سے مکمل ہو گئی ہے۔ اس کو میں نے وصل و قربت حق کا ذریعہ بنانے کے لئے لکھا ہے۔ کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کا وجود رحمت و نعمت ہے۔ اور..... ان کا ذکر نزول رحمت کا سبب اور وصل و قربت حق کا ذریعہ ہے اسلئے کہ ہر محبوب کو اپنے مُحِبّ کا ذکر اور ہر محب کو اپنے محبوب کا وصف اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔[1]

حضرت بشر حافیؒ کا قول ہے کہ" ایک گروہ ہے وصال شدہ لوگوں کا جن کے ذکر سے قلب زندہ ہو جاتے ہیں اور ایک گروہ ہے زندوں کا، جن کی دید سے دل مردہ ہو جاتے ہیں"[2] اسی اوّل الذکر گروہ کے ایک فرد حضرت باباصاحبؒ تھے جن کے حالات زندگی ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ طالبانِ حق کے قلوب اس سے زندگی حاصل کریں۔ خود حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دوسرے پیغمبروں کے حالات بیان کئے ہیں اور ارشاد فرمایا ہے۔ "اے رسولؐ گذشتہ پیغمبروں کے واقعات سُننے سے تمھارے دل کو راحت و آرام حاصل ہو گا اور وہ مضبوط ہو جائیگا۔"

یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ امریکہ اور روس کی ملحدانہ تعلیم نے لوگوں کو یقین و ایمان سے ہٹا کر شک گمان کے خلجان میں مبتلا کر دیا ہے جس کا نتیجہ بے دینی اور لادینی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ مذہبی طبقہ کے فروعی اختلافات نے تشدد کی صورت اختیار کر لی ہے جس سے موجودہ نسل پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے۔

---

[1] قول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبارالاخیار ص ۶

[2] طبقات الصوفیہ ص ۴۹ نوشتہ حضرت عبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی۔

Marfat.com

اور وہ مذہب سے بالکل متنفر ہوتی جا رہی ہے۔ تو ان حالات میں بقول حضرت امام یوسف ہمدانیؒ ہر روز خاصانِ حق کے تذکرہ کے چند اوراق پڑھ لینے سے غفلت و گمراہی دور ہو کر سلامتی ایمان و یقین ہاتھ آتی ہے اور جن دلوں سے دُنیا کی محبت نے آخرت کی یاد کو محو کر دیا ہے وہ ہوشیار ہو کر توشہ عقبےٰ تیار کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پاکستان میں چشتیہ سلسلہ کا سب سے بڑا آستانہ حضرت باباصاحبؒ کا ہے اور یہاں آنے والے ہر شخص کو آپ کے معتبر حالات پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ جو کتابیں بازار میں مل رہی ہیں۔ ان میں رطب و یابس ہر قسم کی روایات درج کی گئی ہیں اگرچہ میں خطا سے خالی ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا۔ مگر حتی المقدور میں نے اس کتاب میں وہ حالات واقعات درج کئے ہیں جو روایت و درایت کے اصول کے مطابق صحیح و درست ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے آمین

درویشی

حضرت باباصاحبؒ چشتیہ سلسلے کے ان پانچ عظیم انسانوں میں سے ایک ہیں جو عرف عام میں چشتی پنجتن کہلاتے ہیں۔ آپ کے وجود مبارک سے فقر عام ہوا۔

مرد ودؔ دا لاڈلا پیر چشتی شکر گنج مسعود بھرپور ہے جی
بائیاںؔ قطباں دے وچ ہے پیر کامل جس دی عاجزی زہد منظور ہے جی
زہدالانبیا نام دھرایو سو آپ عاجزی وچ صبور ہے جی
وارث شاہ فریدالدینؒ لکے تے رحم رب دا فضل وفور ہے جی

فقیری درویشی اور تصوف تقریباً ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ ...... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دل کا علم فرمایا ہے۔ فقیر سے مراد در در مانگنے والا نہیں بلکہ وہ نفسِ قدسی ہے جس کی طبیعت مرادِ ماسوا اللہ سے خالی ہو۔ یعنی کائنات کی ہر شے کو نظر انداز کر کے مالک کائنات کو اور ہر نعمت سے دستکش ہو کر معطی کو چاہتا ہو۔ یہ صدیقوں کا راستہ ہے۔ کم ہمت۔ ریاکار اور بے اصول لوگ اس میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ ان کا طریقہ ہے جو ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے رہتے ہیں۔ کہ "الٰہی تو اپنی محبت میری جان میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی

Marfat.com

بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا دے۔ (ترمذی)

مسلمانوں کا سوادِ اعظم اہلِ سنت و الجماعت عقیدہ رکھتا ہے۔ اور اس کے تین گروہ ہیں۔

(۱) محدثین۔ (۲) فقہا۔ (۳) صوفیا۔

(۱) محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر ان کو کسی معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی مل جائے (خبرِ احاد) تو اس پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔

(۲) فقہا کا اصول یہ ہے کہ وہ خبرِ احاد پر نہیں بلکہ اجماع اور قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ اسی سبب سے فقہا کو محدثین اہل الرائے کہتے ہیں اور محدثین کو فقہا اہل ظواہر۔

(۳) صوفیا[1] کا اصول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اور مختاط طریقہ اختیار کرتے ہیں اور التفات ماسوا اللہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہ منافقت اور الفاظ کے ظاہری ہیر پھیر سے بیزار، ظاہراً و باطناً انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی میں کوشاں رہتے ہیں۔

جس طرح فقہا اور محدثین نے اپنے اپنے مذہب و مسلک کی بنیاد قرآن و سُنت پر رکھی ہے۔ اسی طرح صوفیا کا مشرب و طریقہ بھی احکام الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنبط ہے۔ علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ "قدما[2] صوفیا قرآن و حدیث فقہ اور تفسیر کے امام تھے" اس ثبوت میں حضرت ابو نصر سراجؒ کی کتاب اللمع اور حضرت ابو بکر کلاباذیؒ کی کتاب التعرف لمذہب اہلِ تصوف، حضرت ابو طالب مکیؒ کی قوت القلوب حضرت سہروردیؒ کی عوارف المعارف۔ امام قشیریؒ کا رسالہ قشیریہ حضرت داتا صاحبؒ کی کشف المحجوب اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ

---

[1] کتاب الہند ص۱۶ البیرونی نے لکھا ہے۔ کہ صوفی کے معنی فلاسفہ کے ہیں۔ کیونکہ یونانی زبان میں فیلسوف کو فیلا سوفا یعنی فلاسفہ کا دلدادہ۔ کہتے ہیں اسلام میں ایک جماعت تھی جو ان کے مسلک کے قریب قریب تھی۔ اسی بنا پر اس جماعت کا نام صوفی پڑ گیا۔ کتاب اللمع ص۲۱ حضرت ابو نصر سراجؒ نے لکھا ہے کہ صوفیا اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ یہ اس لئے کہ بھیڑوں کی اون کے کپڑے پہننا انبیا، اصفیا، اولیا کا خاص نشان ہے۔ اسی لئے ایران میں صوفی کو پشمینہ پوش کہتے ہیں۔ [2] تلبیس ابلیس ص۱۶۵

Marfat.com

کے ملفوظات فوائد الفواد پیش کر دینے کافی ہیں۔

محدثین اور فقہا کی طرح صوفیا نے جو اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ضد۔ غصہ اور تعصب کو چھوڑ کر کھلے دل سے اس گروہ کے حالات پڑھیئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ حقیقتاً اسلامی خدمات میں صوفیا کا حصہ دوسروں سے زیادہ ہے۔ دُنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں مجاہدین اسلام کی فتوحات سے پہلے صوفیا نے اسلام پھیلایا ہے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

تاریخ کے صفحات اس بات کے شاہد ہیں کہ جب حکمران طبقہ اپنے اقتدار و وجاہت کے نشہ و غرور میں احکام الٰہی سے بے پروا ہوا اور درباری علما کی ایک جماعت نے اُن کے غلط اعمال پر شریعت کی مہر تصدیق ثبت کر دی تو یہ گوشہ نشین اپنے حجروں سے باہر آ گئے اور اپنی جانوں سے بے پرواہ ہو کر جابر و ظالم حکمرانوں کو ٹوکا اور ان کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کیا اور بالآخر انھیں مجبور کر دیا کہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل کریں۔

اس گروہ کا طریقہ ہدایت ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ عوام میں رہ کر ان کی نیکی کی طاقتوں کو اُبھارا جائے کیونکہ برائی کی برائی کرنے سے اتنے اچھے نتائج ظاہر نہیں ہوتے جو نیکی کی طاقت کو اُبھارنے سے ہوتے ہیں۔ اسی لئے یہ گروہ باطنی اصلاح و تربیت اور تزکیہ نفس اور عبادات پر زور دیتا آیا ہے۔ جس کے نتائج خاطر خواہ برآمد ہوتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اس زمین پر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کا جو سرمایہ موجود ہے وہ انہی نفوس قدسیہ کا فیضان ہے۔

وہ مالک کے وفادار غلام کی طرح اپنے آقا کی ملکیت سے ہمدردانہ تعلق رکھتے ہیں اور عوام الناس کی خدمت پورے خلوص اور دلداری کے ساتھ کرتے رہتے ہیں اور رات دن معاشرہ کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں ان کی عوام الناس سے محبت اور ہمدردی کے ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ ایک سن لیجئے۔ یہ واقعہ حضرت بابا صاحبؒ کے جانشین اور خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ

Marfat.com

محبوب[1] الٰہی کا ہے۔ آپ تمام عمر جَو کی روٹی سے روزہ افطار کرتے رہے حتیٰ کہ۔۔۔ پچانوے سال کی عمر میں بھی اس عمل میں فرق نہ آیا۔ آپ چوبلیں گھنٹے میں جَو کی روٹی کے چند لقمے تناول فرماتے اور مہمانوں و مسافروں۔ محتاجوں درویشوں کو ہر قسم کی نعمتیں[2] کھلاتے۔ ایک دن آپ کے خادم حضرت خواجہ عبدالرحیمؒ نے عرض کی مخدوم کی غذا اب صرف چند لقمے رہ گئی ہے۔ ضعیفی کا عالم ہے سحری آپ نہیں کھاتے افطار میں تو کچھ تناول فرمالیا کیجئے۔ یہ سُن کر آپ پر بے اختیار گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا عبدالرحیمؒ! مساجد کے گوشوں میں دوکانوں کے تختہ پوشوں پر کتنے بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص انسان کہلانے کا مستحق ہے جو ان بھوکوں اور پیاسوں کو دیکھے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی کھائے۔

اور یہ ہمدردی اخلاقی زبانی کلامی نہیں تھی ان بھوکے پیٹوں کو بھرنے اور پیاسوں کو پانی پلانے اور ننگوں کو کپڑا دینے میں آپ کا یہ حال تھا کہ روزانہ لنگرخانے سے ہزاروں مسافروں۔ محتاجوں۔ یتیموں۔ غریبوں اور فقیروں کو کھانا ملتا تھا۔ کئی سو علماء کے وظیفے مقرر تھے۔ ہزاروں طلباء کی تعلیم اور خوراک کی کفالت آپ کے ذمہ تھی۔ آپ کا قول ہے کہ "قیامت کے بازار میں کوئی سامان اتنا قیمتی اور مروّج نہ ہوگا جتنا دلوں کو راحت پہنچانا"[3]

چیست انسانی تپیدن از تپ ہمسائیگاں   از سموم نجد در باغ عدن پژمردن

اور یہ سب کچھ حضرت بابا صاحبؒ کی تربیت کا نتیجہ اور دعا کا اثر تھا۔ کہ حضرت نے آپکے لئے دُعا کی تھی کہ "خدائے تعالیٰ تم کو ایک ایسا درخت بنائے جس کے سائے میں مخلوقِ خدا آرام کرے"

الغرض جن گروہوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے ان میں سے جو مذہب و مسلک آپ کو پسند آئے وہ آپ اختیار کرلیں مگر یہ حق کسی وقت بھی کسی کو حاصل نہیں ہے

---

[1] سیر الاولیاء، [2] آپ کے لنگرخانہ میں میٹھے سلونے کھانے ہر شخص کو دیئے جاتے تھے اور لنگر اتنا وسیع تھا کہ ستر سیر نمک روزانہ صرف ہوتا تھا اور ستر اونٹ بھی ہمار روزانہ صرف ہوتے تھے

[3] سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷

کہ وہ اپنے کو حق پر سمجھے اور دوسروں کو گمراہ کہے۔ کیونکہ ہماری ہدایت دوسروں کی ہدایت کی منافی نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ہم کو اپنے معتقدات پسند ہیں اور ہم ان کو حق درست تسلیم کرتے ہیں دوسروں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھتے ہیں۔ ہر گروہ اپنے عقائد کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ مگر وہ تبلیغ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ" کے تحت ہونی چاہیئے، ڈنڈے سے نہیں۔ ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس امام کی پیروی چاہے کرے۔

تقریباً ہر زمانے میں چند لوگ اولیاء اللہ اور ان کی قدسی تعلیمات کے خلاف رہے ہیں اور اپنی تحریر و تقریر میں خدا کے دوستوں پر سب وشتم کرتے آئے ہیں مگر اللہ والوں نے کبھی ان کی بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیا۔ کاش حضرت سعدیؒ کی یہ نصیحت ایسے کانوں تک پہنچتی۔

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا ۔۔۔ دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام ۔۔۔ کہ با دوستانش خلاف است جنگ

حضرت ابو الحسینؒ بن ہند[۱] نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو مکرم و معظم بنانا چاہتا ہے تو وہ شخص بزرگوں کی عظمت و حرمت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی حرمت و محبت مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ اور جو شخص بزرگوں کی حرمت و توقیر نہیں کرتا اگرچہ وہ صالح احوال اور اچھے اخلاق رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کی محبت و عظمت نکال دیتا ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے لوگ اس سے اپنی نفرت و غضب کا اظہار کرتے ہیں، جیسے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "من تعظم جلال اللّٰہ تعالےٰ اکرام شیبۃ المسلم" یعنی اللہ تعالےٰ کی عظمت و بزرگی میں سے بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا ہے۔ کاش ایسا کوئی جملہ منہ سے نکالنے سے پہلے اپنے علم اور عمل پر بھی نظر کر لیا کریں کہ وہ کیا ہے۔ آیئے ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں۔ اور کھلے دل سے اولیاء اللہ کے حالات اور ان کی تعلیمات کو پڑھیں اور مولیٰ کریم سے دُعا مانگیں کہ ہمارے دلوں کو قبولیت

---

[۱] آپ صحبت یافتہ تھے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ اور عمر بن عثمان المکیؒ کے (طبقات الصوفیہ صفحہ ۴۱۴)۔

Marfat.com

حق کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

اب میں آپ کی خدمت میں اس سلسلے کی آخری گذارش پیش کرتا ہوں ۔ وہ یہ کہ بقول "شامی سادات صوفیہ پر اعتراض نہ کیجئے ۔ اور منقولات صحیحہ کا رد اپنی ذاتی رائے سے نہ کیجئے" سُنیے حضرت سعید بن المسیبؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ یہ علم (معرفت) ایک چھپا ہوا خزانہ ہے ۔ اس سے کوئی واقف نہیں ہوتا ۔ مگر اہل معرفت باللہ لو جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ تو اس کا انکار کوئی نہیں کرتا ۔ مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہے ۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت — ایں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت و حب ایشاں نہ گزید — میدان بہ یقیں کہ او خدا را نہ شناخت

خاکپائے درویشاں

سید مسلم نظامی عفی عنہ

اپریل سنہ ۱۹۶۵ء

پاکپتن شریف

Marfat.com

کتاب کے ماخذ

میں نے یہ کتاب لکھتے وقت جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان میں خاص طور پر یہ چند کتابیں قابل ذکر ہیں۔

(۱) فوائد الفواد (۲) سیر الاولیاء (۳) خیر المجالس (۴) جوامع الکلم (۵) سیر العارفین (۶) اخبار الاخیار (۷) گلزار ابرار (۸) مطلوب الطالبین (۹) سیر الاقطاب (۱۰) مراۃ الاسرار (۱۱) جواہر فریدی (۱۲) خزینۃ الاصفیاء (۱۳) زبدۃ المقامات (۱۴) شجرۃ الانوار (۱۵) طبقات ناصری (۱۶) بحر الاسرار (۱۷) سیادتِ فریدی (۱۸) تذکرہ اولیائے ہند (۱۹) اقتباس الانوار (۲۰) نفحات الانس (۲۱) نظامی بنسری (۲۲) افضل الفوائد (۲۳) نزہتہ الارواح (۲۴) عجائب الاسفار۔ (۲۵) تاریخ فرشتہ (۲۶) تاریخ فیروز شاہی برنی (۲۷) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف (۲۸) آئین اکبری (۲۹) واقعات دار الحکومت دہلی (۳۰) التعرف المذہب اہل تصوف (۳۱) تذکرۃ الانساب (۳۲) القول الجمیل (۳۳) فصل الخطاب (۳۴) الطاف القدس (۳۵) رسالہ قشیریہ (۳۶) کتاب اللمع (۳۷) طبقات الصوفیہ (۳۸) کشف المحجوب (۳۹) عوارف المعارف (۴۰) کتاب الاتباع (۴۱) المنقذ من الضلال۔ (۴۲) مونس الارواح (۴۳) سفینۃ الاولیاء (۴۴) راحت القلوب (۴۵) قوت القلوب (۴۶) فوائد السالکین (۴۷) اسرار الاولیاء (۴۸) لائف اینڈ ٹائم بابا فرید الدین گنجشکر (۴۹) تاریخ مشائخ چشت (۵۰) انیس الارواح (۵۱) راحت المحبین (۵۲) مصباح العاشقین (۵۳) دلیل العارفین (۵۴) حقیقت گلزار صابری (۵۵) انوار العیون۔ (۵۶) مکتوبات قدوسی (۵۷) تذکرہ قلندریہ (۵۸) مفتاح الغیب (۵۹) دررنظامی (۶۰) مناقب فخریہ (۶۱) آداب المریدین (۶۲) پنجابی صوفی شعراء۔ (۶۳) بزم صوفیہ (۶۴) گزیٹر ضلع منٹگمری (۶۵) پنجاب میں اردو (۶۶) تصوف اسلام وغیرہ۔

Marfat.com

مگر جہاں تک حضرت بابا صاحبؒ کے حالاتِ زندگی کا تعلق ہے میں نے اول الذکر سات قدیم اور مستند کتابوں پر اپنی اس کتاب کی بنیاد رکھی ہے۔ موجودہ دور کی کتابوں میں تاریخ مشائخ چشت اور لائف اینڈ ٹائم بابا فرید گنجشکرؒ بھی ان بنیادی کتابوں میں شامل ہیں۔ اب جن کتابوں کو میں نے اپنا ماخذ بنایا ہے۔ انکے متعلق یہ چند باتیں گذارش کے قابل ہیں۔

فوایدالفواد (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) نوشتہ خواجہ امیر حسن علا سجزی المعروف بہ حسن دہلوی۔

حضرت حسنؒ ایک فوجی تھے۔ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حضرت امیر خسروؒ کے ساتھ آتے تھے۔ بالآخر مرید ہو گئے اور انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی زبانِ مبارک سے جو کلمات سنوں گا۔ ان کو تحریر کر لیا کرونگا چنانچہ جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت اس وقت جو کچھ ارشاد فرماتے تو وہ اس کو لکھ لیا کرتے۔ یہ ۷۰۷ھ سے ۷۲۲ھ تک کے ملفوظات ہیں۔ جس کا نام "فوائد الفواد" ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے اس کو وقتاً فوقتاً حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے تھے اور حضرت ازراہِ نوازش اس کو پڑھتے مناسب ہوتا تو اصلاح دیتے۔ اور بطور تحسین فرماتے "حسن! اچھا لکھا ہے ـــ درویشانہ لکھا ہے" کبھی خالی جگہ دیکھ کر پوچھتے .... تو حضرت حسنؒ عرض کرتے مجھے مخدوم کے الفاظ صحیح یاد نہیں رہے تھے اس لئے یہ جگہ چھوڑ دی ہے۔ کہ پوچھ کر لکھ لوں گا۔ حضرت یہ سنکر ازراہِ مہربانی ان مقاموں کو اپنے قلم سے پُر فرما دیتے۔[1]

اہل علم و تحقیق کے نزدیک یہ کتاب نہایت معتبر ہے اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت حسنؒ نے اکثر الفاظ اور جملے حضرتِ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زبان سے جوں کے توں نقل کئے ہیں۔[2]

طوطی ہند حضرتِ امیر خسروؒ نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا تھا۔ کاش میری تمام تصنیفات (جو دو سو کے قریب ہیں) حسن کے نام ہوتیں) اور صرف فوایدالفواد میرے نام۔

---

[1] فوایدالفواد صفحہ ۳ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۳۰۸ اخبار الاخیار صفحہ ۹۸۔

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے "کہ امروز فوائد الفواد مقبول اہل دلان عالم شدہ است و دستورِ عاشقاق گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ" یعنی آجکل فوائد الفواد تمام عالم کے صاحب دل حضرات میں مقبول ہے۔ اور عاشقوں کا دستور ہے۔ شرق وغرب میں مشہور ہے۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ[2] نے لکھا ہے کہ "آں کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین اولیاء دستور است"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ[3] لکھتے ہیں "فوائد الفواد دستور العمل سلوک است و بہ غایت خوب ہر چند امیر خسروؒ ہم ملفوظ جمع کردہ لیکن آن قدر مقبول نیست" پھر صفحہ ۸۱ پر تحریر کرتے ہیں "کہ کتاب فوائد الفواد نہایت معتبر است و آں وقت دستور العمل بود مگر دیگر ملفوظات مشتبہ است غالب کہ نہ باشد"

یہی وجہ ہے کہ چشتیہ نظامیہ سلسلے کے اکثر صاحبان ارشاد و تلقین تلاوت قرآن پاک اور اوراد و وظائف کے بعد روزانہ اس کتاب کے چند ورق پڑھتے ہیں۔

حضرت بابا صاحبؒ کے متعلق معلومات کا اوّل معتبر اور مستند ذریعہ، حضرت بابا صاحبؒ کے مریدین، خلفاء اور خصوصاً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے زیادہ اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ حضرت حسنؒ کی یہ کتاب مطالعہ کیجئے۔ آپ کو بھی یوں محسوس ہوگا جیسے ایک عاشق ہے جس کو ذکر محبوب پسند ہوتا ہے بات بات پر اسی کا حال بیان کرتا ہے۔ بالکل یہی حال اس کتاب میں حضرت محبوب الٰہی کا ہے۔ کوئی بات ہو۔ کوئی واقعہ ہو آپ اس کے مطابق حضرت بابا صاحبؒ کا ذکر حاضرین مجلس کو ضرور سنائیں گے۔ خداوند قدوس حضرت حسنؒ[4] کی قبر کو اور زیادہ منور

---

[1] سیر الاولیا صفحہ ۳۰۶ [2] اخبار الاخیار صفحہ ۱۰۱ وہ کتاب یعنی فوائد الفواد شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدین اور خلفاء کا دستور (سلوک ہے) [3] ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۳۷ یعنی فوائد الفواد سلوک کا دستور العمل ہے اور بہت خوب ہے۔ ہر چند کہ امیر خسروؒ نے بھی ملفوظات جمع کئے ہیں۔ لیکن اس قدر مقبول نہیں ہیں صفحہ ۸۱ یعنی کتاب فوائد الفواد نہایت معتبر ہے۔ اور اس وقت (سلوک) کا دستور العمل ہے۔ لیکن دوسرے ملفوظات مشتبہ ہیں۔ غالباً وہ ان کے نہ ہوں گے۔

[4] حضرت حسنؒ کا مزار دولت آباد دکن میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

Marfat.com

فرمائیے کہ انھوں نے فوائد الفواد لکھ کر ایسا عظیم احسان کیا ہے کہ قیامت تک کی آنے والی نسلیں اسے فراموش نہ کر سکیں گی۔

سیر الاولیاء[1] یہ کتاب آٹھویں صدی ہجری کے آخری نصف میں حضرت امیر خورد کرمانیؒ نے لکھی ہے۔ مصنف اور ان کے والد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے اور دادا حضرت باباصاحبؒ کے مریدان خاص میں تھے۔ ان کا نام سید محمد کرمانیؒ تھا۔ انھوں نے اٹھارہ سال اجودھن (پاکپٹن) رہ کر جناب باباصاحبؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ سیر الاولیا کے راویوں میں ان کے باپ۔ چچا۔ دادا کے علاوہ مشہور مؤرخ ضیاء الدین برنیؒ۔ امیر خسروؒ۔ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء شامل ہیں۔ کتاب کے متعلق اہل علم کی رائے ہے کہ نہایت معتبر ہے۔ اور کشف المحجوب کے بعد تصوف کی قدیم اور مستند کتاب ہے۔ اور چشتیہ سلسلے کی تو گویا ایک پوری انسائیکلوپیڈیا ہے۔

خیر المجالس[2] حضرت مخدوم نصیر الدینؒ چراغ دہلی کے ملفوظات ہیں جن کو مولانا حمید قلندرؒ نے آپ کی زبان مبارک سے سن کر جمع کیا ہے۔ مولانا حمیدؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی صحبت میں رہے۔ اور سلوک کی تکمیل کی۔ کتاب نہایت مؤثر اور معلومات افزا ہے۔ جگہ جگہ آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کی تفسیر و تشریح کی ہے۔ مولانا حمیدؒ نے اس کتاب میں حضرت باباصاحبؒ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت مخدوم صاحبؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ نظام

ع۱ سیر الاولیا کے قدیم قلمی نسخے ہند و پاک میں کئی جگہ موجود ہیں۔ ہمارے ہاں بھی ۲۰۰ برس کا قلمی نسخہ ہے۔ مگر جو نسخہ چرنجی لال نے محب ہند پریس دہلی سے شعبان ۱۳۰۲ھ میں شائع کیا ہے۔ اس میں نکتہ بعجم درمیان اقربائے سلطان المشائخؒ میں کچھ تحریف کی گئی۔ کیونکہ پرانے قلمی نسخوں میں وہ چند عبارات نہیں۔ اور سیر الاولیا کا جو ترجمہ لاہور سے شائع ہوا ہے وہ بہت زیادہ غلط ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۸۰ پر یہ عبارت ہے "فاما معصوم ہمیں انبیا بیش نہ اند" لیکن معصوم تو انبیاء ہی ہیں اور دوسرے نہیں ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ شائع ہوا ہے لیکن انبیا بھی معصوم نہیں ہیں۔

Marfat.com

الدین اولیاءؒ کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے وقت بعض جگہ تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ مخدوم صاحب نے ۷۵۷ھ میں وصال فرمایا۔

اس کتاب کے صفحہ ۵۲ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو مجموعہ ملفوظات خواجگانِ چشت آجکل فروخت ہو رہا ہے۔ یہ ان بزرگوں کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ ایک دن حضرت مخدوم چراغ دہلی سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ملفوظات ہیں میں نے یہ بات پڑھی ہے .... کیا یہ درست ہے؟ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا" لفظ ہارونی نہیں ہَرونیؒ ہے۔ پھر فرمایا یہ ملفوظات ان کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ مجموعہ میں نے بھی دیکھا ہے۔ اس میں بہت سے الفاظ ان کے مناسب اقوال نہیں ہیں۔ پھر فرمایا میرے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے خود فرمایا ہے کہ میں[۲] نے کوئی کتاب نہیں لکھی اور شیخ الاسلام حضرت بابا صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ قطب صاحبؒ اور دوسرے خواجگانؒ نے جو ہمارے شجرہ میں ہیں کسی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی"۔

مجموعہ ملفوظات خواجگانِ چشت میں جو ہشت گنج' اور ہشت بہشت کے نام سے موجود ہیں یہ کتابیں شامل ہیں۔ (۱) انیس الارواح، ملفوظات حضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ ۲ اصل نسخہ فارسی میں ہے جواب چھپ چکا ہے ۲۵ سال پہلے غلام احمد بریانی نے اس کا اُردو ترجمہ سراج المجالس کے نام سے شائع کیا تھا۔

۲: حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلیؒ خلیفہ اعظم و جانشین حضرت نظام الدین اولیاءؒ محبوب الٰہی ہیں۔ آپ کا وصال ۷۵۷ھ ۱۸ رمضان المبارک کو ہوا۔ مزار قصبہ چراغ دہلی میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ انقلاب ۱۹۴۷ء میں متعصب جاٹوں نے .... آستانہ عالیہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا۔

اخبار الاخیار صفحہ ۸۱ ۲ خیرالمجالس صفحہ ۵۲ ۳ فوائد الفواد صفحہ ۲۴ قول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نفادت گفتہ است من ہیچ کتابے نہ نوشتہ ام

Marfat.com

خواجہ عثمان ہرونیؒ (۲) دلیل العارفین۔ ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (۳) فوائد السالکین ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (۴) راحت القلوب ملفوظات حضرت باباصاحبؒ (۵) اسرار الاولیاء ملفوظات حضرت باباصاحبؒ (۶) راحت المحبین، ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور (۷) مصباح العاشقین ملفوظات حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ ان کی بعض روایات کو تاریخ بھی رد کرتی ہے۔ مثلاً فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ بیت اللہ گئے اور وہاں ان کی ملاقات حضرت ابوبکر شبلیؒ سے ہوئی۔ حالانکہ حضرت شبلیؒ کا انتقال ان حضرات سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل ہو چکا تھا۔

اور ملاحظہ کیجئے کہ ۶۶۱ھ میں ہونے والا واقعہ ۶۵۵ھ میں بیان کیا گیا ہے یعنی راحت القلوب صہ ۲۸ پر حضرت باباصاحبؒ کی زبانی حضرت غوث بہاؤ الحق کے انتقال کا واقعہ ۶۵۵ھ میں لکھ رہا ہے۔ حالانکہ آپ کا انتقال سن ۶۵۵ ہجری کے کئی سال بعد ہوا۔ اس طرح کئی باتیں اس مجموعہ میں موجود ہیں۔

اسرار الاولیاء کے متعلق سید محمد گیسو دراز حسینیؒ نے فرمایا[1] کہ میں نے اجودھن میں حضرت باباصاحبؒ کا ایک مجموعہ ملفوظات دیکھا جو مولانا سید بدر الدین اسحاقؒ کا تحریر کردہ بتایا جاتا ہے۔ لیکن ایں سر بسر ہمہ افترا است یہ سب بہتان ہے۔ اس مجموعہ ملفوظات کے متعلق سند المحدثین جناب شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ کہ فوائد الفواد نہایت معتبر ہے۔ اور دستور چشتیہ ہے مگر دیگر ملفوظات مشتبہ ہیں۔ بلکہ اغلب ہے کہ ان حضرات کے نہیں ہیں۔

جوامع الکلم: سید محمد گیسو دراز حسینیؒ (گلبرگہ) کے ملفوظات ہیں۔ جو ان کے صاحبزادے نے جمع کئے ہیں۔ چشتیہ سلسلہ میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بڑی کثرت کے ساتھ تصوف پر رسائل اور کتابیں تصنیف کیں۔ آپ جید علمائے صوفیہ سے ہیں۔ اور مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت باباصاحبؒ کے متعلق اپنے پیر و مرشد سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کتاب نویں صدی

---

[1] جوامع الکلم صفحہ ۱۳۲

Marfat.com

ہجری کی تصنیف ہے اور بہت معتبر ہے۔

سیر العارفین: مولانا حامد بن فضل اللہ جمالیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ حضرت کمال الدین سہروردیؒ کے مرید ہیں۔ فاضل اجل اور صاحب باطن بزرگ تھے عمدہ شاعر تھے۔ اکثر ممالک کی سیاحت کی تھی۔ خود لکھتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، بیت المقدس، روم، شام، عراق، آذربائیجان، گیلان، ماژندران، خراسان وغیرہ کی سیاحت کی ہے۔ دوران سیاحت ان کی ملاقات مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ ملا حسین واعظ کاشفی۔ ملا جلال الدین محمد دوانی سے ہوتی تھی۔ ان کا یہ شعر بہت مقبول و مشہور ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات   تو عین ذات می نگری در تبسمی

ثقہ اور معتبر مصنف ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی ان کے متعلق اچھے الفاظ لکھے ہیں۔ اگرچہ خود سہروردی ہیں مگر حق نویسی کا یہ عالم ہے کہ چشتیوں کی تعریف ان کے حسب مراتب کی ہے۔ ان کی یہ تصنیف گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں تمام ہوئی۔

اخبار الاخیار: حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصنیف ہے۔ خود حضرت محدث صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کا بیان بہت محتاط اور محتاطانہ ہے۔ لچر اور فضول روایات کو درج نہیں کرتے۔ آپ نے یہ کتاب ۹۹۶ھ میں تمام کی۔

تاریخ مشائخ چشت اور لائف اینڈ ٹائم حضرت بابا فرید گنج شکرؒ یہ دونوں کتابیں پروفیسر خلیق احمد نظامی کی بے بہا علمی اور تاریخی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ خلیق صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ مگر مجھے تو وہ خود تصوف کی یونیورسٹی معلوم ہوتے ہیں۔ آنے والی نسلیں جب صوفیا کی تاریخی ریسرچ کریں گی۔ اور تذکرے مرتب ہوں گے۔ تو کوئی مورخ ان کا ذکر کئے بغیر آگے نہ جا سکے گا۔

53387

Marfat.com

"چشت"

چشت[1] خراسان[2] کا مشہور شہر ہے۔ جو ہرات کے قریب شرق میں واقع ہے۔ ہرات کا راستہ قندہار سے جاتا ہے۔ چشت، ہرات، قندھار افغانستان کے مشہور شہر ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں اسلام پھیلانے والے چشتی بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تھے۔ آپ نے اور آپ کی روحانی اولاد نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کی جن میں زیادہ مشہور آپ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوریؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور ان کے جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ہوئے ہیں۔ ان بزرگوں کے سلسلوں کے مرید ہند و پاکستان۔ چین۔ برما۔ آسام۔ افغانستان میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اور وہ سب چشتی نظامی یا چشتی صابری کہلاتے ہیں۔

چشتیہ سلسلہ کی وجہ تسمیہ

اس سلسلہ کا نام چشتیہ اس وجہ سے ہوا کہ اس خاندان کے ایک عظیم انسان نے اپنے شیخ کے حکم سے چشت کو تبلیغ دین کا منبع اور مرکز بنایا تھا۔ شیخ نے فرمایا تھا کہ تمہارے ذریعے سے جو لوگ میرے سلسلۂ سلوک و طریقت میں داخل ہوں گے وہ چشتی کہلائیں گے۔

چشتیہ سلسلہ ہندوستان میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی

---

[1] شجرۃ الانوار صفحہ ۳۲ چشت شہریست درمیان ولایت خراسان قریب ہرات است

[2] خراسان نام ملکے در ایران ولایت خراسان از فارس و عراق بطرف شرقی واقع است از غیاث اللغات

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ بہت مشہور ہوا۔ یہ سلسلہ بھی دوسرے سب سلسلوں کی طرح[^1] حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ سے سلطان کونین خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک پہنچا ہے[^2] حضرت علیؓ سے حضرت ممشاد علو دینوریؒ تک چھ واسطے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی نام کے ساتھ چشتی نہیں ہے۔

ملہ جملہ سلاسل حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ سے ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ سلسلہ نقشبندیہ بھی حضرت علیؓ کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ یعنی طریقہ نقشبندیہ بھی نقلاً عنعنۃً وتمدیثاً وبا صحبتاً بالکل علوی ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے فصل الخطاب میں اور شاہ ولی اللہؒ نے انتباہ میں اور حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی نے ارشادِ مرشد میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن عام طور پر نقشبندیہ شجرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ کا اور سیدنا سلمان فارسیؓ کے بعد حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ کے اسماء ہیں۔ اس سے عام لوگوں میں یہ خیال ہو گیا ہے کہ نقشبندیہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاری ہوا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی جانب انتساب اس سلسلہ کی بطور اولیت ہے — کیونکہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ نے حضرت سیدنا سلمانؓ فارسی کی نہ صحبت اُٹھائی نہ بیعت کی۔ بلکہ دیکھا تک بھی نہیں ہے۔ حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ کا انتقال مدائن میں ہوا تھا۔ اس وقت حضرت قاسم مدینہ طیبہ میں تھے۔ اور آپ کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ تاریخ و رجال کی کتب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت قاسمؒ کے بعد حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ کا اسمِ گرامی آتا ہے۔ آپ حضرت قاسمؒ کے نواسے تھے۔ اور آپ کو اپنے نانا سے نسبت ثانی حاصل تھی۔ اس وجہ سے سلسلہ میں یہ نام آتے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ پاک و ہند میں دو شاخوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک ابو العلائی اور دوسرا مجددی۔

ملہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کو مولانا رومؒ نے "افتخارِ ہر نبی و ہر ولی" لکھا ہے جس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ روزِ میثاق میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم

Marfat.com

پہلا چشتی

سب سے پہلے بزرگ جن کے نام کے ساتھ چشتی شروع ہوا حضرت[1] خواجہ ابو اسحٰق چشتی ہیں جو شام کے رہنے والے تھے وہ ایک غیبی اشارے سے بغداد آئے۔ اور حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کے دست مبارک پر بیعت ہوئے کسی بزرگ نے ان کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

[1]لله اقتدی من اہل چشت شیوخہم ۔۔۔ کل ولی اللہ فی میلادہ
منہم ابو اسحٰق اکبر شیخہم ۔۔۔ طود رسیما من شیخ اطوادہ
اضحی ھدی اوالذین یتبعون ۔۔۔ لا یعدلون مالنہج فی معتادہ

یعنی اہل چشت کے مشائخ میں سے تمام اولیاء اللہ نے ان کے میلاد میں اقتدا کی۔ ان میں سب سے بڑے اور ذی وجاہت شیخ ابو اسحٰق ہیں جو مشائخ میں ایسے ہیں جیسے پہاڑوں میں ایک بلند اور اونچا پہاڑ۔ دین کے رہبران کے پیرو ہیں ان کی راہ سے عدول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے

شجرۃ الانوار[2] میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی اس نیت سے شام سے بغداد گئے کہ حضرت خواجہ ممشاد علو کے مرید ہوں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے۔ خواجہ ابو اسحٰق نے عرض کیا ابو اسحٰق شامی "آج سے تم کو ابو اسحٰق چشتی کہا جائے۔ کیونکہ تم کو چشت میں رہنا ہوگا اور وہاں کے خاص و عام تم سے ہدایت پائیں گے۔ اور جو میرے سلسلے میں داخل ہوں گے۔ قیامت تک ان کو چشتی کہا جائے گا" حضرت ممشاد نے جواب دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) السلام سے سلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے اور ان کی نصرت و معاونت کرنے کا عہد لیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن پاک پارہ ۳ سورہ آل عمران میں موجود ہے۔ اس اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہوئے۔ جب خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر فخر فرمایا ہے تو گویا تمام پیغمبروں نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی پر فخر فرمایا ہے۔ نیز ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے۔ جب کوئی ذات افضل کے لئے باعث فخر ہے تو دوسروں کے لئے بدرجہ اولیٰ باعث فخر ہوئی۔ فافہم۔

[1] سیر الاولیا صفحہ ۴۰ [2] شجرۃ الانوار صفحہ ۳۲۳۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت خواجہ ممشاد علوؒ نے حضرت ابواسحقؒ کو بیعت کیا اور تکمیل سلوک کے لئے کچھ روز اپنے پاس رکھا پھر خلافت دے کر چشت روانہ کردیا۔ اس دن سے یہ سلسلہ چشتیہ کہلایا۔

سیر الاولیاء[1] میں ہے کہ "چراغ متقیاں ابی اسحق شامی چشتیؒ" اور لقب مبارک چشتی انہی بزرگ سے شروع ہوا۔ انہوں نے چشت میں توطن اختیار کیا تھا۔

حضرت خواجہ ابواسحقؒ نے اپنے مرشد کے حکم سے چشت میں قیام کیا۔ اور مخلوق کی ارشد و ہدایت کے کام میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ ابواحمد ابدالؒ چشتی ہوئے۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ ہوئے۔ آپ سب سے پہلے چشتی بزرگ ہیں جو ہندوستان آئے اور سلطان محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ ۴۱۵ھ میں سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ سلطان محمودؒ جب سومنات فتح کرنے کے لئے آیا تو حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ ایک غیبی اشارے سے ستر سال کی عمر میں اپنے چند مریدوں کے ہمراہ بغرض جہاد ساتھ آئے تھے۔ محمودؒ کا لشکر آپ ہی کی پناہ و حمایت میں تھا نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے بھی لکھا ہے کہ "حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ محمود غزنوی کے ہمراہ باشارۂ غیبی سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ اور محمودؒ کا لشکر آپ ہی کی پناہ میں تھا اور وہ آپ کے تصرف باطنی ہی کی وجہ سے کامیاب ہوا تھا"

حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ ناصر الدینؒ ابو یوسف چشتی ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ہوئے۔ ان سب بزرگوں نے چشت ہی کو مرکز تبلیغ و اشاعت دین رکھا۔ اور نہایت احسن طریقہ سے مخلوق کی اصلاح و ہدایت کا کام انجام دیتے رہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت خواجہ ممشاد علوؒ کے ارشاد کے مطابق اس دن سے آج تک اس سلسلے کو چشتیہ کہا جاتا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی ۔۔۔ چراغ چشتیاں را روشنائی

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۲۳۲ ؎ حضرت داتا گنج بخشؒ کی آمد ہندوستان میں حضرت حسینؒ زنجانی کے انتقال کے بعد ۴۳۱ھ میں ہے۔ داتا صاحبؒ کا انتقال ۴۶۵ھ میں ہوا۔

Marfat.com

شجرہ طیبہ حضرت بابا صاحبؒ

قولہ تعالیٰ: کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

(۱) سلطان کونین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ (۲) مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (۴) حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ (۵) حضرت خواجہ محمد فضیل ابن عیاضؒ (۶) حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہمؒ (۷) حضرت خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ (۸) حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصریؒ (۹) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ (۱۰) حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتیؒ (۱۱) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ (۱۲) حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ (۱۳) حضرت خواجہ ناصر الدین ابی یوسف چشتیؒ (۱۴) حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ (۱۵) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی چشتیؒ (۱۶) حضرت خواجہ عثمان ہرونی چشتیؒ (۱۷) سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۱۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتیؒ (۱۹) حضرت شیخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنجشکر چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت بابا صاحبؒ کا نسبی سلسلہ

(اور تذکرہ نویسوں کا اختلاف)

حضرت بابا صاحبؒ کے نسب نامہ میں تذکرہ نویسوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ عام طور پر سیرت نگاروں نے آپ کو چند واسطوں سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ تک اور پھر تین واسطوں سے حضرت امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب تک ملایا ہے۔ میں حیران ہوں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ کو فاروقی النسب کیسے بنا دیا[1]

---

[1] رجال کی کتابوں میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو ابو اسحٰق بلخی الزاہد لکھا گیا ہے۔ اور دوسرے ابراہیم بن ادہمؒ کو غیر زاہد لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

گیا۔ جب کہ رجال کی کتابوں میں (تہذیب التہذیب، تہذیب الکمال) آپ کو عجلی اور بروایتے تمیمی لکھا ہے۔ لیکن بعد کی کتابوں میں آپ کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے۔
سلطان ابراہیم بن ادہمؒ بن سلیمانؒ بن ناصرؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب پھر زیادہ چھان بین کے بعد "سیادتِ فریدی" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں علمی دلیلوں کے ذریعہ حضرت بابا صاحبؒ کو سیّد ثابت کیا گیا ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے وقت میں بھارت کے صوبۂ بہار میں ایک بزرگ حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاریؒ ہوئے ہیں۔ جن کا انتقال جناب بابا صاحبؒ کے انتقال سے تین چار سال قبل ہوا ہے۔ ان کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ ہوئے ہیں۔ ان کے نسب کے متعلق "مطلوب[1] المبارک" میں لکھا ہے کہ مخدوم شرف الدین بہاری نے فرمایا کہ مظفر بلخیؒ کی سیادت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے جدِ اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ سیّد تھے۔ اور ادھمؒ ان کے والد نہیں بلکہ نانا تھے۔ اور وہ رئیسِ بلخ تھے ان کے کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے انھوں نے اپنے نواسے سیّد ابراہیم کو اپنا (معنوی) فرزند و جانشین بنایا۔ اور حضرت ابراہیم کو اپنے نانا کی وجہ سے فاروقی کہا جانے لگا۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ عرب میں عام دستور ہے۔ جیسے سیّدنا امام حسینؓ علیہ السلام کو ابن رسول اللہ کہا جاتا ہے۔

حضرت بابا صاحب کو جن لوگوں نے سیّد النسب ظاہر کیا ہے۔ ان کی ایک بڑی معقول اور اہم دلیل یہ ہے کہ سب تذکرہ نویسوں نے آپ کا سلسلہ حضرت ناصر بن عبداللہ کے ذریعہ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے ملایا ہے۔ حالانکہ کسی قدیم تاریخ و نسب کی کتاب میں اور کسی رجال و حدیث کی کتاب میں حضرت عبداللہ[2] کے کسی لڑکے کا نام ناصر نہیں ہے۔

[1] مطلوب المبارک ۸۴۲ھ میں مرتب ہوئی۔ [2] ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ نے حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادوں کے یہ نام لکھے ہیں۔ اور مولانا شبلی نے بھی الفاروق میں یہی نام درج کئے ہیں۔ [2] ابن خلکان نے احمد صاحب تذکرۃ الحفاظ اور زبدۃ المقامات نے بھی یہی نام درج کئے ہیں
عبداللہ[1] ۔ سالم[2] ۔ عاصم[3] ۔ حمزہ[4] ۔ بلال[5] ۔ واقد[6] ۔

Marfat.com

پاک و ہند میں حضرت بابا صاحبؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ حضرت شیخ عبدالحق رودولوی، مخدوم نصیرالدین چراغ دہلیؒ بھی فاروقی کہلاتے ہیں اور ان کے شجرہ کی آخری کڑی بھی حضرت ناصر بن عبداللہ ہیں۔ اس سلسلے میں صاحب "سیادتِ فریدی" کے دلائل معقول نظر آتے ہیں۔ اور ان کی تائید تقریباً چھ سو برس پرانی کتاب "ملفوظ المبارک" سے ہوتی ہے مگر جو لوگ حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں پاکپتن شریف میں آباد ہیں ان میں سجادہ نشین اور ان کے خاندان والے اپنے آپ کو فاروقی کہتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے فاروقی کہتے ہیں۔ ورنہ علمی دنیا میں دلیل و سند کا سکہ رائج و مقبول ہے۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ سے لے کر اوپر تک تقریباً ہر نام کے ساتھ کنیت یا لقب موجود ہے اور تذکرہ نگاروں نے غلطی سے کنیت یا لقب کو ایک نام سمجھ کر سلسلے کی ایک کڑی بنا دیا۔ مثلاً آپ کے نسب نامہ میں ایک بزرگ ہیں جن کا اسم گرامی ابوالفتح ہے اور لقب واعظ الاکبر ہے۔ ان کے صاحبزادے کا نام عبداللہ ہے اور لقب واعظ الاصغر ہے مگر سیرت نگاروں نے عبداللہ بن[۱] واعظ الاصغر بن ابوالفتح بن واعظ الاکبر لکھا ہے۔ اس طرح کی غلط نویسی سے نسب نامے میں تقریباً دس ناموں کا اضافہ ہو گیا۔ لاپروائی کی انتہا اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کے والد ماجد کا نام کمال الدین[۲] سلیمان اور اعزاز الدین[۳] محمود لکھ دیا ہے۔

تیسرا اعتراض اس سلسلہ کا یہ ہے۔ کہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ اپنے شیر خوار[۴] بچے کو چھوڑ کر خانہ کعبہ چلے آئے تھے۔ جب لڑکا جوان ہو کر آپ کے پاس کعبہ شریف آیا اور آپ کے دل میں بھی اپنے لڑکے کی طرف .... کچھ میلان پیدا ہوا، تو غیرتِ الٰہی نے اس کی گرفت کی۔ اور آپ کی زبان سے اغثنی نکلا۔ جس کے ساتھ ہی رکن یمانی کے قریب آپ کے لڑکے نے جان دیدی۔ پھر آگے سلسلہ نسب کیسے چلا۔

۱؎ جواہر فریدی۔ ۲؎ سیرت بابا فریدالدین گنج شکر۔ ۳؎ سفینۃ الاولیاء انداز شکوہ
۴؎ تذکرۃ الاولیاء خواجہ فریدالدین عطارؒ صفحہ ۹۲، ۹۳۔

Marfat.com

ہمارے خیال میں لوگوں کی توجہ علم الانساب کی طرف نہیں ہے۔ اب نہ تو لکھنے والے تحقیق کرتے ہیں۔ اور نہ پڑھنے والے صحیح نسب ناموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ نیز ان اغلاط کی ذمہ داری خاص طور سے ایسے لوگوں پر عاید ہوتی ہے جو اپنے تئیں کسی اعلیٰ خاندان کا سپوت ظاہر کرنے کے جنون میں نسب ناموں میں تحریف کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم اعلیٰ بن گئے۔ حالانکہ وہ جو کچھ ہیں وہی رہیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا یہ واقعہ دلیل راہ ہونا چاہیئے

جب یمن[1] سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ کندہ کا وفد آیا جو یمن کا ایک شاہی خاندان تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عرب فرمانروا سمجھ کر رئیس وفد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم اور آپ ہم خاندان نہیں ہیں۔ آپ (صلعم) نے فرمایا "ہم نضر بن کنانہ کے خاندان سے ہیں۔ نہ اپنی ماں پر تہمت رکھ سکتے ہیں نہ اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں"

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے۔ کہ اعمال صالحہ کو چھوڑ کر صرف حسب و نسب پر فخر کرنا ظاہر پرست اہل دنیا کا شیوہ ہے کہ اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو کر اسلاف کے کمالات پر فخر کرتے ہیں۔ طریقت میں فخر و مباہات کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تو صرف عشق کی ضرورت ہے۔ اسی لئے حضرت جامیؒ نے مشورہ دیا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور اسلام نے تو شرف کا معیار تقویٰ بتایا ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی از شبلی نعمانی جلد دوم۔

حضرت بابا صاحب کا نسب نامہ

یہ نسب نامہ ہم کو جناب دیوان غلام قطب الدین صاحب سلمہٗ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب سے موصول ہوا ہے
ہم اس کو جوں کا توں نقل کئے دیتے ہیں۔

حضرت بابا فریدالدین[1] مسعودؒ بن حضرت جمال الدین[2] سلیمانؒ بن قاضی شعیب[3]ؒ بن حضرت شیخ محمد احمد[4]ؒ ابن حضرت محمد یوسف[5]ؒ ابن حضرت شیخ شہاب الدین احمد[6] فرخ شاہ کابلیؒ ابن نصیرالدین[7] محمودؒ ابن شیخ سلیمان[8]ؒ ابن شیخ مسعود[9]ؒ ابن شیخ عبداللہ المعروف[10] بہ واعظ الاصغرؒ ابن شیخ ابوالفتح المعروف بہ واعظ الاکبر[11]ؒ ابن شیخ اسحٰق[12]ؒ ابن شیخ ابراہیم[13]ؒ ابن شیخ ادھم[14]ؒ ابن شیخ سلیمان[15]ؒ ابن شیخ منصور[16]ؒ ابن شیخ ناصر[17]ؒ ابن شیخ عبداللہ[18]ؒ ابن حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر ابن خطاب[19] رضی اللہ عنہٗ۔

صاحب جواہر فریدی[1] نے ۲۴ واسطوں سے شجرہ حضرت فاروق اعظمؓ تک ملایا ہے۔ اور سیر الاقطاب نے کل پندرہ واسطوں سے۔ ماہرین انساب نے دس[10] پشتوں پر تین سو سال کی مدت قائم کی ہے۔ اگر صاحب جواہر فریدی کے شجرہ میں سے کنیت کی کڑی کو خارج کر دیا جائے، جو غلطی سے ایک واسطہ شمار کر لی گئی ہے تو حضرت بابا صاحبؒ تک ۱۹ واسطے ہوتے ہیں۔

فرخ شاہ حضرت بابا صاحبؒ کے چھٹے دادا شیخ شہاب الدین احمد المعروف بہ فرخ شاہ کابلی تھے۔ فرخ شاہ کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے، کہ وہ کابل کے بادشاہ تھے[2] اور صاحب سیر الاولیا کا بیان ہے کہ "ایں بادشاہ[3] اہل دیں

ع۱ مجھے حکیم سید مستجاب حسین امروہی کا رسالہ "اظہار الحق" اور سیادت فریدی کے دلائل قوی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت امیرالمومنین عمر فاروقؓ کے کسی پوتے کا نام ناصر نہیں تھا۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔ ع۲ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔ کہ فرخ شاہ ایک متمدن آدمی تھے۔ اور سلطان کابل کے وزیر تھے۔ ع۳ سیر الاولیاء صفحہ ۵۹۔

Marfat.com

از دودمانِ شاہِ کابل فرخ شاہ عادل بود۔ دراں عہد زمامِ مملکت دنیا بردست فرخ شاہ بود و مملکتِ کابل پیش از مملکتِ غزنی بود"۔

"یعنی یہ بادشاہ اہلِ دیں (باباصاحبؒ) بادشاہِ کابل فرخ شاہ عادل کی اولاد میں ہیں۔ اس وقت دنیاوی حکومت کی زمام فرخ شاہ کے ہاتھ میں تھی۔ اور حکومتِ کابل مملکت غزنی سے پہلے تھی"۔

یہ بات ابھی تک تاریخ کے صفحات پر نہیں آئی ہے کہ فرخ شاہ کی حکومت کابل میں کس زمانے میں تھی۔ تحقیق و کوشش کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اُمید ہے کہ تاریخ کا طالب علم اس پردے کو اُٹھانے میں بھی جلدی کامیاب ہو جائیگا۔ سب سے پہلے جناب امیر معاویہؓ کے عہد حکومت ۶۶۲ء میں کابل فتح ہوا۔ پھر اس کے تقریباً دو سو برس کے بعد یعقوب بن لیث صفاری نے کابل فتح کیا۔ اس وقت وہاں بدھ برسرِ اقتدار تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ اشوک کے زمانے سے لے کر کابل بدھوں کے زیرِ نگین رہا۔ اور اس خاندان کے ساٹھ راجہ ہوئے۔ آخری راجہ لگا ترمان تھا۔ جس کو اس کے برہمن وزیر نے معزول کر دیا تھا۔ پھر ۹۵۰ء میں کابل پہ راجہ جیم کی حکومت کا سراغ ملتا ہے۔ اس کے بعد راجہ جے پال کا، جے پال سے سبکتگین نے حکومت لی۔ اس وقت سندھ و ملتان میں ابوالفتح داؤد قرامطی کی حکومت تھی۔ یہاں یہ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ فرخ شاہ کس زمانہ میں کابل میں سریر آرائے حکومت تھے۔ تاریخ کے بیانات میں خود زبردست تضاد ہے۔ اس لئے ایکدم یہ کہدینا کہ فرخ شاہ کابل کے بادشاہ نہیں تھے غلط ہے۔ کیونکہ تاریخ کے یہ نوشتے حرف آخر نہیں ہیں۔

الغرض فرخ شاہ کی حکومت ختم ہوئی تو اقتدار سبکتگین کے ہاتھوں میں آیا۔ کچھ عرصے کے بعد چنگیزی سیلاب ممالک اسلامیہ کو زیر و زبر کرتا ہوا غزنی

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۹ چنگیز خاں خروج در مملکت ایران و توران بزد و تیغ آوردہ تاراج نہاد و لشکر بجانب مملکتِ غزنی کشید۔ چوں در کابل رسیداں دیار را نیز بگرفت و خراب کرد۔ شیخ احمد کی شہادت تو یقینی ہے۔ مگر چنگیزی فتنہ میں آپ کا شہید ہونا بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ کابل پر چنگیز کا حملہ ۶۲۰ھ میں ہوا۔ اس وقت دہلی میں شمس الدین التمش سریر آرائے حکومت تھا۔ اور حضرت باباصاحبؒ کے جدّاعلیٰ اس سے بہت پہلے ہندوستان ہجرت کر آئے تھے ؎

کی طرف روانہ ہوا۔ اور کابل پھر تاراج ہوا۔ حضرت بابا صاحبؒ کے پردادا حضرت شیخ احمد کابل ہی میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے[1]۔

غور میں علاءالدین جہاں سوز کے بعد اس کا بھائی غیاث الدین غوری ۵۵۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ مگر پاک و ہند کو غیاث الدین سے واسطہ نہیں پڑا۔ بلکہ اس کے چھوٹے بھائی سلطان شہاب الدین محمد غوری جو معزالدین محمد سام کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہاں آیا۔ اس نے پہلے مغربی پاکستان اور پھر شمالی بھارت پر فوج کشی کی۔ اس کی حکومت کا آغاز غزنی کی صوبہ داری ۵۶۹ھ سے کیا جاتا ہے۔

قاضی شعیب کی آمد

غزنوی خاندان کا سولہواں بادشاہ خسرو ملک تھا جس پر آل سبکتگین کی حکومت ختم ہوئی۔ خسرو ملک کے باپ کا نام خسرو شاہ تھا۔ ۵۵۵ھ اور اس کے باپ کا نام بہرام شاہ تھا کیپٹن ویڈ captain vaid[2] نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے اجداد بہرام شاہ غزنوی کے خاندان والوں کے ساتھ ۵۴۷ھ (۱۱۵۲ء) میں ملتان آئے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے دادا کا اسم گرامی شیخ شعیبؒ تھا۔ جو ہندوستان میں کھتوال کا قاضی ہو جانے کی وجہ سے قاضی شعیبؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ صاحب سیر الاولیا کے بیان کے مطابق قاضی شعیبؒ اپنے تین لڑکوں اور دوسرے عزیزوں کے ہمراہ کابل سے ہجرت کر کے لاہور آئے تھے۔ پھر وہاں سے قصور اور قصور سے کھتوال چلے گئے جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔ سیر الاقطاب اور جواہر فریدی نے حضرت بابا صاحبؒ کے والد ماجد کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجہ لکھا ہے۔ لیکن سیر العارفین

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۵۹ "جد بزرگوار شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہ العزیز در حرب کفار شہادت یافت"۔ [2] ۱۸۳۷ء جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳ بحوالہ لائف اینڈ ٹائم حضرت بابا فرید گنج شکرؒ [3] سیر الاقطاب میں ہے کہ بابا صاحبؒ کے والد ماجد سلطان محمود غزنوی کے بھانجہ ہیں۔

[4] سیر الاولیاء صفحہ ۵۹ قاضی شعیب با ہمہ پسران و اتباع و خیل و تبار در دیار لاہور تشریف آوردند۔ [5] تاریخ فرشتہ آپ کے والد سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے ملتان آئے۔

"شجرۃ الانوار" آپ کے دادا کا نام قاضی شعیب تھا جو اپنے تمام عیال و اطفال کے ہمراہ حوادث

Marfat.com

سے مذکورہ کتابوں کی تائید نہیں ہوتی۔ سیر العارفین کی اصل عبارت یہ ہے "جمال الدین سلیمانؒ از طرف کابل در عہد سلطان شہاب الدین محمد غوری خواہر زادہ سلطان محمود غزنوی در طرف ملتان آمدہ" یعنی جمال الدین سلیمان کابل سے سلطان شہاب الدین محمد غوری خواہر زادہ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ملتان آئے۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ سلطان محمود غزنوی کا انتقال سنہ ۴۲۱ھ میں ہوا۔ اور بہرام شاہ غزنوی جس کے قافلہ کے ہمراہ حضرت بابا صاحبؒ کے دادا کا ہندوستان آنا بتایا جاتا ہے۔ اسی سال فوت ہوا۔

سیر الاولیاء وغیرہ قدیم کتب اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں۔ اور سیر الاقطاب وغیرہ کتب اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیتیں۔ بہرصورت بہرام شاہ غزنوی کے ترکِ وطن میں اس کے رشتہ داروں اور خاندان والوں کا ساتھ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ اور آپ کے اس قافلے کے ساتھ ہندوستان آنے سے یہ بات ظاہر نہیں ہو سکتی ہے کہ جمال الدین سلیمانؒ سلطان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے۔ بلکہ سیر العارفین کی عبارت سلطان محمد غوری کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجہ ظاہر کرتی ہے۔ ہاں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ شیخ شعیب اپنے بال بچوں اور خاندان والوں کے ہمراہ کابل سے لاہور پہنچے۔ اور لاہور سے قصور، اور قصور سے کھتوال آئے جو ملتان میں ہے۔ اور جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔ تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے جو شیخ شعیب کی آمد ملتان لکھی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ آپ نے اپنی مستقل سکونت کھتوال میں اختیار کی۔ جو ضلع ملتان میں ہے۔ لاہور یا قصور راستہ کے پڑاؤ یا منزلیں کہی جا سکتی ہیں۔ مقام سکونت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) روزگار کے سبب لاہور آئے۔ اور چند روز یہاں ٹھہر کر قصور چلے گئے "گلزار ابرار" آپ کے تیسرے دادا قاضی یوسف۔ چنگیزی عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ جواہر فریدی حضرت بابا صاحبؒ کے والد ماجد شیخ جمال الدین سلیمان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے۔
مطلوب الطالبین "قاضی شعیب غزنی سے آئے تھے"

کھتوال کی قضات[3]

قاضی شعیبؒ کا یہ قافلہ جب لاہور سے قصور پہنچا تو قصور کا قاضی جو بڑا عادل[1] اور شریف النفس تھا اور جناب شیخ شعیبؒ کی خاندانی عظمت کا حال سن چکا تھا۔ آپ سے ملاقات کیلئے آیا اور بے حد متاثر ہوا۔ اور آپ کی امداد کے لئے بادشاہ وقت[2] کو لکھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میری طرف سے ان سے تعظیم و تکریم کے ساتھ پوچھو کہ ان کے یہاں آنیکا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ اپنی حکومت واپس لینا چاہتے ہیں تو ہم ان کی امداد کے لئے تیار ہیں۔ اگر وہ یہاں سکونت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے رہیں۔ ہم ان کو معقول عہدہ دے دیں گے۔

شیخ شعیبؒ نے جواب دیا۔ کہ جو حکومت ہم سے جاتی رہی ہم اس کے طلبگار نہیں ہیں۔ اس جواب کے بعد آپ کو کھتوال ضلع ملتان کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں قاضی کا عہدہ سول جج یا سب ڈویژنل آفیسر کے عہدہ کے مثل ہوتا تھا۔ قاضی شعیبؒ قصور سے اپنے سب خاندان والوں کے ہمراہ کھتوال چلے گئے۔ اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔ کھتوال ہی میں حضرت حق جل مجدہٗ نے قاضی شعیبؒ کے لڑکے قاضی جمال الدین سلیمانؒ کو ایک ایسا سپوت عطا فرمایا جس کی دینی عظمت قاضی شعیبؒ کے بزرگوں کی کھوئی ہوئی سلطنت کی شان و شوکت سے ہزاروں گنا زیادہ رہی اور رہے۔ ❊

---

۱ سیر الاولیاء صفحہ ۵۹ قاضی قصور کہ در عدل و انصاف و مروت فرد بود فخر نعمات عصر بود

۲ بادشاہ وقت سے مراد شاید ایبک ہو

۳ قاضی شعیبؒ کے بڑے لڑکے قاضی جمال الدین سلیمان تھے۔ دوسرے لڑکے شیخ عبداللہ تھے جن کی اولاد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ ہوئے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے شیخ شعبان تھے۔ جن کی اولاد جون پور میں آباد ہے۔

Marfat.com

قاضی جمال الدین سلیمانؒ

آپ حضرت بابا صاحبؒ کے والد ماجد اور قاضی شعیبؒ کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ اور اپنے والد کے ہمراہ کابل سے کھتوال آئے تھے علم و فضل میں باپ کے جانشین تھے۔ آپ کا نکاح مولانا وجیہہ الدین[1] خجندی عباسی کی لڑکی بی بی قرسم خاتون سے ہوا۔ اور اپنے والد کے انتقال کے بعد کھتوال کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ بڑے عابد زاہد۔ انتہائی متقی اور عدل و انصاف میں بے نظیر اور علم و فضل میں بے مثل تھے۔

افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے نانا مولانا وجیہہ الدینؒ خجندی عباسی اور والد ماجد قاضی جمال الدین سلیمانؒ کے متعلق تذکرہ نویس کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتے۔ بس یہ لکھتے ہیں کہ مولانا وجیہہ الدین خجندی عباسیؒ بڑے متقی بزرگ تھے۔ اور قاضی جمال الدین سلیمانؒ فاضل اور قاضیٔ عادل تھے۔

سیر الاقطاب۔ جواہر فریدی اور اخبار الاخیار میں ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ اور شیخ الاسلام غوث بہاؤ الحقؒ ملتانی خالہ زاد بھائی ہیں۔ یہ مسئلہ بھی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں بھی ماخذ اوّل خاموش ہے۔ البتہ تین سو برس بعد کی کتابوں میں یہ رشتہ ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنی روایات کے استحکام میں سند اور ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس وقت کی دو اور معتبر کتابوں میں اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے نانا کا اسم گرامی مولانا وجیہہ الدین خجندیؒ اور حضرت بہاؤ الحقؒ ملتانی کے نانا کا اسم شریف مولانا حسام الدین[2] ترمذیؒ تھا۔

ان روایتی اور تاریخی دلائل کے علاوہ پاکپتن شریف سے ایک کتاب "گلزار فریدی" کے نام سے جناب میاں محمد حسین چشتی نے ۱۳۰۱ھ میں طبع کرائی تھی۔

---

[1] گلزار ابرار۔ مرتبہ غوثی شطاری صفحہ ۵۵ سیر العارفین صفحہ ۱۰۳ مراۃ الاسرار صفحہ ۔ شجرۃ الانوار صفحہ ۲۹۶

[2] گلزار ابرار صفحہ ۵۵ موئلفہ غوثی شطاری۔

Marfat.com

اس میں مصنف مذکور نے جناب بابا صاحبؒ اور حضرت بہاء الحقؒ کو آپس میں خالہ زاد بھائی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ جناب بابا صاحبؒ کی والدہ ماجدہ کو حضور غوث الاعظم جیلانیؒ کی پوتی ظاہر کیا ہے۔ مذکورہ کتاب کے متعلق آستانۂ عالیہ جناب بابا صاحبؒ کے موجودہ سجادہ نشین صاحب نے فرمایا "کہ یہ کتاب حقائق کا ساتھ نہیں دیتی۔

خود مصنف نے اپنی دوسری کتاب اسرارِ عترت فریدی میں لکھا ہے کہ میں نے گلزارِ فریدی میں من گھڑت روایات تحریر کر دی تھیں جس کی وجہ سے خواب میں مجھے حضرت بابا صاحبؒ نے عتاب فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

آجکل کراچی سے ایک ماہنامہ "العلم" شائع ہوتا ہے اس کے مارچ ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں (جو تین ماہ کا ایک پرچہ شائع ہوا ہے) ایک ہندوستانی صاحب نے ایک اور کتاب "اسرارِ عترت فریدی" کو الہامی اور کشفی تذکرہ کا نام دیا ہے۔ انھوں نے نہایت سنجیدہ انداز میں اس کی وکالت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ "اس کے بیان میں کسی قسم کا جھول نہیں ہے۔ البتہ سنین کا فرق مورخین کو معطل کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ اور اس الہام و کشف نے تاریخی شواہد کو شکست فاش دی ہے۔"

ہم اس بیان پر کیا تبصرہ کریں۔ صرف اتنی گذارش ہے کہ مصنف نے تو کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتاب میرا کشف و الہام ہے۔ اور پھر کیا کشف و الہام اسی کا نام ہے کہ وہ تاریخی شواہد و حقائق کو شکست فاش دیدے۔ ہم تو پھر بھی ایسے کشف و الہام کے قائل نہیں ہیں جو حقائق سے گر ہو سکتا ہو۔ کیونکہ الہام من اللہ مبنی بر حقیقت ہوتا ہے۔ نیز کسی کا کشف شریعت میں حجت نہیں ہوتا۔

اسرارِ عترت فریدی کو اسی زمانہ کی ایک اور کتاب کی طرح مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں روحانی اور باطنی کتابوں کی روایات تو نقل کر دی گئی ہیں مگر اصل کتابیں (بقول مصنف) سلطان الہند اجمیری کے روحانی کتب خانہ میں محفوظ ہیں جن کو بغیر اجازت کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (ہمارے خیال میں مصنف کے علاوہ ان کو آجتک کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ اور نہ آئندہ کوئی دیکھ سکے گا) اگر ایسی کتابوں کو اعتبار کا درجہ دیدیا

Marfat.com

گیا تو ہر متصوف ایک طومار لکھ مارے گا۔ اور ساتھ ہی بڑے معصومانہ انداز میں دعوی کر دیا کریگا کہ یہ سب میرا الہام و کشف ہے۔ اور اس طرح بزرگوں کی صحیح تعلیمات اور حالات ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی والدہ ماجدہ
بی بی قرسم خاتون
دختر حضرت مولانا وجیہہ الدین خجندیؒ

کہتوال ضلع ملتان میں ایک بزرگ عالم مولانا وجیہہ الدین خجندیؒ رہا کرتے تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی بی بی قرسم خاتون تھیں جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ اور حق تعالیٰ نے ان کو فکر و عمل کی ان صلاحیتوں سے مزین فرمایا تھا جو خاصانِ حق کے لئے مخصوص ہیں۔

بی بی قرسم خاتون کی تربیت ان کے والد ماجد نے مومنانہ فراست کے ساتھ کی تھی۔ غالباً ان کی بصیرت نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ مستقبل میں اس لڑکی کو ایک ایسے فرزند کی تربیت کرنی ہو گی جو شریعت و طریقت کا آفتاب ہو گا۔

بی بی صاحبہ کی شادی حضرت قاضی جمال الدین سلیمانؒ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے اور آپ بیوہ ہو گئیں۔ بڑے لڑکے کا نام شیخ اعزاز الدین محمودؒ، منجھلے کا شیخ فرید الدین مسعودؒ اور چھوٹے کا شیخ نجیب الدین متوکلؒ رکھا گیا۔

بی بی صاحبہ قائم اللیل اور صائم الدہر تھیں۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں آپ کی کمال صلاحیت[1] اور عصمت و عفت کا بیان موجود ہے۔

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۸۸ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ شیخ العالم کی والدہ ماجدہ بہت بزرگ تھیں۔ مرآۃ الاسرار: مادرِ ایں بزرگاں نہایت اہل صلاح و تقوی دختر مولانا وجیہہ الدین خجندیؒ بود

Marfat.com

حضرت سلطان المشائخ[۲] فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت بی بی قرسم خاتون حسبِ معمول عبادت میں مشغول تھیں کہ ایک چور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ جیسے ہی اس کی نظر آپ پر پڑی فوراً اندھا ہو گیا۔ اس اچانک حادثہ سے چور بہت گھبرایا۔ اور اس نے نہایت عاجزی سے کہنا شروع کیا۔ میں چور ہوں بدقسمتی سے چوری کے لئے آیا تھا۔ میں یہاں آکر اندھا ہو گیا ہوں غالباً یہ سزا مجھے اسی لئے ملی ہے کہ میں آپ کے ہاں چوری کے لئے آیا۔ لہٰذا میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ تمام عمر چوری نہیں کروں گا۔ اور صبح ہی مسلمان ہو جاؤں گا۔ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔

حضرت کی والدہ ماجدہ نے جب اس کی یہ بات سُنی۔ تو اُس کے لئے دُعا کی۔ آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے اُس کی آنکھیں روشن فرما دیں اور وہ فوراً واپس چلا گیا۔

صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص دہی کا مٹکا سر پر رکھے بیوی کے ہمراہ اپنے بچہ کا ہاتھ پکڑے دروازہ پر کھڑا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو یہاں کیوں کھڑا ہے۔ اس نے رات کی تمام سرگذشت سُنائی اور کہا۔ اب میں حسبِ وعدہ مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

عجائبِ روزگار

حضرت بابا صاحبؒ نے جب اجودھن میں سکونت اختیار کی تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ نجیب[۳] الدین متوکلؒ سے فرمایا کہ کھتوال جا کر والدہ صاحبہ کو بھی لے آؤ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) سیر العارفین: مادر ایں پیران اہل صلاح دختر وجیہ الدین خجندی بود کمال صلاحیت داشت۔ شجرۃ الانوار: مادر ایں بسیار کمال داشت چنانچہ کمالاتِ او ہر جا در ملفوظاتِ چشتیہ مذکور و مسطور است۔ ۱۔ سیر الاولیاء صفحہ ۸۸ ۔ فوائد الفواد صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲۔

۲۔ سیر الاولیاء صفحہ ۸۸ فوائد الفواد صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔

Marfat.com

حضرت گئے اور والدہ صاحبہ کو گھوڑے پر سوار کرا کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دونوں قصبوں کے درمیان گھنا جنگل تھا اور پانی کمیاب۔ جب تقریباً آدھا راستہ طے ہو گیا۔ تو والدہ صاحبہ کو آرام لینے کے لئے ایک سایہ دار درخت کے نیچے اتارا۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے۔ پوری تلاش کے باوجود پانی نہ ملا۔ جب واپس آئے تو وہاں والدہ کو نہ پایا۔ سخت پریشان ہوئے۔ بہت ڈھونڈ تلاش کیا جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ناچار اجودھن روانہ ہوئے۔ مگر ان کو والدہ صاحبہ کے گم ہونے کا بے حد قلق تھا۔

اجودھن پہنچکر جب آپ باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری سرگذشت بیان کی۔ تو حضرت نے فرمایا۔ صدقہ دو۔ اور صلحاء کو کھانا کھلاؤ۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ پھر کھتوال گئے۔ راستہ میں جب وہ مقام آیا جہاں آپکی والدہ صاحبہ گم ہوئی تھیں تو آپ نے پھر تلاش شروع کی۔ اس خیال سے کہ شاید ان کا کچھ سراغ و نشان ملے۔ آپ ادھر اُدھر ڈھونڈ رہے تھے تو آپ کو ایک درخت کے نیچے آدمی کی کچھ ہڈیاں نظر آئیں۔ آپ نے اس خیال سے ممکن ہے کہ یہ والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہوں اور ان کو کسی جنگلی جانور نے مار ڈالا ہو، وہ ہڈیاں ایک تھیلے میں بھر لیں اور جب واپس اجودھن پہنچے تو جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں یہ سب حال عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا تھیلا لاؤ۔ اور ہڈیاں مصلے پر الٹ دو۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ تھیلا لائے۔ اور اس کا منہ کھول کر باباصاحبؒ کے مصلے پر الٹ دیا۔ مگر دیکھا کہ تھیلے میں سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا لوگ حیران رہ گئے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور فرمایا، یہ واقعہ عجائب روزگار ہے۔

ہم پچھلی سطور میں تحریر کر آئے ہیں کہ حضرت باباصاحب کی والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے فکر و عمل کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اسی لئے حضرت باباصاحبؒ کی تربیت اُنہوں نے اس انداز سے کی تھی کہ بچپن ہی سے آپ نے خدا کے لئے جینے اور خدا کے لئے مرنے کو اپنا لیا تھا۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا جملہ

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۱۲۲، سیر الاولیاء صفحہ ۸۸، ۸۹

Marfat.com

ہے۔ مگر اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ جس کا کما حقہٗ بیان تو مشکل ہی ہے۔ مگر اس کو پوری طرح سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔ اس کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو خدا کے لئے جیتے اور خدا ہی کے لئے مرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اسی طرح یہ مقام بھی اشرف المقامات ہے۔ کیونکہ انسان کی برتری اور فضیلت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ اپنے رب کے لئے جئے اور رب کے لئے مرے اور تمام چیزوں سے علیحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نبی محترم کو ارشاد فرمایا" وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ یعنی سب سے علیحدہ ہو جائیے"

اور سب چیزوں سے مجرد ہو کر خدا کا ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو ننگا کرے۔ اور لنگوٹ باندھ کر کسی سنسان جنگل میں درخت کے نیچے یا کسی پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ لباس بھی پہنے۔ کھانا بھی کھائے نکاح بھی کرے۔ اور حلال کی جو چیز اسے پہنچے اس کو استعمال کرے۔ لیکن کسی چیز کے جمع کرنے کی طرف رغبت نہ کرے۔ اور دل کو اس میں نہ لگائے۔ کیونکہ دل محل ہے انوارِ ربانی کا۔ نہ کہ سونے چاندی کی محبت کا۔ اور زبان رسالت سے مومن کی یہی نشانی بیان ہوئی ہے۔ اور جب ایک انسان کی زندگی صحیح معنی میں "اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کے خدائی سانچے میں ڈھل جاتی ہے تو نیت کی اس تبدیلی کے بعد اس کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے اور اسی اعلیٰ مقصد کی طلب حضرت بی بی قرسم خاتونؒ نے اپنی عمدہ تربیت کے ذریعہ اپنے لختِ جگر (حضرت باباصاحبؒ) میں پیدا کی تھی۔ جیسا کہ آپ کے حالات میں یہ بات نظر آئے گی۔

قصبہ کھتوال المعروف بہ چاولی مشائخ حاجی شیرؒ میں حضرت باباصاحبؒ کی والدہ ماجدہ کا مزار بھی بتایا جاتا ہے۔ مگر فوائد الفواد جیسی معتبر کتاب میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زبانی اس عجائب روزگار روایت کے ہوتے ہوئے آپ کی والدہ کے مزار کا ہونا حیرت انگیز ہے۔ اگرچہ اس جگہ حضرت باباصاحبؒ کے دادا، چچا، والد وغیرہ اعزّا کے مزارات ہیں۔ غالباً

Marfat.com

لوگوں نے دیگر اعزا کے مزارات کی وجہ سے آپ کی والدہ صاحبہ کا مزار بھی فرض کر لیا ہوگا ورنہ اس صحیح روایت کی موجودگی میں وہ حضرت کی والدہ ماجدہ کا مزار ثابت نہیں ہوتا۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

حضرت بابا صاحبؒ کے سن پیدائش میں تذکرہ نویسوں کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ سیرالاولیاء نے حضرت کا سن پیدائش ۵۶۹ھ لکھا ہے۔ اور لائف اینڈ ٹائم نے ۵۷۱ھ، دوسرے تذکرہ نگاروں نے ۵۸۴ھ، اگر بابا صاحبؒ کا سن وفات ۶۶۴ھ[۲] تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی پیدائش کا سن ۵۷۱ھ ماننا پڑے گا۔ کیونکہ فوائدالفواد میں ہے کہ کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے سوال کیا کہ حضرت بابا صاحبؒ کی کتنی عمر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا ۹۳ سال۔ اس صحیح روایت کی موجودگی میں لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت کا سن پیدائش ۵۷۱ھ ہے۔

بابا صاحبؒ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی (۵۸۴ھ) تو آپ تعلیم کے لئے ملتان گئے اور وہاں آپ کی ملاقات مسجد منہاج الدین ترمذی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی تھی (جس کا مفصل حال آئندہ صفحات میں درج ہے) جو دہلی جا رہے تھے۔ اور جب حضرت خواجہ صاحبؒ دہلی پہنچے تو التمشؒ نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اور پھر ہندوستان کا عہدہ شیخ الاسلام آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ کیونکہ مولانا جمال الدین بسطامیؒ شیخ الاسلام دہلی کا انتقال ہو چکا تھا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ التمش ۶۰۷ھ میں سریر آرائے حکومت ہوا ہے۔ اگر بابا صاحبؒ کا سن پیدائش ۵۸۴ھ بھی مان لیا جائے اور اس کے ۱۳ سال بعد آپ کا تعلیم کے لئے ملتان جانا بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی اس وقت التمش دہلی کے تخت پر نہ تھا۔ حالانکہ تذکرہ نویسوں نے

ع۱ سیرالاولیاء صفحہ ۹۱ ، فوائدالفواد صفحہ ۵۳ -

Marfat.com

صاف لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ ملتان سے دہلی گئے ہیں تو سلطان التمش نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اس وقت حضرت بابا صاحبؒ طالب علم تھے اور فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ التمش نے آپ کا خیر مقدم نائب اور شاہ کے نمائندے کی حیثیت سے کیا ہو۔

۵۸۱ھ حضرت بابا صاحبؒ کا سن پیدائش ہے۔ اسی سال سلطان شہابُ الدین محمد غوریؒ نے غزنوی فوجوں کو شکست دے کر ملتان فتح کر لیا تھا۔ اور اس فتح سے اس کے حوصلے اتنے بڑھے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس نے تمام علاقہ غزنوی اُمراء سے چھین لیا۔

چھٹی صدی ہجری میں جب کہ بابا صاحبؒ کی پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت کا زمانہ ہے۔ زبردست سیاسی تغیرات رونما ہو رہے تھے۔ ایک طرف ترک اپنی حدودِ سلطنت وسیع کرنے میں مصروف تھے اور دوسری طرف آلِ سبکتگین کا اقتدارِ حکومت خسرو ملک کی عیش پسندی اور نا اہلی کے ہاتھوں دم توڑ رہا تھا کہ غور سے ایک تاریخی شخصیت اُبھرنی شروع ہوئی۔ اور اس کے عزم و ہمت نے آخری غزنوی تاجدار سے ٹکر لی اور

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی　　　　وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

کے مصداق خسرو ملک کی فوجوں کو ملتان میں شکست فاش دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور پھر پے در پے حملے کر کے ۵۸۳ھ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

حضرت باباصاحبؒ نے ایسے زمانے میں بچپن گذارا جب کہ چاروں طرف بے اطمینانی اور پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک حکمران قوم اپنا اقتدار قائم رکھنے کیلئے جدوجہد میں مصروف تھی۔ اور دوسری طرف فاتح قوم ان نقوش کو مٹا کر اپنے عزم و ہمت و بہادری کا سکہ بٹھانا چاہتی تھی۔ اس کشمکش میں ملک کا امن دامان تباہ ہو چکا تھا۔ انہی شب و روز میں جب آپ نے ہوش سنبھالا تو پورا ملک غوری فوجوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ عام طور پر ایسے وقت میں جو حالات اندرونِ ملک ہوا کرتے ہیں ان کا اندازہ امن کے زمانہ میں لگانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ چاروں طرف کے خوف و ہراس اقتصادی بدحالی اور غنڈہ گردی میں بچوں کی تعلیم و تربیت

Marfat.com

کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ مگر اللہ اکبر ایک برگزیدۂ حق عورت نے اپنے نورِ چشم کو ان حالات کی موجودگی میں عمدہ تربیت اور اعلیٰ تعلیم سے مزین کیا۔

حضرت بابا صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم کھتوال کے ایک مکتب میں ہوئی۔ یہاں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اور ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں۔ چونکہ اس جگہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا اور ملتان وغیرہ کے سیاسی حالات مخدوش تھے۔ مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے اِن حالات کی کوئی پرواہ نہ کی اور آپ کو ملتان تعلیم کے لئے بھیجدیا۔ ملتان میں اس وقت یگانۂ روزگار علماء موجود تھے۔ اور اسی وجہ سے اس کو قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا۔

یہاں آپ نے سرائے حلوائی کے قریب مسجد[۱] مولانا منہاج الدین ترمذی میں قیام فرمایا اور تعلیم شروع کی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۲، ۱۳ سال کی تھی مگر والدہ صاحبہ کی تربیت نے آپ کو اللہ والا بنا دیا تھا۔ آپ دینی کتابیں بھی پڑھتے اور دن رات میں ایک قرآن شریف[۲] بھی ختم کیا کرتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے حالات میں کہیں بھی آپ کے والد ماجد کا ذکر نہیں آتا۔ اس سے بعض تذکرہ نویسوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ کا انتقال جناب بابا صاحبؒ کے بچپن میں ہوچکا تھا۔ اور یہ صحیح ہے کیونکہ آپ کی تربیت صرف آپ کی والدہ ماجدہ نے کی تھی۔

ملتان میں آپ کے قیام کو کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ علم وعمل میں آپ کی کمال صلاحیت کا شہرہ[۳] چھوٹے بڑے سب کے کانوں تک پہنچ گیا۔ اور شیخ الاسلام حضرت بہاءالدین ذکریاؒ کے دل میں حضرت بابا صاحبؒ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا سیرالاولیاء میں ہے کہ " آنچہ شیخ شیوخ العالم بتعلیم مشغول بود وصیت تعلیم وتجرد

۱؎ سیرالاولیاء صفحہ ۶۱،۶۰ خیر المجالس صفحہ ۲۲۰۔ سیر العارفین صفحہ ۳۶ - روضۃ الاقطاب صفحہ ۵۸ گلزار ابرار۔

۲؎ سیرالاولیاء صفحہ ۶۰ از عنفوان جوانی کہ قوت کامرانی است بعبادت ومحبت باری تعالیٰ مشغول گشتہ ذکر کے یکبار پیش گرفت از خویش وبیعہ مند جدا شد۔

۳؎ سیرالاولیاء صفحہ ۶۰ -

تجرد اماطہ السوی والسکون عن القلب والبستر۔

Marfat.com

وتعبد شیخ در عالم منتشر گشت۔

یعنی جس وقت شیخ شیوخ العالم تعلیم میں مشغول تھے آپ کی تعلیم اور تجرّد اور عبادت کی شہرت تمام زمانہ میں ہو گئی تھی۔

حضرت قطب عالم سے باباصاحبؒ کی

"پہلی ملاقات"

حضرت باباصاحبؒ کے اِسی زمانہ تعلیم کا ذکر ہے کہ ایک دن آپ مسجدِ منہاج میں بیٹھے ہوئے کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ اس مسجد میں آئے۔ حضرت بختیار کاکیؒ بغداد شریف سے اپنے مرشد سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ملاقات کے لئے اجمیر جا رہے تھے۔ حضرت مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان جس کی پیشانی سے بلند اقبالی ظاہر ہے کتاب کے مطالعہ میں بڑے غور کے ساتھ مصروف ہے جیسے ہی حضرت باباصاحبؒ کی نظر جناب بختیار کاکیؒ کے چہرۂ مبارک پر پڑی۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت آپ کو دیکھتے ہوئے اندر مسجد میں چلے گئے۔ اور تحیۃ المسجد کی نیت باندھی جناب باباصاحبؒ نہایت ادب کے ساتھ حضرت قطب عالم کے نزدیک جا بیٹھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے جناب باباصاحبؒ سے پوچھا۔ مسعود[1] کیا پڑھتے ہو۔ آپ نے جواب دیا "نافع" حضرتؒ نے پوچھا۔ کیا تم کو اس سے نفع ہوگا؟ آپؒ نے کہا مجھ کو تو انشاء اللہ آپ کی نظر مبارک[2] سے نفع پہنچیگا۔ یہ عرض کیا اور کھڑے ہو کر حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور یہ رباعی پڑھی[3]۔

مقبول توجز مقبل جاوید نہ شد ۔۔۔ وز لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد

عونت بالدام ذرہ پیوست دمے ۔۔۔ کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

---

[1] سیرالاولیاء صفحہ ۶۱، [2] سیرالاولیاء صفحہ ۶۱ نفع من از نظر سعادت بخش شما خواہد شد

[3] خیرالمجالس صفحہ ۱۷۱، لیکن بعض نے لکھا ہے کہ یہ رباعی حضرت بختیار کاکیؒ نے پڑھی تھی۔ مگر یہ غلط ہے۔

Marfat.com

اسی وقت شیخ الاسلام حضرت بہاءالدین ذکریا حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ کی زیارت کے لئے مسجد میں آئے۔ حضرت بہاءالحقؒ کی خواہش تھی کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ ملتان میں قیام نہ کریں۔ اس لئے آپ نے مسجد میں داخل ہوتے ہی حضرت قطب عالم کی جوتیاں اٹھاکران کا رُخ دہلی کی طرف کرکے رکھدیا۔ یہ بات مشائخ میں انتہائی تعظیم کی سمجھی جاتی ہے۔ اور جس سمت جوتیوں کا رُخ کیا جاتا ہے۔ اسی طرف چلے جانے کی خواہش کا اشارہ ہوتا ہے۔

حضرت قطب عالم نے یہ دیکھ کر حضرت بہاءالحقؒ سے فرمایا۔ میں یہاں قیام کاارادہ نہیں رکھتا۔ میں تو دہلی جارہا ہوں۔ اس کے کچھ دیر کے بعد آپ روانہ ہوگئے۔ اور حضرت باباصاحبؒ بھی حضرت قطب عالم کے ہمراہ تین منزل تک[1] گئے۔ اس جگہ حضرت قطب عالمؒ نے جناب باباصاحب سے فرمایا۔ مسعود! کچھ عرصہ اسی ترک وتجرید کے ساتھ علم ظاہر[2] حاصل کرو۔ پھر میرے پاس دہلی آنا۔ انشاءاللہ اپنی مراد کو پہنچو گے۔ یہ سن کر حضرت باباصاحبؒ ملتان واپس آگئے۔ اور یہاں تقریباً ۵/۶[3] سال تک تعلیم میں مصروف رہے۔ پھر ملتان سے فارغ ہوکر اپنے قندھار[4] کا سفر اختیار کیا۔ اور یہاں سے مختلف مقامات پر گئے۔ اور دینی علوم حاصل کرتے رہے۔ اس طویل سفر میں آپ کامل فقراء اور اجل علماء کی صحبت میں رہے۔

اسی زمانے میں آپ نے خراسان۔ سیستان۔ کرمان۔ چشت۔ بدخشاں۔ بغداد شریف۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بیت المقدس۔ کوفہ۔ بصرہ وغیرہ مقامات

ع۱ سیر الاولیاء صفحہ ۶۱ حضرت قطب الدین قدس سرہ العزیز عزیمت شہر دہلی کرد شیخ شیوخ العالم فریدالدینؒ برابر شیخ الاسلام قطب الدینؒ در شہر آمد و بہ دولت بیعت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ مشرف گشت۔"

ع۲ سیر العارفین صفحہ ۳۶ ہمیں ترک وتجرید چندگاہ بعلم ظاہر مشغول باش بعد ازاں در دہلی بیا و در صحبت من قرار گیر کہ مراد انشاءاللہ تعالےٰ درآنجا خواہی یافت۔ حضرت باشارت ایشاں ہمچناں کرد۔

ع۳ سیر الاقطاب حضرت باباصاحبؒ نے پانچ سال ملتان میں گذارے اور تکمیل علم کے بعد دہلی گئے۔ اور شرف بیعت حاصل کیا۔

ع۴ سیر العارفین صفحہ ۳۶ وازآنجا بخطۂ قندھار رفت۔

Marfat.com

کی زیارات کیں۔ اور ان مقامات کے کامل فقراء اور اجل علماء سے فیض حاصل کیا۔
تین تین سال حرمین الشریفین میں جاروب کشی کی۔ بیت المقدس میں تو آپ کا چلہ خانہ اب تک موجود ہے اور "زاویہ فریدیہ" کہلاتا ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے بغداد شریف میں کچھ عرصہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں گذارا ہے۔ حضرت شیخؒ کی آپ پر بڑی نظر التفات تھی۔ ایک دن فرمایا کہ "شیطان را بر ذاتِ شما دست قدرت نباشد" یعنی شیطان کو تم پر قدرت حاصل نہ ہو سکے گی۔ اور رخصت کے وقت آپ کو اپنی مشہور کتاب "عوارف المعارف" کا قلمی نسخہ چند نعمتوں[1] کے ساتھ عنایت کیا۔ اور فرمایا، اپنے مرشد کی صحبت حاصل ہونے تک اس کا مطالعہ کرتے رہنا۔

اس سفر میں آپ کی ملاقات نواح بغداد میں خواجہ اجل شیرازی سے ہوئی۔ کچھ دن آپ ان کی صحبت میں رہے۔ پھر بخارا آئے۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت شیخ سیف الدین[2] باخرزیؒ سے ہوئی۔ پھر آپ غزنی آگئے۔ یہاں آپ امام حدادیؒ کی خدمت میں رہے۔ اور کرمان میں آپ کی ملاقات شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے اور بدخشاں میں شیخ عبدالواحد بدخشانیؒ سے ہوئی تھی۔ ان شیوخ کی بابرکت صحبت سے اگرچہ بابا صاحبؒ مستفیض ہوئے۔ مگر حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضری کا خیال

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۹، ۲۵۰ حضرت بابا صاحبؒ نے "عوارف المعارف" کا یہی قلمی نسخہ چند نعمتوں کے ساتھ اپنے مرید و خلیفہ حضرت جمال الدین ہانسویؒ کو عطا فرمایا۔ پھر حضرت جمال الدینؒ نے اس کو ان نعمتوں کے ساتھ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو اس وقت عنایت کیا جب آپ بابا صاحب کے حکم سے اپنے خلافت نامہ پر مہر لگوانے ہانسی گئے تھے۔ پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے اس کو انھیں نعمتوں کے ساتھ مولانا جمال الدین ہانسویؒ کے پوتے حضرت خواجہ قطب الدین منورؒ کو اپنی خلافت کے ہمراہ عطا کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ یہ نسخہ ان نعمتوں کے ساتھ مجھکو پہنچا ہے۔ اب میں تم کو دیتا ہوں۔ تمھارے دادا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرا ایک بچہ تمہارے پاس آئیگا۔ اس کو ان نعمتوں سے مالا مال کرنا اور 'عوارف المعارف' اس کو دے دینا۔ افسوس کہ ۱۹۴۷ کے خونی انقلاب میں علم کے دشمنوں نے اس کتاب کو بھی ضائع کر دیا۔

[2] فوائد الفواد۔ خیر المجالس۔ نفحات الانس وغیرہ میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے ہمعصر بزرگ ہیں۔ آئندہ صفحات میں آپ کا ذکر آئے گا۔

Marfat.com

ہروقت آپ کو رہا۔ یہاں تک کہ آپ واپس روانہ ہوئے۔ ہندوستان پہنچکر پہلے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں کھتوال آئے۔ پھر یہاں سے دہلی حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی سیاحت کا زمانہ ملتان سے تکمیل تعلیم کے بعد ہی شروع ہوجاتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے۔ کہ حضرت کی تعلیم، سیاحت۔ استفاضہ روحانی اور مجاہدہ سب ساتھ ساتھ جاری رہے۔ اور یہ بات آپ کی کمال صلاحیت پر دال ہے کہ آپ بیک وقت صوفی۔ مجاہد۔ طالب علم اور سیاح تھے یہ سیاحت حصول کمال کیلئے تھی۔

آپ کی سیاحت کا زمانہ ۶۰۷ھ سے ۶۱۸ھ تک کا بتایا جاتا ہے۔ مگر اس کو تسلیم کر لینے میں قباحت یہ ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کی ولادت ۵۷۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے دہلی بیعت کے وقت آپ کی عمر ۴۶ یا ۴۷ سال ہونی چاہیئے۔ جب کہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے فرمایا۔ (خیر المجالس)۔ کہ بیعت کے وقت حضرت بابا صاحبؒ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ ان دونوں روایتوں میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ جناب بابا صاحبؒ کی ملاقات ملتان میں پہلی دفعہ جب حضرت قطب عالمؒ سے ہوئی ہے تو اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اسی پہلی نظر کا اثر تھا کہ آپ مشرق وسطیٰ میں متعدد کاملین شیوخ سے ملے۔ مگر آپنے کسی سے مرید ہونے کی خواہش نہیں کی۔ کیونکہ آپ حقیقی مرید اسی وقت ہوگئے تھے۔ اور مخدوم صاحب کے اس بیان کی تائید مولانا جمالی نے بھی کی ہے۔

شیخ کے قدموں میں

حضرت بابا صاحبؒ جس وقت حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے ہیں تو اس وقت آپ کی مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ۔ مولانا علاء الدین کرمانیؒ سید نور الدین مبارک غزنویؒ۔ شیخ نظام الدین ابو المویدؒ۔ مولانا شمس الدین ترکؒ اور خواجہ محمود موینہ دوز وغیرہ مشائخ کبار موجود تھے حضرت

Marfat.com

قطب عالم نے آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اور اسی مجلس میں آپکو غائبانہ دوبارہ بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور دروازہ منده کے قریب برج کے نیچے ایک حجرہ قیام کے لئے متعین کیا۔ شیخ کامل کی صحبت نے عشق الٰہی کی اس چنگاری کو جو آپ میں اپنی والدہ محترمہ کے فیض صحبت و تربیت سے پیدا ہوئی تھی۔ روشن شمع بنا دیا۔ اور آپ نے ایکدم ترکِ علائق کر دیا۔ صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ بعبادت و محبت باری تعالےٰ مشغول شت و ترکے بیکبار پیش گرفت و از خویش و پیوند جدا شد یعنی عبادت و محبتِ باری تعالےٰ میں مشغول ہوگئے۔ اور ایک دم ترکِ علائق ہوگیا۔ اور آپ نے سب رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔

اگر تو با غم لیلیٰ بہ رغبت خویشی داری ﴿ چو ۳ مجنوں فرد باید شد ہم از خویش و بیگانہ

آپ حضرت قطب عالمؒ کے ارشاد کردہ مجاہدہ میں مشغول رہتے اور مہینے میں صرف دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن حضرت بدرالدین غزنویؒ اور دوسرے خلفاء اور مریدین بروقت حضرت قطب عالم کی خدمت میں رہتے تھے۔

ایک دن حضرت امیر حسن علاء سنجریؒ نے مناسب وقت دیکھ کر اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ایک شخص اپنے ہادی و مرشد کی خدمت میں کم حاضر ہوتا ہے۔ لیکن ان کی محبت واثق دل میں رکھتا ہے۔ اور ان کو یاد کرتا رہتا ہے۔ دوسرا ہر وقت پیر و مرشد کی خدمت میں رہتا ہے۔ مگر محبت پیر سے بے خبر ہے۔ دونوں میں کونسا بہتر ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ " بہتر آں است کہ در یاد پیر و محبت پیر بود۔ اگرچہ بظاہر دور بود " یعنی بہتر وہ شخص ہے کہ جو پیر کی یاد و محبت میں ہے۔ اگرچہ ظاہراً وہ دور ہی ہو۔ پھر یہ مصرعہ فرمایا۔ " بیرون درون بہ کہ درون بیروں "۔

۱۔ سیر العارفین صفحہ ۲ حضرت قطب مشائخ از رسیدن ایشاں ذوق المحد مسرور گشتند
۲۔ جوامع الکلم صفحہ در مسجد دہلی نزدیک دروازه منده۔
۳۔ سیر العارفین صفحہ ۳۶۔ در نزدیک دروازه غربی بر جلیسے در زیر آں برج حجرہ ساختہ
۴۔ شجرۃ الانوار صفحہ ۲۳۷ دروازه منده۔
۳۔ اس مصرعہ کا وزن غلط ہے۔ ایک لفظ زائد معلوم ہوتا ہے۔
۴۔ فوائد الفواد صفحہ

قطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اوش[1] کے رہنے والے تھے۔ جو ترکستان کے شہر فرغانہ قوقند کا ایک قصبہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید کمال الدین[2] احمد تھا۔ جب آپ کی عمر ۱½ سال ہوئی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے کی۔ اور جب آپ کی عمر پانچ سال[3] کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو پڑھنے کے لئے مکتب بھیجا۔ آپ کے پڑوسی آپ کو لے کر مکتب چلے۔ راستے میں ایک بزرگ[4] نے ان کو مشورہ دیا کہ اس سعید اور بختیار لڑکے کو مولانا ابا حفص رح[5] کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھاؤ...... وہ عالم باعمل ہیں۔ یہ کہا اور خود بھی ہمراہ ہو گئے۔ جب آپ مولانا ابا حفص رح کی خدمت میں پہنچے تو ان بزرگ نے مولانا ابا حفص رح سے کہا کہ "مولانا اس بچے کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کیجئے گا۔ کہ یہ لڑکا برگزیدہ حق ہے" یہ کہا اور چلے گئے ان کے جانے کے بعد مولانا ابو حفص رح نے حضرت قطب عالم سے پوچھا! یہ بزرگ کون تھے؟ آپ واقف ہیں؟ انھوں نے جواب دیا مجھے تو یہ راستے میں ملے تھے۔ میری ان کی اس سے قبل کوئی شناسائی نہیں ہے۔ حضرت ابو حفص رح نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت قطب عالم نے مولانا ابو حفص رح کے پاس پہلے قرآن شریف پڑھا پھر علوم متداولہ حاصل کئے۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رح فرماتے ہیں[6]۔ کہ مولانا ابو حفص رح

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۴۶ خیر المجالس صفحہ ۲۷ اوش ترکستان کے ایک شہر کا نام ہے شجرۃ الانوار صفحہ ۱۷۴، ۱۸۱، ۲۱۸ اوش موضع البیست از نواحی ماوراء النہر در ضلع فرغانہ است

[2] سیر العارفین صفحہ ۱ کمال الدین احمد موسیٰ رح [3] جوامع الکلم - آپکی عمر جب ۴ سال ۴ ماہ اور ۴ دن کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے بڑی خوشی کی اور آپ کو مکتب میں پڑھنے کیلئے بھیجا سبع سنابل میں ہے جب آپکی عمر ۵ سال کی ہوئی تو پڑھنے کیلئے گئے اور قاضی حمید الدین ناگوری رح نے بسم اللہ پڑھائی۔ [4] سیر العارفین صفحہ ۱۸۔ این پیر حضرت خضر علیہ السلام بود۔

[5] سیر العارفین صفحہ ۱۷ معلّمے بود ابو حفص رح نام بکمال عبادت و بجمال سعادت منسوب۔

[6] خیر المجالس صفحہ ۵۳

کی صحبت کی برکت سے حضرت خواجہ صاحب میں تہذیب، اخلاقِ ظاہری و باطنی اور آدابِ شریعت و طریقت پیدا ہوئے۔

اوش سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت قطب عالمؒ بغداد چلے گئے۔ جو ان دنوں علم و فضل کا مرکز تھا۔ اور ہر علم و فن کے اہل کمال وہاں موجود تھے۔

حضرت قطب عالمؒ اسی قیام بغداد کے زمانے میں ۵۷۲ھ میں ایک دن مدینۃ الاسلام کی مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں آئے۔ اس وقت اس مسجد میں اسلام کے چند ایسے سپوت جمع تھے۔ جن پر آنے والی نسلیں بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر قیامت کے دن پیغمبرانِ بنی اسرائیل غبطہ کریں گے اور یہ اپنے پیچھے اپنے متبعین کی ایک امت چھوڑ گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

(۱) شیخ الشیوخ حضرت شہاب سہروردیؒ (۲) خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۳) شیخ اوحدالدین کرمانیؒ (۴) شیخ برہان الدین چشتیؒ (۶) شیخ محمود صفاہانیؒ۔

حضرت قطب عالمؒ کچھ دیر اس صحبت بابرکت میں شریک رہے۔ پھر حضرت خواجہ خواجگانؒ کی خدمت میں با ادب عرض کیا۔ "حضور مجھے بیعت فرمالیں"۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ اجمیری نے آپ کو ان سب حضرات کی موجودگی میں بیعت کیا۔ اور کلاہ چہار ترکی عطا فرمائی۔

ؔ۱ سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیریؒ ۵۶۲ھ میں اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہوئے۔ پھر ۵۶۳ھ میں بغداد شریف پہنچے۔ جب کہ ۵۶۱ھ میں حضرت غوث الاعظمؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور ۵۸۲ھ میں وارد ہندوستان ہوئے ہیں۔

ؔ۲ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ نے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ اجمیریؒ سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

Marfat.com

وجہ تسمیہ

بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

قطب عالمؒ کو سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے بختیار فرمایا تھا اور اس کے بعد حضرت مولانا ابو حفصؒ نے کہا تھا۔ کہ "اے فرزند! عجب بختیار ہستی کہ حضرت خضر برائے سفارش تو آمدہ"۔ صاحب مراۃ الاسرار کا بیان ہے۔ کہ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب اجمیریؒ آپ کو ازراہِ شفقت بختیار فرمایا کرتے تھے۔ بہر صورت حضرت قطب عالمؒ کا لقب بختیار تھا۔ اور آج تک لوگ حضرت کو بختیار کاکیؒ کہتے ہیں۔

حضرت سلطان الہندؒ نے بعد تکمیل سلوک حضرت قطب عالمؒ کو خلافت عنایت فرمائی تھی اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ آپ ہر رات اڑھائی سو رکعت نفل اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور مریدوں کی اصلاح و تربیت پرورش بہت بہتر طریقہ پر کیا کرتے تھے۔

جب آپ کے مرشد حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ بحکم الٰہی ۵۸۲ھ میں ہندوستان آ گئے۔ اور شہر اجمیر کو اپنی قیام گاہ بنالیا۔ اور آپ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ بھی اپنے مرشد کے دیدار کے لیئے ہندوستان روانہ ہو گئے۔ جب آپ ملتان پہنچے تو اس وقت ملتان[۲] قباچہ کے تصرف میں تھا۔ ملتان میں جناب بابا صاحبؒ کی ملاقات قطب عالمؒ سے ہوئی تھی۔

ملتان سے آپ دہلی آئے۔ التمش نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اور عرض کیا کہ میری حکومت کے شیخ الاسلام مولانا جمال الدین بسطامیؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اگر حضور ازراہِ نوازش یہ ذمہ داری قبول فرمالیں تو احسانمند ہوں گا۔ حضرت نے

۱۔ کاک لغت میں روغنی روٹی کو کہتے ہیں چونکہ حضرت کو غیب سے یہ قرص روغنی ملے تھے اس لیئے آپ کو کاکی کہتے ہیں۔

۲۔ سیر العارفین صفحہ ۱۸، ۳۔ سیر العارفین صفحہ ۱۹ درآں ایام قبۃ الاسلام ملتان در قبض و تصرف قباچہ بیگ ترک بود۔

Marfat.com

فرمایا۔ مجھ کو اس کام سے معذور رکھو۔

شیخ الاسلام ایک بڑا دینی اعزاز و عہدہ ہے۔ حضرت قطب عالمؒ کے انکار پر التمش نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنا دیا۔

دہلی پہنچ کر حضرت قطب عالمؒ نے موضع کیلوکھری میں دریائے جمنا کے کنارے قیام فرمایا۔[1] اور ایک اشتیاق نامہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس میں قدم بوسی کی اجازت طلب کی تھی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے جواباً تحریر فرمایا "بختیار[2] قربِ روحانی کو بُعد مکانی حائل نہیں ہے۔ تم دہلی میں رہو۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے پاس آؤں گا" اسی زمانہ میں شہر کے مشہور و معروف خطیب حضرت مولانا بدر[3] الدین غزنویؒ اور بادشاہ وقت جناب شمس الدین التمشؒ نے حضرت قطب عالمؒ سے بیعت کی تھی۔

کچھ عرصے بعد حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ حضرت قطب عالمؒ سے ملنے کے لئے دہلی تشریف لائے اور فرمایا "بابا بختیار[4] میں محض تمہاری دید کیلئے آیا ہوں"۔ اس موقع پر حضرت قطب عالمؒ نے اپنے مریدین کو حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی خدمت میں توجہ اور برکت کے لئے پیش کیا۔ جب آپؒ نے

شہبازِ طریقت

حضرت باباصاحبؒ کو دیکھا۔ تو فرمایا "بختیار[5]! شہبازِ عظیم بقید آوردہ اید کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نہ گیرد"۔ یعنی بختیار! ایک شہبازِ عظیم تمہاری گرفت میں آیا ہے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ کے علاوہ کہیں قرار نہ پکڑیگا"۔ پھر ایک ساعت تامل کے بعد مسرت کے ساتھ فرمایا۔

---

[1] سیر العارفین صفحہ ۲۰ حضرت ایشاں ازجہت استعمال آب در سرحد کیوکھری منزل اختیار فرمودند۔ [2] سیر العارفین صفحہ ۲۱ قربِ روحانی را بُعدِ مکانی مانع نیست۔ [3] سیر العارفین صفحہ ۲۱۔ [4] سیر العارفین صفحہ ۲۲۔ من محض برائے ملاقاتِ تو اینجا آمدہ ام۔
[5] سیر العارفین صفحہ ۲۳۔

Marfat.com

"فریدیہ شمع ایست۔ کہ خانوادۂ درویشاں منوّر سازد"

یعنی فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے خاندانِ درویشاں روشن ہو جائیگا۔

دہلی کے شیخ الاسلام کا حضرت قطب عالمؒ کے ساتھ حسد

افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ حُبّ جاہ کے مریض چند نام نہاد مولویوں نے فقراء اور درویشوں کی مخالفت کر کے لوگوں میں یہ خیال پختگی کی حد تک پہنچا دیا ہے کہ مولوی صاحبان ہمیشہ سے فقراء کے مخالف ہوتے آئے ہیں۔ حالانکہ سب مولوی ایسے نہیں ہوتے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا[1]، کہ جب کوئی شخص اپنے تئیں اللہ والا ظاہر کرتا ہے۔ اور دل میں اس کے حُبِّ دُنیا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے قلب کو اپنے ذکر سے محجوب کر دیتا ہے۔ صرف اس کی زبان ذاکر رہتی ہے۔ اگر وہ اس پہ متنبہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے دل سے حُبّ دُنیا کو نکال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام رنج ومحن کو دور فرما دیتا ہے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا اور دل کو حُبّ دنیا کا مسکن رکھا تو اللہ تعالےٰ پھر اس پر طمع ڈال دیتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں سے اس کی رحمت اور الفت نکال دیتا ہے۔ پھر اس کی زندگی نہایت حقارت وعجز کے ساتھ گذرتی ہے یعنی وہ بہت حسرتناک زندگی گذارتا ہے۔ اور افسوسناک موت مرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ ارشاد آپ نے پڑھا۔ اب دہلی کے شیخ الاسلام... نجم الدین صغریٰ کے حالات پڑھیے۔ پھر خود ہی فیصلہ کریجیے کہ یہ قول ان پر صادق آتا ہے یا نہیں۔

جس وقت حضرت قطب عالمؒ دہلی رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی آمد پر لوگوں میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جہاں حضرت قدم رکھتے تھے[2]۔ اس جگہ کی خاک کو لوگ اکسیر سمجھ کر

---

[1] طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۴۸۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۵۴ ہر جا کہ شیخ قطب الدین قدم میگذاشت خلائق خاکِ آں زمیں بہ تبرک برمیداشت۔

Marfat.com

اُٹھا لیتے تھے۔ اور شیخ الاسلام کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا کہ آپ کس کھیت کی مولی ہیں۔ یہ دیکھ کر نجم الدین صغریٰ میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی کہ دہلی کا شیخ الاسلام تو میں ہوں اور لوگ اس درویش کے سامنے مجھ کو مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔

وہ رات دن اسی سوچ و بچار میں رہنے لگے کہ کسی طرح کوئی تدبیر ہاتھ آئے۔ جس سے حضرت قطب عالم کو بادشاہ اور عوام الناس کی نظروں میں ذلیل و رسوا کیا جائے۔ تاکہ خود بخود یہ یہاں سے چلے جائیں۔

آخر انہوں نے ایک سازش کی اور آپ کے محبِ صادق حضرت جناب جلال الدین تبریزیؒ پر زنا کی تہمت لگا کر شرعی عدالت میں طلب کر لیا۔ التمش نے اس فیصلہ میں شرکت کے لئے ملتان سے حضرت غوث بہاء الحقؒ اور دوسرے مقتدر علماء کو بھی بلایا تھا۔ لیکن سازش کا بھانڈا عین وقت پر پھوٹ گیا۔ اور عورت نے صاف صاف کہہ دیا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے مجھے پانچسو روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کہ میں شرعی عدالت میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے خلاف ایسا بیان دوں۔ ان پانچسو میں سے پچیس روپے پیشگی دیدیئے گئے تھے اور بقایا شرف الدین بقال کے گھر امانت رکھے ہیں۔ اور اس صندوقچے کی کنجی یہ میرے پاس موجود ہے۔

اس افشائے سازش سے شیخ الاسلام کو بڑی ندامت ہوئی۔ شیخ الاسلامی بھی گئی اور پھر چند دن بعد حالت نامرادی میں دنیا ہی سے سدھار گئے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے۔ جب کہ نجم الدین صغریٰ حضرت قطب عالمؒ کو دہلی سے نکالنے کے لئے رات دن بے چین و مضطرب تھے۔ اور سازش کا پلان بنا رہے تھے کہ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب اجمیریؒ دہلی تشریف لائے۔ اور خبر ہوتے ہی اہالیان شہر خاص و عام آپ کی زیارت کے لئے امنڈ پڑے، لیکن نجم الدین صغریٰ باوجود پرانی واقفیت کے نہ آئے۔ تیسرے روز خود حضرت خواجہ اجمیریؒ جناب شیخ الاسلام سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر گئے۔ اس وقت وہ اپنے مکان کا چبوترہ بنوا رہے تھے۔ معمولی علیک سلیک کے بعد نجم الدین صغریٰ مزدوروں سے مخاطب ہو گئے۔ کچھ دیر حضرت نے انتظار کیا۔ مگر جب وہ کچھ نہ بولے تو آپ نے ان سے کہا۔ برادر نجم الدین کیا شیخ الاسلامی نے تمہارے اندر

Marfat.com

تکبر پیدا کر دیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ نہیں جناب بلکہ آپ کے مرید قطب الدینؒ نے میری شیخ الاسلامی[1] کو نکما کر دیا ہے۔ ان کی موجودگی میں مجھے کوئی پوچھتا ہی نہیں اگر آپ ازراہِ نوازش ان کو یہاں سے لے جائیں۔ تو میں آپ کا تازیست خادم رہونگا۔ حضرت نے فرمایا۔ نجم الدین خاطر جمع رکھو۔ میں اپنے بختیار[2] کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے سبب ایک دل بھی رنجیدہ ہو۔ نجم الدین صغریٰ حضرت کا یہ جواب سنکر بہت خوش ہوا۔ اور کہا آپ ذرا ٹھہریں میں آپ کے لئے کھانا منگاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور واپس آ گئے۔

اور حضرت قطب عالمؒ سے فرمایا۔ بابا بختیارؒ میرے ساتھ اجمیر چلو۔ یہاں کے شیخ الاسلام تم سے حسد کرتے ہیں۔ اور تمہارے درپئے آزار ہیں۔

دوسرے روز حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ اجمیر روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت قطب عالمؒ بھی تھے جب یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی کہ حضرت قطب عالمؒ دہلی سے جا رہے ہیں۔ تو شہر کے تمام[3] چھوٹے بڑے خاص و عام رئیس و فقیر جو آپ کے اسلامی اخلاق اور عظمت و کردار سے بیحد متاثر تھے۔ اپنا اپنا گھر بار چھوڑ کر حضرت کے پیچھے ہوئے۔ ایک دو منزل ہی چلنے پائے تھے کہ التمشؒ کو خبر ہوئی۔ وہ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دست بستہ عرض کی حضور لوگ شہر چھوڑ کر آپ کے پیچھے ہو لئے ہیں۔ وہ حضرت قطب عالمؒ کے بغیر اس شہر میں رہنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ ازراہ نوازش کرم یا نہ ان کو اسی شہر میں چھوڑ جائیے۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے مخلوق کی آپ سے محبت و ہمدردی دیکھی تو آپ سے پوچھا کہ بختیار تو نے یہ کیا کیا ہے؟ عزلت[4] میں چھپے رہنا بہتر ہے۔ حضرت قطب عالمؒ نے جواب دیا۔ حضور میری طرف سے کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۴ شیخ الاسلامی مرا کسے بجوے نمی شمارد۔

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۴۔ ۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۴ در تمام شہر دہلی شور افتاد
ہمہ اہل شہر معہ سلطان شمس الدین التمشؒ دنبال برآمدند۔

۴؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۳ پنہان بعزلت بودن بہتر است۔

بختیار ایک دل کے معاملہ میں اتنے دلوں کا رنجیدہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ جاؤ تم دہلی میں رہو۔ یہ شہر میں نے تمہاری پناہ میں دیدیا۔[1]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت قطب عالمؒ قائم اللیل تھے۔ ابتدا میں تھوڑی دیر سو جایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں ساری رات بیدار رہنا اختیار کر لیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی[2] وقت سوتا ہوں تو مجھ کو سخت تکلیف ہو جاتی ہے۔ آپ کی مشغولی مع اللہ اس قدر تھی کہ اگر کوئی شخص آپ سے ملنے آتا تو کچھ دیر اس کو انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اور جب استغراق سے ہوشیار ہوتے تو آنے والے سے معذرت کرتے پھر اس کا حال دریافت فرماتے تھے۔

آپ کے گھر میں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو کچھ قرض لینے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ کے پڑوس میں شرف الدین بقال رہا کرتا تھا۔ مائی صاحبہ اس سے ۳۰۰ درہم تک قرض لے لیا کرتی تھیں۔ جب کچھ آجاتا تو پہلے قرض ادا کیا جاتا تھا۔

کسی سبب سے آپ نے قرض لینا بند کر دیا۔ تو روزانہ آپ کے مصلے کے نیچے سے ایک کاک[3] نکل آتا تھا جو سب گھر والوں کو کافی ہوتا تھا۔ جب کچھ عرصہ تک آپ نے قرض نہ لیا تو شرف الدین نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ شاید تیری کسی بات سے حضرت ناراض ہو گئے ہیں جو ہم سے قرض لینا بند کر دیا ہے۔ تو جا کر معلوم کر۔ شرف الدین کی بیوی حضرت کے گھر آئی اور بہت عاجزانہ منت وسماجت کے بعد پوچھا کہ کیا ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت کی اہلیہ نے کہا، مصلے کے نیچے سے روزانہ ایک کاک نکل آتا ہے۔ اور وہ سب گھر والوں کو کافی ہوتا ہے۔ ہم کو اس لئے اب قرض کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

اس[4] واقعہ کے بعد سے کاک نکلنا بند ہو گیا۔ حضرت نے اپنی اہلیہ سے

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۵ بعد ایں شہر در پناہ تو گزاشتیم۔

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۹ قول حضرت قطب عالمؒ

۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۸ یک قرص زیر مصلیٰ پیدا شدے ہمہ خانہ را بسندہ بودے۔

۴؎ سیر الاولیاء صفحہ ۳۹۔

Marfat.com

فرمایا تم نے کاک نکلنے کا ذکر کسی سے کیا ہوگا۔ اس لئے بند ہوگیا۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قطب عالمؒ کے چھوٹے صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ ان کو دفن کرکے گھر واپس آئے تو ان کی والدہ کا گریہ سنکر آپ نے فرمایا، افسوس!

حضرت بدر الدین غزنویؒ نے پوچھا۔ حضور یہ افسوس کیسا۔ فرمایا مجھے اب اس کی ماں کے گریہ سے خیال آیا کہ میں نے اس بچہ کی حیات کے لئے دعا کیوں نہ کی۔ اگر حضرت حق سبحانہٗ سے طلب کرتا تو ضرور دیا تا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ دوست کی یاد میں ان کے استغراق کی کیا حالت تھی۔ کہ اپنے بچے کی موت و حیات بھی یاد نہ آئی۔

ایک دن ملک اختیار الدین ایبک کوتوال شہر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کچھ نذر پیش کی۔ آپ نے قبولیت سے معذوری ظاہر کی پھر جس بوریے پر تشریف فرما تھے۔ اس کا کونہ الٹ کر اختیار الدین سے فرمایا دیکھو یہ کیا ہے۔ اختیار الدین نے دیکھا کہ اشرفیوں کا دریا بہہ رہا ہے۔ آپ نے اختیار الدین سے فرمایا۔ اس سبب[1] سے تمہاری نذر کی ضرورت نہیں۔

مقام ما مقام شماست

سنہ ۶۳۳ھ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ اپنے مرشد حضرت قطب عالمؒ کی خدمت[2] میں حاضر تھے۔ جب اس نیت سے کھڑے ہوئے کہ ہانسی روانہ ہوں۔ تو حضرت قطب عالمؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا مسعود کیا تم جانا ہی چاہتے ہو! حضرت بابا صاحبؒ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ جیسا مخدوم کا حکم ہو۔ فرمایا جاؤ تقدیر الٰہی یونہی ہے کہ آخری وقت تم میرے پاس نہیں ہوگے۔ پھر حاضرین کو مخاطب

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۵۳ بدایں آوردہ شما حاجت نذر م۔

[2] سیر الاولیاء صفحہ ۳۰ برائے مزید نعمت دین و دنیا فقرای درویش فاتحہ داخلاص بخوانم

Marfat.com

کر کے فرمایا۔ اِس درویش کی فقیری اور نعمتوں کی زیادتی کے لیے ہم فاتحہ واخلاص پڑھتے ہیں۔ یہ سُنکر سبنے آپ کی اتباع کی، پھر حضرت نے اپنا مصلّٰی خاص اور عصا بابا صاحبؒ کو عنایت کر کے فرمایا۔ میں اپنا سجادہ۔ دستار و خرقہ اور نعلین بطورِ امانت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کو دے جاؤں گا۔ پانچویں روز یہ سب چیزیں تم کو مل جائیں گی۔ پھر فرمایا۔ "مقامِ ما مقامِ شماست" یعنی ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔[۱] جیسے ہی حضرت قطب عالمؒ کی زبان مبارک سے حاضرین نے یہ باتیں سنیں سب نے نعرۂ... تکبیر بلند کیا۔ اور دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

ربیع الاوّل کا مہینہ شروع ہوتے ہی حضرت قطب عالمؒ کا استغراق بہت بڑھ گیا۔ انہی دنوں شیخ علی سجزیؒ کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد ہوئی۔ آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ سماع شروع ہوا۔ اور قوالوں نے حضرت مولانا احمد جام کی یہ غزل پڑھی۔

منزلِ عشق از مکانے دیگر است ۔۔۔ مردِ ایں راہ را نشانے دیگر است

جب قوال اس شعر پر پہنچے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو حضرت قطب عالمؒ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ مصرعہ اولیٰ پر آپ گشتہ ہو جاتے تھے۔ اور مصرعہ ثانی پر آپ حرکت کرتے تھے۔ کچھ دیر بعد شیخ علی سجزیؒ کی مجلس ختم ہوئی۔ اور آپ واپس اپنے مقام پر آئے مگر آپ کا تحیّر زیادہ ہو گیا آپ یہ شعر پڑھتے تھے اور بے ہوش ہو جاتے تھے۔ نمازوں کے علاوہ ہم شبانہ روز یہی کیفیت رہی۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ اور حضرت بدرالدین غزنویؒ کو تشویش ہوئی۔ اس وقت حضرت قطب عالمؒ کا سرِ مبارک قاضی صاحبؒ کی گود میں تھا اور پاؤں مولانا بدرالدین ... غزنویؒ کی گود میں۔ اِن دونوں بزرگوں کی خواہش تھی کہ حضرت ہم کو اپنا جانشین بنادیں کہ یکایک حضرت قطب عالمؒ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ مخدوم کی اس وقت عجب حالت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کسی ایک کو اپنا قائم مقام بنادیں۔ اس وقت آپ کے

۱؎ سیرالاولیاء صفحہ ۷۳، ۲؎ سیرالاولیاء صفحہ ۳۰، ۳؎ سیرالاولیاء صفحہ ۷۲ ۔

Marfat.com

جوان صاحبزادے بھی پاس کھڑے تھے۔ مگر آپ نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ صرف اتنا فرمایا، کہ وہ خرقہ مبارک[1] جو مجھکو اپنے خواجہ و مولیٰ سے ملا ہے۔ اس کے ساتھ عصا اور نعلین اور مصلیٰ فریدالدین مسعود کو پہنچا دینا۔ یہ ان کا حق ہے اس کے بعد آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ اور جیسے ہی قوال نے کہا "کشتگانِ خنجرِ تسلیم را" آپ کا انتقال ہو گیا۔

یہ واقعہ[2] ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کا ہے۔ آپ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کے وصال کے بعد صرف آٹھ ماہ حیات رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

انتقال کے بعد حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے ایک درویش کو خط دے کر جناب بابا صاحب کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ حضرت بابا صاحب جلد پہنچ جائیں۔ ادھر جب حضرت خواجہ قطب الاقطاب کا جنازہ تیار ہو گیا تو خواجہ ابو سعیدؒ نے اعلان کیا کہ

"حضرت[3] خواجہ صاحبؒ وصیت کردہ بود کہ امام جنازہ ما آں کس باشد کہ گاہے ازار بہ ہوس حرام نہ کشادہ باشد وسنتہائے عصر و تکبیر اولیٰ فرائض نماز از او ترک نہ شدہ باشد"

حضرت خواجہ صاحب نے وصیت فرمائی ہے کہ ہمارے جنازہ کا امام ایسا شخص ہو جس کا ازار کبھی حرام پر نہ کھلا ہو، اور اس سے عصر کی سنتیں کبھی ترک نہ ہوئی ہوں اور فرائض نماز جماعت کی تکبیر اولیٰ کبھی نہ چھوٹی ہو"

اس مجمع میں شمس الدین التمشؒ بھی موجود تھا کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ کوئی آگے بڑھے اور جماعت کرائے۔ جب کوئی آگے نہ آیا تو خود آگے بڑھا اور کہا۔ میں تو نہ چاہتا تھا کہ اس طرح میری بعض پوشیدہ باتوں کا اظہار ہو مگر کیا کروں حضرت کے حکم کی تعمیل منظور ہے۔ یہ کہکر مصلیٰ پر آیا۔ اور جماعت کرائی اور پھر اپنے کاندھے پر جنازہ قبرستان تک لے گیا۔

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۷۲۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۵۶۔ [3] خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۲۷۵۔

Marfat.com

ریاضت و مجاہدہ

قولہ تعالےٰ " وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "

"جو ہمارے راستے میں مجاہدہ کریں گے۔

ہم ضرور ان کو اپنی راہ دکھائیں گے۔"

ہم پچھلے صفحات میں یہ لکھ آئے ہیں کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ نے جناب بابا صاحبؒ کے قیام کے لئے دروازہ مندہ کے قریب برج کے نیچے ایک حجرہ متعین کیا تھا۔ یہاں آپ اپنے مرشد کی تعلیم و ہدایت کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ اور ہر پندرہ دن کے بعد اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

طے کا روزہ

طے کا روزہ وہ روزہ کہلاتا ہے جس کا افطار تین یا پانچ یا سات یا اس سے زیادہ دن میں ہوتا ہے۔ اس عرصے میں ہر روز بعد غروب آفتاب تقریباً دو[2] تولہ پانی تو پیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ روزہ شرعاً جائز ہے۔ اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔

روزہ ہر مذہب و ملت میں تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ دوام روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بیمار ہو جاتے یا فصد کھلواتے۔ تب بھی روزہ نہ چھوڑتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدھا سلوک

---

[1] دروازہ مندہ پرانی دہلی میں سیری کے قریب تھا۔ جہاں اب حضرت بابا صاحبؒ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکلؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی والدہ ماجدہ اور بہن اور بابا صاحبؒ کی صاحبزادی یعنی راقم الحروف کی جدہ اعلیٰ بی بی فاطمہؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صاحبزادیوں کے مزارات ہیں۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۲۔

Marfat.com

ہے۔ اور بقیہ آدھے میں نماز و اوراد و دیگر طاعات ہیں۔

اسی زمانے کا ذکر ہے جب حضرت بابا صاحبؒ دروازہ مندہ کے حجرہ میں مجاہدہ کر رہے تھے کہ ایک دن آپ نے اپنے مرشد سے عرض کیا۔ حضور میں اور سخت مجاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت قطب عالم نے ارشاد فرمایا۔ مسعود! تو پھر تم کو طے کا روزہ رکھنا چاہیئے۔ لیکن اس میں یہ خیال رکھنا کہ روزے کا افطار غیب کی آئی ہوئی پاکیزہ چیز سے ہو۔ ورنہ روزے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

دوسرے روز سے آپ نے طے کا روزہ شروع کر دیا۔ آخری دن شام کو ایک ناواقف شخص از خود کھانا لے کر آیا۔ اور آپ کو دیکر چلا گیا۔ آپ نے یہ غیبی کھانا سمجھا اور اس سے روزہ افطار کر لیا۔

ابھی آپ فارغ نہیں ہوئے تھے کہ آپ کی نظر سامنے درخت پر بیٹھے ہوئے کوّے پر پڑی۔ جو کسی مردار کی غلیظ انتڑیاں منہ میں لیئے ہوئے تھا۔ اس کو دیکھ کر..... اس قدر کراہت آئی کہ آپ کو اُلٹی ہو گئی اور تمام کھانا واپس نکل گیا۔ اور پیٹ بالکل خالی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اپنے مرشد حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مسعود! تین دن کے طے کے بعد تم نے جس کھانے سے روزہ افطار کیا وہ تو شرابی کے گھر کا کھانا تھا۔ حضرت حق تعالےٰ کی نوازش تمہارے حال پر تھی۔ جو وہ کھانا تمہارے معدہ میں نہ ٹھہرا۔ اب پھر طے کا روزہ رکھو۔ اور جو کچھ غیب سے پہنچے اس سے افطار کرو۔ یہ سُنکر حضرت بابا صاحبؒ نے اُسی وقت طے کے روزے کی نیت کر لی۔ اور جب اس روزے کے بھی تین دن پورے ہو گئے تو گویا چھ دن کا روزہ ہو گیا۔ افطار کے وقت کوئی چیز نہ آئی۔ اور عشا کا بھی بعد ہو گیا۔ ضعف نے غلبہ کیا۔ نفس شدت بھوک سے جلنا شروع ہوا۔ آپ نے زمین پر ہاتھ مارا۔ اور ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لیئے۔ وہ کنکر مُنہ میں جاتے ہی شکر ہو گئے۔ آپ کو معاً خیال آیا۔ یہ بھی کہیں شیطانی وسوسہ ہو۔ اور آپ نے انھیں تھوک دیا۔ اور پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آدھی رات گذرنے کے بعد پھر بھوک کی شدت کے سبب آپ نے ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیئے وہ بھی فوراً شکر ہو گئے۔ آپ نے ان کو بھی تھوک دیا۔ اور

Marfat.com

عبادت میں مشغول ہو گئے۔ آخر صبح کے قریب جب نقاہت اور بھوک بہت زیادہ ہو گئی۔ تو آپ کو خیال آیا کہ شدت ضعف کے سبب میں کہیں فرائض سے نہ رہ جاؤں۔ اسلئے آپنے پھر ایک مٹھی بھر کنکر زمین سے اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیے۔ جو پھر فوراً شکر ہو گئے۔ آپنے ان کو کھالیا۔ اور جب صبح اپنے مرشد حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ واقعہ عرض کیا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا:۔

"مسعود نیکو کردی کہ بداں افطار کردی۔ کہ ہرچہ از غیب است نیکو است" یعنی مسعود تم نے اچھا کیا۔ جو اِن سے روزہ افطار کر لیا کہ جو کچھ غیب سے ہوتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا "جاؤ شکر کی طرح شیریں رہو گے" امیر خورد کرمانی[1] کا بیان ہے کہ آپ کو اسی لیئے "پیر شکر بار یا گنج شکر" کہا جاتا ہے۔

چلہ معکوس

طے کے روزہ کے بعد ایک دن جناب بابا صاحبؒ نے اپنے مُرشد حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری آرزو ہے کہ ایک چلّہ کروں۔ حضرت نے جواب دیا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے شہرت ہوتی ہے۔ اس پر حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا حضور وقت اچھا ہے آپ کے زیر سایہ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور خدا جانتا ہے کہ میری نیت شہرت کی نہیں ہے۔ حضرت نے یہ سُنکر جناب بابا صاحبؒ کی طرف دیکھا اور کچھ نہ فرمایا۔

بابا صاحبؒ فرماتے ہیں[1] کہ "مجھے اپنی اس غلطی پر سخت ندامت ہوئی۔ اور آج تک مجھے اس بات کا رنج ہے کہ میں نے حضرت قطب عالمؒ کے منشا کے خلاف اصرار کی جرأت کیوں کی تھی۔ اس غلطی پر استغفار کرتے عمر گذر گئی۔ مگر مجھے جب یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ انتہائی پشیمانی ہوتی ہے کہ میں نے حضرت کو جواب ناموافق کیوں دیا"

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۲۶، سیر الاولیاء صفحہ ۶۸۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد حضرت قطب عالمؒ نے حضرت بابا صاحبؒ سے فرمایا مسعود! تم چلّہ معکوس کرو۔ خود حضرت بابا صاحبؒ کو اس وقت یہ جرأت نہ ہو سکی کہ حضرت سے چلّہ معکوس کا طریقہ معلوم کرتے۔ البتہ اپنے پیر بھائی حضرت مولانا بدرالدین غزنویؒ کے ذریعہ کسی دوسرے وقت اس چلّہ کا طریقہ معلوم کیا۔ جس میں چالیس رات یادِ اپنے پاؤں میں رسی باندھ کر سر کے بل کنویں میں لٹکا جاتا ہے۔ اور مخصوص طریقہ سے اَللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھا جاتا ہے۔ اس چلّہ کے لئے ایسے کنویں کی ضرورت ہے جس پر درخت ہو، اور اس کی شاخیں کنویں پر پھیلی ہوئی ہوں۔

جناب بابا صاحبؒ نے چلّہ معکوس کا طریقہ معلوم کر لیا۔ تو پھر آپ کو ایسے مطلوبہ کنویں کی جستجو ہوئی اور آپ تلاش کرتے کرتے کھتوال پہنچ گئے۔ اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دن والدہ کے ارشاد پر کھتوال میں رہے۔

یہاں قیام کے دوران آپ کھتوال سے باہر مسجد میں دن رات ذکر و فکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور بکثرت نوافل پڑھا کرتے تھے۔ اور رات کو دو رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ لوگوں سے میل جول اور التفات کم رکھتے تھے۔ اس لئے لوگ آپ کو قاضی بچہ دیوانہ کہنے لگے۔ (بیدم مرحوم نے بڑا موزوں شعر کہا ہے) ؎

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے — اب نہ اپنا ہی رہا اپنا، نہ بیگانہ بیگانہ

اس قیام کھتوال کے زمانہ میں آپ کی ملاقات حضرت جلال الدین تبریزیؒ سے ہوئی تھی۔ جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ کچھ دن کھتوال میں رہنے کے بعد آپ یہاں سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا مسعود! چلّوں کے ذریعے قلب میں جذبِ رحمت کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ تقربِ الٰہی[2] حاصل کرو۔ جو شیخ کامل کے ذریعہ حاصل ہو گا۔

۱۔ شجرۃ الانوار صفحہ "قاضی بچہ دیوانہ" سیر الاولیاء صفحہ ۶۲ "قاضی بچہ"، خیر المجالس صفحہ

۲۔ قولہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی اے ایمان والو (تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو) اور اس تک پہنچنے کے وسیلے کی تلاش کرو۔ اور اس کے راستے میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

Marfat.com

والدہ سے رخصت ہو کر آپ مطلوبہ کنوئیں کی جستجو میں اوچھ[1] پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے ایک بڑی پُرفضا مسجد دیکھی، جس کو مسجد حاج کہتے تھے اور اس مسجد کا کنواں چلۂ معکوس کے لئے بڑا موزوں تھا۔ کنوئیں پر ایک بڑا درخت تھا۔ اور اس کی شاخیں اس پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اس مسجد کا مؤذن ہانسی کا رہنے والا خواجہ رشید الدین مینائی تھا اور وہ جناب بابا صاحبؒ سے عقیدت و محبت بھی رکھتا تھا۔ آپ نے یہاں چند روز قیام فرمایا۔ اور ایک دن رشید الدین سے اپنا مقصد ظاہر کیا۔ رشید الدین نے پوری رازداری کا یقین دلایا۔ اور نہایت خلوص و محبت کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا۔

جب حضرت کو ہر طرح تسلی ہو گئی۔ تو آپ نے بازار سے ایک رسّی منگائی۔ اور ایک دن بعد نماز عشاء تازہ وضو کیا۔ اور اس رسّی کا ایک سرا اپنے پاؤں میں اور دوسرا اس درخت کے ٹہنے میں باندھ دیا۔ پھر مؤذن سے کہا کہ مجھ کو آہستہ آہستہ کنوئیں میں لٹکا دو۔ اور صبح کی اذان سے پہلے باہر نکال لینا۔

"بعد[2] وضوئے تمام یک سر رشتہ پائے مبارک خود را کہ تاج سر اولیاء است بست۔ دوم سر رشتہ بدان شاخ درخت کہ بر سر چاہ بود بیست بعدہٗ سرنگوں خود را در چاہ آویختند"

یعنی وضو کے بعد ایک سرا اپنے پیر مبارک میں کہ جو تاج سر اولیاء ہے باندھا۔ اور دوسرا سرا اس درخت کی شاخ میں باندھا جو کنوئیں پر تھا پھر اپنے آپ کو سرنگوں کنوئیں میں لٹکا دیا۔

(بقایا صفحہ ۶۴) و قولہ تعالیٰ: "یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب" یعنی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون سا اللہ تعالیٰ سے قریب ہے۔ (قرآن پاک)

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے مولانا خرم علی نے شرح شفاء العلیل میں نقل کیا ہے کہ وسیلہ سے مراد اعمال نہیں ہے۔ کیونکہ اتقوا اللہ میں عمل صالح آگیا۔ اور ایمان سے پہلے نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خطاب ہی ہے۔ پس وسیلہ سے مراد شخص خاص ہے۔ خود مولانا اسمٰعیل نے بھی یہاں وسیلہ سے مراد ہادی و مرشد لیا ہے۔

[1] احمد پور شرقیہ میں مشہور و قدیم قصبہ ہے۔ یہاں اب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور دوسرے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۶۹۔

Marfat.com

منعم بہ کنگرہ عشق بلند است و بلند ۔۔۔ تا ز سر پا نکنی دست تو آنجا نرسد
ہر دل کہ در رہ مہر تو آویختہ شد ۔۔۔ آویختہ شد عاقبت از کنگرہ عشق

(حسن علاء سنجری)

خواجہ رشید الدین مینائی مؤذن نے آپ کو کنویں میں لٹکا دیا اور پھر صبح کی اذان سے پہلے آکر عرض کیا۔ حضور صبح صادق ہونے والی ہے۔ میں آپ کو باہر نکالتا ہوں۔ یہ کہا۔ اور آپ کو باہر کھینچ لیا۔ آپ تازہ وضو کر کے مسجد میں چلے گئے اور قبلہ رو بیٹھ گئے۔ اور پھر نماز فجر جماعت سے ادا کی۔ اس طرح چالیس رات یہ شغل جاری رہا۔ سیر الاولیا[1] کا بیان ہے کہ "ہر روز بہمان طریق شب چلہ معکوس می داشت"

صاحب جوامع الکلم[2] کا بیان ہے کہ حضرت کا یہ چلہ رات دن جاری رہا صرف پنجوقتہ نمازوں کے لئے آپ کو باہر نکالا جاتا تھا۔

صاحب اخبار الاخیار[3] لکھتے ہیں:-

در مقام اوچہ چلہ معکوس کشید تا چہل روز ہر شب در آں چاہ بدرختے بر آں چاہ بودے۔ آویختند چوں روز میشد بیرونش می آوردند۔

یعنی اوچہ میں آپ نے چلہ معکوس کیا۔ چالیس روز اس طرح کہ ہر شب کنویں میں اس کے اوپر والے درخت کے ساتھ لٹکتے رہتے اور دن کو باہر نکال لئے جاتے تھے۔

رفیق العارفین[4] میں لکھا ہے کہ چلہ معکوس کا زمانہ چھ ماہ ہے۔

جواہر فریدی[5] میں لکھا ہے کہ یہ چلہ بارہ سال جاری رہا۔ یہاں تک کہ چڑیوں نے حضرت کے زانوئے مبارک میں گھونسلے بنا لئے تھے۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۷۰ - ۲؎ جوامع الکلم صفحہ ۲۳۱ - ۳؎ اخبار الاخیار صفحہ ۵۳ -

۴؎ رفیق العارفین حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کا ملفوظ ہے آپ خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت علاء الحق بنگالی کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ عثمان اخی سراج کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے

۵؎ جواہر فریدی صفحہ ۸۷ ؛-

Marfat.com

"در دوازدہ سال خود را در چاہے آویزاں کردہ بہ نمازِ معکوس کہ وظائف برائے صفائے باطن اکسیرِ اعظم است ادا نمودند۔
دریں مدت حالِ ریاضت، واستغراق و درجۂ فنا بجائے رسید کہ کنجشکاں و جانوراں در پایائے وہ وجود مبارک ایشاں آشیاں ساختند۔"

یعنی بارہ سال کنویں میں لٹک کر نمازِ معکوس ادا کی۔ کہ یہ وظیفہ صفائی باطن کے لیئے اکسیرِ اعظم ہے۔

اس زمانہ میں حال، ریاضت اور استغراق درجۂ فنا یہاں تک پہنچا کہ چڑیوں اور جانوروں نے آپ کے پاؤں اور وجود مبارک میں گھونسلے بنا لیئے تھے۔ شیخ فرید ثانی نے کیا موزوں شعر کہا ہے۔

فریدا دھڑ سوکی سر پنجرہ۔ تلیاں ٹھوکن کاگ
رب اجیویں باہوری تو دھن ہمارے بھاگ

حضرت بابا صاحبؒ کے چلّہ معکوس کے متعلق مختلف تذکرہ نگاروں نے الگ الگ مدت بیان کی ہے جیسے سیر الاولیاء، اخبار الاخیار اور شجرۃ الانوار کا بیان ایک ہے۔ یعنی یہ چلّہ چالیس رات کا تھا جوامع الکلم، جواہر فریدیؔ، رفیق العارفین، سیر الاقطاب، مراۃ الاسرار وغیرہ کے بیانات مختلف ہیں۔ ان میں مطابقت کی یہی صورت ہے کہ آپ کا پہلا چلّہ چالیس رات کا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں، مختلف مدت کے لیئے یہ مجاہدہ معکوس جاری رکھا۔ جس کی مجموعی مدت بارہ۲ سال ہوتی ہے۔ پاک وہند میں کئی مقامات پر ایسے کنویں بتائے جاتے ہیں۔ جہاں آپ نے معکوس چلّہ کیے ہیں۔ کھتوال، ریواڑی شاہ مدار صاحب کی ٹیکری اور اوچہ کے کنویں زیادہ مشہور ہیں۔ امیر خورد کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ اوچہ شریف کی مسجد حاج کا وہ کنواں اور درخت جہاں آپ نے چلّہ معکوس کیا تھا۔ اس وقت تک موجود ہے۔ یہ تحریر آٹھویں صدی ہجری کے آخری نصف کی ہے۔

۱؎ جواہر فریدی ۱۸۱ ۲؎ سیر الاولیا صفحہ ۶۴

فریدؒ کہے سو ہوئے

چلۂ معکوس پورا کرنے کے بعد حضرت بابا صاحبؒ روانہ ہونے لگے۔ تو رشید الدین میناؒ نے عرض کی حضور میری بھی ایک التماس لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا کہ میں مفلس ہوں اور میری چند لڑکیاں ہیں جن کی شادی کرنی ہے اور اسباب میسّر نہیں ہیں۔ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فراخی عطا فرمائے۔ اور میرے کام بخیر و خوبی انجام پائیں۔

آپ نے فرمایا رشید الدین تم وعظ کہا کرو۔ اس نے جواباً عرض کیا! حضور میں تو بالکل ان پڑھ ہوں۔ وعظ کیسے کہہ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم منبر پر قدم رکھنا اور پھر دیکھنا کہ فضل خدا تم پر کس طرح برستا ہے۔

امیر خوردؒ کرمانی کا بیان ہے۔ کہ جل و علا او را کرمے کرد و علم کرامت فرمود کہ مذکرے گیرا گشت شد و وسعتی و منالے او را حاصل گشت"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم فرمایا اور اس کو علم بخشش کیا، اور وہ موثر واعظ ہو گئے۔ اور ان کو مال و منال بھی حاصل ہو گیا۔

چنانچہ حضرت بابا صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق جس وقت انہوں نے منبر پر قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو کھول دیا۔ اور وہ بے مثل واعظ ہو گئے۔ بڑے بڑے فضلاء ان کے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ ان کا انداز بیان بہت مؤثر اور دلکش تھا۔ اور وہ اپنی تذکیر میں آیات قرآنی۔ احادیثِ نبوی اور اقوالِ بزرگان سے استدلال کیا کرتے تھے۔

نمازِ معکوس کے متعلّق چند باتیں

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۷۰ ۔ ۲؎ سیر الاولیاء ۷۰

Marfat.com

"لِلچشتیة الصلوٰة تسمّی صلوٰة معکوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقہاء ما نشد ھا بہ فلذالک نحن منا ھا والعلم عند اللہ"

یعنی چشتیہ سلسلہ میں ایک نماز ہے۔ جو نمازِ معکوس کہلاتی ہے۔ مجھے سنّت اور قول فقہا سے اس کا ثبوت نہ ملا۔ اللہ علیم ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس قول سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) نمازِ معکوس چشتیوں میں ہے۔

(۲) اس کی سند قول فقہاء اور سنت سے نہیں مل سکی

صلوٰةِ معکوس کو چشتیہ سلسلہ سے مختص کرنا تعجب خیز ہے۔ جب کہ دوسرے سلاسل کے اہم بزرگوں نے اس نماز کو عرب و عجم میں ادا کیا ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ عظیم المقام بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ

"او آیتے[۱] بود از آیات حق"

یعنی وہ اللہ تعالے کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ مولانا جامی نے لکھا ہے کہ وہ سلطان وقت اور اہل طریقت کے جمال تھے۔ اور فضل و کمال میں ان کا ثانی نہ[۲] تھا۔ اور وہ چشتی بھی نہ تھے۔ انھوں نے آج سے تقریباً ساڑھے نو سو سال پہلے یہ نماز پڑھی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ

"ہر چہ من رسید از نماز حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ بکردم[۳] تا آنکہ معلوم کردم کہ حضرت رسالت وقتے نمازِ معکوس گذاردہ است برفتم و پائی خود بہ رسن بستم و خود را سرنگوں بچاہے درآویختم و ہمچناں نماز کردم"

یعنی جو کچھ مجھے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت معلوم ہوا۔ میں نے اس کو ادا کیا۔ یہاں تک کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب صلعم نے ایک وقت نماز

ع[۱] سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۷ ۔ ع[۲] دیکھئے کتاب "اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید"

ع[۳] فوائد الفواد صفحہ ۷ ۔ سیر الاولیاء صفحہ ۲۰

Marfat.com

معکوس ادا کی ہے۔ تو میں نے بھی جا کر اپنے پاؤں میں رسّی باندھی اور سر کے بل کنویں میں لٹکا۔ اور اسی طرح نماز ادا کی۔"

آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو برس پہلے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے ایک شخص نے اس نماز کے متعلق سوال کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ

"در کتب علمِ ظاہر نہ دیدم"

یعنی اس کی سند علمِ ظاہر کی کتابوں میں میں نے نہیں دیکھی۔

حضرت مخدوم صاحبؒ نے کتنا معقول جواب دیا ہے۔

صوفیا میں سند ان کے شیوخ ہیں جو علم و اعتبار میں بڑے درجے کے ہیں۔ کسی بات کا انکار محض اس بنا پر کر دینا کہ وہ کتب مروجہ میں لکھی ہوئی نہیں۔ کچھ مستبعد سا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کتابوں کا اعتبار ان کے ثقہ راویوں پر ہے۔

محدثین کے نزدیک راویانِ حدیث میں دو سلسلے زیادہ مستند مانے جاتے ہیں۔ اور اس کو وہ سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

(۱) جس حدیث کی سند میں امام مالکؒ۔ نافعؒ۔ عبداللہ بن عمرؓ راوی ہوں۔

یا

(۲) زہریؒ۔ سالمؒ۔ اور عبداللہ بن عمرؓ ہوں۔

چونکہ یہ فقہا بہت معتبر اور ثقہ ہیں اس لئے وہ کتابیں جن میں ان راویوں سے روایات درج ہیں معتبر مانی جاتی ہیں یعنی ان کتابوں کا اعتبار ان کے ثقہ راویوں پر قائم ہے۔ پس اسی طرح کوئی شیخ وقت اگر کچھ... بتائے اور اس کو اپنے شیوخ کاملین کے ذریعے سرکارِ رسالت تک متصل کرے تو اس کا انکار کر دینا گستاخی ہے کیونکہ ان محدثین نے کہیں بھی احصا کا دعویٰ نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ زندقہ ہے۔

یہ شیوخ اور صوفیائے کاملین کون لوگ ہیں۔ سنیئے:-

کتاب اللمع صفحہ ۱۰، ۱۱

ثم ذکر اللہ تعالیٰ افضل المومنین عندہ درجۃ واعلاھم

عـلـہ معراج الولایت صفحہ

فی الذین رتبة فذکرهم بعد ملائکة وشهد علی شهاد
تهم له بالوحدانیة بعد ما بدأ بنفسه وثنی ملائکة
فقال عز وجل شَهِدَ اللّٰہُ اَنّہ لا الٰہ الا ھو والملا
ئکة واولوا العلم قائماً بالقسط ۔ وروی عن النبی صلعم
انه قال العلماء ورثة الانبیاء وعندی والله اعلم
ان اولی العلم القائمین بالقسط الذین هم ورثة
الانبیاء هم المعتصمون بکتاب الله تعالیٰ المجتهدون
فی متابعة رسول الله صلعم المقتدون بالصحابة
والتابعین السالکون سبیل اولیائه المتقین
وعباده الصالحین هم ثلثة اصناف اصحاب الحدیث
والفقهاء والصوفیه فهولاء الثلثة الاصناف من اولی
العلم القائمین بالقسط الذین هم ورثة الانبیاء
ثم ان منهم من بعد ذلک ارتقوا الی درجات عالیه
وتعلقوا باحوال شریفة ومنازل رفیعة من انواع
العبادات وحقائق الطاعات والاخلاق الجمیلة و
لهم فی معانی ذلک تخصیص لیس بغیرهم من العلماء
والفقهاء واصحاب الحدیث ۔ صفحہ ۱۰، ۱۱

یعنی تمام مومنین سے بلند و برتر مرتبہ ان کا رکھا۔ وہ دین میں بعد اپنی
اور ملائکہ کے بعد انہیں کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی توحید پر خود اپنی اور
اپنے ملائکہ کی شہادت کے بعد انہی کی شہادت پیش کی ہے ۔
فرمایا ہے۔ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا
الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان علماء
کو انبیاء کا جانشین فرمایا۔ سو یہ القاب میرے خیال میں ان لوگوں
کے حق میں وارد ہیں جو کتاب اللہ کا رشتہ مضبوط پکڑنے
والے اور رسول کریم صلعم کی پوری اتباع کرنے والے ہیں۔ اور صحابہ

اور تابعین کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور اولیاء اللہ اور صالحین کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔ ایسے اشخاص کو طبقاتِ سہ گانہ میں رکھا جاتا ہے۔ ایک طبقہ اربابِ حدیث کا دوسرا فقہا کا تیسرا صوفیائے کرام کا۔ پس یہی طبقاتِ ثلاثہ اولو العلم قائمین بالقسط اور وارثین انبیاء کہے جانے کے مستحق ہیں۔ لیکن اس کے بعد صوفیہ انواع عبادات و حقائقِ طاعات و اخلاقِ جمیلہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ جن درجاتِ عالیہ اور منازلِ رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں وہاں تک علماء فقہا اور اصحابِ حدیث کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔

الغرض اربابِ حدیث اور فقہا سے افضل و اعلیٰ فرقہ اہلِ تصوف کا ہے۔ جو اپنے صدق ۲ کی وجہ سے عالم میں فرد ہوا ہے۔ ان کی شہادت کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

(۱) نمازِ معکوس ان اولیاء اللہ نے ادا کی ہے جن کا اسم گرامی آفتاب مہتاب کی طرح قیامت تک روشن رہیگا۔ ان کی ولایت حقہ اور علم و فضل کے سامنے جید علماء روزگار نے گردنیں خم کی ہیں۔ اس نماز کو خلافِ سنت کہنے سے اولیاء اللہ کی تجہیل لازم آئے گی۔ جو خلاف واقعہ ہے۔ نیز اولیاء اللہ کا کوئی فعل لا یعنی اور پیغمبر علیہ السلام کے عمل کے خلاف نہیں ہوتا۔

(۲) اس نماز کے متعلق یہ بھی خیال ہے کہ شیوخ کاملین اپنے مریدین میں سے کسی خاص شخص کے حالات کے مطابق ہی اس کو یہ نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عام مریدین کو نہیں۔

ایک دن حضرت بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدین کے سامنے حضرت باباصاحب کے اس چلہ کا حال بیان فرمارہے تھے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ جناب والا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے۔ الٹا لٹکنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں اور منہ سے خون جاری نہیں ہو جاتا۔ اور نہ خوراک اور پانی باہر نکلتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ

---

۲ جوامع الکلم صفحہ

Marfat.com

ولی اللہ کے سوکھے ہوتے مرتاض جسم میں خوراک یا خون کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مجاہدہ اور ریاضتِ شاقہ کی وجہ سے فقط ایک انسانی ڈھانچہ ہوتا ہے۔

ایک[1] اور جگہ حضرت نے لکھا ہے کہ جب ایک طالب صادق پر عشقِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ سطے کا روزہ رکھتا ہے۔ اس میں وہ افطار کے وقت چند قطرے پانی تو پی لیتا ہے۔ لیکن کبھی متواتر تین کبھی دس دن کبھی ایک مہینہ کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال اور کبھی اس سے بھی زیادہ مدت تک وہ کچھ نہیں کھاتا۔

حضرت ابونصر سراج کے متعلق روایت[2] ہے کہ ایک بار ماہ رمضان میں بغداد آئے۔ درویشوں نے آپ کو اپنا امام بنایا۔ آپ نے ماہ مبارک کی تراویح میں پانچ بار قرآن پاک ختم کیا۔ روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی حجرہ میں دے جاتا تھا۔ عید کی نماز پڑھ کر بغداد سے روانہ ہو گئے۔ خادم نے حجرہ میں جا کر دیکھا۔ تو پوری روٹیاں جوں کی توں موجود تھیں۔ آپ پورا مہینہ صرف ایک کوزہ پانی پر ہی گزارہ کرتے رہے۔

حضرت ابونصر سراج نے حضرت امام قشیری کے استاد حضرت ابو علی وقاق کا قول نقل کیا[3] ہے۔ کہ

فقال لا نهم قوم لا ينفعهم الوجود اذ الله فاقتهم ولا تضرهم الفاقة اذ الله وجودهم۔

"یعنی فرمایا وہ فقرا ایک ایسی قوم ہے کہ جن کو وجود نفع نہیں دیتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا فاقہ ہے۔ اور فاقہ ان کو نقصان نہیں دیتا کہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔"

کسی نے حضرت ابو علی رودباری سے سوال کیا کہ فقرا نے کفاف ضروریہ کو کیوں چھوڑ دیا؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ عطا کو چھوڑ کر معطی پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔

اور سالار عارفاں حضرت خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ غافلوں اور عام آدمیوں کی زندگی خون اور ہڈیوں کے مغز سے ہوتی ہے لیکن عاشقوں کی زندگی دوست

---

[1] کتاب خاتمہ تصوف از بندہ نوازؒ۔ [2] تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۷۸ و کشف المحجوب صفحہ ۲۴۷۔ [3] کتاب اللمع صفحہ ۳۸ مطبوعہ یورپ۔

Marfat.com

کی یاد اور اس کے ذکر سے ہوتی ہے۔ خون کی بجائے اُن کے بدن میں محبت ہوتی ہے۔[1]

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم
(اقبالؒ)

ہم نے نماز معکوس کو سمجھنے کے لیے صاحبِ حال بزرگوں کے چند اقوال مبارکہ نقل کر دیئے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو ہم اُس سے صرف اتنا عرض کریں گے۔ کہ تصوف قالی چیز نہیں ہے بلکہ حالی ہے۔ اس کو عملی حیثیت سے اختیار کیجئے۔ پھر اس کا رد کیجئے گا۔ کیونکہ کہا گیا ہے۔ کہ

"کسی علم کو حاصل کئے بغیر اپنی ذاتی رائے سے اس کا رد کرنا عالموں اور عقلمندوں کا کام نہیں ہے" نیز بندگوں کو اپنی حال کے مقیاس سے نہ ناپیئے۔ کارِ پاکاں برقیاس خود مگیر۔

حضرت بابا صاحبؒ کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا حال تسلسل زمانہ کے ساتھ لکھنا بہت مشکل ہے۔ اگرچہ صاحب جواہر فریدی کے تحریر کردہ حالات مورخین کے نزدیک حقیقت سے زیادہ افسانہ ہیں۔ مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ کی نفس کشی اور ریاضت ہائے شاقہ کی نظیر و مثال تاریخ و سیر میں بہت کم ملتی ہے۔ صاحب گلزار ابرار محمد غوثی شطاری نے لکھا ہے کہ

"ہندوستان کے تمام مشائخ متفق اللفظ کہتے ہیں کہ ریاضت اور پرورش روح میں حضرت گنجشکرؒ کی مانند کوئی درویش پیدا نہیں ہوا"[2]

اصغر علی چشتی نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ نے بارہ سال جنگلی درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا۔ پھر بارہ سال لکڑی کی روٹی پاس رکھی، اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد بارہ سال کنوئیں میں اُلٹے لٹک کر مجاہدہ کیا۔[3]

سیر الاولیاء اور فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے کسی بیان سے کہیں بھی یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ حضرت بابا صاحبؒ پر کبھی سُکر بھی طاری ہوا ہو۔

آپ نے ۴۰ سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی ہے۔ اس ریاضت و مجاہدہ

---

[1] سیر العارفین صفحہ ۴۳ - [2] گلزار ابرار صفحہ ۷۹ - [3] جواہر فریدی صفحہ ۱۸۶۔

Marfat.com

کے زمانہ میں چونکہ ہر ایک کا کھانا کھانے میں محتاط تھے۔ اس لئے لکڑی کی ایک روٹی کپڑے میں لپیٹی ہوئی پاس رکھتے تھے۔ جب کوئی ناواقف کھانے کو پوچھتا تو آپ اس کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ جو موجود ہے۔

آپ نے فرمایا "نان ہر کس[1] مخور ہر کس را بدہ"

یعنی ہر ایک کی روٹی نہ کھا، مگر ہر کسی کو کھلا۔

بھوک کی شدت میں نفس کی خواہش کے خلاف جنگلی درختوں کے بے مزہ پھل اور پتے کھایا کرتے تھے۔

مثل پیلو[2] و ڈیلہ کہ از جنگل آں ولایت خیزد قانع می بودند۔

یعنی مثل پیلو ٹینٹ (کریل کا پھل) کہ اس ولایت کے جنگل میں پیدا ہوتا ہے، قناعت کرتے تھے۔

"بنان[3] درویشانہ وبچیز ہائے کہ دراں دیار خیزد۔ چوں پیلو و مانند آں قانع گشت"۔

یعنی نان فقیرانہ اور اس دیار کی پیداوار مثل پیلو وغیرہ پر قناعت کی مسلسل روزہ اور شب بیداری اور کثرتِ اذکار و اشغال کی وجہ سے آپ ایک انسانی ڈھانچہ رہ گئے تھے۔ مگر مجاہدوں میں کمی نہ ہوئی بلکہ روز افزوں زیادتی ہی تھی۔ جوانی ڈھل گئی۔ بڑھاپا آگیا۔ مگر ریاضت ہائے شاقہ اسی طرح جاری رہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ

"بغایت[4] ریاضت و مجاہدہ فقر و تجرید داشت"۔

ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی عارضہ لاحق ہوتا یا فصد کھلواتے، تب بھی روزہ نہ چھوڑتے تھے۔ مولانا جمالی لکھتے ہیں۔ کہ

حضرت فرید الملۃ والدین صوم دوام بودے بحدیکہ اگر عارضہ داشتے یا فصد نمودے ہرگز افطار نفر مودے۔

یعنی حضرت فرید[5] الملۃ والدین ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر بیمار

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۶۷ [2] سیر العارفین صفحہ ۲۸ [3] سیر الاولیاء صفحہ ۶۴۔
[4] اخبار الاخیار صفحہ ۵۲۔ [5] سیر العارفین صفحہ ۲۸۔

Marfat.com

ہو جاتے یا فصد کھلواتے تب بھی روزہ ترک نہ کرتے تھے۔

حضرت باباصاحبؒ نے اپنے جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو فرمایا تھا کہ نظام روزہ[1] آدھا سلوک ہے۔ اور باقی تمام چیزیں نماز و اوراد وغیرہ آدھا۔

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے حضرت باباصاحبؒ کے اس قول مبارک کی اساس انہی مجاہدات کو قرار دیا ہے۔ کہ۔

"چالیس[2] سال تک بندہ مسعود نے وہ کیا جو حضرت حق نے فرمایا۔
اب چند سال سے جو کچھ بندہ مسعود کے دل میں گزرتا ہے وہی
ہو جاتا ہے"۔

ایک دن[3] آپ کے پیر بھائی حضرت مولانا بدر الدین غزنویؒ دہلی میں آپ کو اصرار کر کے اپنے ساتھ ایک دعوت میں لے گئے۔ میزبان نے دستر خوان پر عمدہ قسم کے میٹھے سلونے کھانے چن دیئے۔ آپ نے اپنے پیر بھائی اور میزبان کی دلداری کے خیال سے چند لقمے تناول فرمائے۔ اور پھر اپنے آپ سے کہا۔

"اے مسعود[4]! تو اپنا شکم لقمہ چرب و شیریں سے پُر کرتا ہے
قرب خدا کیسے حاصل ہو گا"۔

قیام اجودھن کے زمانے میں بھی جو آپ کی عمر کے آخری سال تھے۔ آپ کے مجاہدوں کا یہی حال رہا۔ جماعت خانہ کے افراد میں سے حضرت بدر الدین اسحٰق دہلویؒ جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ اور حضرت جمال الدین خطیب ہانسیؒ کریل کے پھل توڑ کر لاتے تھے۔ اور مولانا حسام الدین کابلیؒ پانی بھرتے تھے اور برتن دھویا کرتے تھے۔ اور حضرت نظام الدین اولیاؒ پھلوں کو اُبال کر دو وقتوں اور حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ کبھی ان اُبلے ہوئے ٹینٹوں (ڈیلے) میں نمک ہوتا تھا اور کبھی وہ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

"دراں[5] شب کہ ڈیلہ یا گل کریہ در خانہ شیخ سیری
خوردیم مارا روز عید بود ے"۔

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۲ - [2] ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۱۳۶ - [3] ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۱۲۲
[4] خیر المجالس صفحہ ۱۴۲ - [5] اخبار الاخیار صفحہ ۵۲ -

Marfat.com

یعنی جس رات ڈیلہ یا گل کر یہ حضرت شیخ کے گھر میں ہم کو سیر ہو کر کھانے کو مل جاتے تھے تو وہ روزِ عید ہوتا تھا۔

جب ان جنگلی پھلوں کا موسم نہ ہوتا تھا تو جماعت خانہ کے درویش زنبیل گردانی کرتے تھے اس طرح جو روٹی حاصل ہوتی تھی۔ اگر وہ مہمانوں سے بچ جاتی تھی تو درویشوں کے افطار میں کام آتی تھی۔

یہ خونِ جگر لکھا کہ اس مقام پر درویش پہنچے ہیں

ایں چنیں خوردہ اند آنگاہ بجائے رسیدہ اند

یہ کچھ لکھا ہے جب کہیں کسی مقام پر پہنچے ہیں۔

بخششِ شیخینؒ

سلطان شہاب الدین محمد غوری اور قطب الدین ایبک کی فتوحات نے اجمیر کی مرکزی حیثیت کو بالکل ختم کر کے رکھ دیا تھا اس لئے لاہور کے بعد دہلی دار السلطنت بن گیا۔ لیکن خواجہ اجمیریؒ اس تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر اجمیر میں مقیم رہے۔ اور تبلیغ حق اور اشاعت دین کا کام کرتے رہے۔ بقول مصنف تاریخ مشائخ چشت[2]

"ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک دھوتی میں لپٹا ہوا بیٹھا رہتا تھا۔ اور اس کے افطار میں پانچ مثقال سے زیادہ غذا نہ ہوتی تھی۔ لیکن اس کی نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جدھر اٹھ جاتی تھی معصیت کے سوتے اس کی زندگی سے خشک ہو جاتے تھے"

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ نے اپنے جانشین حضرت خواجہ قطب صاحب کو دہلی میں قیام کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ تاکہ شمالی ہند میں سلسلے کی اشاعت کا

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۵۲ – [2] تاریخ مشائخ چشت صفحہ....

Marfat.com

کام ہو سکے۔ اور آپ اپنے مقبول مُرید حضرت قطبؒ صاحب سے ملنے کے لئے اجمیر سے چل کر خود دہلی تشریف لاتے تھے۔ اور سلسلے کے کام اور مریدین کی باطنی تکمیل کے متعلق ضروری ہدایات دیتے رہتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ جب دوسری مرتبہ اجمیر شریف سے دہلی تشریف لائے تو حضرت بابا صاحبؒ ان دنوں چلّے میں تھے۔ جب مریدان حضرت خواجہ قطب صاحبؒ سلام سے فارغ ہو گئے۔ تو حضرت نے پوچھا بختیار! مسعود کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ حضور وہ چلّے میں بیٹھا ہے۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ خواجگانؒ نے حضرت خواجہ قطب عالمؒ سے فرمایا۔ چلو مسعود کے پاس چلیں۔

جب حضرت خواجہ بزرگؒ اور خواجہ قطب صاحبؒ جناب بابا صاحبؒ کے چلّہ خانہ میں داخل ہوئے تو بابا صاحبؒ نے آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اور اپنے پیرو مُرشد اور دادا پیر کو کھڑے پایا۔ تو آپ نے بھی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہا۔ مگر نقاہت اس وقت اتنی زیادہ تھی کہ آپ کھڑے نہ ہو سکے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور آپ نے اپنا سر تعظیماً ان کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا بختیار! اس جوان کو کب تک مجاہدہ کی آگ میں جلاؤ گے۔ اب اس کو کچھ بخش دو اور اصلی کام بتا دو۔[1]

مولانا رحیم بخش[2] نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ

"باید کہ از کار اصلی او را آگاہی دہ تا از سوزش ریاضت و مجاہدات برہد۔"

یعنی چاہیئے کہ اصلی کام سے اس کو آگاہی بخشو۔ تاکہ سوزشِ ریاضت و مجاہدات سے چھٹکارا پائے۔ اور صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا کہ

"بختیار[3] ایں جواں را چنداں از مجاہدہ خواہی سوخت۔ چیزے بخشش کن۔"

یعنی بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدہ کی آگ میں جلاؤ گے اور اب اس کو کچھ بخش دو۔

---

[1] سیر الاقطاب صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶ - [2] شجرۃ الانوار قلمی صفحہ ... [3] سیر الاولیاء صفحہ ۷۲

Marfat.com

حضرت قطب عالمؒ نے عرض کیا۔ آپ کی موجودگی میں بندہ کی کیا مجال۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارا مرید ہے اس کا کشود کار تم پہ موقوف ہے۔ پھر ازراہِ نوازش فرمایا۔ کہ آؤ ہم تم دونوں اس کو کچھ دیں۔

"بیا تا ہر دو بخشش کنیم"[۱]

اور خود حضرت بابا صاحبؒ کے دائیں طرف کھڑے ہوئے اور خواجہ قطب صاحبؒ کو بائیں طرف کھڑا کیا۔ اور دونوں بزرگوں نے حضرت بابا صاحبؒ کو اپنی توجہ باطنی سے مالا مال فرمایا۔ اور اسم اعظم تعلیم کیا۔

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

بخشش کونین از شیخین شد در باب تو[۲] | پادشاہی یافتی زیں بادشاہانِ زماں
عالم کن گشتہ اقطاع تو اے شاہِ جہاں | مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم مر ترا

اس بخشش اور عطا کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ نے اپنا پیراہن خاص اور حضرت خواجہ قطب صاحبؒ نے اپنی دستار حضرت بابا صاحبؒ کو عطا فرمائی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ اپنے آپ کو مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی بے حد کوشش کرتے تھے۔ اسی لئے جلدی جلدی مقامات تبدیل کرتے رہتے تھے۔ تاکہ لوگ آپ سے واقف نہ ہو سکیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ

"ہمیشہ در ستر و اخفامی کوشید و خود را از چشم خلق می پوشید از شہر بشہرے می گشت"[۳]

یعنی ہمیشہ مخفی و پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے اور خود کو لوگوں سے چھپاتے اسی لئے شہر بشہر پھرتے رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ قیام دہلی کے زمانے میں اپنے پیر بھائی اور مرجع خلائق خطیب حضرت مولانا بدرالدین صاحب غزنویؒ کی مجلس وعظ میں پابندی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث لکھتے ہیں کہ

"او تذکیر گفتے و سخن گیرا داشت۔ بیشتر سخن از محبت گفتے۔"

۱۔ سیر الاولیاء صفحہ ۲۷ - ۲۔ سیر الاولیاء صفحہ ۲۷ - ۳۔ اخبار الاخیار صفحہ ۵۲

Marfat.com

شیخ فریدالدین گنجشکر در مجلس تذکیر او بسیار حاضر شدے"
یعنی وہ وعظ کہا کرتے تھے۔ اور ان کے کلام میں بڑا اثر تھا۔ اکثر محبت کے متعلق وعظ کہتے تھے۔ حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ ان کی مجلس وعظ میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ ایک روز مولانا نے منبر پر آپ کی بہت تعریف و توصیف کی۔ لیکن حاضرین مجلس نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ حضرت بابا صاحبؒ یہاں اس طرح رہتے تھے کہ لوگ آپ سے واقف ہی نہ تھے۔ اور اس وقت آپ پھٹے پرانے لباس میں مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

"حاضراں ندانستند کہ کرا مدح میکند زیرا چہ جامہ شیخ شیوخ العالم نیک پارہ بود"[۱]

یعنی حاضرین مجلس نہ سمجھ سکے کہ کس کی مدح کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرتِ شیخ کا لباس اس وقت بہت پارہ پارہ تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔ کہ

"او خود را مستور می داشت و نمے خواست کہ ہیچ آفریدہ برحال او مطلع شود"[۲]

یعنی وہ خود کو پوشیدہ رکھتے اور نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایک بھی ان کے حال سے مطلع ہو۔

جب مجلس وعظ ختم ہوئی اور حضرت بابا صاحبؒ باہر تشریف لائے تو ایک شخص نے آپ کو نیا جوڑہ کپڑوں کا دیا۔ آپ نے اس کو فوراً پہن لیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کو اُتار کر اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کو دیدیا۔ اور فرمایا جو کیفیت ان پھٹے پرانے کپڑوں میں حاصل ہے وہ ان نئے کپڑوں کے پہنتے ہی غائب ہو گئی تھی۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

من ذوقے کہ در آنجامۂ پارہ داشتم۔ دریں جامۂ نو نیافتم"[۳]

یعنی مجھ کو جو ذوق اس پھٹے لباس میں حاصل تھا۔ وہ اس نئے میں نہیں ہے۔

---

[۱] اخبار الاخیار صفحہ ۵۱ - [۲] سیر الاولیاء صفحہ ۶۲ - [۳] سیر الاولیاء صفحہ ۶۲ و اخبار الاخیار ۵۲

Marfat.com

بخشش شیخین کے بعد خلقت کی رجوع حضرت باباصاحبؒ کی طرف بہت زیادہ ہوگئی۔ اور چونکہ آپ کو اپنا پوشیدہ رکھنا منظور تھا اس لئے آپ دہلی سے ہانسی چلے آئے۔ یہاں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔

حضرت مولانا نور ترکؒ

حضرت باباصاحبؒ ہر جمعہ کو مولانا نور ترک کے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا سلطانہ رضیہ کے وقت کے زبردست عالم باعمل تھے۔ حسن علاء سنجری۔ امیر خورد کرمانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کا ذکر احتراماً کیا ہے۔ اگرچہ علمائے دربار مولانا کو تعصب اور دشمنی کی وجہ سے برا کہتے تھے۔ لیکن حقیقتاً آپ زبردست عالم اور بعید متقی و بزرگ تھے۔ منہاج السراج[1] نے ان کو ملاحدہ اور قرامطہ کا سرگروہ لکھا ہے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مولانا نور ترک اپنے زمانے کے علماء کے افعال پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے تھے۔ علماء نے ان سے بدلہ لینے کے لئے ان پر یہ الزام لگایا۔ تاکہ مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہ رہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ

"اورا[2] با علماء شہر تعصبے تمام بود بسبب آنکہ ایشاں را آلودہ دنیا دیدے ایشاں بدال سبب چیزہا منسوب کردند۔"

وہ شہر کے علماء سے بڑا تعصب رکھتے تھے۔ اور اس لئے کہ وہ ان علماء کو دنیا میں آلودہ دیکھتے تھے۔ اسی بنا پر علماء نے بہت سی چیزیں ان سے منسوب کردیں۔

حضرت امیر حسن علا سنجریؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے سوال کیا۔ کہ بعض علماء مولانا نور ترک کے دین کے متعلق کچھ کہتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔

"نی از آب آسماں پاکیزہ تر"

نہیں وہ تو آب آسمان سے بھی زیادہ پاکیزہ تھے۔

---

[1] طبقات ناصری صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰۔ فتوح السلاطین میں عصامی نے بھی رضیہ کے عہد میں ملاحدہ کا ذکر کیا ہے۔ [2] فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹۔

Marfat.com

مولانا نورؒ ترک کی گذر اوقات اس طرح ہوتی تھی کہ ان کا ایک غلام تھا۔جو ان کو ایک درہم روزانہ کما کر دیا کرتا تھا۔اسی سے وہ اپنے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے ایک مرتبہ رضیہ سلطانہ نے کچھ سونا نذر میں بھیجا۔مگر آپ نے اس سونے کو اپنی لاٹھی سے پیٹا اور واپس کر دیا تھا۔

آخر عمر میں مولینا نور ترک مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔وہاں ایک ہندی نے ان کو دو من چاول پیش کئے۔انہوں نے وہ قبول کر لیئے اور اس کو دعائیں دیں۔اس شخص نے رضیہ سلطانہ کے تحفہ کا ذکر چھیڑ دیا۔تو مولانا نے فرمایا

"اے خواجہ[۱]! تو مکہ کو دہلی پر قیاس مت کر۔میں اس وقت جوان بھی تھا اب وہ طاقت اور گرمی کہاں باقی رہی ہے۔اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور یہاں کے تو جو کے دانے بھی پیارے ہیں"

الغرض حضرت باباصاحبؒ ہانسی میں حضرت مولانا نور ترکؒ کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔جب آپ دہلی سے ہانسی گئے ہیں اور پہلی دفعہ ان کے وعظ میں شریک ہوئے تو اگرچہ ان کی حضرت باباصاحبؒ سے سابقہ کوئی شناسائی نہ تھی۔اور خود حضرت باباصاحبؒ کا یہ حال تھا کہ ان کے کپڑے بہت معمولی اور پھٹے ہوئے تھے۔مگر خدا معلوم ان کو حضرت باباصاحبؒ کی جبین مبارک میں کیا نظر آیا۔کہ انہوں نے ایک دم حضرت کی تعریف شروع کر دی۔اور ایسی مدح کی جیسے لوگ بادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے۔

"ہمینکہ نظر مولانا نور ترک بر جمال ولایت[۲] شیخ شیوخ العالمؒ افتاد۔گفت۔اے مسلمانان صراف سخن رسید۔بعدہ مدحی کرد چنانکہ بادشاہاں راکنند۔

یعنی جیسے ہی مولانا نور ترک کی نظر جمال ولایت حضرت شیخ شیوخ العالم پر پڑی۔کہنا شروع کیا مسلمانو! صراف سخن آگیا۔اور پھر ایسے مدح کی جیسے بادشاہوں کی کرتے ہیں۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹۔ ۲؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹، واخبار الاخیار صفحہ ۷۵۔
۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۶۲۔

Marfat.com

حضرت ابُوشکور سالمیؒ

ہانسی کے قریب ضلع حصار کی دوسری تحصیل سرسہ ہے۔ یہاں بھی حضرت بابا صاحبؒ نے کافی عرصہ مجاہدہ اور ریاضت میں گذارا ہے۔

سرسہ میں مشہور معروف بزرگ حضرت ابُوشکور سالمی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے پہلے یہ مزار بالکل پوشیدہ تھا۔ حضرت بابا صاحبؒ کو کشف کے ذریعے حضرت کے مزار مبارک کا علم ہوا جس پر ایک گڈریے نے اپنی بھیڑ بکریوں کا ریواڑہ بنایا ہوا تھا حضرت بابا صاحبؒ نے اس گڈریے سے پہلے کچھ رسم و راہ پیدا کی۔ پھر ایک دن اس سے کہا۔ اگر میں تم کو ایک بہت بڑا اور محفوظ ریواڑہ اس طرف بنادوں تو تم کو یہ جگہ چھوڑ دینے میں کیا عذر ہے۔ گڈریے نے جواب دیا مجھ کو تو ریواڑہ چاہیئے۔ یہاں نہ سہی وہاں سہی۔ یہ سُنکر آپنے دن رات محنت کر کے چند روز میں اس کے لئے ایک ریواڑہ تیار کر دیا۔ جب ریواڑہ تیار ہو گیا۔ تو آپ نے گڈریے کو اُدھر منتقل کر دیا۔ اور خود پہلے وہاں سے تمام گندگی صاف کی پھر مٹی کھودی تو حضرت ابوشکور سالمیؒ کا مزار برآمد ہوا۔

حضرت ابوشکور سالمیؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اور عِلم و فضل میں آپ کا یہ مرتبہ ہے کہ علم اصول حدیث میں آپ کی کتاب تمہید المہتدی بہترین کتاب شمار ہوتی ہے۔ خلافت نامہ میں تحریر ہے۔

"بہترین کتاب در علم اصول 'تمہید المہتدی' ابوشکور است۔
نعم الکتاب فی ہذا الفن تمہید المہتدی ابوشکور برد اللہ مصجعہ۔

یعنی علم اصول میں بہترین کتاب حضرت ابوشکور سالمی کی تمہید المہتدی ہے۔
یہ قول حضرت بابا صاحبؒ کا ہے جو حضرت محبوب الٰہی کے خلافت نامہ میں لکھا ہے۔

یہ کتاب حضرت بابا صاحبؒ سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ اور اسی کتاب کے خاتمہ پر حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۹ - ۲؎ یہ قول حضرت بابا صاحبؒ کا ہے دیکھو سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۹

نظام الدین اولیاؒ کو یہ کتاب پڑھانے کی اجازت اور اپنی خلافت مرحمت فرمائی تھی۔
حضرت ابوشکور سالمیؒ کے مزار پر آپ کی جائے اعتکاف اب بھی موجود ہے۔
اس جگہ قیام کے دوران آپ نے ایک جن کو سزاً باندھ کر لٹکا دیا تھا۔ کیونکہ وہ مخلوقِ خدا کو بےحد پریشان کیا کرتا تھا۔ اور لوگ اس سے خوف زدہ اور شکستہ دل ہو گئے تھے۔

جب آپ کی بزرگی اور عظمت کی شہرت یہاں زیادہ ہونے لگی تو آپ نے یہاں سے بھی کسی غیر معروف مقام پر چلے جانے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ پہلے آپ سرسہ سے ہانسی آئے جس وقت ہانسی پہنچے تو انہی دنوں شیخ علی درویش میرٹھ سے ہانسی آئے۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کے مہمان ہوئے
شیخ علی[1] میرٹھی کو بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت بابا صاحبؒ کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ لیکن سیر الاولیاء اور فوائد الفواد اور دوسری معتبر کتابوں کے کسی بیان سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ان دنوں حضرت بابا صاحبؒ داؤدی[2] روزہ رکھا کرتے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے:-

در آں ایام شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ العزیز
را روزۂ داؤدی بود۔

یعنی ان دنوں شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ العزیز داؤدی روزہ رکھتے تھے۔

اور وہ دن حضرت بابا صاحبؒ کے افطار کا تھا۔ یعنی اس دن آپکے روزہ نہیں تھا۔ دونوں کھانے کے لئے بیٹھے کہ شیخ علی میرٹھی کے دل میں خیال آیا کہ کیا اچھا ہوتا، اگر حضرت بابا صاحبؒ صائم الدھر ہوتے۔ اُن کے اس خیال کا انکشاف حضرت بابا صاحبؒ کو ہو گیا۔ آپ نے فی الفور فرمایا۔ شیخ علی! اللہ تعالیٰ کے بندے کے دل میں جو خیال آیا ہے میں اُسے پورا کرتا ہوں یعنی آج سے صائم ہوں۔
ہانسی میں آپ نے تقریباً ۱۲ سال گذارے ہیں۔ یہاں آپ کی شہرت

---

[1] سیر الاولیا صفحہ ۷۱ شیخ علی در خطہ میرٹ بود و خاک او ہما نجاست۔ [2] داؤدی روزہ حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب ہے یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا۔

Marfat.com

زیادہ ہوگئی۔ اور ہر وقت لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس رہنے لگا۔ یہاں تک کہ کسی وقت آپ کے پاس تخلیہ نہ ہوتا تھا۔ آپ حتی المقدور لوگوں کو راحت پہنچاتے تھے اور جو درویش اور سالک اپنی باطنی تکمیل کے لئے آپ کی خدمت میں رہتے تھے ان کی دیکھ بھال اور ضرورتوں کا خیال بھی کرتے تھے۔ آپ مخلوق کی اس آمدورفت سے گھبرا کر کبھی لاہو جانے کا خیال کرتے کہ وہاں دریا بھی ہے اور جنگل بھی ہے۔ اور کبھی اجودھن کا خیال کرتے کہ غیر معروف جگہ ہے وہاں کوئی واقف بھی نہیں ہے۔ اسی کشمکش میں چند روز گذارے۔ آخر ایک باطنی اشارہ پر آپ نے اجودھن چلے جانے کا فیصلہ کرلیا۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکمل و اکابر اولیاء اللہ سے ہیں شیخ ابوسعید تبریزیؒ کے مرید تھے ان کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت اختیار کی۔ اور عرصے تک ان کی ایسی خدمت انجام دی۔ جو کسی مرید سے نہ ہوسکی جب آپ دہلی آئے تو سلطان شمس الدین التمش نے بڑے تپاک کے ساتھ آپ کا استقبال کیا تھا۔ اور شاہی محل میں آپ کو مہمان رکھا تھا۔ آپ کے خلاف دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کی سازش کا حال پچھلے صفحات میں ہم نے بیان کیا ہے۔ یہاں ہم یہ بتادینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس فیصلے کے لئے التمش نے دو سَو سے زیادہ علماء و مشائخ کو جو حضرت غوث بہاء الحقؒ کے مثل تھے۔ جامع مسجد میں طلب کیا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد سب جمع ہوئے اور خود سلطان التمشؒ بھی وہاں آیا۔ اور اس فیصلہ کا حکم نجم الدین صغریٰ کے کہنے پر حضرت غوث بہاء الحقؒ ملتانی سہروردیؒ کو بنایا گیا۔ نجم الدین صغریٰ کو یہ یقین تھا کہ چونکہ بہاء الدین ذکریاؒ اور جلال الدین تبریزیؒ کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ اس لئے ان کا فیصلہ مفید مطلب ثابت ہوگا۔ لیکن ہوا یہ کہ جیسے ہی حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے مسجد میں قدم رکھا تو

علا سیر العارفین صفحہ ۲۱۸

Marfat.com

حضرت غوث بہاء الحق رح نے دوڑ کر ان کی جوتیوں کو اٹھا لیا۔

التمش نے جب یہ دیکھا تو نجم الدین صغریٰ سے کہا جس کو حکم بنایا گیا ہے۔ وہ مدعا علیہ کی اتنی تعظیم کرتا ہے۔ اس پر شیخ ملتانی نے کہا۔ میرے لئے واجب ہے۔ کہ ان کی جوتیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ یہ آب حیات سے زیادہ پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالےٰ کے دوستوں میں سے ہیں۔ اور دعوےٰ سراسر بہتان ہے۔ بقیہ حالات آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں اس غرض سے یہ عبارت لکھی گئی ہے تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ اتنے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ جن کی جوتیوں کو اٹھانا حضرت غوث بہاء الحق رح جیسے عارف باللہ فخر سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا جمالی آپ کا ذکر خیر کتاب سیر العارفین میں اس طرح شروع کرتے ہیں۔

"آں آبروان اطلاق و آں سر حلقہ عاشقاں آفاق آں صوفی صفہ صفا آں لولوئے سبحہ بہر وفا آں سیمرغ کوہ قاف عفت آں شیر بیشہ ہمت آں محیط نسیم صبح خیزی ابو القاسم شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ

جس وقت حضرت جلال الدین تبریزیؒ ملتان سے دہلی روانہ ہوئے تو راستے میں آپ کھنوال ٹھہرے تھے۔ یہاں آپ نے لوگوں سے کہا

"مجھے اس جگہ خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے"

ایں جا بوے ولی می آید | یہاں سے خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے۔

یہاں کون کون درویش رہتے ہیں۔ مجھے ان کے پاس لے چلو۔ لوگوں نے کہا حضور! یہاں تو صرف ایک قاضی بچہ دیوانہ رہتا ہے۔

ایں جا کسے نیست مگر قاضی بچہ دیوانہ | یہاں کوئی نہیں ہے سوائے قاضی بچے دیوانہ کے

ایں جا کسے ہست اندر درویشاں کسا او | یہاں درویشوں میں کوئی ہے کہ جس کو یہی

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۱۶۷

۲؎ شجرۃ الانوار جوامع الکلم

۳؎ و ۴؎ اخبار الاخیار صفحہ ۵۴ و شجرۃ الانوار قلمی صفحہ

۵؎ سیر الاولیاء صفحہ ۶۲

Marfat.com

را بہ بینم گفتند قاضی بچہ ہست از مریدان شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ العزیز۔ پس پشت نماز گاہ کھتوالی مشغول میباشد۔	زیارت کروں کہا گیا قاضی بچہ ہے جو مریدوں میں سے ہے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ العزیز کے اور جو شہر کی پشت والی مسجد کے پیچھے مشغول رہتا ہے۔

حضرت جلال الدین تبریزیؒ حضرت بابا صاحبؒ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے راستے میں ایک شخص نے آپ کو ایک انار نذر کیا۔ آپ وہ ہاتھ میں لیئے ہوئے، بابا صاحبؒ کے پاس آئے۔ اور اس انار کو ٹکڑے کیا اور لوگوں میں تقسیم کر کے خود بھی کھانا شروع کیا۔ اور بابا صاحبؒ سے بھی کھانے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا میرا روزہ ہے اس وقت ہوا زور سے چل رہی تھی اور حضرت بابا صاحبؒ کا پاجامہ بہت پھٹا ہوا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے بدن بار بار برہنہ ہو جاتا تھا۔ اور بابا صاحبؒ بار بار اُس کو ہاتھ سے پکڑ کر ڈھانکتے تھے۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے ان حالات کو دیکھا تو فرمایا۔

۱؎ اے فرزند از چنیں حال خود غم نخوری۔ کہ نتیجہ ایں آں بود کہ قطب روزگار خواہی شد۔	اے بیٹا اپنے حال سے رنجیدہ نہ ہو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تو قطب وقت ہو گا

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت جلال الدین تبریزی نے حضرت بابا صاحبؒ کا یہ حال معائنہ کیا تو تسلی کے لئے کنایۃً اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ

۲؎ درویشے بود در بخارہ بتعلیم مشغول ہفت سال ازار در تہ نداشت و فوطہ داشت۔ خاطر مبارک جمع دار چہ شد۔	ایک درویش تھا بخارا میں جو تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس کو سات سال تک پاجامہ میسر نہیں آیا۔ صرف لنگوٹ ہی میں گذارہ کرتا رہا۔ خاطر جمع رکھو کیا ہوا یعنی ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔

۱؎ شجرۃ الانوار قلمی صفحہ ۸۷

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۶۳

Marfat.com

حضرت جلال الدین تبریزیؒ کچھ دیر حضرت باباصاحبؒ کے پاس بیٹھے رہے اور پھر روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی کے بعد حضرت باباصاحبؒ کو خیال آیا کہ کیوں نہ میں نے ان کی خاطر روزہ افطار کرلیا۔ آپ ابھی اسی افسوس میں بیٹھے تھے کہ آپ کو اس انار کا ایک دانہ فرش زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔ آپ نے اس دانہ کو اٹھا کر اپنی دستار میں باندھ لیا۔ کہ شام کو روزہ اسی دانہ سے افطار کروں گا۔

چنانچہ شام کو روزہ آپ نے اسی دانہ سے افطار کیا۔ تو دل میں ایک روشنی پیدا ہوئی اس وقت آپ کو یہ خیال آیا۔ کہ کیوں نہ میں نے اس انار میں سے زیادہ کھایا۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

۱؎ "چوں شب شد بداں افطار کرد	جب رات ہوئی تو روزہ اس سے افطار
یک روشنائی در دل پیدا شد	کیا۔ ایک روشنی دل میں پیدا ہوئی۔ اس
۲؎ درخاطر کرد کہ چرا زیادہ نخوردم	وقت یہ خیال آیا کہ میں نے زیادہ کیوں
وقتِ افطار ہم بداں دانہ روزہ	نہ کھایا۔ افطار کے وقت اسی دانہ سے
بکشاد۔ آں روز مزید ترقی بالا نہ	روزہ کھولا۔ اس روز مزید رفعت پیدا ہوئی
یافت۔ باخود گفت کہ اگر آں تمام	تب اپنے دل میں کہا۔ کہ اگر میں تمام انار
انار می خوردم چہ فوائد ہا می بود"	کھالیتا تو کتنے فوائد مجھے حاصل ہوتے

جب آپ حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا تو حضرت نے فرمایا۔ کہ خاطر جمع رکھو انار میں وہی ایک دانہ تھا۔

۳؎ "مسعود! آں دانہ انار کہ مقصود	مسعود! وہی دانہ جو مقصود انار تھا
بود۔ بتو رسید۔ خاطر جمع دار۔	تم کو ملا۔ خاطر جمع رکھو"

بعض تذکروں میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی ملاقات کا زمانہ حضرت باباصاحبؒ کے مرید ہونے سے قبل کا لکھا ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہ واقعہ حضرت کے مرید ہونے کے بعد پیش آیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے جب لوگوں سے پوچھا

۱؎ سیر اولیاء صفحہ ۶۳

۲؎ اخبار الاخیار صفحہ ۵۴

۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۶۳

Marfat.com

کہ یہاں کوئی ولی اللہ اور درویش ہے۔ جس سے مجھے ملاقات کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مجھے یہاں سے بوئے ولی اللہ آ رہی ہے۔ تو لوگوں نے جواباً کہا تھا۔ کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر ایک قاضی بچہ دیوانہ ہے۔ جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مرید ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کی جانشینی

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا وصال ۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو ہوا۔ یہ ہم پچھلے صفحات میں بیان کر آئے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ صاحبؒ موصوف نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے استفسار پر سلسلہ کے تمام تبرکات حضرت باباصاحبؒ کے لئے نامزد فرما دیئے تھے اور یہ طریقہ صوفیا میں جانشین بنانے کے لئے جاری ہے۔ اس وقت حضرت باباصاحبؒ ہانسی میں تھے اس رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحبؒ آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ صبح ہوتے ہی دہلی روانہ ہو گئے۔

ادھر جناب قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے ایک درویش کو خط دے کر کہا کہ اس کو جلد سے جلد حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں پہنچا دے۔

قاصد حضرت قاضی صاحب کا خط لے کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوا۔ ادھر حضرت باباصاحب دہلی آ رہے تھے کہ قصبہ ماہم میں دونوں مل گئے۔ خط پڑھا اور سفر کو زیادہ تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ چوتھے روز دہلی پہنچ گئے۔ اور جس وقت مزار پر پہنچے تو دیر تک اپنا منہ اس پر ملتے رہے۔

روئے گرد آلود بر مرقدِ ایشاں مالیدہ۔

۱؎ سیر اولیا صفحہ ۷۲

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۷۳ و سیر العارفین صفحہ ۳۰۔ سیوم روز مقبرہ مطہرہ حضرت خواجہ رسید ۔ فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸۔ از ہانسی رواں شد۔ چہارم روز در شہر رسید۔

۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۷۳ کہ در خانہ شیخ قطب الدین بود و با سیر العارفین صفحہ ۳۲ ۔ در جماعت خانہ فوریش

Marfat.com

حضرت کی آمد کی خبر جیسے ہی لوگوں کو ہوئی۔ فوراً سب جمع ہو گئے۔ حضرت قاضی صاحبؒ ناگوری نے سب تبرکات آپ کو دیئے اور حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کی وصیت بیان کی۔ حضرت بابا صاحبؒ پر اس وقت گریہ طاری تھا۔ آپ نے سب تبرکات احترام کے ساتھ لیئے اور پہلے دوگانہ ادا کیا۔ پھر خرقہ مبارک پہنا اور تین روز حضرت خواجہ صاحبؒ کی حویلی میں قیام فرمایا۔

جب دہلی شہر میں آپ کی آمد کا حال لوگوں کو معلوم ہوا۔ تو حضرت قطب الاقطابؒ کے جانشین کی قدم بوسی کے لئے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ چونکہ آپ کو شہرت سے نفرت تھی۔ جب آپ نے لوگوں کی آمد کا یہ حال دیکھا۔ تو یہاں سے چلے جانے کا ارادہ کرنے لگے۔ اتفاقاً اسی دن یہ واقعہ پیش آگیا۔ جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ہانسی میں ایک مجذوب سرہنگا نامی رہتا تھا۔ جو روزانہ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب آپ یہاں آ گئے تو وہ بھی آپ کی محبت میں دہلی آگیا اور دو تین مرتبہ اس نے حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں باریابی کی کوشش کی مگر دروازہ شیخ کے دربان نے اس کو اندر نہ جانے دیا۔ جمعہ کی نماز کے لیئے جب آپ باہر نکلے تو سرہنگا دوڑ کر آیا اور قدموں میں گر پڑا۔ اور رو رو کر کہنے لگا۔

؎ شما در ہانسی بود بد من شمارا آساں	جب آپ ہانسی میں تھے۔ تو آسانی سے
میدیدم۔ این ساعت دیدن شما	میں آپ کی زیارت کر لیا کرتا تھا۔ اب آپ کو
دشوار شدہ است	دیکھنا مشکل ہو گیا۔

جب آپ نے سرہنگا کی بات سنی تو آبدیدہ ہو گئے اور اس کو غیبی ہدایت سمجھ کر کہا کہ نماز کے بعد میں تمہارے ساتھ ہانسی چلوں گا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا۔ کہ آپ کے مرشد نے تو آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے حضرت نے جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس کے لیئے یہ مقام اور وہ مقام برابر ہے۔

بقیہ حاشیہ صـ۸۹۔ نزول فرمود۔ فوائد الفواد صـ۱۸۱۔ سہ روز پیش آنجا بود۔ فوائد الفواد صـ۱۴۸ ہفت روز شیخ درخانہ قطب عالمؒ حضرت شیخ قطب الدین ساکن شد۔

ؔ۱ فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸

ؔ۲ فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸۔ سیر الاولیاء صفحہ ۷۳

Marfat.com

مورخین کا خیال ہے۔ کہ بابا صاحب کی دور بین نظر نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ دہلی میں رہ کر عوام سے تعلق نہ صرف کم ہو جائے گا بلکہ وارالسلطنت کا ماحول سلسلہ کی تبلیغ و ترویج میں حائل ہو گا۔

"۱ حضرت بابا صاحبؒ کا دہلی میں قیام نہ کرنا چشتیہ سلسلے کے حق میں اتنا ہی مفید ہوا جتنا حضرت قطب صاحبؒ کا دہلی میں قیام کرنا۔ التمش کی وفات کے بعد کچھ عرصے تک دہلی کے حالات خراب رہے۔ اور علماء و صوفیہ سب نے مل کر سیاست میں خوب حصّہ لیا۔ اور اپنے مخصوص دائرہ عمل کو چھوڑ کر سیاست کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا"

مگر حضرت بابا صاحبؒ نے ان سب باتوں سے علیحدہ رہ کر ایک پسماندہ علاقہ سے سلسلے کی توسیع واشاعت کا ایسا بے مثل نظام قائم کیا جس کی گیرائی اور کشش نے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حضرت بابا صاحبؒ سرہنگا مجذوب کے ہمراہ ہانسی روانہ ہو گئے۔

اسی قیام ہانسی کے زمانہ میں ہانسی کے مشہور خطیب اور فاضل متقی بزرگ حضرت جمال الدینؒ نے آپ سے بیعت کی تھی۔ دہلی سے آنے کے بعد آپ چند روز ہانسی میں رہے۔ اس جگہ آپ کے قیام کا مجموعی زمانہ ۱۲ سال ہوتا ہے۔ یہاں لوگوں کی آمدورفت سے گھبرا کر آپ نے اجودھن کا رخ کیا

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے حضرت بابا صاحبؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "۲ مجھ کو ایسا نیا مقام اپنا ہے جہاں کوئی میرا معتقد نہ ہو تاکہ میں اطمینان سے عبادت میں مشغول رہا کروں"

درویش اور فقیر ہمیشہ شہرت سے گھبراتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی گمنام جگہ رہ کر مولےٰ تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہا جائے۔ منازل سلوک کے طے کرنے کے زمانے میں یہ بات خاص طور پر نظر آتی ہے۔ کہ درویش تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد اپنی جائے

---

۱ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۸، ۵۹

۲ ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۶۲

Marfat.com

قیام تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ شہرت نہ ہو۔ اور مخلوق کی آمد و رفت کی زیادتی ان کے معمولات میں مزاحم نہ ہو۔ البتہ تکمیل کے بعد جس مقام کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو جاتا ہے وہیں مقیم ہو جاتے ہیں۔

اجودھن یا پاکپٹن شریف

یہ قدیم قصبہ مغربی پاکستان کے ضلع منٹگمری میں ہے اور ملتان سے لاہور اور دہلی جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ رام چندر کے آباد اجداد جن کی اجودھیا میں حکومت تھی۔ انہی کے ایک بھائی کا دار الحکومت اجودھن تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ کوروں پانڈوں کی لڑائی کے وقت (جنگ مہابھارت) اس کا نام دھارانگری تھا۔

اس کا قدیم نام گسٹروا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ چالوکیہ خاندان کے راجاؤں کی راجدھانی بھی رہا ہے۔ اس وقت اس کا نام انھیل پٹن یا انھیل واڑہ تھا۔ شہنشاہ اکبر کے حکم سے اس کا نام پاک پٹن یا پٹن بابا فرید رکھا گیا۔ قدیم زمانے میں دریائے ستلج اس شہر کے قریب بہتا تھا۔ اور ملتان سے دہلی جانے والے مسافر دریا کو اسی جگہ سے عبور کرتے تھے۔ دریا کا یہ پتن بہت مشہور تھا۔ یہ پرانا تاریخی شہر ہے۔ کتاب واقعات دار الحکومت میں لکھا ہے کہ

"سلطان محمد غوری ۷۹-۱۱۷۸ء میں گجرات پر حملہ آور ہوا۔ لیکن انھیل واڑہ کے راجہ سے شکست کھائی۔ انھیل واڑہ کا نام انھیل پتن بھی ہے۔ اور اب تو صرف پٹن ہی کہتے ہیں۔ یہ چالوکیہ خاندان کی راجدھانی تھا۔ پٹن کا قدیم نام اجودھن تھا۔ بابا فرید کی خانقاہ کے سبب اس کو اکبر بادشاہ کے حکم سے پاکپٹن کہنے لگے"۔

ملا محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس شہر کا نام پٹن بابا فرید لکھا ہے اور آئین اکبری میں اس شہر کا نام صرف پٹن لکھا ہوا ہے۔

حضرت بابا صاحب ہانسی سے روانہ ہو کر اجودھن پہنچے۔ اس وقت شہر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اور عام طور پر باشندے کیا مسلمان کیا ہندو

* واقعات دار الحکومت مصنفہ بشیر الدین احمد مرحوم صفحہ ۱۵، ۱۶۔

Marfat.com

درشت خو۔ سخت دل۔ ظاہر پرست جوگیوں کے معتقد اور درویشوں کے منکر تھے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

"مردم وے درشت خو۔ ظاہر پرست منکر درویشاں بودند"[2]

یعنی وہاں کے لوگ۔ عادتوں کے سخت۔ ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے۔

اور مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

"دراں قصبہ بیشتر مردم کج طبع درشت مزاج و بد اعتقاد بودند"[3]

اس قصبہ کے اکثر لوگ۔ کج طبع بدمزاج اور بداعتقاد تھے۔

اور یہ ایک غیر معروف جگہ تھی۔ جب حضرت باباصاحبؒ یہاں تشریف لائے اور یہ حالات دیکھے تو خوش ہو کر فرمایا۔

"ایں محل بودن من است | یہ ہے میرے رہنے کی جگہ

شیخ ابراہیم فرید ثانی نے کہا ہے۔

چل فریدا اوتھے وسیئے جتھے وسن اَ تھے
نہ کوئی سانوں جانے نہ کوئی ساڈی منّے

اس وقت شہر کے باشندوں پر ہندو جوگیوں کا بڑا اثر تھا۔ اور جادوگروں سے لوگ بہت ڈرتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ غیرمسلموں کے علاوہ مسلمان بھی جادو کے شائق تھے۔ اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھا کر اس کو حاصل کرتے تھے۔ خاص اجودھن میں ایک بڑا صاحب کمال مسلمان جادوگر رہا کرتا تھا۔ اس کا نام شہاب تھا اسی کے لڑکے نے حضرت باباصاحب پر جادو کیا تھا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

حضرت باباصاحبؒ اجودھن پہنچے تو شہر سے باہر ویرانے میں اترے۔ یہاں

---

[1] خیر المجالس صفحہ ۲۶۔ اجودھن کے لوگ سخت دل۔ بدخو اور فقرا کے منکر تھے۔ سیر الاولیاء صفحہ ۶۳ مقام مجہول بود۔ شجرۃ الانوار۔ اہل آں مقام مجہول الکیفیتہ بود از کمال و غیر کمال را کسے نمی برد۔

[2] اخبار الاخیار صفحہ ۲۰

[3] سیر العارفین صفحہ ۳۳

Marfat.com

ایک جگہ چند درخت کریل کے تھے۔ اور قریب ہی شہداء کے مزارات تھے جن کی تصدیق سیرالاولیاء اور فوائد الفواد کے بیانات سے ہوتی ہے۔ اس وقت بھی کہ ۱۹۶۶ء ہے یہ جگہ لوبہ گنج شہیداں کہلاتی ہے۔ اسی جگہ حضرت سیدنا عبدالعزیز مکی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مشہور و معروف ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ سب سے پہلے انہی درختوں کے نیچے آکر بیٹھے تھے اور یہیں قیام کیا تھا۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

؎۱ بیرونِ قصبہ درختاں بود ند کہ درمیاں	قصبہ کے باہر درخت تھے۔ ان درختوں
آں درختاں درخت کلاں دیدہم	میں ایک بڑا درخت تھا۔ اس درخت
در زیر آں درخت گلیمے انداخت	کے نیچے اپنی کلیم بچھائی اور وہاں مشغول
و آنجا مشغول شد۔ چنانچہ اند ہیچ	ہو گئے۔ چنانچہ کوئی آدمی وہاں آپ کا
مردم در آنجا مزاحم او نگشت	مزاحم نہ ہوا۔ اور آپ کو کلی فراغت
فراغت کلی یافت"	حاصل ہوئی۔

حضرت بابا صاحبؒ تقریباً ستر یا اکہتر سال کی عمر میں اجودھن تشریف لائے تھے ایک روایت کے مطابق ۱۸ سال اور دوسری کے مطابق ۲۴ سال آپ نے یہاں بسر کئے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

؎۲ تا آخر عمر در اجودھن ماندہ و آں	آخر عمر اجودھن میں گذاری اور یہ مقام
مقام بوجود مبارک او قبلہ ہندوستان	آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے قبلہ ہندوستان
و خراسان شد۔ و تا روز قیامت	و خراسان ہو گیا۔ اور انشاء اللہ قیامت
ملجائے بیچارگان و مسکیناں و ملوک	تک پریشان حالوں مسکینوں بادشاہوں
و بادشاہاں گشت"	اور امیروں کی جائے پناہ رہے گا۔

ہم پچھلے صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ حضرت باباصاحبؒ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد اپنی جائے سکونت تبدیل کرتے رہتے تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ

؎۱ سیرالعارفین صفحہ ۳۳

؎۲ سیرالاولیاء صفحہ ۴۰، ۶۴

Marfat.com

ا؎ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز یک زمان در ہانسی بود چوں علم وافر داشت بعمل مقرون گردانید امثال آں بداں زیادت شد تا آنجا مشہور گشت ۔ از آنجا نقل کرد در کستوال کہ معاش کمتر باشد و مقامے مجہول است ساکن گشت ۔ چوں آں مقام از ملتان نزدیک است آنجا مستور نماند بارہا خواستے کہ از آنجا ہم برود در لاہور کہ خراب است و آب رواں دارد سکونت سازد ۔ فی الجملہ آخر عمر در اجودھن گذرانید مقصود ازیں حکایت آں است ۔ کہ خود را مستور داشت و در اشتہار نکوشید و بارہا بر زبان مبارک شیخ شیوخ العالم فرید الدین طیب اللہ مضجعہ ایں بیت رفتے ۔

حضرت بابا صاحبؒ کچھ عرصہ ہانسی میں رہے۔ چونکہ علم بہت زیادہ تھا عمل سے مقرون ہوئے بلکہ اس سے زیادہ اس پر عمل کیا تو وہاں مشہور ہو گئے۔ اس لئے وہاں سے کھتوال چلے آئے۔ جو مجہول مقام تھا۔ مگر یہ جگہ بھی چونکہ ملتان کے قریب تھی۔ اس لئے یہاں بھی پوشیدہ نہ رہ سکے اور مشہور ہو گئے۔ بارہا سوچتے کہ یہاں سے کہیں چلے جاؤں۔ لاہور کہ زیادہ آبادی نہیں ہے۔ اور دریا بھی قریب ہے وہاں اقامت اختیار کروں۔ فی الجملہ آخر عمر میں اجودھن ہی اختیار کر لی۔ مقصد اس حکایت سے یہ ہے کہ بابا صاحبؒ نے خود کو پوشیدہ رکھا اور اپنی شہرت کی کوشش نہ کی۔ اکثر حضرت بابا صاحبؒ کی زبان مبارک سے یہ بیت سننے میں آئی ہے۔

ہر کہ در بند نام و آوازہ است
خانہ او بروں دروازہ است

جو کہ نام و نمود کا خواہشمند ہے اس کا گھر دروازہ سے باہر یعنی یہاں اس کا کوئی کام نہیں۔

چونکہ اجودھن کے اکثر لوگ جوگیوں جادوگروں کے معتقد اور درویشوں کے منکر تھے اس لئے ابتداء میں حضرت کی مشغولی میں کوئی مزاحم نہ ہوا۔ اور آپ نہایت اطمینان سے یاد حق میں مشغول رہے۔ لیکن جس طرح یہ فکر نہیں کہ مشک ہو اور خوشبو نہ پھیلے، شمع روشن

ا؎ سیر الاولیا صفحہ ۶۳، ۶۴

Marfat.com

ہو اور پروانے نہ آئیں، سورج چمکے اور روشنی نہ پھیلے، اسی طرح یہ ممکن نہ تھا کہ خاندان چشت کا یہ آفتاب معرفت اجودھن سے ضیاپاشیاں کرے اور لوگ اس کی طرف مخاطب نہ ہوں۔ تھوڑے ہی دنوں میں گھر گھر دھوم مچ گئی۔ دکھیا اور مصیبت زدہ مخلوق کا ایک سیلاب اجودھن کی طرف بہتا نظر آنے لگا۔ امیر خورد کا بیان ہے کہ

(۱) چوں نام و آوازۂ شیخ شیوخ العالم	جیسے ہی حضرت شیخ شیوخ العالم بابا
فریدالدین جہانگیر شد وضیع و شریف	فریدالدین مسعود کی شہرت عالم میں
روئے بجناب بوس حضرت شیخ	ہوئی وضیع و شریف تمام لوگ آستان
شیوخ العالم نہادند	بوسی کے لئے حاضر ہونے لگے۔

آپ نے جب مخلوق کی آمدورفت کا یہ حال دیکھا تو یہاں سے بھی کسی اور مقام پر چلے جانے کا خیال کرنے لگے۔ مگر رات کو خواب[2] میں اپنے مرشد حضرت بختیار کاکی کے حکم سے بقایا عمر اسی جگہ گذارنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور شہر کی جامع مسجد کے قریب سکونت اختیار کر لی۔

جمالی نے لکھا ہے کہ

(۳) نزدیک مسجد جامع منزلے ساختند	شہر کی جامع مسجد کے قریب ایک مکان
عیال ایشاں آنجا بودے و خود	بنایا گیا جس میں ان کے اہل و عیال رہتے
اکثر اوقات دراں مسجد مشغول بودے	تھے اور خود اکثر اس مسجد میں مشغول رہا
باستغراق تمام۔ چنانچہ آوازۂ حضرت	کرتے تھے۔ پوری استغراقی کے ساتھ
ایشاں در اطراف و جوانب رسید	چنانچہ ان کی شہرت اطراف و جوانب
کہ ایں چنیں آفتابی قطب الاقطاب	میں پہنچی کہ ایک ایسا آفتاب قطب الاقطاب
در قصبہ اجودھن طالع شدہ است	اجودھن سے طلوع ہوا ہے کہ وہ جس
کہ از پرتو طلعت ظاہر و باطن خود	پر اپنے پرتو طلعت ظاہر و باطن سے نظر
ہر کہ نظر می اندازد منور می سازد	ڈالتا ہے اس کو منور کر دیتا ہے۔

(۱) سیر الاولیاء صفحہ ۶۳

(۲) بزم صوفیہ صفحہ ۱۱

(۳) سیر العارفین صفحہ ۳۲

Marfat.com

حضرت سیدنا عبد العزیز علمبردار مکی رض

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور اسلام میں سب سے پہلے قلندر ہیں۔

قلندر پرتو نور الٰہی است قلندر مطلع انوار شاہی است
قلندر را مقام کبریائی است قلندر دُرّ بحر آشنائی است

قلندر کسے کہتے ہیں یہ ایک بڑی تفصیل طلب بات ہے۔ ہم آپ کو ایک قلندر ہی کی زبان سے سناتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

"القلندر بلسان السریانیہ اسم من اسماء اللّٰہ تعالیٰ"[1]

یعنی قلندر سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک اسم مقدس ہے

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحؒ نے فرمایا کہ

"قلندر وہ ہے کہ جو علائق روزگار سے مجرّد ہو کر تجرید ظاہری و باطنی حاصل کر چکا ہو۔ اور شریعت و طریقت کا کوئی نکتہ اس سے فروگذاشت نہ ہوتا ہو۔ اور وہ بحر وجود اور دریائے شہود میں مستغرق رہتا ہے"

سیدنا عبد العزیز مکی قلندرؒ کو سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "قلندر" فرمایا تھا۔ اسی لئے آپ کے سلسلہ کو قلندریہ کہا جاتا ہے۔

سید الفقراء حضرت مجتبیٰ عرف مجا قلندر لاہرپوری نے اپنے ایک خط میں حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری کو لکھا ہے کہ

"قلندر کسے است کہ از عالم مقامات و کرامات گذشتہ باشد چوں شیخ

---

[1] رسالہ غوثیہ

[2] حجۃ العارفین مصنفہ حضرت مجتبیٰ عرف مجا قلندر لاہرپوری

[3] رسالہ قلندریہ ولطائف العنبریہ صفحہ ۷

Marfat.com

عبدالعزیز مکی براں درجہ رسید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ویرا بخطاب قلندرہ ممتاز ساخت"

"یعنی قلندر وہ ہے جو اپنے حال، مقامات و کرامات سے گذر گیا ہو۔ جیسے حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رض جب اس درجہ پہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قلندر کے خطاب سے ممتاز فرمایا"

لکھا ہے کہ آپ حضرت صالح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اصحاب صُفّہ میں داخل ہو گئے۔ اکابر صوفیہ کے نزدیک آپ کی عمر چھ سو سال ہوئی ہے۔ آپ سلسلہ قلندریہ۔ مداریہ۔ طیفوریہ کے سرخیل و سرتاج ہیں۔

علمائے ظاہر اور خاص طور پر اہل حدیث حضرات جو اپنی اصابہ اور اسد الغابہ تہذیب التہذیب وغیرہ کتب رجال سے باہر نکلنے کے عادی نہیں ہیں۔ حضرت عبدالعزیز مکی رض علمبردار کی صحابیت بلکہ آپ کے وجود سے انکار کی جرأت کر گئے ہیں۔ لیکن کتب اسماء الرجال میں آپ کے اسم گرامی کا نہ ہونا آپ کی صحابیت کا نفی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کتابوں میں زیادہ ذکر ان حضرات کا ہے جو راویان حدیث ہیں۔ کیا کوئی یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اسماء الرجال میں جن صحابہ کا ذکر آچکا ہے۔ اُن کے علاوہ کسی صحابی کا ہونا ناممکن ہے۔ اور کیا حضور صلعم کے تمام و کمال صحابہ کا ذکر کسی حدیث یا فن حدیث کی کتاب میں موجود ہے؟ نہیں کسی کتاب میں اس کا دعوی نہیں کیا گیا پھر آپ کے صحابی ہونے سے کیوں انکار کیا جائے۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار لشکر بھی رہے ہیں۔ حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ

"و شیخ عبدالعزیز مکی در بعضے اسفار علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر داشتہ اندازاں مشہور را نہ لعلمبردارہ"

یعنی شیخ عبدالعزیز مکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض سفروں میں آپ کا علم اُٹھایا ہے، اسی سبب سے علمبردار مشہور ہیں"

۱؎ لطائف العزیزیہ صفحہ ۲۵

Marfat.com

حضرت شاہ شکر اللہ قلندرؒ کے خلیفہ جناب شاہ محبت علی قلندرؒ نے بھی اپنی تصنیف "مظہر محبت" میں لکھا ہے کہ

آپؓ علمبردار مصطفےٰ تھے

مراد المریدین میں لکھا ہے کہ وہ علم نبوی جو حضرت عبدالعزیز مکیؓ کے دست مبارک میں تھا۔ وہ اب بھی جونپور کے قریب ایک قصبہ میں موجود ہے۔

عمر کا اس قدر طویل ہونا بھی اللہ تعالےٰ کی ایک نشانی ہے۔ تاریخی طور پر ایسے لوگوں کی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ جن کی عمریں لمبی ہوئی ہیں۔ مثلاً لبید ابن ربیعہ کی عمر ۱۵۰ سال ہوئی۔ حضرت ابو عبد الرحمٰن نسائی کی عمر بھی ایک سو ستاون سال ہوئی۔ عبد المسیح بن قیس الغسانی کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی (۳۵۰) حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اصحاب کرام میں بڑی بڑی عمر والے لوگ موجود تھے۔ مثلاً حضرت ربیع ابن صنع بن وہب بن یغبیض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارۃ الفزاری کی عمر تین سو بیس سال تھی (۳۲۰) اور وہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عہد تک زندہ رہے۔ اور حضرت صفوان بن قصی برادر عبد المناف کی بابت حضرت سید محمد بن جعفر مکیؒ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدینؒ چراغ دہلی نے اپنی کتاب بحر المعانی میں لکھا ہے کہ جس وقت میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں آپ کی عمر نو سو بانوے (۹۹۲) سال کی تھی۔ اور آپ لوگوں سے دُور مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو درازی عمر کی دعا دی تھی۔

اسی طرح ایک اور شیخ معمر صحابی رضؓ کا ذکر بھی آتا ہے۔ جو سات سو ہجری تک حیات تھے۔

تبت کے لامہ لوگوں کی عمریں بھی بہت لمبی ہوتی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ عرب تاجروں کے ذریعہ فاتحین اسلام سے بہت پہلے بحر عرب کے تمام کناروں پہ پہنچ چکی تھی۔ شہر مدراس سے متصل سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔ جہاں ایک مزار مرجع خلائق ہے اور

۱؎ نفحات العنبریہ صفحہ ۳۵

۲؎ کتاب النصائح   بحوالہ نفحات العنبریہ ۲۷

Marfat.com

پورے مدراس شہر کی یہ روایت ہے کہ وہ حضرت تمیمؓ انصاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے۔

اسی طرح سلسلہ سہروردیہ میں ایک بزرگ علی لالہ غزنوی ہوئے ہیں۔ آپ ہندوستان میں ایک صحابی سے مشرف ہوئے تھے۔ جن کا نام ابوالرضا بابا رتن ہندی تھا۔ آپ کے متعلق روایتوں میں آتا ہے۔ کہ بابا رتن ہندوستان کے برہمن عالموں میں تھے۔ انہوں نے اپنے علم اور نشانیوں کے ذریعے سمجھا کہ پیغمبر آخرالزماں صلعم پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ ہندوستان سے مدینہ منورہ پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمودہ ایک کنگھی تھی۔ جو آپ نے شیخ رضی الدین علی لالہ کو یہ کہہ کر عنایت فرمائی تھی کہ میرے پاس تمہاری یہ امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت فرمودہ ہے۔ مولانا جامیؒ نے بھی یہ واقعہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔ حضرت رتن ہندی کا مزار بھٹنڈہ میں ہے۔

حضرت عبدالعزیز مکیؓ پر اکثر سکر طاری رہتا تھا۔ اور اسی حالت میں آپ پر ہفتے، مہینے اور سال گذر جاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر باسطیؒ نے اپنے رسالہ "رابطۃ المشائخ" میں لکھا ہے۔ کہ

"آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ میں نکلے کہ راستہ میں آپ پر سکر طاری ہوگیا تیس سال کے بعد اس وقت ہوش آیا جب سیدنا علی کرم اللہ وجہٗ امیر معاویہ کے خلاف جنگ صفین کے لئے نکلے ہیں۔ آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور صفین میں شریک ہوئے"

جناب مسعود علی صاحب قلندرؒ نے ایک کتاب فصول مسعودیہ کے نام سے لکھی ہے اس میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عبدالعزیز مکی قلندرؒ اپنے رفقاء کے ساتھ کہیں سفر میں تھے۔ کسی مروج مقام پر پہنچے۔ تازہ وضو کیا۔ اور تحیۃ الوضو کی نیت باندھی کہ سکر طاری ہوگیا۔ اور پھر چالیس سال کے بعد ہوش آیا۔ اللہ اکبر اسی حالت سکر میں لوگوں نے مغالطہ میں تین مرتبہ آپ کو دفن کیا۔ اور آپ چالیس چالیس سال کے بعد اپنی قبر سے باہر آگئے اور چوتھی مرتبہ موجود سرداب پاکپتن شریف میں یہ کہہ کر داخل ہوئے تھے کہ اب میں امام مہدی کے وقت باہر آؤں گا رسالہ غوثیہ میں لکھا ہے۔ کہ

Marfat.com

قال الراوی کان لہ ای للشیخ عبد العزیز مکی رضہ اربعۃ قبور وفی کل قبر مکث اربعین سنۃ والناس یحسبون انہ توفی وھو لم یتوف ویخرج من قبرہ بعد اربعین سنۃ والرابع ہذا القبر الذی کان عندہ قبر شیخ الاسلام فرید الدین ؒ ومن ہذا القبر لم یخرج ومدۃ عمر الشیخ عبد العزیز ستمائۃ سنۃ وھو من اصحاب الرسول کان یعبد ہ لوائے النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

یعنی راوی نے بیان کیا کہ حضرت عبد العزیز مکی رضہ کی چار قبریں ہیں۔ اور وہ ہر قبر میں چالیس سال رہے۔ اور لوگ سمجھتے تھے کہ انہوں نے وفات پائی۔ حالانکہ وہ وفات نہیں پاتے تھے اور قبر سے نکل کر تمام روئے زمین کا دورہ کرتے تھے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ اور ہر قبر سے چالیس سال کے بعد نکلے اور چوتھی قبر وہ ہے جس کے قریب حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر کا مزار ہے۔ ان کی عمر ۶۰۰ سال کی ہوئی اور اصحاب رسول اللہ میں سے تھے اور انہوں نے حضور صلعم کا جھنڈا بھی اٹھایا تھا۔

سلسلہ قلندریہ کے اصحاب آپ کے اس سکر اور اتنے عرصے کے بعد قبروں سے نکل آنے اور پھر قبر میں زندہ داخل ہو جانے اور امام مہدی کے وقت میں باہر آنے کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ

"اس بات کا انکار اہل دل اور صاحب علم وفہم آدمی نہیں کر سکتے کیونکہ جس طرح اصحاب کہف کا سینکڑوں برس سونا پھر بیدار ہونا اور پھر قیامت تک کیلئے سو جانا صحیح اور درست ہے حضرت عزیر علیہ السلام کا سو برس سونا اور ان کے گدھے کا سو برس بعد دوبارہ زندہ ہونا بالکل حق ودرست ہے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا یہ حال بھی صحیح اور حق ہے شک اور انکار حق دل کے اندھوں سے ہی ظہور میں آتا ہے۔" [1]

حضرت عبد العزیز مکی رضہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔

(۱) حضرت میراں میر ؒ ساکن گوندہ جن کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین قلندر رحمہ

[1] نفحات العنبریہ صفحہ ۲۲

Marfat.com

ہوئے ہیں۔

(۲) سید محمد برکی گجراتیؒ (۳) سید المجذوبین حضرت سید خضر رومی قلندرؒ جنہوں نے ہندوستان میں یہ سلسلہ شائع کیا۔

حضرت خضر رومی شعلہ قلندرؒ کے خلیفہ حضرت نجم الدین غوث الدہرؒ ہوئے ہیں اور آپ کے خلیفہ حضرت قطب الدین بینا دل جونپوریؒ اور یہ سلسلہ آج تک صوبہ بہار میں جاری ہے اور پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ میں حضرت مخدوم و مکرم جناب شاہ نظام الدین صاحب مدظلہ العالی اور خانقاہ سلیمانیہ میں حضرت قبلہ شاہ غلام سلیمن چشتی سلیمانی دامت برکاتہم اس سلسلے کے مجاز ہیں۔

باباصاحبؒ سردارِ سلسلہ کی حیثیت سے

حضرت سلطان الہند خواجہ خواجگان سید معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ نے ۶ رجب ۶۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور آپ کے صرف آٹھ ماہ بعد ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ کے جانشین و خلیفہ قطب عالم حضرت بختیار کاکیؒ کا وصال ہوگیا۔ آپ کے وصال کے بعد سلسلے کی تمام ذمہ داریاں حضرت باباصاحبؒ کے سپرد ہوئیں۔

حضرت باباصاحبؒ نے ان ذمہ داریوں کو جس احسن طریقہ سے نبھایا اور سلسلے کی توسیع و اشاعت کا کام جس عمدگی سے انجام دیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کے اثرات، صرف پنجاب یا شمالی ہند تک محدود نہیں رہے بلکہ آپ کی غیر معمولی رواداری، حسنِ اخلاق۔ ارباب حکومت سے اجتناب، ذوقِ سماع اور خدا کی مخلوق سے بے پناہ ہمدردی نے آپ کو اقلیمِ قلوب کا سلطان بنا دیا۔ ایک طرف آپ کے اثرات پاک و ہند سے بیرونی ممالک میں پہنچ گئے۔ اور وہاں سے عقیدتمند آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ تو دوسری طرف کفر و شرک اور اوہام باطلہ کی تیرہ و تار گھٹائیں چھٹ گئیں۔ فسق و فجور ختم ہوگیا۔ جن لوگوں کا پیشہ قتل و غارت گری تھا وہ آپ کی نظر سے ہادی بن گئے۔

تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے۔ کہ

Marfat.com

ؔ۱ حقیقت یہ ہے کہ بابا فریدؒ نے اپنی روحانی عظمت و کردار کی بلندی اور دردمندی خلق سے چشتیہ سلسلہ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے اور ان کے زمانے میں سلسلے کے اثرات کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ اس کے نظام اصلاح و تربیت نے ایک مستقل شکل اختیار کر لی۔ اور مریدین کا ایک ایسا طبقہ تیار ہو گیا جس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم کرا دیں۔

شیخ محمد اکرام نے آبِ کوثر میں لکھا ہے کہ

"مغربی پنجاب میں کامیاب اشاعت اسلام کرنے کے علاوہ آپ نے بڑے بڑے صاحبِ سطوت بزرگوں کی تربیت کی چشتیہ سلسلہ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دہلی میں رونق دی تھی لیکن خطہ ہند و پاکستان میں اس سلسلہ کو اصل وسعت و استحکام بابا فریدؒ کی ذات بابرکات سے نصیب ہوا اور فی الحقیقت انہیں اس سرزمین میں چشتیہ سلسلہ کا مؤسس ثانی کہا جا سکتا ہے۔"

حضرت بابا صاحب کی روحانی عظمت، کردار کی بلندی اور دردمندی خلق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ تمام اسلامی ممالک سے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ نیشاپور سے محمد شاہ۔ کرمان سے سید محمد اصفہان سے فخر الدین سیستان سے شیخ احمد۔ سمرقند سے رکن الدین۔ غزنی سے محمد شاہ۔ کابل سے حسام الدین۔ مکہ شریف سے علی وسط۔ ہند سے علی بہاری۔ اودھ سے داؤد بالی۔ اجمیر شریف سے وحید الدین نبیرہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ۔ ناگور سے شرف الدین آپ سے بیعت ہونے کے لئے آئے تھے۔ کافرستان سے بھی سیاہ کافروں کی ایک جماعت آپ کے جماعت خانہ میں مقیم ہوئی تھی۔

ؔ۳ ابن بطوطہ ساتویں صدی ہجری کا مشہور عالم سیاح ہے۔ وہ اپنی سیاحت کے دوران

ؔ۱ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۶۲ ؔ۲ لائف اینڈ ٹائمز۔ حضرت بابا فرید گنج شکر

ؔ۳ سفرنامہ ابن بطوطہ صفحہ ۸ جلد اول۔ حضرت برہان الدین اعرج اسکندریہ میں امام زمانہ صاحب علم والزہد والتواضع والورع کبار عباد و زہاد سے تھے۔

Marfat.com

جب سکندریہ پہنچا تو وہاں اس کی ملاقات اسکندریہ کے مرجع خلائق بزرگ حضرت برہان الدین اعرج سے ہوئی تھی ۱۔ انہوں نے ابن بطوطہ سے کہا تھا۔ اگر تمہاری ملاقات ہندوستان میں شیخ فریدالدین مسعودؒ سے ہو تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا۔

دہلی میں حضرت باباصاحبؒ کا قیام نہ کرنا سلسلے کے لیئے بہت سود مند ثابت ہوا کیونکہ دہلی کے سیاسی حالات نے وہاں کے علماء و مشائخ کو کسی نہ کسی طرح ملوث کرلیا تھا۔

حضرت بختیار کاکیؒ کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت بدرالدین غزنویؒ تھے وہ بھی بالواسطہ ان حالات سے متاثر ہوئے۔ ان کا ایک مرید نظام الدین خطیر دار تھا اس نے آپ کے لیئے ایک خانقاہ بنوادی۔ اور درویشوں کے لئے خورد و نوش کا انتظام کردیا۔ لیکن چند ہی دنوں بعد حساب کتاب میں پکڑا گیا۔ جس سے ان کا سکون برباد ہوگیا اور انہوں نے حضرت باباصاحبؒ کو ایک خط لکھا جس میں التماس کی تھی کہ میرے لیئے دعا کیجئے۔ تاکہ اس پریشانی سے نجات پاؤں۔

حضرت باباصاحبؒ کو لوگ عام طور پر ایک بہت بڑے بزرگ کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں۔ لیکن یہ حقائق تو بہت کم لوگوں کے علم میں ہیں کہ آپ نے کس کس خطے کو دولت اسلام سے مالا مال کیا۔ اور اسلام کے فروغ کے لئے کون کون سے کارنامے نمایاں انجام دیئے۔ اور بے دینی اور بد دینی کے اثر و نفوذ کو مٹانے کے لئے آپ نے کیا کیا کوششیں کیں۔ قرامطہ کی ملحدانہ تعلیم جو اس وقت عام طور پر لوگوں کے دل و دماغ کو متاثر کر رہی تھی۔ اس کا توڑ کس طرح کیا۔

عبداللہ میمون ایرانی کا شاگرد احمد قرامطہ تھا۔ اس کے متبعین اسلامی ملکوں میں لوگوں کو اس عقیدہ کی طرف زور و شور سے بلا رہے تھے کہ جنت و دوزخ کوئی شے نہیں ہیں۔ نہ آخرت میں نیکیوں کی جزا ملیگی اور نہ برائیوں کی سزا۔ جو کچھ کرنا ہے یہاں کرلو وغیرہ وغیرہ۔

جن دنوں اس عقیدہ کا پرچار زور و شور سے اسلامی ممالک میں ہو رہا تھا باباصاحبؒ اسلامی ملکوں کا دورہ کر رہے تھے۔ ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا ہونے کی حیثیت

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۵۰

Marfat.com

سے آپ نے ان گمراہ کن خیالات و عقائد کی شدت سے مخالفت کی اور اس کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیئے۔

صوفیوں کو حجروں میں نکما بیٹھے رہنے کا طعنہ دینے والے چھٹی صدی ہجری کے اس دور کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں کہ قرامطہ کے اس سیلاب گمراہی کو جس نے سندھ سے نیل تک کے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کس طرح ان حجرہ نشین صوفیوں نے سد سکندری باندھ کر روکا۔ بلکہ گمراہوں کو نور ایمان سے مزین کر دیا۔

مغلوں کی خون آشامیاں کس سے پوشیدہ ہیں۔ بغداد کی تباہی کے بعد مسلمانوں میں جو قنوطیت اور افسردگی پیدا ہوئی تھی۔ اس کا علاج اگر یہ حجرہ نشین نہ کرتے۔ تو آج مسلمان کہاں ہوتے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ کہ مغلوں کی اس تیز و تند آندھی سے چراغ اسلام گل ہوا چاہتا تھا۔ کہ صوفیوں کا ایک گروہ جن میں حضرت باباصاحبؒ بھی شامل تھے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان میں نکل آیا۔ قدم قدم پر ان مردانِ حق کا راستہ مصائب و آلام نے روکا۔ بڑی سے بڑی عقوبت سے ان کو ڈرایا گیا۔ مگر ان اللہ والوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور آخر دینِ حق کو سربلند کر کے چھوڑا۔ بلکہ مغلوں کی خون آشام تلوار ہی کو اسلام کا محافظ بنا دیا۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی تائید تاریخ بھی کرتی ہے۔

قرامطہ نے دینی پردہ میں جو بے دینی اور بد دینی پھیلائی تھی اگر علمائے صوفیہ بروقت اس کا مقابلہ نہ کرتے اور دینِ اسلام کے محافظ کے فرائض انجام نہ دیتے تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آج مسلمان باقی رہتے۔

حضرت باباصاحب نے اس زمانہ میں ایک عالم اور ایک صوفی ہونے کی حیثیت سے ممالکِ اسلامیہ اور ہندوستان میں جو خدمات انجام دی ہیں۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ تاکہ تاریخ کا طالب علم اس حقیقت سے آشنا ہو جائے کہ اسلام پر جب کبھی برا وقت آیا ہے تو حجرہ نشین صوفیا فوراً اس کی مدد کے لئے میدان میں آ گئے۔

پروفیسر ایچ اے آر گب نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ
"اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب

ملہ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۰

Marfat.com

نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا۔ اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا۔ کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی"

سرزمین ہند پر مسلمان بادشاہوں کے جاہ وجلال کا پرچم صدیوں تک لہراتا رہا۔ لیکن انہوں نے کبھی اس سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام نہ دیا۔ پاک وہند میں جو آج کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں۔ ان کا وجود صوفیائے کرام کی تبلیغی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔

علامہ سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ یہاں کی روحانی تاریخ کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کو اگرچہ غور وغزنی کے بادشاہوں نے فتح کیا۔ مگر اس فتح سے پہلے ہندوستان کی روح کو خانوادہ چشت کے روحانی تاجدار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ نے فتح کر لیا تھا

صوفیائے کرام کی تبلیغ واشاعت دین کے دو پہلو تھے۔ ایک نام کے مسلمان کو پکا دیندار اور متقی پرہیز گار بنانا۔ اور پھر ان کی باطنی تعلیم وتلقین کرنا۔ اور مدارج سلوک قطع کرانا۔ دوسرا غیر مسلموں کو اپنے اخلاق ومحبت کی کشش سے کفر وشرک کے تاریک غار سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا۔ انگریز مورخین نے لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ نے ہندوستان میں کئی لاکھ آدمی مسلمان کئے۔ خزینۃ الاصفیا کے مفتی غلام سرور نے ایک درویش خواجہ ابو اسحٰق گازرونی ؒ کے متعلق لکھا ہے کہ

"بست وچہار ہزار کس بر دست شیخ مسلمان شدند وقریب صد ہزار اہل اسلام پیش شیخ تائب گشتہ در حلقۂ ارادت شیخ آمدہ بودند"

لیعنی چوبیس ہزار آدمی شیخ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور تقریباً ایک لاکھ مسلمان شیخ کے سامنے تائب ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے

صوفیائے کرام نے جس احسن طریقہ سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ان میں چشتی بزرگوں کا طریقہ تبلیغ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ عین اس وقت جب ہندوستان میں رنگ ونسل کا امتیاز پورے عروج پر تھا۔ حضرت شیخ العالم بابا صاحب ؒ نے اپنے جماعت خانہ کے دروازے ہر کس وناکس کے لئے کھول دیئے تھے۔

Marfat.com

ملتان کی سہروردی خانقاہ میں داخلہ کے لئے بادشاہ وقت سے باضابطہ اجازت لینی پڑتی تھی۔ لیکن حضرت باباصاحبؒ کے جماعت خانہ کا دروازہ آدھی رات تک امیر، غریب، فقیر، مسکین، عورت، مرد سب کے لئے کھلا رہتا تھا۔ کسی پر پابندی نہ تھی۔ نہ کسی کو کسی پر فوقیت۔ یہاں تک کہ بادشاہِ وقت بلبن بھی جب آپ کے حضور حاضر ہوا تو اس طرح جس طرح ایک عام آدمی حاضری دیتا ہے۔

سلاطین اور امراء اپنی رزم آرائیوں میں مصروف تھے، مگر فقراء کے جماعت خانے اور خانقاہیں محبت و اخلاص سے معمور تھیں۔ ہندو مسلمان فقراء حضرت باباصاحبؒ کے جماعت خانے میں ایک جگہ بیٹھ کر عالم علوی و سفلی پر تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ اس طرح کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غیر مسلموں کو جو اسلام سے اجتناب اور تعصب تھا۔ وہ جاتا رہا۔ اور ان کو اسلام کی اعلیٰ تعلیم سننے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ مسز جے این مدن نے اپنی کتاب پنجابی صوفی شعراء میں لکھا ہے کہ

"مسلمانوں نے جب شمالی ہند کو فتح کیا۔ تو صوفی لوگ بھی اس ملک میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اسلام کا یہی طبقہ رواداری۔ امن پسند اور صلح کل تھا۔ بزور شمشیر اور پرجوش علماء اور غازیوں کے ذریعے اسلام کا پھیلایا جانا ہندوؤں کو متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ جو اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن اسلام جس کی نمائندگی صوفیائے کرام کرتے تھے، ہندوؤں کے لئے کشش کا باعث تھا۔ جو لوگ برضا و رغبت اسلام میں داخل ہوئے ان کی تبدیلی مذہب بلاشبہ صوفیوں کی تعلیم کا نتیجہ تھی"

جس زمانے میں حضرت باباصاحبؒ اجودھن تشریف لائے ہیں تو شہر اور مضافات میں بکثرت غیر مسلم قومیں آباد تھیں۔ اور یہ لوگ سخت وحشی، اوہام پرست، جاہل اور چھوت چھات کے مریض تھے۔ حضرت باباصاحبؒ نے ان کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا۔ یہاں آپ کی ذات گرامی کے فیض سے ہزاروں آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور سینکڑوں آپ کے ذریعہ اقطاب، ابدال، اوتاد کے مدارج پر فائز المرام ہوئے۔ آپ کی نظر کے اثر سے گمراہ ہادی اور چور ولی بن گئے۔

۱۔ عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۱۴۰ شیخ رکن الدین سہروردی اپنی خانقاہ میں اس وقت تک کسی کو نہیں ٹھہراتے تھے۔ جب تک کہ بادشاہ وقت سے باضابطہ اجازت حاصل نہ کر لے۔

Marfat.com

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اِن دنوں خاص اجودھن شہر میں ایک مشہور و معروف جوگی رہا کرتا تھا۔ شہر والے اس کے معتقد تھے۔ آٹھویں دن تمام شہر کا دُودھ اس کی نذر کیا جاتا تھا۔ اور لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر کوئی شخص آٹھویں دن کا دُودھ جوگی کو نہ دے گا تو اس کے دودھ دینے والے جانور مر جائیں گے۔

ایک دن حضرت بابا صاحبؒ کے ایک مرید بازار دُودھ لینے گئے۔ تو ان کو معلوم ہُوا کہ آج بازار میں دُودھ نہیں آئے گا۔ کیونکہ آج کا دن تو جوگی اور اس کے چیلوں کا ہے تمام شہر کا دُودھ اُس کے پاس جائے گا۔

وہ بازار سے واپس آکر ایک مسلمان کے پاس گئے۔ جس کے پاس دُودھ کے جانور تھے۔ اُس نے بھی دودھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا اگر ہم نے جوگی کو دُودھ نہ دیا۔ تو ہمارے جانور مر جائیں گے۔ لہٰذا ہم اس سے ڈرتے ہوئے تم کو دُودھ نہیں دے سکتے۔

جب حضرت بابا صاحبؒ سے یہ معاملہ عرض کیا گیا تو آپ نے ان مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اسی سے دُعا مانگنی چاہیئے اور جو حقوق اللہ تعالیٰ کے تم پر واجب ہیں۔ اُن کو ادا کرتے رہو۔ اور فضول وہم اور خوف کو دل سے نکال دو۔ تم ہم کو دودھ دو یا نہ دو مگر یہ خیال دل سے نکال دو۔ کہ جوگی کی بددُعا سے تمہارے جانور مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اس گفتگو میں لوگوں کو ایمان و یقین کی حلاوت محسوس ہوئی اور انھوں نے دودھ آپ کو دیدیا اور جوگی کو دودھ دینے سے انکار کر دیا۔ جب جوگی مذکور کے پاس کم دودھ پہنچا تو ساتھ ہی یہ شکایت بھی کہ فلاں فلاں آدمی نے دودھ نہیں دیا ہے تو اس کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا۔ اور اُس نے کہا کہ صبح میں اس فقیر کو یہاں سے نکال دُوں گا۔

جوگی کے چیلوں نے جوگی کو بتایا کہ اس مسلمان فقیر کے یہاں مقیم ہو جانے کے سبب ہمارے پاس لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر فوراً اس کو یہاں سے نہ

حوالہ اقتباس الانوار صفحہ ۱۶۶

Marfat.com

لکالا گیا تو اس کے پاؤں جم جائیں گے۔ اور ہمارا اثر و رسوخ لوگوں پر سے جاتا رہیگا
صبح کو جوگی اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کو لے کر حضرت بابا صاحبؒ کے مقابلے کے لئے چلا۔ جیسے ہی آپ کے سامنے پہنچا اور اُس کی نظریں آپ سے چار ہوئیں۔ اللہ والے کی ایک نظر برداشت نہ کر سکا۔ اتنا متاثر اور خوف زدہ ہُوا کہ بے اختیار آپ کے سامنے اوندھا گر پڑا۔ اور اس کے ساتھ اُس کے سب چیلوں نے بھی اپنے اپنے سر زمین پر رکھ دیئے۔ آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا۔ سر اُٹھا۔ جوگی نے سر اُٹھایا آپ نے پوچھا کس ارادہ سے آیا ہے۔ جوگی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "حضور اب تو صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اپنا غلام بنا لیجئے۔" ؎

کافر صد سالہ را مومن کند دریک نظر   آں فرید الحق والدین خواجہ گنجشکرؒ

چنانچہ وہ جوگی اور اُس کے سب چیلے اُسی وقت حضرت بابا صاحبؒ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جوگی کے اسلام لانے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سب جگہ پھیل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق حضرت بابا صاحب کی دید کے لئے آنے لگے۔

حضرت کی ذات گرامی میں وہ جاذبیت اور کشش تھی۔ اور آپ کے اخلاق میں ایسی گیرائی تھی۔ کہ جو ایک دفعہ آپ کے پاس آجاتا۔ بس آپ ہی کا ہو جاتا تھا۔ صبح سے شام تک اسلام لانے والوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑے سے ہی دنوں میں آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے مسلمانوں کی قلت کثرت میں تبدیل ہو گئی۔ ستلج اور راوی کے کناروں پر جو قومیں آباد تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آپ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ آبِ کوثر میں ہے۔ کہ

"سر ایڈورڈ میکلیگن نے مختلف قبیلوں کا ذکر کرتے ہوئے بعض مشہور

Marfat.com

قبائل کے قبولِ اسلام کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ مثلاً راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے۔ جو اضلاع ملتان، منٹگمری اور جھنگ میں کثرت سے آباد ہے۔ یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اسی طرح وٹو قبیلہ کو جو ستلج کے دونوں بازوؤں پر ساٹھ میل دور تک اور علاقہ گوگیرہ میں آباد ہے۔ بابا فریدؒ نے مسلمان کیا تھا۔"

صاحب جواہر فریدی نے باب پنجم کی فصل سوم میں اس وقت کی غیر مسلم قوموں کا ذکر کیا ہے جو حضرت بابا صاحبؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں تھیں۔ جو نام انہوں نے اس وقت کی اقوام کے لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس وقت موجود ہیں۔ اور کچھ کا نام و نشان نہیں ملتا۔

مثلاً سرہنگوالیاں۔ بھٹیاں۔ ادھکاں۔ جھکروالیاں۔ ابکاں۔ ہکاں۔ ان قوموں کا نشان نہیں ملتا۔ البتہ سیال۔ کھوکھر، ڈھڈی، جربیئے، نیار بیٹے، بھاکری۔ میمنہ ڈوگر وغیرہ موجود ہیں۔

جو قومیں آج کل پاکپتن شریف اور اس کے نواح میں آباد ہیں ان میں سے اکثر راجپوت نسل کی شاخیں ہیں جو اپنے اپنے قدیم سربراہ کے نام سے معروف ہیں مثلاً مانیکے، لالیکے، آکوکے، مل لیکے، کاکوکے، بہاموکے، مجیدے کے، کھوکھر ڈھڈی، چوہان، وٹو، ازرگر وغیرہ۔

ان قوموں اور گوتوں کے سربراہ آج بھی اس بات کے معترف ہیں کہ ہمارا مسلمان ہونا حضرت بابا صاحبؒ کا مرہونِ منت ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے جماعت خانہ میں ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی۔ سینکڑوں مفلس اور پریشان حال انسان دور دور سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ ہر ایک کی دلداری کرتے ان کے لئے دعائیں کرتے اور ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرتے تھے۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ

؎۱ ہیچ کس بخدمت الیشاں نیامدے کہ اورا چیزے نصیب نہ کردے

؎۱ سیر الاولیا صفحہ ۷۰

یعنی کوئی شخص آپ کی خدمت میں ایسا نہ آتا کہ آپ اُسے کچھ نہ دیتے ہوں۔

طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت سینکڑوں میل کی مسافت طے کرکے یہاں پہنچتے اور آپ کی باطنی توجہ سے کامیاب و کامران واپس جاتے۔ آپ کی خدمت میں علماء کی جماعتیں، فقراء کے گروہ، قلندروں اور مسکینوں کی ٹولیاں آتی تھیں اور ہر وقت حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ امراء و رؤسا، شاہی ملازم، تاجر، عامی غرضیکہ حضرت کا دروازہ ہر آنے والے کے لئے آدھی رات تک کھلا رہتا تھا۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ

ع۱ "و بعضا بیم نیم شب کم و بیش بنشستندے یعنی پیوستہ در باز بودے و طعام و نعمت موجود از کرم خدائے تعالیٰ آینده و رونده را ازاں نصیب شدے۔

یعنے تقریباً آدھی رات تک آپ کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ اور قسم قسم کے کھانے اور نعمتیں اللہ تعالےٰ کے کرم سے ہر آنے والے کو عطا فرماتے تھے۔

عجب قوت اور عجب زندگانی تھی۔ کہ شاید کبھی آدمی کو میسر آئی ہو۔ آپ کا لطف و کرم عام تھا۔ آپ ہر نو وارد اور پرانے واقف کار سے یکساں برتاؤ کرتے تھے کبھی نئے آنے والے کے دل میں یہ خلش نہ رہتی تھی۔ کہ حضرت کا برتاؤ فلاں شخص کے ساتھ زیادہ اچھا ہے۔ اور چونکہ میں نو وارد ہوں اس لئے میں ایسی مہربانی سے مشرف نہیں ہوا۔

ع۲ اگر کسے بخدمت شیخ ایں جا مدے کہ ہرگز نیامدہ بودے و دیگر کسے کہ حاضر بودے و آشنا چندیں سالہ بودے۔ در محاورہ با او برابر بودے و در توجہ با ہر دو متساوی۔

یعنی اگر کوئی ایسا شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ پہلے کبھی نہ آیا ہوتا اور دوسرا ایسا آتا کہ چند سال کا واقف ہوتا۔ مگر حضرت کے نزدیک دونوں برابر

ع۱ سیر الاولیاء صفحہ ۶۴

ع۲ سیر الاولیاء صفحہ ۶۵

Marfat.com

ہونے اور آپ کی توجہ و مہربانی سے دونوں برابر مستفید ہوتے۔

الغرض حضرت بابا صاحبؒ نے سربراہِ سلسلہ چشت کی حیثیت سے ۴۰ سال الیی بے مثل خدمات انجام دیں۔ جس کا کما حقہ بیان مشکل ہے آپ ہی کی نظر کا فیضان ہے کہ سلسلہ چشت میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ اور مخدوم علی احمد صابرؒ جیسے آفتاب و مہتاب طلوع ہوئے۔ جن کے انوار سے پورا پاک و ہند جگمگا رہا ہے جناب محمد اکرم صاحب صابریؒ نے اپنی کتاب اقتباس الانوار میں تحریر کیا ہے کہ

"کمالات و خوارق عادات حضرت گنج شکرؒ از غایۃ تحریر و تقریر بیرون است و ازیں چہ زیادہ خارق عادت مر آنحضرت را خواہد بود کہ مثل حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی قدس سرہٗ مریدے داشتہ کہ چہار دانگ وسعت آباد ہندوستان را از نور ولایت خویش منور گردانید و عالمے را سبب ہدایت شد و حق سبحانہٗ اورا بہ خطاب سلطان المشائخ ممتاز ساختہ۔ و تاج کرامت بر سر او۔ و پیروان وے نہاد۔ چنانکہ تصرفات ولایتش اظہر من الشمس است و ہیچ احدے را ہرآں دست انکار نمیرسد۔"[1]

یعنی حضرت بابا صاحب کے کمالات و کرامات تحریر و تقریر سے باہر ہیں اور اس سے زیادہ حضرت کی کرامت کیا ہو گی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ان کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں۔ اور ہندوستان شرق سے غرب تک ان کے نور ولایت سے جگمگا رہا ہے۔ اور ان کی ذات گرامی ایک عالم کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا اور حق تعالےٰ نے ان کو شیخ المشائخ کے خطاب کے ساتھ ممتاز کیا۔ اور بزرگی و کرامت کا تاج ان کے اور ان کے پیروؤں کے سر پر رکھا۔ چنانچہ ان کی ولایت کے تصرفات اظہر من الشمس ہیں۔ اور اس سے کسی ایک کو انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔"

---

[1] اقتباس الانوار صفحہ ۵۰

Marfat.com

وجہ تسمیہ لقب گنج شکرؒ

حضرت باباصاحبؒ کے کئی لقب ہیں "گنج شکر" زیادہ مشہور ہے۔ اس کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی۔ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

سیر الاولیاء[1] اور سیر الاقطاب[2] کی روایات ایک ہے۔ اخبار الاخیار[3]۔ گلزار ابرار[4] خزینۃ الاصفیاء[5] اور تذکرۃ العاشقین[6] کی روایات ایک ہے۔ سیر العارفین[7] اور تاریخ فرشتہ[8] کی روایات اور ہی ہیں۔ ہمارے خیال میں ان سب روایات کو درج کر دینا فائدہ مند ہوگا۔ کیونکہ ایک روایت کی صحت سے دوسری کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ بلکہ ایک روایت سے دوسری کی توجیہہ اور تطبیق ہو سکتی ہے۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت باباصاحبؒ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے طے کا روزہ رکھا۔ تیسرے دن افطار کے وقت آپ کو ایک شخص کھانا دے گیا۔ آپ نے اس سے روزہ افطار کر لیا۔ تھوڑی سی دیر میں آپ کو اُلٹی ہوئی اور سب کھانا واپس نکل گیا۔ بعد نماز جب آپ اپنے مُرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مسعود تین دن کے طے کے بعد شرابی کے گھر کے کھانے سے روزہ افطار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ کھانا واپس نکل گیا۔ اب پھر طے کا روزہ رکھو اور جو کچھ غیب سے پہنچے اس سے افطار کرو۔ یہ سُن کر آپ نے اُسی وقت پھر تین دن کے طے کے روزے کی نیت کر لی۔ چھٹے دن افطار کے وقت کوئی چیز نہ ملی یہاں تک کہ نصف شب گذر گئی۔ تو آپ نے ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیئے جو شکر ہو گئے۔ لیکن آپ نے انہیں فوراً تھوک دیا۔ کہ مبادا شیطانی وسوسہ ہو۔ پھر کچھ دیر کے

---

[1] سیر الاولیاء از امیر خورد کرمانی [2] سیر الاقطاب از اللہ دیا چشتی [3] اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث [4] گلزار ابرار از غوثی شطاری۔ [5] خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری [6] تذکرۃ العاشقین از [7] سیر العارفین از مولانا جمالی۔ [8] تاریخ فرشتہ از ملا محمد قاسم فرشتہ۔

Marfat.com

بعد ایسا ہی ہوا۔ آخر تیسری مرتبہ پچھلی شب کو وہ کنکر جو شکر ہو گئے تھے آپ نے تناول فرمائے اور صبح جب آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو اُنہوں نے فرمایا۔

ؒ نیکو کردی کہ بداں افطار کردی۔ ہرچہ از غیب است نیکو است۔ بمرو ہمچو شکر شیریں خواہد بُود۔

ازیں جا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز را پیر شکر بار و گنج شکر خوانند۔

یعنی بہت اچھا کیا جو تو نے اُن سے روزہ افطار کر لیا۔ جو کچھ غیب سے ہے اچھا ہے۔ جا شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہے گا۔

اِسی وجہ سے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ العزیز کو پیر شکر گنج کہتے ہیں، یا پیر شکر بار کہتے ہیں۔

شکر کی بجائے نمک

شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی اور دوسرے تذکرہ نویسوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کچھ فرق سے یہ لکھا ہے۔ کہ ایک سوداگر اُونٹوں پر شکر لادے ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت بابا صاحبؒ کھڑے تھے۔ آپ نے سوداگر سے پوچھا۔ اُونٹوں پہ کیا لدا ہُوا ہے۔ اُس نے (آپ کو منگتا سمجھ کر) کہا۔ بابا نمک لدا ہُوا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر نمک ہو گا۔ سوداگر نے دہلی پہنچ کر بوروں کو کھولا۔ تو اس میں شکر کی بجائے نمک بھرا ہُوا تھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ہوش اُڑ گئے۔ اور اُس کو فوراً یاد آگیا۔ کہ اجودھن میں اُس نے جس فقیر سے جھوٹ بولا تھا۔ یہ اس کی زبان کی تاثیر ہے اسی وقت واپس روانہ ہُوا۔ اور اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اُس نے اپنی غلط بیانی پر انتہائی ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا "جھوٹ بولنا

ؒ سیر الاولیاء صفحہ ۶۸ و اخبار الاخیار صفحہ ۵۲

ؒ اخبار الاخیار صفحہ ۵۳

Marfat.com

بہت بُرا ہے۔ آئندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کرو۔ اور دل کو بدگمانی کے گناہ سے بھی بچایا کرو۔ پھر فرمایا۔ اگر وہ شکر تھی تو شکر ہو جائے گی۔

سوداگر حضرت کے پاس سے تائب ہو کر واپس اپنے اونٹوں کے پاس آیا اور ان کو کھول کر دیکھا۔ تو ان میں شکر بھری ہوئی تھی۔ بیرم خان خاناں نے اس واقعہ کو چند اشعار کے ذریعہ ادا کیا۔

کان نمک جہان شکر شیخ بحر و بر[1]
آن کز شکر نمک کند۔ واز نمک شکر

کانِ نمک و گنج شکر شیخ فرید ★ کز گنج شکر کانِ نمک گردید پدید ★
در کانِ نمک گر نظر گشت شکر ★ شیرینی ترا ازیں کرامتے کس نشنید

سیر العارفین میں مولانا جمالی سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ جس زمانے میں اپنے مرشد قطب عالمؒ کے حکم سے مجاہدہ کر رہے تھے۔ اور غزنی دروازہ کے قریب بُرج کے نیچے حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ برسات کا موسم آگیا۔ اور اس دفعہ بارشیں اچھی ہوئیں۔ حضرت بابا صاحبؒ حسب معمول ہر دن کے بعد جب اپنے مرشد کی خدمت میں جانے لگے تو راستہ بارش سے خراب تھا۔ اور آپ اس وقت نعلین چوبیں (کھڑاویں) پہنے ہوئے تھے۔ طے کے روزوں کے سبب آپ بہت نحیف اور کمزور ہو گئے تھے۔ کہ ایک جگہ آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپ گر پڑے۔ اور کچھ مٹی کھیتوں کی آپ کے منہ میں بھی چلی گئی۔ جو منہ میں جاتے ہی شکر ہو گئی۔ لیکن آپ نے اس کو تھوک دیا اور کلی کر کے منہ صاف کر لیا۔

جب آپ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب حال بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

فریدالدین مسعود! بایں پارہ گلی کہ در دہنت رسید و شکر گشت عجب نیست کہ حضرت تبارک تعالٰی وجود ترا گنج شکر گردانیدہ است ہموارہ

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۵۴

Marfat.com

شیریں خواہد بُود۔

یعنی فریدالدین مسعود۔ یہ تھوڑی سی مٹی جو تمہارے منہ میں پہنچ کر شکر ہوگئی ہے۔ عجب نہیں کہ حضرت حق تبارک تعالٰے نے تمہارے وجود کو گنج شکر بنایا ہو۔ تم ہمیشہ شیریں رہو گے۔

یہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور جب وہاں سے واپس اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں جہاں چند آدمی آپ کو ملتے تو وہ آپس میں آپ کی طرف اشارہ کرکے کہتے۔ ہوئے ہوتے یہ حضرت فریدالدین گنج شکر ہیں۔

تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو شکر کا شوقین دیکھ کر فرمایا کہ تم نماز پابندی سے پڑھا کرو۔ تو روزانہ تمہارے مصلیٰ کے نیچے سے شکر کی پڑیا نکلا کرے گی یہ سن کر آپ نے نماز شروع کر دی بعد رفتانہ والدہ ماجدہ کی رکھی ہوئی شکر کی پڑیا مصلیٰ کے نیچے سے نکل آتی تھی ایک دن والدہ صاحبہ شکر کی پڑیا رکھنی بھول گئیں مگر حضرت نے نماز پڑھ کر جو مصلیٰ کے نیچے ہاتھ ڈالا تو شکر کی پڑیا ہاتھ میں آگئی۔ والدہ نے پوچھا مسعود! تم نے نماز ادا کرلی۔ تو آپ نے فرمایا جی ہاں۔ میں نے نماز بھی پڑھ لی اور شکر بھی لے لی۔ والدہ صاحبہ کو یہ سن کر اور آپ کو شکر کھاتے دیکھ کر بہت حیرت ہوئی اور فرمایا "انشاء اللہ تو ضائع نہیں ہوگا

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۱۴ ۔ ۲؎ یہ فقیر مولانا جمالی نے یہ لکھا ہے۔ کہ جب میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوا ہوں تو حضرت باباصاحبؒ کے روضہ پر بھی حاضر ہوا تھا۔ اس وقت دیوان شیخ المشائخ شیخ محمد صاحب سجادہ نشین تھے۔ انہوں نے بھی میرے استفسار پر یہی روایت وجہ تسمیہ گنج شکر کی مجھ سے بیان کی تھی سیر العارفین صفحہ ۱۴

Marfat.com

مثل شکر کے شیریں ہو گا۔

ارباب سیر نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ چلہ معکوس کے آخری دن آپ کو غیب سے آواز آئی تھی۔ کہ اسے فرید! تیرے چلہ کو ہم نے قبول کر لیا۔ اور تجھے اپنے لئے چن لیا۔ اور آج سے تجھے گنج شکر کیا۔

الغرض ان تمام روایات کے پڑھنے سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو برگزیدہ کیا تھا۔ اور لطف و عنایت سے آپ کو گنجشکر لقب عطا فرمایا تھا۔

جماعت خانہ فریدیہ

مشائخ عظام اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کے لئے ان کو جماعت خانوں اور آباد مسجدوں میں قیام کے لیے ہدایت کیا کرتے تھے۔

چونکہ حضرت بابا صاحبؒ کی رہائش، جامع مسجد قدیم پاکپتن کے قریب تھی۔ اس لیئے آپ اپنے مریدوں کو ان کی اصلاح و تربیت کے لیئے اسی جگہ ٹھہراتے تھے۔ خود حضرت بھی رات دن اسی مسجد میں مشغول رہا کرتے تھے۔

جمالی کا بیان ہے کہ

"۱؎ نزدیک مسجد جامع منزلے ساختند۔ عیال الیشاں آنجا بودے وخود اکثر اوقات در آں مسجد مشغول می بودے با استغراقی تمام"

یعنی مسجد جامع کے قریب مکان بنایا گیا۔ ان کے بال بچے اس میں رہتے تھے اور خود اکثر اوقات اس مسجد میں پورے استغراق کے ساتھ مشغول رہا کرتے تھے"

یہ جماعت خانہ علم و فضل کا مرکز تھا۔ اس کے مدار المہام (RECTOR) حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاقؒ تھے۔ جو دہلی کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور وہاں ان کی درس گاہ تھی۔ جو ہندوستان کی قدیم دینی درسگاہوں میں اچھی شہرت رکھتی تھی

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۳۴

Marfat.com

ایک دینی مسئلہ کے حل کے لئے بہت سی کتابوں کے ساتھ بخارا جا رہے تھے۔ اجودھن میں بابا صاحبؒ سے ملاقات ہوئی اور وہ آپ ہی کے ہو گئے۔ آپ کے مکمل حالات کے لئے ہماری کتاب تذکرہ سید بدرالدین اسحاقؒ ملاحظہ فرمائیں۔

لوگوں کی اصلاح و تربیت کا کام کرنے والے اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انسان کے کردار کی بناوٹ اور اس کے افکار و احساس کی بلندی و پستی میں اُس کے ماحول کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ اپنے مریدوں کو اپنی صحبت میں رکھتے ہیں۔

مشائخ کی اصلاحی جدوجہد کا مرکز ان کی خانقاہیں یا جماعت خانے ہوتے ہیں جہاں طالب یا مریدین رہتے ہیں۔ یہ جگہ ایسی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ جہاں داخل ہو کر بڑے سے بڑے گنہگار کے خیالات ایک دم بدل جاتے ہیں۔ کیونکہ پاکیزہ ہم جلیس دین داری۔ تقویٰ، خلوص، شیخ کی نورانی صحبت اس پر ہر وقت یہ خیال قائم رکھنے کی ہدایت کہ خدا تعالےٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ انسانی قلوب پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر ماحول تبدیل نہ کیا جائے۔ تو اصلاح باطن کی تمام و کمال کوششیں اکثر رائیگاں جاتی ہیں۔

اگر کسی طالبِ صادق کا ہمنشیں ایک ایسا شخص ہو جائے۔ جو دینی جدوجہد میں بالکل دلچسپی نہ رکھتا ہو تو پھر نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہیں ہوتا۔

حضرت باباصاحبؒ کی اصلاحی جدوجہد کا آغاز دینی تربیت سے ہوتا تھا۔ اور آپ ارکانِ اسلام کی پابندی پر بہت زور دیتے تھے۔ معمولی سے معمولی شرعی فروگذاشت پر مواخذہ فرماتے تھے۔ اور مرید کرتے وقت ہر ایک سے عہد لیتے تھے کہ

[۲] با حضرت عزت عہد کردی کہ دست و پائے و چشم نگاہداری و بر نہج شرع باشی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یعنے میں حضرت رب العزت سے عہد کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کی خلاف شرع سے حفاظت کرونگا۔ اور احکام شریعت بجالاؤنگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

---

[۱] سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۰

[۲] سیر الاولیا صفحہ ۳۲۳

Marfat.com

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدینؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی حضرت باباصاحبؒ سے بیعت ہوتا تو آپ پہلے اس سے سورۃ فاتحہ پھر سورۃ اخلاص۔ پھر سورہ بقرہ کا آخری رکوع امن الرسول بما انزل الیہ تا آخر پھر شہد اللہ سے ان الدین عند اللہ الاسلام تک پڑھاتے (جس میں پورے اسلامی عقائد موجود ہیں)، اس کے بعد فرماتے کہ کہہ

"بیعت کردی بریں ضعیف و خواجہ ایں ضعیف و خواجگان خواجہ ما و بو پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم و با حضرت عزت عہد کردی کہ دست و پائے و چشم نگاہداری و بر نہج شرع باشی انشاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی بیعت کی تو نے اس ضعیف اور اس ضعیف کے خواجہ اور اُن کے خواجگان اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ تعالےٰ سے عہد کیا کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھوں کی حفاظت کروں گا۔ اور شریعت پر چلوں گا۔

اور جب کسی کو خرقہ پہناتے تو فرماتے

" ولباس التقویٰ ذالک خیر والعاقبۃ للمتقین "

یعنے لباس تقویٰ تو یہ بہتر ہے اور عاقبت تو پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

نیز طرح طرح سے لوگوں پر یہ بات واضح کرتے رہتے تھے۔ کہ ارکانِ اسلام کی پابندی کے بغیر روحانی ترقی ممکن نہیں ہے۔ راہِ طریقت کی پہلی منزل یہی ہے ؎

حضرت باباصاحبؒ کے جماعت خانہ میں کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہ ہوتا تھا بحث مباحثہ۔ دل آزار گفتگو پر پابندی تھی۔ سب زمین پر سوتے تھے۔ شب بیداری ہر وقت باوضو رہنا۔ نوافل کی کثرت۔ تلاوتِ کلام اللہ۔ ذکر و فکر۔ مراقبہ تقریباً سب کے لئے ضروری تھا۔ کتب خانہ سے ہر شخص مستفیض ہوتا تھا۔ ؎

جماعت خانہ کے مدار المہام سید بدرالدین اسحٰقؒ خود لنگر خانہ کے لیے جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ مولانا جمال الدینؒ ہانسوی اور سید محمد کرمانی کرپل کے

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۱ ؎ سید بدرالدین اسحٰق مہتمم آدرہے۔ ۲؎ سیر العارفین صفحہ ۲ جمال الدین ہانسوی از خلیفہ ولیہ
۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹ بحبت مطبع شیخ شادرخ العالم محمد ... [illegible]

پھل ڈیلہ، توڑ کر لاتے تھے ۔ مولانا حسام الدینؒ کابلی[۱] پانی بھرتے تھے اور برتن دھویا کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ان پھلوں کو درویشوں کے لئے اُبالتے اور خود حضرت کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ کبھی ان اُبلے ہوئے ٹینٹوں (ڈیلوں) میں نمک ہوتا تھا ۔ اور کبھی وہ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ شیخ کے ہاں جس رات درویشوں کو اُبلے ہوئے ٹینٹ (ڈیلہ) پیٹ بھر کر مل جاتے تھے ۔ وہ دن اُن کے لئے روزِ عید ہوتا تھا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ

"درآں شب کہ ڈیلہ یا گِل کریہ درخانہ شیخ سیری خوردیم مارا روزِ عید بودے"[۲]

جماعت خانہ میں کچھ درویش زنبیل گردانی کرتے تھے ۔ اس طرح جو روٹی حاصل ہوتی تھی وہ بھالوں سے اگر بچ جاتی تو درویشوں کے انطار میں کام آتی تھی۔[۳]

جماعت خانہ کے پرانے لوگ نوواردوں کے ساتھ پورے خلوص اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے تھے ۔ جس سے اُن میں مواخات قائم ہو جاتی تھی اور یہ لوگ جماعت خانہ کے پورے قواعد و ضوابط بڑی آسانی سے سیکھ جاتے تھے۔ غرضیکہ اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کے لیے جن پابندیوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ وہ سب اِس جماعت خانہ میں موجود تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے ۔ کہ صحبت میں بڑا اثر ہے ۔[۴] بُری صحبت کے اثر سے دل میں نجاست پیدا ہوتی ہے ۔ جو جسم کی نجاست سے بدرجہا بدتر ہے ۔ اور اس دل کی نجاست دھونے کے لئے آنسوؤں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ شیخ کامل کی صحبت سے انسان اپنے عیوبِ نفس سے آگاہ ہو جاتا ہے ۔ اور دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے ۔ حضرتِ ذوالنون مصریؒ نے فرمایا ہے ۔ کہ " غذا سے نفرت جسم کی بیماری کی علامت ہے ۔ اور یادِ الٰہی سے گھبراہٹ دل کی بیماری کی دلیل ہے ۔ اس کا علاج نیک صحبت ہے ۔ جہاں سے دل کو زندگی ملتی ہے"۔[۵]

---

۱ ۔ سیر العارفین صفحہ ۱۶ مولانا حسام الدین کابلی آب آوردے و دیگ ہائے مطبخ شستے۔

۲ ۔ اخبار الاخیار صفحہ ۵۲ و سیر الاولیاء صفحہ

۳ ۔ اخبار الاخیار صفحہ ۵۲

۴ ۔ قول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ۔ کہ در صحبت اثرے است ۔

۵ ۔ قول حضرت ابو الفتح رکن الدین سہروردیؒ اخبار الاخیار صفحہ ۲۶

مرشد کی تراش خراش اور اصلاح و تربیت کے بعد ہی آدمی انسان بنتا ہے حضرت امام قشیریؒ کے استاد حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا۔

شجرۃ التی تنبت بنفسہ بلا شروان	یعنی خودرو درختوں میں پھل نہیں آتے
کان لاثمر یکون بغیر لذۃ و سنۃ اللہ	اگر آتے ہیں تو بے لذت۔ اللہ تعالیٰ
جاریۃ علی انہ لابد من السبب لکما	کی سنت اسی طرح جاری ہے کہ سبب
ان التوالد والتناسل الصوری	کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح صوری
لایحصل بغیر الوالد والوالدۃ ،	توالد و تناسل کے لئے والد اور والدہ
کذالک التوالد المعنوی حصول	کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح معنوی توالد
بغیر المرشد متعذر ہ۔	بغیر مرشد ممکن نہیں۔

حضرت باباصاحبؒ کی تعلیم و تربیت اور صحبت کے اثر سے جماعت خانہ کے ہر فرد میں ایک تبدیلی ہو جاتی تھی۔ وہ تبدیلی کیا تھی؟ اگر اس کو بہت مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر لوگ مومن بن جاتے تھے اور مومن کی موت و زیست صرف خدا کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی وہ خدا کے لئے جیتا ہے اور خدا کے لئے ہی مرتا ہے۔ کہنے کے لئے تو یہ چھوٹا سا جملہ ہے مگر اس کی وسعت و گہرائی کا یہ عالم ہے کہ [illegible] جنت اور انعام الٰہی [illegible] اس سے بڑھ کر [illegible]

حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ اس گروہ فقراء کے پاس آنے جانے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے بدنصیب اور محروم نہیں رہا کرتے۔ وہ ابد الآباد ان سے [illegible] ہیں۔ اور ان ہی کے ساتھ دنیا سے جاتے ہیں۔ کیونکہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ وہ صوفیہ ہی اللہ تعالیٰ کے راستے کے سالک ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت ہے۔ ان کا راستہ سب سے زیادہ سیدھا ہے۔ ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر کل عقلاء کی عقل اور کل حکماء کی حکمت اور کل علمائے شریعت کا علم [illegible] ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہیں تو ممکن نہیں ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔۱؎

فقراء کی اس سلسلہ میں [illegible] کا مقصد و منشاء راز بندگی [illegible] ہوتا ہے کہ

۱؎ المنقذ من الضلال [illegible]

Marfat.com

لوگ خدا کے لیے بیٹھیں اور خدا کے لیے مریں۔

ولایت بادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

حضرت بابا صاحب کی تربیت کا ڈھنگ کچھ ایسا تھا۔ کہ اس سے برائی کی باتیں نہ ہو جاتی تھیں۔ دین و دُنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ نصیحت اور عبرت پذیری کے لیے ہوتا۔ تو اس سے بہتر نتائج اخذ کر کے ذہن نشین کرتے تھے۔ اگرچہ آپ نے مخلوق سے بچ کر گلیوں اور گنجان آبادیوں کو چھوڑ کر ایک ایسی غیر آباد ویران جگہ اپنے قیام کے لیے منتخب کی تھی مگر اس پر بھی مخلوق کی آمد و رفت کا کچھ شمار نہ تھا۔ حاجتمندوں اور سائلوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ جو کچھ لوگ سیم و زر اور نعمت ہائے گوناگوں نذر کے لئے لاتے تھے۔ آپ اُسے فوراً تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آنے والے پریشان ہیں کچھ نہ کچھ لے کر آتے ہیں [illegible] ان کو کچھ نہ کچھ دے دوں "

آپ ہر آنے والے کے ساتھ [illegible] محبت و اخلاق سے پیش آتے تھے اور اس [illegible] دلی [illegible] کا [illegible] دیا۔

حضرت [illegible] فرماتے ہیں کہ جس حضرت بابا صاحب کا [illegible] رنگ [illegible] ظاہر و باطن [illegible] تمام [illegible] ہو اور اس [illegible] گویا آپ کا ظاہر باطن ایک ہو۔

نمک کہاں سے آیا

[illegible] حضرت بابا صاحب کے [illegible] کچھ حال بیان کیا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت کی [illegible]

خدمت میں [illegible] آپ [illegible]

Marfat.com

جناب میں حاضر ہو رہے تھے۔ دُور و نزدیک ایک غلغلہ برپا تھا۔ عالم و عامی، فقیر و غریب، بادشاہ و رئیس کھنچے چلے آ رہے تھے۔ خود آپ کا یہ حال تھا۔ کہ اکثر جماعت خانہ اور گھر میں فاقہ ہوتا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ گذرتا تھا۔ جس میں ایک دو وقت صاف نہ گذر جاتے ہوں۔ جمالی نے لکھا ہے کہ "دراں ایام بجماعت خانہ حضرت شیخ الاسلام شرقی نما) بود اکثر در ایشاں در ہفتہ دو یگان یا سہ گا او روز فاقہ بودے"۔ یعنی ہفتہ میں دو تین دن فاقے گذرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کے لنگر خانہ میں کئی دن سے نمک نہ تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے خیال کیا۔ کہ حضرت آٹھ پہر میں ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے ہیں۔ اور کئی دن سے اس میں یہ ٹینٹ (ڈیلے) ہیں۔ اب اس میں نمک بھی نہیں ہے۔ لہذا تھوڑا نمک قرض لے کر اس میں ڈال دینا چاہیئے۔ یہ سوچا اور برابر کی دکان سے نمک قرض لے لیا اور ان اُبلے ہوئے ٹینٹوں میں ڈال دیا۔ جس وقت دسترخوان بچھایا گیا۔ اور حضرت باباصاحبؒ کے ہمراہ کھانا کھانے والے فقرا جمع ہو گئے۔ دعا پڑھنے کے بعد جیسے ہی حضرت نے لقمہ اُٹھایا۔ فوراً واپس رکھ دیا۔ اور فرمایا لقمہ گراں ہے۔ کوئی مشتبہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اتنا سُنتے ہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا حضور۔ لکڑیاں مولانا سید بدر الدین اسحٰقؒ لائے ہیں۔ ٹینٹ مولانا جمال الدین ہانسویؒ اور پانی مولانا حسام الدین کابلیؒ اور ان کو جوش اس فقیر نے دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ لقمہ گراں کیوں ہے۔ حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا۔ "نمک کہاں سے آیا؟" یہ سُن کر حضرت کانپ اُٹھے اور دست بستہ عرض کیا حضور کی ذاتِ گرامی کاشفِ حالات ہے۔ یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ آپ آٹھ پہر میں ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے ہیں۔ اور آج کئی دن سے بغیر نمک ٹینٹ ہی کھا رہے ہیں۔ میں نے اس لئے تھوڑا سا نمک قرض لے کر اس میں ڈال دیا۔ کہ شاید حضور ذوق سے تناول فرمائیں۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔

"نظام الدین اگر درویشاں بفاقہ میرند بہانہ برائے لذت نفس قرض نگیرند زیرا کہ قرض و توکل بعد المشرقین است۔ بہم راست نیاید"۔

ط سیر العارفین صفحہ ۲۱ تا ۲۲ سیر الاولیاء صفحہ ۔۔ در میں ایام تو بہت تصرف کم ۔۔۔

سیر العارفین صفحہ ۲۲ شاید مدیں طعام شبہ باشد سیر العارفین صفحہ

لینے اگر درویش فاقہ سے مر جائیں تب بھی لذتِ نفس کے لئے قرض نہیں لیتے کیونکہ قرض و توکل میں بعد المشرقین ہے۔ دونوں ایک جگہ نہیں سماتے۔ پھر فرمایا۔ اس کھانے کو دوسرے فقراء میں تقسیم کردو۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے اسی وقت عہد کیا کہ میں پھر تمام عمر قرض نہیں لونگا۔ جیسے ہی آپنے یہ عہد کیا حضرت باباصاحبؒ نے آپ کی طرف دیکھا۔ اور وہ گلیم جس پر حضرت اس وقت تشریف فرما تھے۔ آپ کو عطا کی اور فرمایا۔ کہ تم کو انشاء اللہ تعالےٰ قرض کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ لیکن اگر کسی کا تمہارے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کردینا۔

مندرجہ بالا واقعہ اس شہادت کے لیئے کافی ہے۔ کہ حضرت باباصاحبؒ دینیات کے ساتھ ساتھ معاملات کی صفائی پر بھی خاص زور دیتے تھے۔

لوگوں میں قرض ادا نہ کرنے کا عیب پڑانا ہے۔ لیکن اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔ حضرت باباصاحبؒ نے آج سے آٹھ سو سال پہلے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دی۔ اور اس گناہ کی جڑ یعنی قرض لینے پر ہی پابندی لگادی اور لوگوں کو بتایا کہ قرض کی ادائیگی اشد ضروری ہے۔ ورنہ قرض دار کی نیکیوں اور حسنات سے اس کی ادائیگی کی جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ فقراء کے لیئے تو قرض سم قاتل ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کے جماعت خانہ میں چار چار۔ پانچ پانچ آدمی ایک ایک کاسہ میں شریک ہوکر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اور یہ ایک جگہ کھانا اپنی اپنی مواخات کے اعتبار سے تھا۔ کھانا سب کا ایک ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت باباصاحبؒ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ۔ حضرت جمال الدین ہانسویؒ اور حضرت مولانا بدرالدین اسحقؒ ایک پیالہ میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ سیر العارفین میں مولانا جمالی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان لکھا ہے کہ

"مرا بخدمت شیخ و جمال الدین قدس سرہ و مولانا بدرالدین اسحقؒ را فرمان بود کہ دریک کاسہ تناول نمائیم"

۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ذمہ اس وقت ایک بزاز کے چند روپے تھے اور ایک شخص کی کتاب تھی۔ اس نصیحت کے بعد جیسے ہی آپ دہلی گئے۔ ان کا حساب پاک کیا۔ ۲۔ سیر العارفین ص

یعنی مجھے شیخ کا حکم تھا کہ میں جمال الدین قدس سرہ اور مولانا بدر الدین اسحقؒ کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھایا کروں۔

حضرت باباصاحبؒ کی اس روحانی تربیت گاہ کی معروف شخصیتیں کافی ہیں۔ مگر ہم یہاں چند کا ذکر کرتے ہیں۔

سیّد محمد کرمانیؒ اور حضرت باباصاحبؒ

روسائے کرمان میں سے تھے۔ زمینیں۔ باغات کھیتی جائیداد سب کچھ تھا ملکوں کی سیاحت کا شوق تھا۔ اسی لیے تجارت اختیار کرلی تھی۔ اپنا مال کرمان سے لاہور لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ واپسی میں اجودھن، حضرت باباصاحبؒ کی زیارت کرتے ہوئے ملتان جاتے تھے۔

ملتان میں آپ کے حقیقی چچا اور خسر سید احمد کرمانی رہا کرتے تھے۔ اور وہ ٹکسال کے مدار المہام تھے۔ اور بڑے معزز مانے جاتے تھے۔ صاحب سیر الاولیاء نے سید محمد کرمانی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ

"درکرمان[2] اسباب دنیاوی از قربات و باغات و اراضی بسیار بود"

آخر حضرت باباصاحبؒ کی صحبت نے اثر دکھایا اور سید محمد کرمانیؒ نے اپنا تمام اثاثہ (مال واملاک وغیرہ) خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ اور ترک علائق کرکے باباصاحبؒ کے درویشوں میں شامل ہوگئے۔ جب آپ کے چچا سید احمد کرمانی کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے آپ کو بہت سمجھایا اور کہا تم مجھ سے اتنا ہی مال لے لو جتنا تم نے راہ خدا میں تقسیم کیا ہے۔ اور میرے پاس ملتان میں سکونت اختیار کرلو۔ اگر فقراء کی صحبت کو دل چاہے تو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے پاس ہو آیا کرو اور کچھ دنیاوی شغل بھی جاری رکھو۔ آپ نے یہ سب باتیں بڑی سنجیدگی سے سنیں اور فرمایا "محبت[3] ازیں نامی شود" یعنی میرا دل ان سب سے بھر گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خار سودا ئے تو آویخہ در دامن دل
حیف باشد کہ باطراف گلستان نگرم

آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی رانی صاحبہ نے بھی اپنے خاوند کا دل سے ساتھ دیا۔ اور حضرت باباصاحبؒ کی مرید ہوگئیں۔ اور فقر و فاقہ اختیار کرلیا۔

۱۔ اخبار الاخیار ص۹۶ ۲۔ سیر الاولیاء ص۲۰۸ ۳۔ سیر الاولیاء ص۲۰۸

Marfat.com

جماعت خانہ کے افراد کے ساتھ آپ بھی جنگل سے کریل کے پھل لینے جایا کرتے تھے۔ مگر چونکہ عمر کا بڑا حصہ راحت و آرام میں گذرا تھا۔ اس لیئے سخت دھوپ اور گرمی میں کانٹے دار جھاڑیوں سے پھل بوہت تھوڑے توڑتے تھے۔ اور آپ کے نرم و نازک ہاتھ لہولہان ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ کو جب معلوم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا سید کے لیئے رعایت ہے۔ وہ جنگل سے ڈیلے لینے نہ جایا کریں ہم نے ان کی خدمت قبول کر لی ہے۔

آپ نے اٹھارہ سال حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں گذارے ہیں۔ اور جب حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو خلافت مرحمت فرما کر دہلی بھیجا تو آپ کو بھی ان کے ہمراہ دہلی بھیج دیا تھا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اجودھن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت سید محمد کرمانی کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ "در صحبت یک دگر باشید درمیان شما مواخات باشد"[1]
اسی مواخات کے سبب یعنے تم دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہا کرو۔ تمہارے درمیان بھائی چارہ ہے۔ آپ دہلی بھیجے گئے تھے۔ یہاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور آپ کے ہمراہیوں پر ابتداء میں بڑی سختی پیش آئی۔ کئی کئی دن صاف گذر جاتے تھے۔ صرف پانی سے روزہ افطار ہوتا تھا۔

اسی سختی کے زمانے میں سلطان جلال الدین خلجی نے حضرت خواجہ نظام اولیاءؒ کو ایک بڑی جاگیر کا فرمان بھیجا۔ آپ نے اس خیال سے کہ شاید سید فاقوں سے تنگ آ گئے ہوں، سید صاحبؒ کو تخلیہ میں بلایا اور پوچھا کہ جلال الدین خلجی کے فرمان کے متعلق آپ کا کیا مشورہ ہے۔ یہ سنتے ہی سید صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ

"اگر آپؒ نے جاگیر قبول کر لی۔ تو پھر ہم آپ کے گھر کا پانی بھی نہیں پئیں گے ہم نے مال و املاک و جاگیر ترک کر کے فقر اختیار کیا ہے"[2]

اتفاقاً کسی بات پر ان دونوں بزرگوں میں کچھ کدورت پیدا ہو گئی۔ تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ "نظام الدین محمد تو از فرزندان مائی بالنسب صحیح و سید محمد نیز از فرزندان من است"[3]
یہ خواب دیکھ کر آپ بیدار ہوئے۔ اور سید محمد کرمانی کی طرف چلے۔ وہ بھی خواب دیکھ

[1] سیر الاقطاب صفحہ ۱۷۲ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹ [3] سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹

Marfat.com

کر آپ کی طرف آ رہے تھے۔ صحن خانہ میں دونوں بغل گیر ہوئے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

۱۰ ربیع الاول ۷۱۱ھ کو نوّے سال کی عمر میں آپ نے دہلی میں انتقال کیا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چبوترہ یاراں میں دفن ہوئے۔ آپ کے قریب آپ کے صاحبزادگان اور پوتوں کے مزارات ہیں۔ اسی جگہ امیر خورد کرمانی کا مزار ہے جو آپ کے پوتے تھے اور جنہوں نے چشتیوں کی مشہور کتاب سیر الاولیاء تصنیف کی تھی۔ ان کے قریب ان کے والد سید نور الدین مبارک کرمانیؒ کا مزار ہے۔ یہ چھوٹی سی درگاہ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ نظام الدین میں داخل ہوتے ہی چشمہ دلکشا کے بائیں طرف واقع ہے اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ درگاہ کا انتظام اور عرس کا خرچ خاندان نبیرگان کرتا ہے۔

حضرت مولانا علی بہاری اور حضرت بابا صاحبؒ

آپ جماعت خانہ فریدیہ کے پرانے رکن تھے۔ وطن بہار تھا لیکن حضرت بابا صاحبؒ کی محبت و شفقت نے وطن چھڑا دیا تھا۔ فوائد الفواد میں حضرت امیر حسن علاء سجزی نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ نے اپنی ایک بیماری میں فرمایا کہ بدر الدین اسحاقؒ، علی بہاری اور نظام الدین اولیاءؒ تینوں آج رات شہر کے قبرستان جائیں۔ اور رات بھر مشغولِ حق رہ کر میری صحت کے لیئے دعا کریں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں گئے۔ رات بھر بیدار رہے۔ اور آپ کی صحت کے لیئے دعا کرتے رہے۔ علی الصبح جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا حضرت چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور چارپائی پر وہی چادر بچھی ہوئی ہے جس پر دن کو بیٹھے رہتے تھے۔ وہ اتنی چھوٹی تھی کہ پائنتی کھلی ہوئی تھی اور حضرت قطب الاقطابؒ کا عصا سرہانے رکھا ہوا تھا۔ مختصر یہ

علیہ امیر (۱) ضیاء (۲) محمود (۳) آپ کے چار بیٹے تھے (۱) سید نور الدین محمد مبارک کرمانی (۲) سید کمال الدین احمد کرمانی (۳) سید قطب الدین حسین کرمانی (۴) سید شمس الدین خاموش کرمانی۔

Marfat.com

تھوڑی دیر کے بعد آپ اس عصا کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے اور اپنے منہ پر پھیرتے تھے جیسے ہی حضرت کی نظر ہم پر پڑی۔ پوچھا رات قبرستان گئے تھے۔ اور میرے لیئے دُعا کی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی جی ہاں ہم سب ابھی وہاں سے واپس آئے ہیں۔ فرمایا تمہاری ان دعاؤں نے میری صحت پر کوئی اثر نہیں کیا۔ حضرت کے اس ارشاد پر ہم لاجواب ہو گئے۔ مگر مولانا علی بہاری نے جو ہم سب سے پیچھے کھڑے تھے۔ آہستہ سے کہا۔ حضور کی ذات گرامی کامل ہے۔ اور ہم ناقص ہیں۔ ناقصوں کی دُعا کاملوں کے حق میں کیسے اثر دکھائے۔

آپ نے مولانا علی بہاری کی یہ بات نہ سُنی تو میں نے ان کی یہ بات دُھرائی یہ سُن کر حضرت نے مجھے قریب بُلا لیا۔ اور فرمایا میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی ہے کہ

"ہر چہ تو از خدا بخواہی بیابی۔ بعد ازاں عصائے خود بمن داد"

یعنی جو کچھ تو اللہ تعالےٰ سے طلب کرے۔ وہ تجھ کو عطا فرمائے اس کے بعد اپنا عصا مجھ کو عنایت فرمایا۔ میں نے جھک کر شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد فرمایا آج رات پھر وہاں جاؤ اور میری تندرستی کے لئے دعا کرو۔

اس واقعہ کے بعد جب ہم حضرت کے پاس سے واپس ہوئے تو مولانا علی بہاری اور دیگر احباب مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اور انہوں نے مجھے مبارک باد دی۔

رات کو جب ہم لوگ حسب الارشاد شہداء کے قبرستان گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور شہداء کے قبرستان پر سقف نجیلہ بنا ہوا تھا ہم اس کی چھت پر چلے گئے۔ ہم نے وہاں کھانا کھایا اور پھر مشغول ہو گئے۔ اور ساری رات بیدار رہے۔

پچھلی شب میرے اندر ایک ذوق شوق پیدا ہوا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ دعا قبول ہو گئی۔ صبح کو جب ہم تینوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ پلنگ پر قبلہ رو آرام سے بیٹھے ہیں۔ آپ نے مجھے اور علی بہاری کو دیکھا تو فرمایا۔

"درویش نظام الدین چوں دعا ساختی در حق تو قبول است تو دعا کردی کہ مرا صحت شود در شب کردی آں نیز قبول افتاد"

عا فوائد الفواد صفحہ ۲۵ عا سیر العارفین صفحہ ۴۴ و در آخر شب استغراق و ذوق پیدا شد چنانچہ مرا یقین شد کہ ایں دعا بحضرت عزت قبول افتاد

عا سیر العارفین صفحہ ۴۴

Marfat.com

یعنی درویش نظام الدین چونکہ میری دُعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہے اس لیئے تم نے رات کو جو دُعا میری صحت کے لیئے کی تھی وہ بھی قبول ہوگئی۔ اب مجھے آرام ہے۔ پھر جس مصلّے پر اس وقت تشریف فرما تھے۔ وہ مجھے عنایت فرمایا۔"

حضرت علی بہاری ؒ درویش صفت اور بڑے بابرکت آدمی تھے اور حضرت باباصاحبؒ کے فیض صحبت نے ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

حضرت باباصاحبؒ اور خواجہ احمد سیوستانی

سندھ میں سیوَن شریف کے گرد و نواح کا علاقہ سیوستان کہلاتا ہے۔ لکی شاہ صدر اسٹیشن کا نام ہے جو سیون اسٹیشن کے قریب ہے اسی جگہ غار شاہ صدر الدین ہے جس میں چند روز حضرت باباصاحبؒ کا قیام بتایا جاتا ہے۔ خواجہ احمد بحکم الٰہی سیوستان سے اجودھن آئے اور حضرت باباصاحب کے مرید ہوئے۔ اور پھر وطن واپس نہیں گئے۔ بلکہ حضرت باباصاحبؒ کے حکم کے مطابق دہلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے پاس چلے گئے۔ آخیر تک وہیں رہے اور وہیں انتقال فرمایا اور چبوترہ یاران میں دفن ہوئے۔

باباصاحبؒ کے جماعت خانہ میں رہتے تھے۔ اور آپ کے وضو اور غسل کے لئے دریا سے پانی لایا کرتے تھے۔ حضرت باباصاحبؒ کی عادت شریفہ تھی۔ کہ ہر روز بلا ناغہ[۱] اور ایک روایت کے مطابق ہر نماز کے لئے غسل فرماتے تھے۔

ایک دن خواجہ احمد کی کمر میں سخت درد شروع ہوا یہاں تک کہ وہ اٹھنے بیٹھنے سے مجبور ہوگئے۔ اور باباصاحبؒ کے غسل کے لئے پانی نہ لاسکے۔ جب باباصاحبؒ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے خواجہ احمدؒ کو بلایا اور پوچھا کہاں درد ہے۔ خواجہ احمدؒ نے عرض کیا حضور کمر میں درد شدید ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان کو قریب بلایا اور ان کی کمر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا جاؤ پانی لاؤ۔

آپ کا دست مبارک کمر سے مس ہوتے ہی درد جاتا رہا۔ خواجہ احمدؒ سو سال سے زائد

۱۔ سیرالاولیاء صفحہ ۸۶

۲۔ سیرالاولیاء صفحہ ۲۸۶ ۔ ہر روز غسل فرمودے۔

Marfat.com

زندہ رہے۔ مگر پھر کبھی ان کی کمر میں درد نہیں ہُوا اور نہ ہی ان کی کمر خمیدہ ہوئی
ایک دفعہ خواجہ احمدؒ سے حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ میرے کپڑے دھو لاؤ۔ خواجہ احمدؒ دریا پر گئے۔ اور کپڑے دھولائے۔ اور حضرت کے سامنے پیش کر دیئے حضرت نے ان کو دیکھے بغیر فرمایا۔ ایک دفعہ اور دھولاؤ۔ حضرت خواجہ احمدؒ فرماتے ہیں مجھے حضرت کے ارشاد سے خیال آیا کہ اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔ کپڑے دھونے میں شاید مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے۔ میں یہ سوچتا ہُوا جا رہا تھا۔ تو مجھے یاد آگیا کہ میں نے پہلے کپڑے دھوئے تھے۔ اور بعد میں وضو کیا تھا۔ حالانکہ پہلے وضو کرنا چاہیئے تھا اس مرتبہ میں نے پہلے وضو کیا۔ تحیۃ الوضو کا دوگانہ پڑھا۔ پھر کپڑے دھوئے سکھائے اور لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا احمد! ایک مرتبہ اور دھولاؤ۔ میں پھر روانہ ہو گیا۔ اور سوچتا رہا کہ ضرور اس میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ آخر میں یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ میں نے کپڑے دھو کر درختوں پر ڈال دیئے تھے شاید جانوروں کی بیٹ لگ گئی ہو۔ اس مرتبہ میں نے پہلے وضو کیا۔ پھر کپڑے دھوئے پھر ان کو پاک وصاف خشک ریت پر سکھایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے ان کو منظور فرمایا۔

خواجہ احمد حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۱۰ سال کی عمر میں دہلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں آگئے تھے۔ اور بقیہ عمر حضرت ہی کے پاس رہے ان کی کمر میں جوانوں کی سی توانائی تھی۔ اور ان کی یہ کرامت تھی۔ کہ جو کم عمر بچے کسی نظر یا بیماری کی وجہ سے دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے۔ تو خواجہ احمدؒ ایسے بچوں کے ہونٹوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیتے تھے۔ جس سے بچے فوراً تندرست ہو کر دودھ پینے لگتے تھے۔

مولانا داؤد پالہی[1] (اودھی)

رودولی کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ جمالی نے لکھا ہے کہ

[1] جوامع الکلم صفحہ ۱۴۱۔ معارج الولایت صفحہ ۲۶۶۔ سیر العارفین صفحہ ۵۶۔ اور اخبار الاخیار صفحہ ۸۰۔ گلزار ابرار۔ خیر المجالس۔ خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۳۱۴

Marfat.com

محمود آباد۔ اودھ کے رہنے والے تھے۔ اوصاف حمیدہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ان کی غایت بزرگی کے سبب اکثر ان کا ذکر خیر اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت بابا صاحبؒ نے مولانا داؤدؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو سفر کے لئے ساتھ رخصت کیا۔ دونوں پیادہ پا تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ مولانا داؤد تیزی سے چلے اور مجھ سے آگے نکل گئے۔ جب کچھ دیر کے بعد میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہیں۔ میں بھی اُن کو چھوڑ کر دو کوس آگے نکل گیا۔ اور ایک اچھی جگہ دیکھ کر میں نے بھی نماز شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد مولانا آئے لیکن میرے پاس رُکے بغیر آگے چلے گئے۔ جب میں فارغ ہو کر آگے بڑھا تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں بھی رُکے بغیر آگے چلا گیا۔ اور نماز کی نیت باندھ لی۔ غرضیکہ یہ سارا سفر میں نے اور مولانا داؤد نے اسی طرح طے کیا۔ راستہ خطرناک تھا۔ جس میں جنگلی جانوروں کا ڈر بھی تھا۔ مولانا داؤدؒ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر چلے بھی جاتے تھے۔ مگر راستہ نہ بھولتے تھے۔ اور مجھ سے آن ملتے تھے۔ ان کا دستور تھا کہ بعد نماز صبح جنگل میں نکل جاتے تھے۔ اور وہاں ذکر کیا کرتے تھے دوران ذکر جنگلی ہرن اُن کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔ اور ان کے گرداگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ان کو دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ

"بعد[1] از نماز بامداد از خانہ بیروں آمدی و در بیابان رفتی و مشغول شدے آھواں می آمدند گرد بہ گرد او ایستادہ شدہ و چشم در ضیاء دہ تماشائی می کرد رحمۃ اللہ علیہ"

مولانا جمالی نے حضرت داؤد پالہیؒ کی بزرگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اودھ کا ایک بزاز نور دین نامی تھا۔ جو مولانا داؤدؒ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ نور دین کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ طبیبوں نے اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا۔ نور دین نے مولانا داؤد کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لڑکے کا تمام حال بیان کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور دُعا فرمائیں۔ تاکہ

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۱۷

Marfat.com

وہ اچھا ہو جائے۔

حضرت مولانا داؤدؒ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر نوردین سے فرمایا اگر تیرا لڑکا فی الفور تندرست ہو جائے تو تجھے تو خدا کے لیئے کیا دیگا؟ نوردین نے جواب دیا جو حضور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تجھے اپنے مال کا ایک تہائی حصہ دینا ہوگا۔ نوردین نے اقرار کیا۔ آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور پھر دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا جا دیکھ لے وہ تندرست ہو گیا ہے۔ نوردین فوراً گھر آیا۔ تو دیکھا واقعی لڑکا بالکل تندرست بیٹھا ہُوا ہے۔ جمالی کا بیان ہے کہ

"از برکتِ مولانا داؤد ہماں زماں پسر اوبرخواست چنانکہ ہیچ زحمتے نداشت"

یعنی حضرت مولانا داؤدؒ کی برکت سے اُسی وقت اُس کا لڑکا بیماری سے تندرست ہو گیا جیسا بیمار ہی نہ تھا۔

نوردین نے حسب وعدہ اپنا ایک تہائی مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ وہ مال لے کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راستہ میں اُس کو فقراء مساکین اور ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیا۔ اور جس وقت آپ اپنے جائے قیام پہ پہنچے ہیں۔ تو اس مال میں سے ایک پیسہ بھی آپ کے پاس باقی نہ تھا۔

"[1] مولانا مذکور تا بخانہ خود رسیدہ تمام آں مال را بفقراء بخشیدہ چنانکہ یک جیتلِ[2] ازاں درحق خود خرچ نہ کرد"

بعض کتابوں میں جو سیر الاولیا وغیرہ کتب سے کئی سو برس بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت مولانا کو حضرت باباصاحبؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال

حضرت باباصاحبؒ اور علی مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ

جماعت خانہ فریدیہ میں حضرت علی مکیؒ ایک قابل ذکر بزرگ تھے۔ ان کا وطن مکہ شریف تھا۔

---

[1] سیر العارفین صفحہ ۵۶

[2] جیتل ایک پرانا سکہ ہے۔ جو تقریباً ایک پیسے سے بھی کم کا ہوتا تھا۔

Marfat.com

جب فقراء کے ذریعہ علی مکی[1] کو حضرت بابا صاحبؒ کا حال معلوم ہوا تو زیارت کے لیئے مکہ شریف سے پیدل اجودھن آئے تھے۔ وہ اپنی اس سیاحت کے عجیب وغریب واقعات بیان کیا کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے کرمان کے قاضی کا واقعہ سنایا جو ہم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ذریعہ فوائد الفواد سے نقل کرتے ہیں کہ

"ایک دن قاضی کرمان کے ہاں سماع کی مجلس تھی۔ اس مجلس میں ایک نووارد بھی شریک ہوا۔ جو کمزور اور ضعیف تھا۔ اور یہ بغیر بلائے شریک ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے شہر کے علماء اور فقراء ہی کو دعوت دی تھی۔ یہ عام مجلس نہ تھی۔ یہ درویش آیا۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جیسے ہی سماع شروع ہوا۔ اس درویش میں حرکت پیدا ہوئی اور کچھ دیر بعد وجد کے لیئے کھڑا ہو گیا۔ قاضی صاحب کو یہ بات بہت ناگواری گزری وہ چاہتے تھے کہ پہلے کوئی معروف بزرگ یا صدر مجلس وجد کے لئے کھڑا ہوا۔ آخر ان سے رہا نہ گیا۔ اور انہوں نے زور سے آواز دے کر کہا "اے درویش بیٹھ جا" درویش کو یہ بات بہت گراں گزری۔ مگر وہ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد خود قاضی صاحب کو کیفیت ہو گئی۔ اور وہ وجد کے لیئے کھڑے ہو گئے جیسے ہی وہ کھڑے ہوئے درویش نے پرہیبت آواز سے قاضی کو بیٹھنے کے لیئے کہا جس سے تمام مجلس لرز گئی حضرت شیخ المشائخؒ فرماتے ہیں کہ۔

"درویش[2] بانگ بر قاضی زد وگفت قاضی بنشیں بایں نوع ایں سخن گفت کہ ہیبتے در دل حاضراں درآمد و قاضی بر جائے خود نشست"

قاضی کی کیفیت سلب ہو گئی اور وہ بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد سماع ختم ہوا سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ درویش مذکور بھی چلا گیا۔ مگر قاضی جی بیٹھے رہے ان سے نہ اٹھا گیا۔ سات سال بعد وہ درویش پھر آیا۔ اور قاضی کے پاس آکر کہا، قاضی کھڑا ہو۔ قاضی کھڑا نہ ہوا تو پھر اس درویش نے کہا کہ

[3] "ہلا ہمچنیں نشستہ باش وہمچناں ہمیراں بگفت وبیروں آمد،،

---

[1]-[2] فوائد الفواد صفحہ ۱۵۷

[3] فوائد الفواد صفحہ ۱۵۸

Marfat.com

یعنی اچھا اسی طرح بیٹھا رہ۔ اور اسی طرح مرجا۔ یہ کہا اور باہر آگیا۔ جب وہ باہر نکل گیا۔ تو قاضی نے لوگوں سے کہا یارو دیکھنا یہ درویش کدھر گیا۔ اس کو بلاؤ۔ میں اس سے معافی مانگوں۔ لوگ دوڑے مگر اس درویش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اور کچھ دن بعد قاضی صاحب اسی طرح بیٹھے بیٹھے وصال فرما گئے۔ حضرت علی مکی حضرت باباصاحب کے تربیت یافتہ بڑے زبردست بزرگ تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء[1] انکے متعلق فرماتے ہیں

"مردے نیک بود بابرکت بارہا گفتے۔ کہ خدایا مراجائے مرگ دہی کہ در شہر خود باشم و نہ بداں جائے کہ نیت دارم یعنے ہم درمیاں راہ چناں کہ کسے مرا نہ داند و نشناسد در چناں جائے مرا مرگ دہی"

یعنی وہ ایک بہت بابرکت مرد تھے۔ بارہا دُعا مانگتے کہ اے خدا مجھے ایسی جگہ موت دینا کہ میں نہ اپنے شہر میں ہوں۔ اور نہ اُس جگہ جہاں کا ارادہ ہو۔ یعنی راستہ ہو جہاں کوئی مجھے جانے نہ پہچانے۔

ایک مرتبہ حضرت علی مکی چند یاروں کے ساتھ حضرت باباصاحب سے رُخصت ہوئے ان کے احباب حوالی اجودھن میں مقیم ہوئے۔ علی مکی پھر باباصاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت باباصاحب نے فرمایا کہ "تم کو رخصت کر دیا تھا" اُنہوں نے عرض کیا "کہ میرے احباب نے قیام کر لیا ہے میں نے خیال کیا کہ اُن کے پاس رہنے سے حضور کی خدمت میں رہنا بہتر ہے۔ اس لئے حاضر ہو گیا ہوں" آپ نے فرمایا "مرحبا" پھر شام کو علی مکی رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن پھر آگئے۔ تیسرے دن جب وہ پھر آئے تو حضرت باباصاحب نے لنگر خانہ سے دو روٹیاں منگا کر دیں۔ اور رخصت کر دیا۔ پھر وہ واپس نہ آئے۔

علی مکی آخر میں بدایوں میں مقیم ہو گئے تھے۔ اُن کی دُعا کے مطابق اُن کا انتقال اس طرح ہوا کہ وہ بدایوں روانہ ہوئے۔ راستے میں بیمار ہو گئے۔ جب قصبہ "مخلانہ" سے باہر آئے بیماری نے شدت اختیار کر لی اور بدایوں پہنچنے سے پہلے انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کر دیئے گئے۔

[2] ان کی دعا یہ تھی کہ الٰہی مجھے موت ایسی جگہ آئے کہ جہاں میرا کوئی واقف اور شناسا نہ ہو

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۱۵۵ [2] فوائد الفواد صفحہ ۱۵۶

یعنی راستہ میں میرا انتقال ہو۔

حضرت باباصاحبؒ اور مولانا یوسف ہانسوی

جن دنوں حضرت باباصاحبؒ کا قیام ہانسی تھا۔ وہاں کے ایک مولوی صاحب یوسف نامی آپ کے مرید ہوئے تھے۔ جب آپ اجودھن آگئے۔ تو وہ آپ کے ہمراہ یہاں آگئے۔ ان کی خواہش تھی کہ حضرت باباصاحبؒ مجھے کہیں کی ولایت و خلافت عطا فرمادیں۔ مگر اس کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔

ایک دن گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت حضرت باباصاحبؒ اپنے زنانخانہ سے باہر تشریف لائے۔ اور تمازت آفتاب سے بچنے کے لیئے دیوار کے سائے کی طرف بڑھے۔ اس وقت حضرت مولانا جمال الدین ہانسویؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سید بدرالدین اسحٰقؒ اور حضرت مولانا یوسف ہانسوی بھی آگئے۔ اور مولانا یوسف نے آگے بڑھ کر تلخ و ناپسندیدہ لہجہ میں حضرت باباصاحبؒ سے یوں خطاب کیا۔

عـ۲ مارا چندیں سال است کہ خدمت شیخ می کنم و ملازمت میںنمائم۔ ہیچ نعمتے نمی یابم۔ بسیار کساں در پس من بخدمت حضرت شیخ رسیدند۔ نعمت خلافت یافتند و از حضرت شیخ خرقہ پوشیدند و باطراف و جوانب تعین گشتند و نازونعمت می ربایند و مریداں گیرند و فتوحات وافری ستانند مگر من در شب و روز خدمت می کنم خواری و خرابی میکشم وغیرہ۔

یعنی کافی عرصہ گذر گیا کہ میں شیخ کی خدمت کرتا ہوں اور آپ کی ملازمت میں ہوں۔ مگر مجھے کوئی خاص نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ بہت سے لوگ ہیں جو میرے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ان کو نعمت خلافت مل گئی۔ اور وہ شیخ کے ہاتھوں سے خرقہ پہنے ہوئے ہیں۔ اور ان کا تعین اطراف و جوانب میں مناسب جگہوں پر ہوگیا ہے۔ وہ نعمت حاصل کر رہے ہیں۔ لوگوں کو مرید بنا رہے ہیں۔ ان کو فتوحات مل رہی ہیں۔ مگر میں کہ شب

عـ۱ فوائد الفواد صفحہ ۱۳۱، ۳۲۔ سیر العارفین ۵۸۔ سیرالاولیا ۸۸

عـ۲ سیر العارفین صفحہ ۵۸

Marfat.com

روز خدمت کرتا ہوں۔ خواری و خرابی میں مبتلا ہوں۔

یہ اور اسی طرح کے غیر مناسب الفاظ یوسف نے حضرت سے کہے۔ آپ نے بڑے تحمل کیساتھ یوسف کی بات سُنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یوسف کی اس گستاخی پر کئی دفعہ خیال آیا کہ اس کو جواب دوں۔ مگر حضرت کی موجودگی میں جواب دینا بے ادبی تھا۔ اس لیے چپ رہا۔

حضرت بابا صاحبؒ نے یوسف سے بڑی محبت کے ساتھ فرمایا یوسف

۱؎ ہر کسے نعمت بر حسب قابلیت می یابد از ما ہیچ تقصیرے نیست از تو

نیز قابلیتے می باید تا بدیں دولت مشرف گردی"

یعنی ہر شخص اپنی قابلیت و صلاحیت کے مطابق نعمت پاتا ہے۔ میری طرف سے تیرے معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں ہے۔ تجھ میں بھی تو قابلیت و صلاحیت ہونی چاہیئے۔ تاکہ اس دولت سے مشرف ہو سکے۔

۲؎ از جانب من تقصیرے نیست از جانب تو استعدادی و قابلیتے می باید

و نیز من از آن خود میکنم اگر خدائے تعالیٰ ندہد آں را چہ تواں کرد"

میں تیری طرف سے کوتاہی نہیں برتتا۔ تجھ میں بھی تو صلاحیت و قابلیت ہونی چاہیئے۔ میں تو اپنا کام کرتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ عطا فرمائے تو کیا کیا جائے۔

حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ قریب کے مکان سے ایک ۵ سالہ لڑکا باہر آیا۔ اور ہم سب کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی ہمارے قریب آکھڑا ہوا۔ حضرت کے سامنے کچھ فاصلہ پر اینٹوں کا ڈھیر تھا۔ آپ نے اُس بچے سے اینٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان میں سے ہمارے لیئے ایک اینٹ اُٹھا لاؤ۔ وہ لڑکا گیا اور اُن اینٹوں میں سے ایک صاف ستھری اینٹ اُٹھا لایا۔ آپ نے اُس سے پھر فرمایا ایک اینٹ (مولانا) نظام الدین کے لیئے اُٹھا لاؤ۔ وہ ایک اچھی اینٹ اُٹھا لایا۔ آپ نے ۱ مرفرمایا۔ ایک اینٹ مولانا جمال الدین کے لیے اُٹھا لاؤ۔ بچہ گیا اور ایک عمدہ اینٹ لا کر ان کو دے دی۔ آپ نے فرمایا ایک اینٹ (مولانا) یوسف کے لیئے بھی لا دو۔ وہ بچہ پھر اینٹوں کے ڈھیر کے پاس گیا۔ اور کچھ دیر اینٹوں کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک ٹوٹی ہوئی خراب اینٹ جو آدھی سے بھی کم تھی۔ اُٹھا لایا۔ اور مولانا یوسف کو دیدی۔ مولانا یوسف درمیان میں کھڑے تھے آپ نے مولانا یوسف کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ یوسف تیرا نصیب ان کے برابر نہیں ہے

۱؎ سیر العارفین ص ۵۸ ۲؎ فوائد الفواد ص ۲۳۳

Marfat.com

یہ اللہ تعالٰے کی بخشش و عطا ہے۔ میری کوتاہی نہیں ہے تجھ کو اللہ تعالیٰ کی عطا پر راضی رہنا چاہیئے۔

من چہ کنم چوں نصیب تو مساوی دیگراں نباشد۔ ایں قسمت خدا است
ہر آنچہ دہد راضی باید بود و شکر باید نمود"

یعنی میں کیا کروں جب کہ تیرا نصیب ان دوسروں کے برابر نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ وہ جو کچھ عطا فرمائے اس میں خوش رہنا چاہیئے۔ اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ ہی مولانا یوسف اوچہ گئے جب واپس آئے تو وہاں کے چند فقراء کی بڑی تعریف و توصیف کی حضرت بابا صاحبؒ نے ان کی باتوں کو سنا۔ اور پھر وضو کے لئے اُٹھے اور دیر تک واپس نہ آئے۔ تو مریدین نے مسجد کے اندر باہر گھر میں سب جگہ آپ کو تلاش کیا۔ مگر آپ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کچھ دیر بعد آپ مسجد میں آئے تو مولانا یوسف نے عرض کیا۔ حضور کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا یوسف! تم نے فقرائے اوچہ کی ایسی تعریف کی کہ مجھے ان کی دید کا شوق پیدا ہو لہٰذا جا کر دیکھا تو معاملہ برعکس نکلا

"دوکانہا کردہ اند و نشستہ کندہ پزی میکنند"

یعنی دکانیں لگائے بیٹھے ہیں اور لوگوں کی کھالیں اُدھیڑتے ہیں۔

حضرت بی بی فاطمہ سام

حضرت بابا صاحبؒ کے مریدوں میں کچھ عورتیں بڑی عارفہ کاملہ گذری ہیں جن میں خاص طور پہ حضرت بی بی فاطمہ سام رہ حضرت بی بی رانی اور حضرت بی بی مستورہ قابل ذکر ہیں۔

سچ کہا ہے کسی نے حق کے لئے میں مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ جو مولیٰ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ رحمت حق کی بدلیاں اس پر برستی ہیں۔ قرآن پاک میں خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ فھو مومن فلنحیینہ حیاۃ طیبہ"

۱؎ سیر العارفین صفحہ ۵۸ فوائد الفواد صفحہ ۲۷
۲؎ سیر الاولیا صفحہ ۸۱

Marfat.com

یعنی جس نے نیک عمل کئے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت مگر وہ مومن ہو اس کو حیاتِ طیبہ کے ساتھ زندہ کر دیا جائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح نے فرمایا کہ درویش دعا کرتے وقت بارگاہِ الہیٰ میں پہلے نیک عورتوں کا وسیلہ لاتے ہیں پھر نیک مردوں کا۔

ع۱ درویشاں دعا می کنند باعتبار آنکہ زنان غریب باشند اوّل بحرمتِ نیک زناں بعدہٗ نیک مرداں ازاں اوّل نیک زناں را یاد میکنند"

یعنی درویش دعا کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ عورتیں غریب ہوتی ہیں۔ پہلے کہتے ہیں کہ نیک عورتوں کی حرمت کے طفیل پھر کہتے ہیں نیک مردوں کی حرمت کے طفیل اس طرح دعا میں اول نیک عورتوں کو وسیلہ کے طور پہ یاد کرتے ہیں۔

یہ چند سطریں بطور تمہید لکھنے کے بعد ہم حضرت بابا صاحبؒ کی مریدہ حضرت بی بی فاطمہ سام کا ذکر خیر کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حیات طیبہ رکھتی ہیں اور وہ مقام قرب و رحمت ان کو حاصل ہے۔ کہ اولیائے کاملین اپنی قبولیتِ دعا کے لئے آپ کی ذات گرامی کو بارگاہ الہیٰ میں شفیع و وسیلہ لاتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا صحیح نام بی بی فاطمہ سامؒ تھا۔ کچھ لوگ آپ کو بی بی فاطمہ شام اور کچھ بی بی صائمہ کہتے ہیں یہ دونوں غلط ہیں۔

ع۲ ایں ہر دو غلط است۔ نام ایشاں بی بی فاطمہؒ سام است

آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل دہلی میں پرانے قلعہ کے سامنے قصبہ اندرپت آباد تھا۔ آپ کی رہائش اسی قصبہ میں تھی۔ دہلی آنے سے پہلے آپ سالہا سال حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں زیرِ تربیت رہی ہیں۔

آپ کی علو مرتبت بلند ہمتی اور سخت مجاہدوں کا ذکر تقریباً ہر تذکرہ میں موجود ہے۔ خود جناب باباصاحبؒ نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

ع۳ " اس ایک عورت کی مشغولی حق دس کامل مردوں کی مشغولی کے برابر ہے" اور متوکل علی اللہ حضرت شیخ نجیب الدینؒ نے فرمایا کہ

ع۱ فوائد الفواد صفحہ ۲۲ ع۲ اخبار الاخیار صفحہ ۲۹۶

ع۳ سیر العارفین صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

؎۱ "من نیز اکثر بخدمت او می رفتمے و بسے فوائد تحصیل نمودمے"

میں اکثر ان کی خدمت میں جاتا رہا ہوں اور مجھے ان سے بہت فائدے حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اکثر ان کے پاس دعا کرانے کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے مزار پر جاتے رہے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ

؎۲ "عورتے بسے بزرگ بود کہ اہل کشف و کرامات رابعہ دوراں بود"

یعنی ایک بہت بزرگ عورت تھیں۔ صاحب کشف و کرامت گویا اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنی مجلس میں حضرت بی بی فاطمہ سام کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

؎۳ "شیر از بیشہ بیرون آید کسے نہ پرسد کہ آں شیر نر ست یا مادہ۔ فرزنداں آدم را طاعت و تقویٰ باید خواہ مرد باشد خواہ زن"

یعنی شیر اپنی کچھار سے نکلا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ ہے۔ آدمیوں کو طاعت و تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں۔ پھر ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ

؎۴ "عورتے بود در اندرپت در غایت عفت و صلاحیت چنانکہ بارہا بر لفظ مبارک شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز رفتہ بود کہ آں مردیست اورا در صورت زناں آفریدہ فرستادہ اند"

یعنی ایک عورت تھیں جو اندرپت میں رہتی تھیں۔ بڑی صالحہ اور عفیفہ حضرت بابا صاحبؒ نے ان کے مناقب میں اکثر فرمایا کہ یہ مرد ہے۔ جس کو عورتوں کی صورت پر پیدا کرکے بھیجا گیا ہے۔"

حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلیؒ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ

؎۵ بی بی فاطمہ کہ حضرت شیخ (متوکل) را برادر گفتہ بود عجیبہ عورتے با برکت دریافتت

؎۱و۲ سیر العارفین صفحہ ۱۰۱ ؎۳ فوائد الفواد صفحہ ۲۲

؎۴ فوائد الفواد صفحہ ۲۲ ؎۵ سیر العارفین صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

کش لود صوم دوام داشتے و درویشانِ عہد را درحق او اعتقادِ کامل بود"
یعنی بی بی فاطمہ جو حضرت شیخ متوکل رح کو بھائی کہا کرتی تھیں عجب با برکت اور بڑی مجاہدہ کرنے والی عورت تھیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔ اس وقت کے تمام درویش ان کے حق میں اعتقاد کامل رکھتے تھے۔

حضرت بی بی صاحبہ علم و ادب میں بھی بڑا ذوقِ سلیم رکھتی تھیں اور ہر موقع و محل کے مطابق عمدہ اشعار پڑھا کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ نظام دین اولیاء فرماتے ہیں کہ
ؔ بیتہا برحسب حال ہر چیزے گفتی این دو مصرعہ من از و یاد دارم

ہم عشق طلب کنی و ہم جاں خواہی ۔۔۔ ہر دو طلبی و لے میسر نشود

یعنی عشق بھی کرنا چاہتا ہے اور جان کی سلامتی کی آرزو بھی رکھتا ہے۔ دونوں کو طلب کرتا ہے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

حضرت بی فاطمہ سام رح کی ایک لونڈی تھی۔ وہ روزانہ افطار کے وقت آپ کو دو روٹیاں اور ایک کوزہ پانی دیا کرتی تھی۔ اس میں سے بھی آپ حضرت بابا صاحب رح کی طرح جس کو چاہتی تھیں دے دیا کرتی تھیں۔ اور باقی خود تناول فرمایا کرتی تھیں۔ اور دن رات میں آپ کی صرف یہی غذا تھی۔

جب آپ کی عمر آخیر ہوئی تو ایک دن افطار کے وقت آپ کو خیال آیا اگر یہی رات میری زندگی کی باقی ہو۔ تو مجھے اس وقت کو غنیمت جان کر نفس کی خواہش کھانے پینے کو ترک کر دینا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں وقت گذارنا چاہیئے۔

اس خیال کے آتے ہی آپ نے اپنا کھانا فقراء کو دے دیا۔ اور خود نماز میں مشغول ہو گئیں۔ اور تمام رات نفل پڑھتی رہیں۔ پھر دن بھر بھی اسی طرح گذارا اور دوسری شب اور دوسرا دن بھی۔ یہاں تک کہ چالیس رات دن آپ کی یہی حالت رہی۔ کہ اپنا کھانا فقراء کو تقسیم کر دیتیں۔ خود نفل پڑھتیں چالیسویں دن آپ نے اپنے مکان کے صحن میں ایک اجنبی کو کھڑے دیکھا۔ جس کا چہرہ بہت نورانی تھا آپ نے اُس سے پوچھا تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے جواب دیا میں عزرائیل

ؔ اخبار الاخیار ۲۹۵

Marfat.com

ہوں اور تمہاری روح قبض کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا مجھے اتنی اجازت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ میں تازہ وضو کر کے دوگانہ تحیۃ الوضو ادا کر لوں اس نے جواب دیا۔ ہاں ابھی اتنا وقت باقی ہے۔ یہ سن کر آپ نے لونڈی کو آواز دی اور تازہ وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر سجدہ میں سر رکھا اور اپنے مولا کو پکارا اور مولیٰ تعالیٰ نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلا لیا۔ جمالی نے لکھا ہے کہ

"[1] سر بسجدہ نہادہ بجوارِ رحمت حق پیوست"

یہ واقعہ ۱۸ شعبان ۲۹۶ھ کا ہے۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے برادرِ طریقت حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رح نے پڑھائی اور وہیں اپنے مکان کے سامنے حوض کے کنارے دفن کی گئیں۔

انتقال کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ عرش پر نماز پڑھ رہی ہیں پوچھا آپ کا کیا حال ہے اور کیا مقام ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحمت فرمائی ہے۔ اور عالم جبروت میں حضرت سیدۃ النساء العالم خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کی صحبت نصیب فرمائی ہے۔

آپ کا مزار دہلی میں پرانے قلعہ کے سامنے مسجد خیر المنازل کے بائیں طرف ایک چار دیواری میں ہے۔ جس کے چاروں طرف بڑا قبرستان تھا۔ اب ان قبروں کو برابر کر کے حکومت ہند۔ ان پر کوٹھیاں تعمیر کرا رہی ہے۔ صرف آپ کے مزار کی مختصر چار دیواری باقی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کے مزار شریف پر ابدال آتے رہتے ہیں، ایک مرتبہ ایک ابدال کی ملاقات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح سے ہوئی تھی جس کا ذکر اخبار الاخیار و خیر المجالس وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

چالیس دن تک کھانا پینا ترک کر دینے سے لوگوں کو خیال آسکتا ہے کہ کیسے ممکن ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اپنے حال کی قیاس سے بزرگوں کو نہ ماپئے۔

شرح التعرف[4] لمذہب اہل التصوف میں لکھا ہے۔ کہ ایک درویش حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تو ان کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ انہوں نے روضہ اقدس

---

[1] سیر العارفین صفحہ ۱۰۲ [2] سیر العارفین صفحہ ۱۰۷ [3] اخبار الاخیار ص ۲۹۶
[4] حضرت ابوبکر کلاباذی رح کی مشہور کتاب۔

Marfat.com

پر صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلعم) میں آج آپ کا مہمان ہوں۔

رات کو خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور نے ان کو ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی عنایت فرمایا۔ جس میں نصف انہوں نے خواب ہی میں کھا پی لیا جب بیدار ہوئے تو بقایا نصف روٹی اور نصف کوزہ پانی ہاتھ میں موجود تھا وہ بیدار ہو کر کھا پی لیا۔

اس ضیافت کے بعد چالیس سال تک ان کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفےٰ حسبی اللہ گو کہ اللہ اکتفیٰ

حضرت بی بی رانی رح

ساداتِ کرمان کے ایک ذی وقار فرد سید احمد کرمانی تھے۔ جو ملتان میں شاہی ٹکسال کے مدار المہام تھے۔ ان کی لڑکی بی بی رانی رح تھیں جن کا نکاح اپنے تایا کے لڑکے حضرت سید محمد کرمانی کے ساتھ ہوا تھا۔

سید محمد کرمانی نے اپنا تمام مال واملاک فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور خود حضرت بابا صاحبؒ کے درویشوں میں شامل ہو گئے۔

حضرت بی بی رانی نے نہایت ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور جب بیاہ کر آئیں تو خاوند کے ہاں بھی کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ لونڈی غلام مال و اسباب سب کچھ موجود تھا، لیکن جب ان کے خاوند نے درویشی اختیار کر لی۔ تو انہوں نے بھی دُکھ سکھ میں ساتھ دینے والی وفادار عورت کی طرح شوہر کے ساتھ فقیری اختیار کر لی۔ اور حضرت بابا صاحب رح کی مُریدہ ہو گئیں۔ صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ

ؔ۱ بی بی رانی اتباع خود را و راجو حسن آورد باختیار ترک اسباب معاش واملاک و وطنِ قدیم داد۔ و بفقر و فاقہ در راجو حسن قناعت کردند مرحمت و شفقت نظر لطفِ شیخ شیوخ العالم مخصوص شدہ بی بی رانی و اتباع او نیز بشرف بیعت شیخ شیوخ العالم مشرف گشت"

ؔ۱ سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹

Marfat.com

یعنے بی بی رانی اپنے بال بچوں کو اجودھن لے آئیں اور اپنی مرضی سے اسباب و املاک اور وطن قدیم کو ترک کر دیا۔ اور اجودھن میں فقر و فاقہ اختیار کر لیا۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کی مرحمت و شفقت اور نظرِ لطف و کرم سے مخصوص ہوئیں۔ اور انہوں نے اور ان کے سب گھر والوں نے حضرت بابا صاحبؒ سے بیعت کر لی۔

اپنی دولت کے گھمنڈ میں فقیروں کو مجبور سمجھنے والے اس پر بھی غور کریں۔ کہ ان لوگوں کا فقر اختیاری ہوتا ہے۔ اضطراری نہیں۔

بی بی رانی صاحبہ نے حضرت بابا صاحبؒ کی بیعت کرنے کے بعد فقراء اور درویشوں کی خدمت گذاری اختیار کر لی۔ آپ حضرت بابا صاحبؒ کے زنانخانہ میں رہتی تھیں۔ اور جناب بابا صاحبؒ کی لونڈیوں کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کیا کرتی تھیں۔ خصوصاً حضرت بابا صاحبؒ کے لئے روٹی اپنے ہاتھ سے پکاتی تھیں۔ جماعت خانہ کے حافظوں اور درویشوں کے کپڑے دھوتیں اُن میں پیوند لگاتی تھیں۔

سیر الاولیاء میں مختلف مقامات پر آپ کی ان خدمات کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً حضرت بابا صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ نصر اللہ کے پوتے شیخ کمال الدین جن کا مزار شریف دھار میں ہے اور جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید و خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ دھار سے دہلی آئے۔ تو صاحب سیر الاولیاء امیر خورد کرمانی اُن سے ملنے گئے۔ شیخ صاحب اس وقت حجرہ میں تھے۔ اطلاع ملتے ہی باہر آئے اور ساتھ ہی ایک دیگچی میں حلوہ و ہریسہ بھی لائے۔ اور انہوں نے امیر خورد کرمانی کو مخاطب کر کے فرمایا لو۔ اس کو شوق و رغبت سے کھاؤ۔ تمہارا مجد پر حق ہے کیونکہ

"[1] من نان ہائے دست پختہ لیعنی جدۂ پدریں بزرگوار تو بسیار خوردہ ام"

ہم نے تمہاری دادی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں بہت کھائی ہیں۔

جن دنوں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اجودھن میں حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں تکمیل سلوک کر رہے تھے۔ تو آپ کے پاس صرف ایک جوڑہ کپڑوں کا تھا۔ وہ بہت میلا ہو گیا۔ اور کہیں کہیں سے پھٹ بھی گیا۔ آپ کے پاس نہ صابون تھا اور نہ صابن خریدنے کے لئے دام و درم اور نہ کوئی دوسرا کپڑا جسے پہن کر انہیں

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۸

Marfat.com

دھولیں۔ ایک دن اس حال میں آپ کو بی بی رانی صاحبہؒ نے دیکھا۔ تو فرمایا بھائی
"جامہ ہائے تو بغایت ریمگیں شدہ و پارہ ہم گشتہ اگر بدہی من بشویم و پیوند
برآں زنم"
تمہارے کپڑے بہت میلے ہو گئے ہیں۔ اور پھٹ بھی گئے ہیں۔ اگر مجھ کو اُتار دو تو میں ان کو
دھو کر ان میں پیوند لگا دوں۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے معذرت
کی۔ مگر بی بی صاحبہؒ سمجھ گئیں۔ اور آپ کو سید محمد کرمانی کی چادر دی۔ کہ یہ باندھ کر بیٹھ
جاؤ۔ میں انہیں ابھی دھو کر ٹھیک کئے دیتی ہوں۔
حضرت نے وہ چادر باندھ لی۔ اور کپڑے بی بی صاحبہؒ کو دے دیئے۔ آپ نے
وہ دھوئے۔ پھر سید محمد کرمانی کے دستارچہ سے کپڑا لے کر آپ کے کرتہ میں گریبان
کے قریب پیوند لگایا اور پھر آپ کو دیئے۔
امیر خورد نے لکھا ہے
"جدہ علیہا الرحمۃ معذور نداشت چادر خود داد کہ ایں را بپوشید تا آں
غایت کہ جامہ ہا بشویم۔ سلطان المشائخ ہمچناں کرد جدہ کاتب الحروف
بجامہ شستن مشغول شدہ و سلطان المشائخ کتابے بر دست داشت و
گوشہ رفت و بمطالعہ آں مشغول گشت۔ چوں جامہ ہا شستہ شد و خشک گشت
بعدہ جدہ ام دستارچہ از سید محمد کرمانی جد کاتب الحروف طلبید و شست
و بر پیراہن سلطان المشائخ نزدیک گریبان رفتہ بود پیوند کرد و جامہا
سلطان المشائخ داد"
الغرض حضرت بی بی رانی حضرت بابا صاحبؒ اور آپ کے درویشوں کی
خدمت کیا کرتی تھیں۔ اور اس میں مسرت محسوس کرتی تھیں۔ گھڑی بھر کے لئے بھی آپ
کو اپنی دولت و امارت کا خیال نہ آتا تھا۔ کیونکہ آپ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت و
خوشنودی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سمجھا کرتی تھیں۔
غالب ندیم دوست سے آتی ہے بُوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگیٔ بوتراب میں

؎ سیر الاولیا صفحہ ۱۱۵

Marfat.com

خلفائے حضرت بابا صاحبؒ

سیر الاولیاء[1] ۔ فوائد الفواد[2] ۔ خیر المجالس[3] ۔ جوامع[4] الکلم ۔ سیر العارفین[5] اور اخبار[6] الاخیار وغیرہ کتب کے مطالعہ سے حضرت بابا صاحبؒ کے نو دس خلفاء کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن سیر الاولیاء وغیرہ کتابوں کے کئی سو سال بعد کی لکھی ہوئی سیر الاقطاب[1] جواہر فریدی[2] معارج الولایت وغیرہ کتابوں میں ایک لمبی فہرست آپ کے خلفاء کی دی ہوئی ہے۔

جواہر فریدی میں ہے کہ

"در سیر الاولیا مرقوم است کہ آنحضرت را دہ ہزار خلیفہ در زمیں اند و ہژدہ ہزار در دریاہا و آب و پانصد و چہل و دو در ہوا چہار صد بالائے آسمان اوّل و چہاردہ ہزار خلیفہ در آسمان ہائے دیگر اند و ہفت ہزار خلیفہ در غیب اند۔ ہژدہ ہزار در زمین اند و کوہ قاف و سیزدہ ہزار در حجاب اند۔ منجملہ دہ ہزار خلیفہ کہ بر روئے زمین اند ازاں بست و دو خواجہ و سی وسوم کہ درجہ خواجہ و قطب یافتہ اند۔"

یعنے سیر الاولیاء میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے دس ہزار خلفاء زمین پر اور اٹھارہ ہزار دریاؤں اور پانی پر اور پانچسو بیالیس ہواہیں اور چار سو آسمان اول پر اور چودہ ہزار دیگر آسمانوں پر اور سات ہزار غیب میں اور اٹھارہ ہزار کوہ قاف میں اور تیرہ ہزار حجابات میں ہیں۔ اور دس ہزار خلفاء زمین پر ہیں۔ ان میں سے بائیس خواجہ ہیں اور تینتیس نے درجہ خواجہ اور قطب کا پایا ہے۔

میں نے یہ عبارت جواہر فریدی سے نہایت تکلیف کے ساتھ نقل کی ہے۔ کیونکہ اپنی غلط نویسی کو سیر الاولیاء کا معتبر نام لے کر لوگوں کو اعتماد میں لینا بڑی جسارت بے جا ہے۔ سیر الاولیاء میں ایسی بے سروپا کہانیاں اور افسانے نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا مجموعہ خلفاء اسی ہزار نوسو بیالیس (۸۰۹۴۲) ہونا ہے۔ مگر اس کے برخلاف سیر الاولیاء میں جن محترم اور مقدس افراد کا ذکر خلفائے حضرت بابا صاحبؒ

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۱ [2] جواہر فریدی صفحہ ۲۷۵ - یہ عبارت بھی الحاقی ہے۔

Marfat.com

کے باب میں آیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت جمال الدین احمد ہانسوی ؒ (۲) حضرت شیخ نجیب الدین متوکل ؒ

(۳) حضرت مولانا بدرالدین اسحٰق ؒ (۴) حضرت مخدوم شیخ علی صابر ؒ

(۵) حضرت مولانا عارف (۶) حضرت مولانا حمید (۷) حضرت مولانا فخرالدین صفاہانی

(۸) حضرت مولانا برہان الدین صوفی (۹) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

(۱۰) حضرت قاضی منتجب الدین۔

قاضی صاحب مذکور کو اگرچہ آپ کا خلیفہ تو نہیں لکھا ہے۔ مگر حالات و واقعات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے وجود باجود سے چشتیہ سلسلہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور حضرت خواجہ صاحبؒ اجمیری کا یہ ارشاد کہ "فرید ایک ایسی شمع ہے۔ جس سے خانوادہ درویشاں منور ہو جائے گا" بالکل صحیح ثابت ہوا۔ آپ کی دردمندی خلق اور نظام تعلیم و تربیت نے خواص و عوام پر گہرے اثرات چھوڑے۔ اور خلفاء کو جب سلسلے کی توسیع و اشاعت کا کام سپرد کیا گیا۔ تو انہوں نے وہ سب اصول اپنائے۔ جن کی ہدایت و تربیت انہوں نے آپ سے حاصل کی تھی۔

حضرت بابا صاحبؒ کے خلفاء اور صاحبزادگان کے مکمل حالات پڑھ جایئے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ سلسلے کی اشاعت کا کام خلفاء نے کیا ہے۔ اولاد میں صرف آپ کے پوتے حضرت علاؤالدین موج دریا ؒ کا اسم گرامی قابل ذکر ہے۔ لیکن ان کے صاحبزادگان نے سلطان محمد تغلق کی ملازمت کر لی تھی۔ جس کی وجہ سے سلسلہ کا کام مدھم ہو گیا۔

حضرت بابا صاحبؒ کے صاحبزادوں میں سے حضرت شیخ نصیرالدین عرف نصراللہ ؒ اور حضرت شیخ نظام الدین ؒ کی اولاد نے اور خلفاء میں سے حضرت جمال الدین ہانسوی ؒ اور سید بدرالدین اسحٰق ؒ اور آپ کے بھائی حضرت نجیب الدین متوکل ؒ کی اولاد نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا۔ اور نظامیہ سلسلے میں مدغم ہو گئے حضرت مولانا عارف ؒ حضرت مولانا حمید ؒ۔ حضرت مولانا قاضی منتخب الدین ؒ اور حضرت مولانا فخرالدین صفاہانی ؒ کے سلسلے بھی جلدی ختم ہو گئے۔ یا نظامیہ سلسلہ میں مدغم ہو گئے۔

Marfat.com

اس وقت حضرت بابا صاحبؒ سے صرف دو مشہور و معروف سلسلے جاری ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے۔ البتہ سجادگان کا سلسلہ بدریہ بھی ہے۔ (۱) نظامیہ (۲) صابریہ۔ اس کے علاوہ ہم کو کسی سلسلہ کا علم نہیں ہے۔

حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسویؒ

آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کی اولاد ہیں۔ بڑے جید عالم اور سحر البیان خطیب تھے۔ امیر خورد کرمانی نے آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ

ع۱ آں شیخ باکرامت و خاطر عاطر او از غیر حق سلامت آں از رسوم و تکلف بری اعنی آں شیخ جمال الملتہ والدین ہانسوی الخطیب کہ جمال اہل حقیقت و قدوۃ اہل طریقت بود بعلم و تقوی، او لطافت طبع و درویشی مخصوص و نظم او کہ دستور عاشقاں خداست دلیل بر کمال عشق او ست این بزرگ خلیفہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بود برتبہ مشائخ کبار رسیدہ۔

جنے وہ بزرگ باکرامت کہ دل ان کا غیر حق سے سلامت ہے۔ اور رسوم و تکلفات سے بری یعنی شیخ جمال الملتہ والدین ہانسوی خطیب جو اہل حقیقت کے جمال اور اہل طریقت کے برگزیدہ تھے۔ ان کے علم و تقوی کے ساتھ لطافت طبع و درویشی مخصوص تھی۔ اور ان کی نظم کہ خدا تعالے کے عاشقوں کا دستور ہے۔ ان کے کمال عشق پر دلالت کرتی ہے بزرگ شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے اور مشائخ کبار کے رتبہ کو پہنچے تھے۔

آپ حضرت باباصاحبؒ کے خلیفہ اول ہیں۔ اور آپ ہی کی محبت میں حضرت باباصاحبؒ ۱۲ سال ہانسی میں رہے۔ حضرت آپ پہ اتنے مہربان تھے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

ع۱ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۸ ع۲ تاریخ فرشتہ آئین اکبری اور طبقات میں لکھا ہے۔ کہ جہاں جہاں چوہان صدقی کے خاندان میں ایک نامور راجہ ہانگ زائے ہوا ہے۔ اس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور سلطان مسعود غزنوی نے قلعہ ہانسی کو فتح کیا تھا۔

Marfat.com

ہے جمال جمالِ ماست

جمال الدین میرا جمال ہے۔ کبھی فرماتے ہے جمال میں تجھ پہ قربان ہونا چاہتا ہوں" مولانا جمالی کی روایت کے مطابق حضرت جمال الدین احمدؒ نے حضرت بابا صاحبؒ سے خرقہ اس وقت حاصل کیا تھا جب آپ دہلی سے واپس ہانسی آئے تھے۔ لکھا کہ

حضرت شیخ المشائخ جمال الدین ہانسویؒ درہماں ایام بہ شرف خرقہ متبرکہ ایشاں مشرف شدہ بود کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ از شہر دہلی بعد از وفات حضرت پیر خویش قطب الملتہ والدینؒ بخطہ ہانسی مراجعت نمودہ بود"

یعنی حضرت شیخ المشائخ جمال الدین ہانسوی اُنہیں دِنوں حضرت بابا صاحبؒ کے خرقہ متبرکہ سے مشرف ہوئے جبکہ آپ اپنے شیخ حضرت قطب الملتہ والدین کی وفات کے بعد دہلی سے ہانسی تشریف فرما ہوئے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت جمال ہانسوی کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اوؒ جامع کمالاتِ ظاہر و باطن بود و شیخ فریدالدین دوازدہ سال بصحبتِ او در ہانسی بود"

یعنے وہ کمالاتِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ اور حضرت بابا صاحبؒ ۱۲ سال ان کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے تھے۔ اور جب حضرت بابا صاحب اجودھن آئے تو جناب جمال الدین ہانسویؒ بھی آپ کے ہمراہ اجودھن آگئے۔ یہاں جماعت خانہ فریدیہ کے درویشوں کے ہمراہ لنگرخانہ کے لئے جنگل سے کریل کے پھل ڈیلہ، توڑ کر لایا کرتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد آپ نے ان کو واپس ہانسی بھیجدیا۔ اور وہ سرزمین ان کی ولایت میں دیدی۔

حضرت بابا صاحبؒ کے خلفاء میں یہ اعزاز صرف حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسویؒ کو حاصل تھا۔ کہ آپ حضرت بابا صاحبؒ کے خلفاء کی خلافت کی تصدیق کیا کرتے

لہ سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۸ ۲ۀ سیرالعارفین صفحہ ۳۳

۳ۀ اخبارالاخیار صفحہ ۶۷

Marfat.com

تھے۔ اور بغیر آپ کی تصدیق کے کسی کی خلافت قابل تسلیم نہ ہوتی تھی۔

سیرالاولیاء میں ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ سے کسی شخص نے اصرار کر کے اور رنج پہنچا کر خلافت نامہ حاصل کیا یعنی

؏۱ آں شخص بالتماس و مزاحمت از شیخ شیوخ العالم خلافت نامہ یافتہ بود"

بابا صاحبؒ نے اُن سے فرمایا کہ اس خلافت نامہ پہ ہانسی جا کر مولانا جمال الدین کی مُہر لگوا لینا۔

اور ان کی مُہر لگوانے کا انتظام اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بابا صاحبؒ سے خلافت حاصل کرنے کے لئے جھگڑا کیا تھا اور کہا تھا کہ

"سالہا من دریں کار خون خوردہ ام و درارادت ازیں عزیزاں سابقم چرا شاید کہ من خلافت نرسد۔ چہ شود اگر شیخ مرا خلافت خود ندہد۔ من می توانم کہ ایں چنیں کاغذے بہ پردازم و بدیں کار مشغول شوم"

یعنے سالہا سال میں نے خون جگر کھایا ہے اور بیعت میں بھی ان عزیزوں سے سابق ہوں پھر مجھے خلافت کیوں نہیں ملنی چاہیئے۔ کیا ہوا اگر شیخ مجھے خلافت نہیں دیتے ہیں خود ایسا کاغذ بنا لوں گا۔ اور اس کام میں مشغول ہو جاؤنگا۔

یہ سُن کر حضرت بابا صاحبؒ نے مولانا سید بدرالدین اسحٰق سے فرمایا۔ کہ ان عزیزوں کے خلاف ناموں پہ تم اپنی کتابت کے دستخط کرو تاکہ

ہیچ حریص را دریں کار تداخل نباشد۔ یعنے

کسی حریص کو اس کام میں مداخلت نصیب نہ ہو۔ اور مولانا جمال الدین کی تصدیقی مُہر اور دستخط بھی ان پہ ہونے لازمی ہیں۔ ورنہ خلافت نامہ جعلی تصور ہوگا۔

الغرض یہی اول الذکر شخص خلافت نامہ لے کر ہانسی آئے اور مولانا جمال الدین کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے وہ خلافت نامہ یہ کہہ کر پھاڑ دیا کہ

؏۳ تو شایان خلافت نہ

یعنے تو خلافت کے لائق نہیں ہے۔ جب وہ صاحبؒ واپس اجودھن آئے اور وہ پھٹا ہوا خلافت نامہ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا

؏۱ و ؏۲ سیرالاولیا صفحہ ۲۲۱ ؏۳ سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۸

Marfat.com

"پارہ کردہ جمال را ماتوانیم دوخت"

یعنے جمال کے پھاڑے ہوئے کو ہم نہیں سی سکتے۔ سیر الاقطاب کی روایت کے مطابق یہ واقعہ حضرت سیدنا و مولانا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کا ہے جس میں یہ نزاعہ ہے۔ کہ مخدوم پاکؒ بڑے صاحب جلال بزرگ تھے۔ خلافت نامہ تصدیق کرانے کے لیئے ہانسی پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ حجرے کا چراغ گل تھا۔ مخدوم صاحب نے اپنی انگلی کو پھونک مار کر روشن کر دیا۔ حضرت جمال الدین کو یہ اظہار کرامت و عجلت پسند نہ آئی۔ خلافت نامہ چاک کر دیا۔ اور فرمایا کہ

؎۲ چندیں حرمت چیست صاحب ولایت دہلی را بردو باری بایہ۔ وشما طاقت نشستن یک ساعت ندارید این کار چہ طور خواہد رفت۔

یعنے اتنی جلد بازی۔ دہلی کے صاحب ولایت کو بردبار ہونا چاہیئے۔ اور تم ایک ساعت بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ کام کس طرح چلے گا۔ یہ سن کر حضرت مخدوم صاحب کو جلال آگیا۔ اور فرمایا میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا۔ یہ کہا اور واپس اجودھن چلے آئے واللہ اعلم۔ مگر روایت اور درایت کی رو سے یہ واقعہ حضرت صابر صاحبؒ سے ساتھ نہیں گذرا۔

جب حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کو خلافت نامہ عطا فرمایا تو آپ کو بھی ہدایت کی تھی۔ کہ ہانسی جا کر یہ مثال میرے جمال کو دکھا لینا۔ اور ان کی تصدیق بھی کرا لینا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں حسب الارشاد حضرت بابا صاحبؒ حضرت جمال الدینؒ کی خدمت میں ہانسی حاضر ہوا۔ ان کا دستور تھا کہ میں اُن کے پاس جاتا۔ تو وہ میری تعظیم کے لیئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کیونکہ ایک مرتبہ میں اور حضرت جمال الدین اور مولانا شمس دبیر وغیرہ احباب حضرت بابا صاحبؒ سے رخصت ہوئے تو مولانا جمال نے حضرت بابا صاحبؒ سے سفر کی وصیت چاہی اور یہ بات آداب اہل ارادت میں سے ہے کہ

؎۳ چوں بر عزم سفرے شیخ را وداع کنند وصیتے خواہند اگر شیخ پیش از سوال

؎۱ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۹ ؎۲ اقتباس الانوار صفحہ

؎۳ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۹

Marfat.com

وصیتے کرد فہو المراد والا مریداں درخواست کنند۔"

یعنے جب سفر کے ارادہ سے شیخ کو رخصت کرتے ہیں تو وصیت چاہتے ہیں۔ اگر شیخ سوال کرنے سے پہلے ہی وصیت فرما دے تو فہو المراد ورنہ مرید خود درخواست کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحبؒ نے مولانا جمال کی درخواست پر فرمایا کہ

"[1] وصیتِ ما ہمیں است کہ فلاں را اشارت بجانب من کرد. دریں مصاحبت می باید کہ خوش دار"

یعنی ہماری وصیت یہی ہے کہ فلاں (یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف اشارہ کر کے) کو اس مصاحبت سفر میں خوش رکھنا۔ چنانچہ حضرت مولانا جمالی اور شمس دبیر وغیرہ احباب نے سفر میں میرے ساتھ بہت لطف و مہربانی کا برتاؤ کیا اور تعظیم و تکریم بجا لائے۔ اور ان کا یہ دستور ہو گیا کہ وہ میری تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس مرتبہ خلافت نامہ لے کر میں ان کی خدمت میں گیا۔ تو وہ خلاف معمول بیٹھے رہے۔ مجھے تعجب ہوا فی الفور آپ نے فرمایا۔ مولانا نظام الدینؒ تمہاری تعظیم کے لئے نہ اٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے اور تمہارے مابین الفت و محبت ہے یہاں تک کہ ہم ایک ہو گئے ہیں۔ تو پھر اپنے واسطے اٹھنا جائز نہیں۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا

"[2] من و تو یکے شدیم پیش خود برخاستن چہ گونہ روا باشد"

الغرض مناسب موقعہ پر جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنا خلافت نامہ حضرت قطب جمالؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور یہ شعر پڑھا اور دستخط کر دیئے۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

حضرت مولانا جمال الدینؒ کی ایک لونڈی [illegible] تھی۔ بڑی عابدہ زاہدہ حضرت بابا صاحبؒ ان کو مادرِ مومناں کہا کرتے تھے۔ وہ حضرت جمال الدینؒ کے پیغام لاتی تھیں

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۹ خلاصہ سیر الاولیاء ... بعض تذکروں میں ہے کہ یہ شعر خلافت نامہ پر لکھ کر دستخط کیے۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷

جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں لاتی اور لے جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت نے اُن سے پُوچھا۔ مادر مومناں ہمارا جمال کیسا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کیا۔ حضور جس دن سے آپ کے مرید ہوئے ہیں۔ اسبابِ دُنیا اور شغل خطابت کو ترک کر دیا ہے ان کو بھوک و بلاؤں نے گھیر لیا ہے۔ سخت مجاہدوں میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت بابا صاحبؒ مُسکرائے اور فرمایا الحمدللہ اچھی زندگی گذار رہا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دہلی سے اجودھن جا رہا تھا۔ جب ہانسی پہنچا۔ اور مولانا جمال الدینؒ سے ملا تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب حضرت کی خدمت عالی میں پہنچو تو میرا سلام عرض کرنا۔ اور میری طرف سے گذارش کرنا کہ میں خرچ کی تنگی میں مُبتلا ہوں۔ آپ میرے لئے دُعا فرمائیں۔

جب میں اجودھن حاضر ہُوا اور ان کا پیغام وسلام عرض کیا تو حضرت شیخ شیوخ العالمؒ نے فرمایا۔ اس سے کہنا جسے ولایت دی جاتی ہے اُس کو اس کی استمالت (دلداری) کرنی چاہیئے۔

۱؎ او را بگوئے چوں ولایت بکسے دادہ شود او را واجب است استمالت آں ولایت۔

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے پُوچھا گیا کہ استمالت ولایت دنیا کے معنی تو معلوم ہیں۔ استمالت ولایت آخرت کیا ہے۔ فرمایا کہ

استمالت سلوک آخرت توجہ القلب الی اللہ من کل وجوہ

یعنے قلب کی توجہ کا اللہ تعالےٰ کی طرف من کل الوجوہ ہو جانا

"تبتل الیہ تبتیلا"

دہلی اندرپت دیرانے قلعہ کے سامنے طوس کے ایک بزرگ حضرت ابوبکر حیدری قلندر رہا کرتے تھے۔ ان کی حضرت جمال الدینؒ سے بڑی گہری دوستی تھی اور مولانا حسام الدین جو اس وقت شہر کے قاضی القضاۃ والخطبا تھے۔ حضرت مولانا جمال الدینؒ کے مرید تھے۔ واکثر حضرت ابوبکر طوسی حیدریؒ کے پاس جایا کرتے تھے۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ و اخبار الاخیار صفحہ ۶۸

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۱ و اخبار الاخیار صفحہ ۸ ۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

ایک مرتبہ جب حضرت مولانا جمال الدینؒ دہلی آئے تو ان کے استقبال کے لیئے مولانا حسام الدینؒ اور حضرت ابوبکر طوسیؒ گئے۔ حضرت ابوبکر طوسیؒ نے مولانا حسام الدینؒ سے کہا کہ حضرت جمال الدینؒ سے کہنا میں حج کو جا رہا ہوں۔ کلوکھری[1] کے قریب دریا کے اس پار مولانا جمال الدین پہنچے اور اس طرف مولانا حسام الدین رح اور حضرت ابوبکر طوسیؒ کھڑے تھے۔ حضرت جمال الدین نے وہیں سے آواز دے کر مولانا حسام الدین سے پوچھا۔

"آں باز سپید[2] ما چگونہ است۔ یعنی شیخ ابوبکر طوسی

یعنے وہ ہمارا باز سفید کیسا ہے؛ یعنی شیخ ابوبکر طوسی۔ حضرت حسام الدینؒ نے عرض کیا وہ حج کو جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم ان سے کہو ہم بھی پیچھے آتے ہیں۔ اور یہ رباعی ان کو سنا دو۔

بر پائے ترا سرم نثار اولے تر
یک سر چہ بود ہزار اولے تر
در غار وطن سازچو بوبکر اناں کہ
بوبکر محمدی بغار اولے تر

یعنے میرے سر کا تیرے قدموں پر نثار ہونا ہی بہت اچھا ہے۔ ایک سر کیا اگر ہزار ہوں تو بھی نثار کئے جائیں۔ غار وطن میں ابوبکرؓ کی طرح رہ اس لئے کہ محمد صلی اللہ والہ وسلم کے ساتھ ابوبکرؓ کا غار میں رہنا ہی بہت اچھا ہے۔

یہ ہم لکھ آئے ہیں کہ حضرت جمال الدین کو حضرت بابا صاحبؒ اپنا جمال فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الحق ذکریا سہروردی ملتانیؒ نے جناب بابا صاحبؒ کو ایک خط[3] تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ میں اپنے تمام مرید آپ کو دیتا ہوں اور ان کے عوض آپ کے جمال الدین

---

[1] کلوکھری کیقباد کا آباد کردہ شہر جو دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا۔ اب اس کا نام کا ایک گاؤں ہے۔

[2] سیر الاولیا صفحہ ۱۸۲

[3] گلزار ابرار صفحہ ۴۵

ہانسوی کو لینا چاہتا ہوں۔ یہ سودا کر لیجئے اور مروت اس کا نام ہے کہ اس سودے کو رد نہ کیا جائے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے ان کو جواباً تحریر کیا۔ کہ سودا ہر خرید و فروخت ہونے والی چیز میں ہو سکتا ہے۔ لیکن جمال کے ساتھ سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کوئی شخص اپنا جمال فروخت نہیں کیا کرتا

سیر الاقطاب میں حضرت جمال الدینؒ کے متعلق بھی ایک روایت درج ہے جس طرح کی روایت حضرت مخدوم صابر صاحبؒ کے خلافت نامہ کو چاک کرنے کے بارے میں درج کی گئی۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الحقؒ نے مولانا جمال الدینؒ کو اپنے جذب باطنی سے اپنی طرف کھینچا۔ اور انہوں نے باطنی کشش سے مغلوب ہو کر حضرت بابا صاحبؒ سے اجازت مانگی اور حضرت بابا صاحبؒ ان سے ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا

برو در روئے خود سیاہ کن۔ آپ کے ان الفاظ سے حضرت جمال الدینؒ کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور آپ دیوانہ ہو کر جنگلوں میں نکل گئے۔ ایک عرصے کے بعد عالم نامی سوداگر نے معافی دلوائی وغیرہ وغیرہ۔

یہ روایت اور اس سے پہلی روایت جو حضرت مخدوم پاک کے متعلق بیان ہوئی۔ دونوں عجیب و غریب ہیں اور بغیر سند کے بیان کی گئی ہیں۔ اول ماخذ اس معاملے میں بالکل خاموش ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔ کیونکہ وہ شخص جس نے بابا صاحبؒ سے مزاحمت کے ساتھ خلافت حاصل کی۔ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ مخدوم صاحبؒ کی ذات

۱۔ اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۰ از غایت غضب فرمود۔ کہ اختیار داری۔

۲۔ حضرت قطب جمال نے عالم سوداگر کے ہاتھوں حضور بابا صاحبؒ کی خدمت میں یہ شعر ارسال کیا تھا۔ سیر الاقطاب۔ مگر یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔

حضرت گنج شکر قطب زماں قطب زمیں چشم رحمت بکشا جانب درویش بہ بیں

اور حضرت بابا صاحبؒ نے یہ رباعی جواباً بھجوائی۔ اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۰

دو گرد جہاں بہ گرد و با آب کن گر ہم چو منی یابی مارا ایلہ کن
یک صبح بہ اخلاص بیا بر درما گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

Marfat.com

گرامی اس سے اعلیٰ ہے۔ اسی طرح حضرت جمال الدین کی ذاتِ گرامی بھی پاک ہے وہ تو اہلِ طریقت کے جمال ہیں۔ ایسی روایات دل کے اندھے ہی بنایا کرتے ہیں پچھلے زمانہ میں جمالیوں اور صابریوں کا جھگڑا ایسی ہی بے سرو پا روایات کی بنا پہ ہوا تھا۔

حضرت جمال الدین احمدؒ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سیرالاولیاء وغیرہ کتب میں آپ کی کرامات درج ہیں۔

آپ کی یادگار دو کتابیں اس وقت موجود ہیں۔ ایک ملہمات جس میں آپ نے اپنے الہامات غیبی جمع کئے ہیں۔ دوسرا آپ کا دیوان ہے۔ آپ کے وصال کے کچھ عرصے بعد مزار پاک پر گنبد بنوانے کے لئے جب بنیادیں کھودی گئیں تو ایک طرف سے لحد مبارک کھل گئی۔ جس میں سے خوشبو کی لپٹیں آنے لگیں۔ اور لوگ کہنے لگے کہ حضرت جمال الدین احمد ہانسویؒ کی قبر مبارک جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری ہے

آپ کا وصال ۱۱ شعبان المعظم ۶۵۹ھ کو ہوا۔ اور ہانسی میں سپردِ خاک کئے گئے یعنی آپ کا وصال حضرت بابا صاحبؒ کی حیاتِ مبارک میں ہو گیا تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

بڑے صاحبزادے نے سورۂ یوسف کا وظیفہ پڑھا اور کیفیاتِ عشقیہ کی شدت نے آپ کو مجذوب بنا دیا تھا۔ وہ کبھی اجودھن میں حضرت سلطان المشائخ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اور انہوں نے خود اپنی زبان سے یہ بیان کیا تھا کہ میرے والد ماجد کو حضرت بابا صاحبؒ نے ہزار مرتبہ سورۂ یوسف پڑھنے کے لیئے فرمایا تھا۔ میں نے بھی پڑھی جس سے نعمت اور ولائے حق کے دروازے کھل گئے اور میری یہ حالت ہو گئی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ان کے متعلق فرماتے تھے "باہوش دیوانے ہیں"

حضرت جمال الدین احمدؒ کے انتقال کے بعد ان کی خادمہ (مادرِ مومناں) آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا برہان الدین صوفی کو لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو حضرت نے ان کو اپنی خلافت عنایت فرمائی اور

---

(۱) القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرت النيران

یعنی قبر جنت میں سے ایک کیاری یا دوزخ میں سے ایک گڑھا ہے۔

(۲) سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۹

Marfat.com

ارشاد فرمایا تم نظام الدین محمدؒ بدایونی کے پاس رہ کر تکمیل سلوک کرو۔ اس پہ مادرِ مومناں نے عرض کیا ۔

"کھانٹا برہان الدین بالا ہے" یعنے خواجہ برہان الدین بچہ ہے ۔

حضرت نے فرمایا "پونوں کا چاند بالا ہی ہوتا ہے ۔ یعنی چودھویں رات کا چاند پہلی رات کو چھوٹا ہی ہوتا ہے ۔ بتدریج کمال کو پہنچتا ہے ۔ حضرت برہان الدین صوفیؒ نے حضرت بابا صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں رہ کر اپنی باطنی تکمیل کی ۔ جب اُن سے کوئی بیعت ہونے کے لئے عرض کرتا تو فرماتے کہ

"باوجود بندگی سلطان المشائخ شیخ زمانہ حضرت سید نظام الدین محمد ۔
ہمچو منی را کلاہ ارادت دادن وبیعت گرفتن روا نیست"

یعنے شیخ زمانہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین محمد کے ہوتے ہوئے مجھ جیسے کو کلاہ ارادت دینا اور بیعت کرنا درست نہیں ہے ۔

کسی نے یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو پہنچائی ۔ جب مولانا برہان الدین صوفیؒ آپ کی خدمت میں دہلی آئے ۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جس طرح اس ضعیف کو حضرت شیخ شیوخ العالم سے اجازت ہے آپ کو بھی ہے ۔ آپ مرید کیوں نہیں کرتے ۔ مولانا نے نہایت ادب کے ساتھ وہی جواب دیا ۔

حضرت برہان الدین صوفیؒ کا دستور تھا ۔ کہ جتنی مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔ تازہ غسل کرتے ۔ نئے کپڑے بدلتے ۔ عطر لگاتے آپ سے نظامیہ جمالیہ سلسلہ اب تک جاری ہے ۔ اور سرساوہ ہندوستان میں اس سلسلے کے مشہور پیر جناب خلیل الرحمان صاحب تھے ۔ جن کا چند سال ہوئے انتقال ہوا ہے اب ان کے صاحبزادہ موجود ہیں ۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۲ ۔ مادرِ مومناں نے ہندی زبان میں یہ جملہ کہا تھا ۔ اور حضرت بابا صاحبؒ نے بھی ہندی زبان ہی میں جواب دیا ۔

۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۳

Marfat.com

حضرت[عہ۱] مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق رح

آپ حضرت بابا صاحبؒ کے جلیل القدر خلیفہ خادم۔ داماد اور جماعت خانہ فریدیہ کے مدارالمہام تھے۔ آپ نے تقریباً ۲۰ سال حضرت باباصاحبؒ کی خدمت کی ہے۔ جماعت خانہ کے ہر فرد کو اور ہر نووارد کو جو حضرت باباصاحب سے ملنا چاہتا ہو مولانا موصوف سے ہی واسطہ پڑتا تھا۔ کیونکہ جماعت خانہ کے نظام وتعلیم وتربیت خوردونوش ورہائش۔ مہمانوں اور مسافروں کی آسائش اور باباصاحبؒ کی ذاتی خدمت آپ کے سپرد تھی۔

آپ صحیح النسب سیّد ہیں۔ آپ کے دادا سلطان شہاب الدین محمد غوری رح کے ہمراہ بخارا سے دہلی آئے تھے۔

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم وتربیت پائی۔ جوہر قابل تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں شہر کے فضلاء میں یگانہ ہوگئے۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

[عہ۲] از دانشمنداں وخوب طبعاں شہر درعلم وفضل فائق گشتہ۔ واین بزرگ در زہد وورع وعشق ودرد وبکا بے نظیر"

چند علمی اشکال کے حل کے لیئے جو دُور و نزدیک کے تمام علماء ذہنوں کی سوچ وبچار کے بعد حل نہ کرسکے تھے۔ بخارا کا قصد کیا اور بہت سی کتابیں[عہ۳] اونٹ پر ساتھ لے چلے۔ مولانا جمالی نے آپ کا تبحر علمی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"مولانا بدرالدین[عہ۴] اسحٰق رح درعلم معقول ومنقول مستثنیٰ بود۔

یعنے مولانا بدرالدین اسحٰق علم معقول ومنقول میں یکتا تھے۔ جب اجودھن پہنچے تو آپ کے ہمراہی اپنا سامان رکھ کر حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لئے تیار ہوئے۔ اور انہوں نے آپ سے بھی چلنے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ

عہ۱ آپ کے حالات سب تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں۔ سیرالاولیاء صفحہ ۱۶۹ سیرالعارفین صفحہ ۵۷ اخبارالاخبار صفحہ ۶۷ عہ۲ سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۰، ۱۶۹ عہ۳ سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۰۔ باکتب ہائے بسیار عزیمت بخارہ کرد۔ عہ۴ سیرالعارفین صفحہ ۵۷۔

Marfat.com

"دکسے در صحبت اینہا تضیع اوقات نماید"

کہ ان لوگوں کی صحبت میں کون وقت ضائع کرے۔ لیکن بعد میں لوگوں کے اصرار پر ساتھ ہو لیئے۔ جس وقت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو سلام علیک کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے مولانا کی طرف دیکھا اور ان ہی مشکلات پر گفتگو شروع کر دی۔ جن کے حل کے لیئے مولانا بخارا جا رہے تھے۔ اور ایسی جامع اور فصیح و بلیغ تقریر کی کہ مولانا کے سب شکوک رفع ہو گئے۔ اور مولانا حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ یہ چادر پوش فقیر جس کے پاس نہ کتابیں ہیں اور نہ عالمانہ شان و شوکت اس کا علم کسبی معلوم نہیں ہوتا بلکہ من لدنی ہے۔ جس خیال سے میں بخارہ جا رہا تھا۔ وہ تو یہیں ختم ہو گیا۔ اب کہیں جانا آنا بے کار ہے۔ بس اسی کی خدمت میں رہنا چاہیئے۔

اس خیال کے آتے ہی آپ کھڑے ہو گئے۔ اور پھر بابا صاحبؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت نے آپ کو اُٹھا کر سینے سے لگایا۔ آپ نے اسی وقت بیعت کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ اور پھر حضرت حق تعالےٰ کی محبت اس شدت کے ساتھ آپ کے قلب مبارک میں پیدا ہوئی کہ آپ نے اپنے سب عزیزوں دوستوں کو چھوڑ دیا۔ اور صرف بابا صاحبؒ کے ہو گئے۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

از اقربا و خویش و پیوند کہ در شہر داشت بکلی برید و با دوست یکے شد

اور عشق کی کارفرمائی یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ آپ نے عالمانہ شان و شوکت ترک کر دی۔ درویشانہ لباس پہن لیا۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ روزانہ جماعت خانہ فریدیہ کے لیئے جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ مہمانوں کی خدمت اور مریدوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ مزید برآں رات دن حضرت بابا صاحبؒ کے ذاتی خادم کی حیثیت سے خدمت میں مشغول رہتے تھے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

(۲) مولانا بدرالدین اسحٰق چناں خادمی شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز

---

(۱) سیر العارفین صفحہ ۵۶

(۲) سیر الاولیا صفحہ ۱۷۷

Marfat.com

ھکرد سے کہ اندوہ چند چناں خدمت نیاید بآں ہمہ مستغرق و مشغول حق بودسے"

یعنے مولانا بدرالدین اسحٰق نے حضرت شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کی ایسی خدمت کی ہے کہ دس آدمی بھی ویسی خدمت نہیں کر سکتے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مشغول بحق بھی رہتے تھے۔ اور آپ کو ایسی مشغولیت حاصل تھی۔ کہ جس کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ

"از خود خبر نداشتے

آخر آپ کی خدمات نے قبولیت کا درجہ حاصل کیا اور حضرت باباصاحبؒ نے آپ کو اپنا بنا لیا۔ اور اپنی چھوٹی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اور خلافت سے مشرف فرمایا۔ امیر خورد کرمانی کی زبان سے سنیئے فرماتے ہیں کہ

۱؎ کار بجدسے کشید کہ یکے از واصلانِ درگاہ بے نیازی گشت و بنعمت خلافت شیخ شیوخ العالم رسید"

یعنے آپ کا کام یہاں تک پہنچا کہ درگاہ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک ہوئے۔ اور حضرت شیخ شیوخ العالم کی نعمتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت باباصاحبؒ کی توجہ و شفقت سے آپ میں عشقِ الٰہی کی ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ ہر۲؎ وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے۔

"یک ساعت چشم مبارک او از آب دیدہ خالی نبودسے"

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ مولانا۳؎ نے میری روحانی تربیت میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اور مجھے حضرت باباصاحب کی حضوری کے آداب سکھائے ہیں۔ اسی لیئے آپ نے ہمیشہ حضرت مولانا کی عزت و احترام کو مدِ نظر رکھا یہاں تک کہ جب تک مولانا حیات رہے۔ آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا۔

۴؎ مولانا تا در صدر حیات بود۔ بسبب عظمت و احترام او سلطان المشائخ بکسے دست بیعت نہ داد۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۰ ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۱ ۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲
۴؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب مجھے کوئی سختی اور تنگی آتی ہے۔ تو میں پہلے حضرت بابا صاحبؒ کو یاد کرتا ہوں۔ پھر حضرت مولانا کو بارگاہ الہٰی میں شفیع و وسیلہ لاتا ہوں۔

اور یہ بات خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ سے کہی تھی کہ

؎۱ من در حالت تنگیہا اول شیخ شیوخ العالم را یاد میکنم پس ازاں شمارا بحضرت عزت شفیع می آرم

حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مولانا اجودھن کی جامع مسجد قدیم میں آرہے تھے۔ کیونکہ بعض لوگوں نے حضرت بدر سلیمانؒ سجادہ نشین حضرت بابا صاحبؒ کو مولانا کی طرف سے بدگمان کر دیا تھا۔

حضرت مولانا کی عادت تھی کہ صبح کی نماز چاشت تک گریہ وزاری کے ساتھ اپنے اوراد و ظائف میں مصروف رہتے تھے اور چاشت کے نفل ادا کرنے کے بعد آپ سجدہ کرتے تھے اس میں گریہ کی شدت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جائے سجدہ آنسوؤں سے تر بتر ہو جاتی تھی۔

اے ز عشقت خانہ عقلم خراب   مردم چشم ز گریہ غرق آب

آخر ہر وقت کی اس گریہ وزاری نے بینائی پر اثر ڈالا۔ اور آپ کی آنکھوں میں زخم ہو گئے۔ جس کے علاج کے لیئے ایک دن صاحب سیر الاولیاء کی دادی نے مولانا سے کہا تھا۔ کہ اگر تم تھوڑی دیر کے لیئے اپنے آنسو روک لو۔ تو میں تمہاری آنکھوں میں ایسی دوا لگا دوں گی جس سے یہ زخم بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔ یہ سن کر مولانا نے ایک آہ بھری اور کہا بہن! کیا کروں آنسو میرے اختیار میں نہیں ہیں۔

؎۲ "اے خواہر من چہ کنم کہ آب دیدہ بردست من نیست"

حضرت مولانا کا نکاح حضرت بابا صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ سے ہوا تھا۔ جس سے آپ کے دو لڑکے پیدا ہوئے (۱) سید محمد امام (۲) سید موسیٰ

حضرت بابا صاحبؒ اور مولانا صاحبؒ کے انتقال کے بعد بی بی صاحبہ اور بچے

؎۱ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲

؎۲ سیر الاولیاء صفحہ ۲۷۱

Marfat.com

سخت تکلیف میں سُنے گئے۔ تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ان کو دہلی بلوا لیا۔ اور دونوں بچوں کی تعلیم و تربیت اپنی زیرِ نگرانی کرائی۔ اور تکمیل ظاہری و باطنی کے بعد ان کو اپنی خلافت سے شرف بخشا۔

حضرت سید محمد امامؒ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ دہلی کی مجالس میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنی موجودگی میں آپ کا مرید کرایا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت بابا صاحبؒ بیعت کے خواہشمند حضرات کو فرماتے تھے کہ مولانا سے بیعت کر لو۔ کہ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے

"ید ِ دست ماست"

حضرت مولانا کا انتقال ۷ رجمادی الآخر ۶۶۷ھ کو حضرت بابا صاحبؒ کے تین سال بعد اس طرح ہوا تھا کہ آپ نے مرض کی شدت کے باوجود صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ پھر حسب معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہوگیا۔ تو نماز اشراق ادا کی۔ پھر مشغول رہے۔ یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہوگیا۔ اور آپ نے چاشت کے نفل ادا کئے۔ پھر حسب معمول سجدہ کیا اور روتے رہے۔ بعد ازاں بلند آواز سے ایک مرتبہ اللہ کہا سجدہ ہی میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

درکوے تو عاشقاں چناں جاں بدہند ‌ ‌ ‌ ‌ کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

یہ ہیں حضرت بابا صاحبؒ کے جماعت خانہ کے مدار المہام اور خلیفہ حضرت سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ مولانا بہت سریع البکا تھے "ایک مرتبہ مجلس سماع میں آپ کو ایک شعر پر سخت کیفیت ہوئی۔ مجلس کے بعد بھی آپ پہ تحیر طاری رہا۔ اور بار بار آپ اس شعر کو پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ شام کی نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا مولانا نماز پڑھاؤ۔ مولانا نے نیت باندھی اور قرات کی جگہ اسی شعر کو پڑھنا شروع کردیا۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ

"مولانا نماز شروع کرد و تحریمہ بست و بجائے قرات ہمیں بیت بر زبان

مبارک ایشاں گذشت بعدہٗ بے ہوش شدہ"

اور کچھ دیر بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا۔

"باز در امامت شروع کن و حاضر باش"

پھر نماز شروع کرو اور حاضر رہ کر نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی مولانا موصوف شہر دہلی کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے اور شہر میں آپ کا بہت بڑا دینی مدرسہ تھا جس کی عمدہ شہرت دُور و نزدیک سب جگہ تھی۔ اور بیرونی ممالک کے طلبہ اس میں تعلیم کے لیئے آتے تھے۔ اور اس وقت ہندوستان کے دینی مدارس میں جو کتابیں نصاب میں داخل تھیں۔ ان میں سے کئی کتابیں حضرت مولاناؒ کی تصنیف تھیں۔ علم صرف میں آپ کا منظوم رسالہ "تصریف بدری" ہر طالب علم کا رہبر تھا۔ ہم نے مولانا قدس سرہٗ کے مکمل حالات "تذکرہ حضرت بدرالدین اسحٰقؒ" کے نام سے شائع کر دیئے ہیں۔

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل[۱]

آپ حضرت بابا صاحبؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور دہلی میں بحیثیت خلیفہ جناب بابا صاحبؒ رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے بڑے بھائی شیخ اعزازالدین محمودؒ تھے۔ جن کی رہائش بدایوں میں تھی۔ حضرت متوکلؒ ہر سال ان کی ملاقات کے لیئے دہلی سے پیدل چل کر بدایوں جایا کرتے تھے۔ جس طرح ہر سال حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت کے لیئے اجودھن آیا کرتے تھے۔ دہلی میں آپ دروازہ منارہ کے باہر رہتے تھے۔ آپ کے پڑوس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ رہائش رکھتے تھے۔ یہ جگہ اب ادھ چینی کے نام سے مشہور ہے۔ (اور یہاں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل۔ آپ کے صاحبزادگان

---

[۱] فوائد الفواد صفحہ ۱۶، ۱۸، ۲۸، ۳، ۷۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۲، ۱۶۹ اخیر المجالس صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶۔ سیر العارفین صفحہ ۹۷، ۱۰۱، اخبار الاخیار صفحہ ۶۹، ۷۰ وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اور حضرت بابا صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمہؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخاؒ اور آپ کی ہمشیرہ حضرت بی بی جنت اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی دو لڑکیاں بی بی حورؒ اور بی بی نورؒ وغیرہ مدفون ہیں)

حضرت متوکل خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت بابا صاحبؒ کے حکم سے دہلی آ گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء طالب علم تھے دہلی پہنچنے کے تھوڑے دنوں بعد حضرت شیخ متوکل کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ اور ہزارہا لوگ آپ کے فیوض سے متمتع ہونے لگے۔ دہلی کے چھوٹے بڑے عالم و عامی فقیر و امیر سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔ جب تعلیم سے فارغ ہو گئے تو ایک دن خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے لئے[1] دعا کریں کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ حضرت شیخ نے آپ کی یہ بات سنی ان سنی کر دی۔ آپ نے دوبارہ گزارش کی کہ

[2] یک بار سورہ فاتحہ و اخلاص بخوانید بہ نیت آنکہ من جائے قاضی شوم

ندیدیا کرنت تبسم کرد و فرمود کہ تو قاضی مشو چیزے دیگر شو"

ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ تم قاضی نہ بنو کچھ اور بنو"

ایک دن شیخ نور الدین مبارک غزنویؒ نے حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ سے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں نجیب الدین متاکل[3] ہوں متوکل کوئی اور ہوگا۔ پھر انہوں نے سوال کیا کہ شیخ العالم حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں صورتاً تو ہیں معناً کوئی ہوگا (سبحان اللہ حضرت شیخ کے اس جواب میں کس قدر خاکساری اور انکساری ہے)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت متوکل تقریباً ستر سال دہلی میں رہے۔ لیکن اس طرح کہ نہ کہیں مکان بنایا نہ زمین خریدی۔ آپ کے استغراق حق اور بے تعلقی دنیا کی کیفیت یہ تھی کہ

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۸۔ فوائد الفواد صفحہ ۲۰۲ ۲؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۴۳
۳؎ متاکل یعنی کھانے والا۔

ع۱ "نہ دانستے کہ امروز کدام روز است وایں ماہ کدام ماہ است وایں درم چہ درم است"

نہ جانتے تھے کہ آج کیا دِن ہے۔ اور کون سا مہینہ ہے۔ اور کس کس قیمت کے سکے بازار میں رائج ہیں۔

چونکہ متوکل تھے۔ اس لیئے فقر و فاقہ سے دوچار رہتے تھے۔ جس دن فاقہ ہوتا تھا۔ اُسی رات کشف کے ذریعے حضرت بی بی فاطمہ سام[۲] رحمۃ اللہ علیہا کو اس کا علم ہوجاتا تھا۔ آپ دوسرے دن صبح کو بہت سی روٹیاں پکوا کر آپ کے گھر بھیج دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ عید کے دن جب آپ نمازِ عید سے واپس آنے لگے تو چند غیر ملکی درویش آپ کو بڑا پیر سمجھ کر آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ نے ان کو مردانہ میں بٹھایا اور خود گھر میں آکر اپنی اہلیہ سے کہا کہ کچھ ہو تو لاؤ۔ چند مہمان آگئے ہیں۔ آپ کی اہلیہ نے جواب دیا۔

ع۳ "صاحب خانہ شما بدا ول عسرت خانہ شمارا روشن است دو روز است کہ بوئے طعام در مشام فرزنداں نرسیدہ است۔"

یعنے صاحب خانہ آپ ہی گھر کی عسرت کا حال آپ پر روشن ہے۔ دو روز ہو گئے کہ کھانے کی خوشبو بھی میرے بچوں کی ناک میں نہیں پہنچی ہے۔

یہ سُن کر حضرت شیخ نے فرمایا تمہارا کوئی دوپٹہ یا سر کی چادر ہو تو دے دو میں اس کو بازار میں فروخت کر کے مہمانوں کی تواضع کر سکوں گا۔ اُن عصمت مآب نے اپنا دوپٹہ سر سے اُتار کر شیخ کو دے دیا اور کہا میرے پاس یہی ہے۔ اور اس میں کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی خریدے تو بشوق اسے فروخت کر دیجئے۔

شیخ نے دوپٹہ کو دیکھا تو وہ

ع۱ سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۷

ع۲ بی بی فاطمہ سام حضرت بابا صاحبؒ کی مرید عارفہ و برگزیدہ خاتون گذری ہیں۔ آپ کے حالات جماعت خانہ کی معروف شخصیتوں کے بیان میں صفحہ ۱۸۹ پر دیکھئے۔

ع۳ سیر العارفین صفحہ ۹۸

لائق آں نبود کہ کسے آں را بدو درم بخرد"[1]

اس لائق بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو دو درم ہی میں خرید لے۔ آپ نے دو پیراہن کو واپس دے دیا اور خاموش ہو کر یہ کہتے ہوئے مکان کی چھت پر چلے گئے۔

"ایں چنیں روز عید سے بگذرد و در حلق فرزنداں من طعامے نہ رسد و مسافراں بیایند وچنیاں نامراد باز گردند"[2]

روز عید اس طرح بھی گذرتا ہے کہ میرے بچوں کے حلق میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہیں گیا۔ مہمان اور مسافر آکر خالی واپس جاتے ہیں۔ یہ کہا اور پھر آپ اوپر جاکر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں آپ نے ایک آدمی کو اپنے پاس کھڑے دیکھا۔ جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

با دل گفتم دلا خضر را بینی   دل گفت اگر مرا نمائی بینم

یعنے میں نے اپنے دل سے کہا۔ اے دل خضر کو دیکھے گا۔ دل نے کہا اگر مجھ کو تو دکھائے تو دیکھوں گا۔

اس شخص کے ہاتھ میں کھانے کا ایک بڑا خوان بھی تھا۔ وہ حضرت شیخ کے قریب آیا۔ اور وہ خوان اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہا کہ

"کوس توکل تو در عرش میان ملاء اعلےٰ می زنند و تو بجہت ایں معنی ملتفت گشتہ"

یعنے تمہارے توکل کا نقارہ عرش پر فرشتگان اعلیٰ میں بج رہا ہے۔ اور تم اس طرف متوجہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ

"حق میداند بسبب خود ملتفت نہ گشتہ ام بسبب یاراں التفات کردہ بودہ"[3]

خدا جانتا ہے کہ میری توجہ اپنی ذات کے سبب اس طرف نہ تھی۔ بلکہ چند مہمانوں کی وجہ سے تھی جو باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر اس مرد نے کہا جاؤ یہ کھانا لے جاؤ۔ مہمانوں اور

---

1 سیر العارفین صفحہ ۹۸   2 سیر العارفین صفحہ ۹۹

3 سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۷

Marfat.com

بچوں کو دو۔

حضرت شیخ نے کھانا اٹھایا۔ اور نیچے مہمانوں اور بچوں کو دینے کی ہدایات کیں اور فوراً اوپر آ گئے۔ مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ مرد حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ جب آپ نے وہاں کسی کو نہ پایا تو فرمایا کہ

"آرے ایں سعادت کہ یافتم از برکت بینوائی یافتم"

یعنے یہ سعادت جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ یہ اسی بے نوائی کی برکت کے سبب حاصل ہوئی ہے۔

ایکؔ دن حضرت متوکلؒ نے جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت آنجناب بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے "ربی ربی" کہتے ہیں۔ تو حق سے لبیک عبدی کی صدا آتی ہے۔ حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا خیر الامور جانب مقدمۃ السکون پھر آپ نے پوچھا لوگ یہ بھی کہتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام آپ کے ہاں آیا کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خیر (نہیں)

اس کے بعد آپ نے سوال کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ مردان غیب یا ابدال آپ کی خدمت میں آتے رہتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت نے اس کا انکار نہ فرمایا صرف اتنا جواب دیا۔ تو بھی ابدال ہے۔

حضرت شیخ متوکلؒ کی روحانی عظمت عوام و خواص سب کے دلوں میں تھی اور وہ حضرت باباصاحب کے نائب کی حیثیت سے اپنی روحانی اور مادی مصروفیتوں میں آپ کی طرف توجہ کیا کرتے تھے۔ بلند پایہ اور کامل درویش بھی اکثر حضرت متوکل کے پاس اپنی روحانی مشورت کے لئے آیا کرتے تھے۔ دہلی میں ایک برگزیدہ کامل ترک درویش رہا کرتے تھے۔ اُن کا نام انکلش تھا۔ ایک دن انہوںؒ نے خواب میں حضرت حق تعالیٰ کو دیکھا۔ بہت مسرور ہوئے۔ صبح کو وہ حضرت متوکل کی خدمت میں آئے۔ اور پہلے کئی سوگند قسمیں دیں۔ کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ خواب کسی سے بیان نہ کرنا۔ اور پھر اپنا خواب سُنایا اور اس کے انوار و کیفیات کا ذکر کیا۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ ترک انکلش چالیس سال حیات رہے لیکن حضرت شیخ

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۷ و سیر العارفین صفحہ ۹۹ ۲؎ سیر العارفین صفحہ ۹۹

۳؎ سیر الاولیاء صفحہ فوائد الفواد صفحہ ۴؎ فوائد الفواد صفحہ ۸۷ و سیر العارفین صفحہ ۱۰۰ و سیر الاولیاء

Marfat.com

متوکلؒ نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا۔ یہانتک کہ ایک روز آپ نے سُنا کہ وہ ترک سخت بیمار ہیں۔ آپ ان کی عیادت کے لئے گئے۔ جب اُس نے آپ کو دیکھا تو پُوچھا کہ آپ کو وہ میرا خواب یاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یاد ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا حالت ہے۔ انکلش نے جواب دیا کہ

"ایں ساعت غرق آں حالت میروم"[1]

یعنے میں اس وقت اسی حالت میں غرق دنیا سے جاتا ہوں۔

جاہ طلب علماء اور بناوٹی درویشوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا احترام اور عزت چاہتے ہیں۔ اور اس کے لیئے وہ تصنع اور بناوٹ سے کام لیتے ہیں۔ اگر کبھی کسی شخص سے اتفاقاً اور سہواً کوئی ایسی بات ہو جائے۔ جس کو وہ اپنی شان کے منافی سمجھتے ہوں۔ تو بس پھر قہر آجاتا ہے۔ یہی حال بدایوں میں حضرت شیخ متوکلؒ کے ساتھ گذرا۔ آپ وہاں اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ اعزاز الدین محمود سے ملنے گئے تھے۔ ان دنوں وہاں ایک درویش[2] کی بڑی شہرت تھی۔ ان کا نام شیخ علی تھا۔

حضرت متوکلؒ بھی اپنے بھائی کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ اتفاقاً آپ کا پاؤں ان کے بوریہ پر پڑ گیا۔ تو ان بزرگ صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ اور انہوں نے آپ سے بڑے تند لہجہ میں کہا دیکھتے نہیں یہ میرا مصلیٰ ہے۔

کچھ دیر یہ دونوں حضرات ان کے پاس بیٹھے رہے۔ مگر انہوں نے غصہ میں ان سے کوئی بات نہ کی۔ تو حضرت متوکل نے ان کے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب کے متعلق پوچھا۔ کہ یہ کونسی کتاب ہے۔ اس پر بھی انہوں نے جواب نہ دیا۔ آپ نے پھر ان سے پوچھا۔ اگر اجازت ہو تو میں یہ کتاب دیکھ لوں۔ انہوں نے بڑے نخرے سے اجازت دی۔ جیسے ہی آپ نے کتاب کھولی۔ اس میں اوّل صفحے پر یہ عبارت نکلی۔

[3] در آخر زماں ایں چنیں مشائخ باشند کہ در خلا معصیت کنند۔ و در ملا چوں بر بوریائے ایشاں کسے پا نہد۔ قیامت قائم کنند۔

یعنے آخر زمانے میں ایسے مشائخ ہونگے کہ تنہائی میں گناہ کریں گے اور ظاہر میں

[1] فوائد الفواد صفحہ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۷ [3] سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۸

Marfat.com

اگر کسی کا پاؤں ان کے بوریہ پر پڑ جائے گا۔ تو قیامت برپا کر دیں گے۔
آپ نے یہ عبارت پڑھی اور پھر کتاب شیخ علی کے آگے کر دی۔ اور کہا کتاب آپ کی ہے۔ اور بے قصد یہ عبارت نکلی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔
جب شیخ علی نے یہ عبارت پڑھی تو بہت شرمندہ ہوئے۔ اور آپ سے معذرت کی۔

حضرت شیخ متوکل کو کتاب "جامع الحکایات" بہت پسند تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ اس کتاب کو نقل کرالیں۔ چونکہ عسرت بہت تھی۔ اس لیئے عرصے تک یہ آرزو ہی رہی۔ اور ساماں فراہم نہ ہو سکا۔ کبھی کاتب میسر نہ آیا۔ کبھی کاغذ اور کتابت کی اجرت ایک کتاب بھی نقل نہ کرا سکے۔ جبکہ اتنا سستا زمانہ تھا۔ کہ ایک درم میں کتاب کے کاغذ خریدے جا سکتے تھے۔
ایک دن ایک کاتب حمید نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے کہا کہ حمید!

؎۱ دیر بازاست تا میخواہم جامع الحکایات را بنویسانم ہیچگونہ میسر نمی آید۔
یعنے بہت دن سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات کو نقل کرالوں مگر کسی طرح یہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔
حمید نے عرض کی کہ اس وقت کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا ایک درم۔ حمید نے وہ درم آپ سے لے لیا۔ اور کاغذ خرید کر کتابت شروع کر دی۔ جب وہ کاغذ ختم ہو گئے تو کچھ اور فتوح آگئی۔ جس سے کاتب کی اجرت بھی نکلی اور اس طرح وہ کتاب نقل ہوئی۔

آپ کا دستور تھا۔ کہ جس طرح دہلی سے بدایوں اپنے بڑے بھائی سے ملنے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح اجودھن حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب واپس دہلی روانہ ہوتے تو وقتِ رخصت بابا صاحبؒ سے عرض کرتے کہ جس طرح اب آیا ہوں آئندہ بھی حاضری نصیب ہو۔ اس زمانہ میں جبکہ سفر کی سہولتیں میسر ہیں۔ یہ بات کچھ اہم معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن غور فرمایئے۔ کہ آج سے آٹھ سو

؎۱ فوائد الفواد صفحہ ۲۸ ؎۲ فوائد الفواد صفحہ ۲۸

Marfat.com

برس قبل جبکہ سفر کو لوگ سقر سے تعبیر کرتے تھے۔ شیخ متوکلؒ ہر سال اجودھن سے دہلی اور دہلی سے بدایوں اجاتے رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے بعد فاتحہ دعا کی اور فرمایا۔ بارہا آؤ گے چنانچہ آپ اس واقعہ کے بعد ۱۹ مرتبہ اجودھن حاضر ہوئے۔

جب ۱۹ ویں مرتبہ واپس جانے لگے۔ تو نہ معلوم کیا خیال آیا۔ کہ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ اس واقعہ کے بعد سے یہ ۱۹ ویں حاضری ہے۔ دعا فرما دیجئے کہ آیندہ سال بھی حاضری ہو جائے۔ تاکہ ۲۰ حاضریاں پوری ہو جائیں۔ یہ سُن کر حضرت بابا صاحبؒ نے سکوت فرمایا۔

اور جب حضرت متوکل دہلی آئے تو کچھ مُدت کے بعد ۹ رمضان المبارک کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ نے جب ۱۳ رمضان المبارک کو مجھے خلافت نامہ عطا فرمایا تو ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجبؒ کو دکھا لینا۔ مگر حضرت نے شیخ متوکل کا اسم گرامی نہیں لیا۔ مجھے خیال آیا ہے۔ کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے حضرت متوکل کو خلافت نامہ دکھانے کے لیئے نہیں فرمایا۔ کہیں حضرت اُن سے ناراض تو نہیں ہیں۔ مگر میں جب دہلی آیا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت متوکل کا انتقال ۹ رمضان المبارک کو ہو گیا تھا۔

حضرت مولانا فخر الدین صفاہانیؒ

اصفہان کے رہنے والے تھے۔ بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر مُدتوں جماعت خانہ میں آپ کی زیر تربیت رہے۔ آخر میں بلگرام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں کے لوگ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۴۳ ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۹ ۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۶
۴؎ سیر العارفین صفحہ ۱۰۲ ۔ در نہم رمضان المبارک رحلت فرمود۔

Marfat.com

ایک مرتبہ انہوں نے ایک درویش داؤد نامی کو حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں بھیج کر یہ عرض کیا۔ کہ لوگ مجھ سے بیعت ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ ازراہِ کرم مجھے مرید کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ لیکن حضرت بابا صاحبؒ نے ان کی یہ درخواست رد کر دی۔

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے تنہائی میں ان کی سفارش کی اور دوسری مرتبہ حضرت شیخ شہاب الدینؒ پسر شیخ شیوخ العالمؒ کے ہمراہ۔ لیکن حضرت نے سب کچھ سُن کے فرمایا کہ

"ایں کار حق است ۔ بآرزو نیست ۔ ہر کہ قابل باشد ناخواستہ بیابد"

یعنی یہ کارِ حق ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسی کے آرزو کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جو قابل ہو گا۔ بغیر آرزو پائے گا ۔

اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد ایک دن پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اچھا وقت دیکھ کر عرض کیا۔ کہ مولانا فخرالدینؒ پر کرم فرمایا جائے۔ حضرت نے اس کے جواب میں ازراہِ نوازش آپ سے پوچھا۔ تو کیا چاہتا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ

"حاکم مخدوم است او در ظاہر درویشی مشغول می نماید"

حضور مالک ہیں۔ بظاہر تو وہ کارِ درویشی میں لگا ہوا ہے۔ یہ سُن کر حضرت نے فرمایا۔ کہ سید بدرالدین اسحٰقؒ سے خلافت نامہ لکھوا کر فخرالدین کو بھجوا دو۔

اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد مولانا فخرالدینؒ کی ملاقات دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے ہوئی تو آپ نے ان کو بتایا کہ اس طرح سے آپ کو خلافت نامہ لکھوا کر بھجوایا ہے۔ جب اُنھوں نے یہ ذکر سُنا۔ تو وہ خوش نہ ہوئے یہ دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیاء کو خیال آیا کہ بیشک

"آنچہ در بابِ او شیخ می فرمود حق ہماں بود"

اُن کے متعلق جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا ۔ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اور یہ بات حضرت نے اسی ضمن میں فرمائی کہ کسی شخص نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے سوال کیا۔ کہ وہ کونسے اوصاف ہیں جس کے سبب آدمی خلافتِ مشائخ کے لائق سمجھا

۱؎ سیرانِ دہلی صفحہ ۱۸۳ ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۲۸۴

Marfat.com

جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ

" اوصافِ ایں کار بسیار است تا ما دراں ایام کہ خواجہ من مرا بدولت خلافتِ خود رسانید۔ روزے مرا گفت باری تعالیٰ ترا علم و عقل و عشق دادہ است۔ ہر کہ ایں سہ صفت موصوف باشد از و خلافت مشائخ نیکو آید"

یعنے اِس کام کے لیئے بہت سی صفات ضروری ہیں۔ جس زمانے میں میرے خواجہ نے مجھے اپنی دولتِ خلافت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن مجھسے فرمایا باری تعالےٰ نے تجھ کو علم و عقل و عشق عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی ان تینوں صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ اسے مشائخ کی خلافت زیب دیتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا میں نے اپنے حضرت سے سُنا ہے کہ مشائخ اپنی خلافت تین طرح پر دیتے ہیں۔

اوّل محکم و بہتر است و آں رحمانی است و دراں خیر و برکت بسیار است و آنست کہ پیر در باب یکے ملہم میشود و حق تعالےٰ بغیر واسطہ در دلِ شیخ می اندازد کہ فلاں را خلافت بدہ

دوم آنست کہ شیخ در مرید معاملہ نیکو می بیند اجتہاد میکند۔ و اجتہاد احتمال خطا و صواب دارد۔

سوم آنست کہ بشفاعت و عنایت کسے او را خلافت میدہد۔

یعنے اوّل محکم و بہتر ہے۔ اور وہ رحمانی خلافت ہے۔ اور اس میں بہت زیادہ خیر و برکت ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ پیر کو کسی مرید کے متعلق الہام ہوتا ہے اور حق تعالےٰ بغیر کسی واسطہ کے شیخ کے دِل میں ڈالتا ہے۔ کہ فلاں کو خلافت دیدو۔

دوسرا یہ کہ شیخ کسی مرید کے حالات کو اچھا دیکھتا ہے۔ اور اپنے اجتہاد سے کام لیتا ہے۔ اور اجتہاد میں احتمال خطا و صواب دونوں ہیں۔

تیسرا وہ ہے۔ کہ کسی کی سفارش و عنایت سے شیخ کسی مرید کو خلافت عطا فرما دے۔

---

۱ سیرالاولیا صفحہ ۳۴۵

Marfat.com

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر

کلیری رحمتہ اللہ علیہ

مرشد مخدوم شیخ صابر صابر — در صبر و رضا اول و آخر صابر
گفتم کہ بود در اولیاء جوہر فرد — خود روح فزا بگفت صابر صابر (گرامی)

آپ کے والد ماجد کا نام سید عبدالرحیمؒ تھا۔ جو حضرت غوثؓ پاک کی اولاد میں تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات سیر الاقطاب، مراۃ الاسرار۔ اور اقتباس الانوار وغیرہ کتب میں درج ہیں۔ جو آپ کے انتقال کے تقریباً ۳۰۰ برس بعد لکھی گئی ہیں۔ اور ان سب روایتوں کا ماخذ یا تو روحانی کتابیں ہیں (قطاب) یا بزرگوں کی سینہ بسینہ روایات۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار میں حضرت مخدوم صاحبؒ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ کہ

[۲] شیخ علی صابر است داماد شیخ فریدالدین وخلیفہ او بود۔ قبر او در قصبہ کلیر است وسلسلہ شیخ عبدالقدوسؒ بہ وے منتہی مے شود۔

یعنے شیخ علی صابر ہے جو حضرت بابا صاحبؒ کے داماد اور خلیفہ تھے اور ان کا مزار پاک قصبہ کلیر میں ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالقدوسؒ وغیرہ کا سلسلہ ان تک منتہی ہوتا ہے۔

آپ سلسلہ چشتیہ کی ان عظیم و مبارک ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی شہرت قیامت تک آفتاب و مہتاب کے دامن سے دامن باندھی رہے گی۔ چشتیہ سلسلہ کی توسیع و اشاعت اس وقت حضرت بابا صاحبؒ کے صرف دو خلفاء سے زیادہ جاری ہے۔ (۱) حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ (۲) حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ۔

حضرت بابا صاحبؒ نے جناب مخدوم صاحبؒ کو کلیر شریف کی ولایت عطا فرمائی

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر جلد دوم ص۲ [۲] اخبار الاخیار ص۶۹

Marfat.com

تھی۔ آپ کی ولایت حقہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کے سلسلے میں کمل اولیاء اللہ کی ایک بے بہا، سلک مروارید نظر آتی ہے۔ جس کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے حضرت شاہ عبدالحق ردولوی حضرت جلال الدین کبیر اولیاءؒ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ وغیرہ

جناب محمد اکرم صاحب صابری اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ

"[1] وے محبوب ترین خلفاء وخواہرزادہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر است دور ارادت از اکثر یاران اعلیٰ سابق بود"

یعنے وہ حضرت باباصاحبؒ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ کے خواہرزادہ اور شرف بیعت میں اکثر یارانِ اعلیٰ سے متقدم تھے۔

آپ مظہر قہر وجلال اور سیف زبان تھے اور بقول صاحب اقتباس الانوار نزدیک آئیں طائفہ مقرر است کہ ہر یک ولی را یہ ولایت یک نبی بشود۔ العلماء ورثۃ الانبیاء اشارت ازیں مقام است۔

یعنے اس گروہ صوفیہ کے نزدیک یہ بات مقرر شدہ ہے کہ ہر ولی کی ولایت کسی نبی کی ولایت پر ہوتی ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اسی مقام کی طرف اشارہ ہے

او بر قلب اسرافیل بود و ولایت موسوی داشت صلوٰۃ اللہ علیہ

یعنے مخدوم صاحبؒ قلب اسرافیل پر تھے۔ اور موسوی ولایت رکھتے تھے صلوٰۃ اللہ علیہ۔

جناب اللہ دیا صاحب چشتی صابری نے اپنی کتاب سیر الاقطاب میں حضرت مخدوم صاحبؒ کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ

سیاد صحیح النسب است وخدمت حضرت گنجشکر بسیار کرد چنانکہ آنحضرت ازعنایت مہربانی درباب وے فرمود کہ علم ظاہری و باطنی من بہ شیخ نظام الدین بداؤنی رسیدہ وعلم ظاہری و باطنی پیر من بہ شیخ علاؤالدین احمد صابر"

یعنے آپ صحیح النسب سید تھے۔ اور آپ نے حضرت باباصاحبؒ کی بہت خدمت کی

---

[1] اقتباس الانوار ص۱۸۱ [2] اقتباس الانوار ص۱۸۱

Marfat.com

ہے۔ اور بابا صاحبؒ نے آپ کے حق میں انتہائی لطف و کرم کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا ظاہری و باطنی علم تو شیخ نظام الدین بداؤنی کو پہنچا اور میرے پیر کا ظاہری و باطنی علم علاء الدین علی احمد صابر کو پہنچا۔

ان ہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ نے جناب مخدوم صاحبؒ کو لنگر کی تقسیم کا کام سپرد کیا ہوا تھا جس کو جناب نے بہت اچھے طریقہ پر ۱۲ سال انجام دیا۔ اور خود اس مدت میں لنگر خانہ سے کچھ بھی تناول نہ فرمایا۔ اور صائم النہار اور قائم اللیل رہے۔ ۱۲ سال بعد حضرت بابا صاحبؒ نے ایک دن جناب مخدوم پاک کو بُلا کر پوچھا کہ

ؔ۱ بابا علاؤ الدین شما کہ طعام قسمت میکنید خود ہم چیزے میخورید باشے گفت بندہ را بے اجازت حضرت پیر دستگیر چہ قدر مجال است کہ یک دانہ ازاں بخورد۔ فرمود شیخ علاؤ الدین علی احمد را صابر ست ازاں روزے قدس سرہ بہ خطاب صابر مخاطب گشت "

یعنے بابا علاؤ الدینؒ تم سب کو کھانا تقسیم کرتے ہو خود بھی کچھ کھاتے ہو یا نہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ بندہ کی کیا مجال ہے جو آنجناب کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی کھایا ہو۔ یہ سُن کر حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا۔ ہمارا شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر ہے۔ اس دن سے آنجناب قدس سرہ کا خطاب صابر ہوا۔

صابری شیوخ کی متفقہ روایت کے مطابق جو تقریباً تھوڑے سے فرق سے ہر کتاب میں درج ہے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ خلافت نامہ لے کر کلیر شریف پہنچے تو وہاں کے علماء نے آپ کا انکار کیا۔ کیونکہ

ؔ۲ او قلندر مشرب بود وا بدال وش میگذرانید در آراستگی باطن چنداں مستغرق بود کہ بہ رسم ظاہر التفات نداشت۔

یعنے آپ قلندر مشرب تھے۔ اور ابدالوں کی طرح پر رہتے تھے۔ اور اپنے باطن کی آراستگی میں اتنے مستغرق تھے کہ ظاہری رسوم پر بالکل التفات نہ تھا۔

آپ نے کلیر شریف کے باشندوں کی اِس بے التفاتی اور انکار پر کوئی توجہ

ؔ۱ سیر الاقطاب بحوالہ اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۲ ؔ۲ اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۱

Marfat.com

نہ کی۔ بلکہ اپنے کام میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ ایک جمعہ کو آپ کے ہمراہی جامع مسجد گئے۔ اور ممبر کے قریب بیٹھ گئے۔ کہ یہی جگہ مشائخ اور علماء کے لئے موزوں ہے۔ کچھ دیر کے بعد نمازی کثرت سے آنے لگے۔ اور انہوں نے آپ کے احباب کو اس جگہ سے اُٹھ کر پچھلی صفوں میں چلے جانے کے لیئے کہا۔ تو ان پاک نفوس نے کہا کہ

ے جائے خالی بُود ما آمدہ نشستیم از مکارم اخلاق خود معذور باید داشت

یعنے جگہ خالی تھی۔ ہم پہلے آئے اور یہاں بیٹھ گئے۔ آپ اپنے مکارم اخلاق سے ہم کو معذور رکھیئے۔ کیا یہ درست ہے۔ آپ پہلے سے آئے ہوئے لوگوں کو اُٹھا کر خود بیٹھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ آپ بعد میں آئے ہیں۔

یہ معقول بات سُن کر اُنھوں نے یہ جاہلانہ جواب دیا کہ یہ جگہ ہمارے آباؤ اجداد سے متعلق ہے۔ یہاں ہم کسی دوسرے کو نہیں بیٹھنے دینگے۔ جب بات بڑھی تو بلند آواز سے گفتگو ہونے لگی۔ اور مسجد کا احترام بالائے طاق رکھ کر لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس پر حضرت مخدوم پاکؒ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور اُن سے فرمایا کہ

"صاحبِ ولایت ایں دیار برائے نشستن چنیں جائے از شما سزاوار تر است"

یعنے تم سے زیادہ اس دیار کا صاحبِ ولایت یہاں بیٹھنے کا مستحق ہے۔ یہ سُن کر وہ لوگ چلائے کہ تمہارے پاس اس دیار کا صاحبِ ولایت ہونے کی کیا دلیل ہے نری باتوں کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ آپ نے جب اُن کی یہ بات سُنی تو

ے اورا غیرت مظہر جلال در کار شد و حالے عجب رو نما گشت
پس از مسجد بر آمدہ۔ گفت کہ برہانش ایں است کہ شما دریں ساعت همہ بمیرند"

یعنے آپ کو جلال آگیا۔ اور آپ کی عجب حالت ہوگئی۔ پھر آپ مسجد سے باہر آگئے۔ اور فرمایا دلیل یہ ہے۔ تم سب اسی وقت مر جاؤ گے۔

الغرض نماز شروع ہوئی۔ اور لوگ جب رکوع میں گئے۔ تو آپ نے مسجد کو

۱، ۲، ۳ اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۶

Marfat.com

گرنے کا اشارہ کر کے فرمایا۔ تو بھی رکوع کر۔ آپ کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی مسجد ایک دم آپڑی۔ اور کئی ہزار آدمی اس کے نیچے دب کر مر گئے۔ جن میں تقریباً چار سو علماء اور مشائخ تھے۔

اس کے بعد جلال میں فرمایا کہ

ع۲ حالا ایں معنی سود مند نیست من از حق تعالےٰ خواستہ ام و اجابت شد کہ ہیچ کس از ساکنان ایں قصبہ زندہ نہ ماند و لیکن از ایں ہرگز آباد نہ شود کہ نزدیک من ویرانی ایں جا بہ از آبادانی ست۔

یعنے ابھی یہ کام درست نہیں ہوا۔ میں نے حق تعالےٰ سے دعا کی ہے اور وہ قبول ہوئی ہے۔ کہ کوئی ایک آدمی بھی اس قصبہ کا رہنے والا زندہ نہ رہے۔ اور آج کے بعد یہ جگہ ہرگز آباد نہ ہو۔ کہ اس جگہ کی ویرانی میرے نزدیک آبادی سے بہتر ہے۔"

پس آپ کی اس بددعا کے اثر سے اسی سال کلیر میں وبائے عظیم پھیلی اور ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا۔ اور قصبہ بالکل ویران ہو گیا۔

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب چشتی صابری نے اپنی کتاب مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ

ع۳ "وے قدس سرہ معاصر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بدادنیؒ بود با حضرت سلطان المشائخ محبتے فوق الحد داشت و چند سال پیش حضرت سلطان المشائخ ازیں مقام نقل فرمودہ مرقدِ پاک وے قدس سرہٗ در قصبۂ کلیر قبلۂ حاجات خلق است و تصرفاتِ ولایت او الآن ہمچناں جاری ست"

یعنے حضرت مخدوم پاکؒ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بداونی کے ہم عصر تھے۔ اور آپ کو حضرت سلطان المشائخؒ سے بے حد محبت تھی۔ اور آپ کا انتقال حضرت سلطان المشائخؒ سے چند سال پیشتر ہوا۔ آپ کا مرقدِ پاک کلیر میں قبلہ حاجاتِ خلق ہے۔ اور آپ کے تصرفات ولایت اس وقت تک اسی طرح جاری ہیں

ع۱ و ع۲ اقتباس الانوار

ع۳ مراۃ الاسرار بحوالہ اقتباس الانوار ص۱۹۸

Marfat.com

صابریہ سلسلہ کی توسیع و اشاعت حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے وقت سے شروع ہوئی۔ آپ سے پہلے یہ سلسلہ زیادہ مشہور و نمایاں نہ تھا۔ خود بانی سلسلہ حضرت مخدوم صاحبؒ کی ذات ستودہ صفات نے سلسلے کے لئے کیا کیا کام کئے اور مسند ارشاد کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے بعد مخلوق خدا کی کیا خدمات انجام دیں اس سے معاصر تذکرے اور تاریخیں بالکل خالی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ۳۰۰ برس بعد تفصیلی حالات تحریر کئے ہیں وہ تمام کے تمام قابلِ وثوق نہیں مانے جاتے کیونکہ ان میں سے اکثر کا ماخذ باطنی کتابیں (انتساب) ہیں یا سینہ بسینہ روایات۔ یہاں یہ باتیں اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ بعض لوگوں نے ان باتوں سے غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور حضرت مخدوم پاکؒ کے وجود سے انکار کی جرأت کر گئے ہیں۔ حالانکہ نہیں اور دوسرے بزرگوں کے حالات بھی اخفا میں ہیں۔ حضرت مخدوم پاکؒ کی مثال صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ جناب سیدنا عبدالعزیز علمبردار مکی رضی اللہ عنہ کی سی ہے۔ جن کا نام گرامی اور حالات اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے اصحاب حدیث نے حضرت سیدنا عبدالعزیز مکی کی صحابیت بلکہ وجود سے انکار کی جرأت کی ہے بلکہ یہ حق جانتے ہیں کہ جس طرح رجال کی کتابوں میں آپ کا نام نامی نہ ہونے سے نہ آپ کی صحابیت سے انکار ثابت ہوتا ہے اور نہ وجود کی نفی۔ یہی حال مخدوم پاکؒ کا ہے۔

حضرت مخدوم پاکؒ ایک خاص وجدانی کیفیت رکھتے تھے۔ ایسی کیفیت والے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا کرتے ہیں۔ الٰہی استرنی فی بلادک بین عبادک یعنی یا اللہ مجھے اپنی آبادیوں میں اپنی مخلوق سے پوشیدہ کر دے۔ دوسرے ہمارے پاس قوی دلیل چشتیہ سلسلہ کی معتبر کتاب سیر الاولیا کی ہے جس میں صاف تحریر ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ صاحب با ہمت درویش تھے اور ثابت قدم در نفس گیرا رکھتے تھے۔ اور حضرت بابا صاحبؒ سے ان کو خلافت حاصل تھی۔ اب فرمایئے کیا اعتراض ہے۔ قلب کی کور بصری کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں غالباً یہ شکوک و شبہ اور کاوشیں وہ غلط روایات صاحب سیر الاقطاب کی رطب و یابس روایات سے جنم لے رہی ہیں جنہوں نے جمالیوں اور صابریوں کے درمیان مستقل ایک نزاع کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے صاحب بصیرت چشتیوں کا خواہ وہ صابری ہوں خواہ جمالی یا نظامی سخت دکھ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ اسلام کا وہ گروہ جس کی تعلیم یہ کہ دشمنوں کو راضی کئے بغیر روحانی مدارج طے نہیں ہوسکتے اس کے دعویدار دوستوں کی دل آزاری کے لئے دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہوں۔

Marfat.com

ترا سایہ دشمنی حسپرا گنجی

جائیکہ خیال دوستدار تمت بشند

بعض دوست امیر خورد کرمانی سے ان کی اس مختصر نویسی کی وجہ سے سخت ناراض ہیں مگر خود بھی زیادتی ذکر کے شوق میں چند ایسی روایات تحریر کر گئے ہیں جو حضرت مخدوم پاک رح کی عظمت و بزرگی کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ آپ کے یا دوسرے اولیاء کے خلاف دل میں تعصب یا دشمنی رکھنی بدنصیبی کی علامت ہے۔ اللھم احفظنا

صاحب سیر اولیاء کے تحریر کردہ حالات بعد کی دوسری کتابوں سے مختلف ہیں بقول حضرت عبدالحق محدث دہلوی "سمجھ میں نہیں آتا کہ سیر الاقطاب کے علی احمد صابر اور سیر الاولیاء کے شیخ علی صابر ایک ہی ہیں۔ صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ میں نے والد ماجد سے سنا ہے کہ

ط۱ درویشے بود بزرگ صاحب نعمت کہ او را شیخ علی صابر گفتندے درویشے قدمے ثابت و نفس گیرا داشت و ساکن قصبہ ڈبکری بودے و پیوند بحضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز داشت و او را از حضرت شیخ شیوخ العالم رح اجازت بیعت بود

یعنے ایک درویش تھے بڑے بزرگ اور صاحب نعمت ان کو شیخ علی صابر رح کہتے تھے ثابت قدم اور نفس گیرا رکھتے تھے۔ (یعنی جو کچھ کہتے تھے وہ ہو جاتا تھا) وہ قصبہ ڈبکری میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت بابا صاحب رح سے بیعت کی اجازت تھی۔ وہ آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت بابا صاحب رح نے لوگوں کو خلافتیں عطا فرمائیں تو ہر ایک کو رخصت کرتے وقت وصیت و نصیحت فرمائی تو حضرت شیخ علی صابر نے عرض کیا۔ بندہ کے لئے کیا حکم ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔

اے صابر برو ہر کجا خواہی کرد یعنی ترا عیش خوش خواہد گذشت"

یعنے اے صابر جاؤ تمہارا اچھے عیش کے ساتھ گذران ہوگا۔

ط۱ الغرض تا آخر عمر شیخ علی صابر را عیشے خوش گذشت و او مرد خوش باش و کشادہ ابرو بود علیہ الرحمہ

ط۱ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۵

Marfat.com

یعنی وہ آخر عمر تک بڑی راحت کے ساتھ رہے اور خوش باش اور کشادہ آبرو تھے۔ علیہ الرحمہ سلسلہ حضرت مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی سے جاری ہوا۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحبؒ آپ اوچھ کے رہنے والے تھے اور علم و فضل میں یکتا۔ ابتداءً جناب بابا صاحبؒ سے کچھ عقیدت تھی۔ ایک دن اُنہوں نے حاکم اوچھ سے کہا کہ میں اجودھن جناب بابا صاحبؒ کے سلام کو جا رہا ہوں اس حاکم کو بھی غائبانہ حضرت سے اعتقاد تھا۔ اس نے یہ سن کر مولانا عارف کو دو سو[1] روپیہ دیئے اور کہا کہ

"[2] در چوں بقصبہ اجودھن رسی ایں دویست تنکہ سفید پیش حضرت سلطان المشائخ فرید الملتہ والدین قدس سرہ بنی واز من نیاز مے معروض داری و فاتحہ استمداد نمائی"

یعنے جب اجودھن پہنچو تو یہ دو سو روپے حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرنا اور میرے لیئے دعا کی درخواست کرنا۔

مولانا عارف اجودھن پہنچے تو خیال آیا کہ حاکم نے خط تو تحریر کیا نہیں ہے جس میں رقم کا تعین ہو۔ لہذا اگر میں آدھی رقم خود رکھ لوں اور آدھی حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دوں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ سوچ کر مولانا عارف نے نصف رقم خود رکھ لی۔ اور نصف رقم لے کر جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی وہ نصف رقم آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ

"[3] فلاں ملک مخلص و معتقد شما است صد تنکہ بدست من شکرانہ نمودہ است۔ قبول نمایند۔"

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۲۱ صد تنگہ بدست عارف داد۔ سیر الاولیاء صفحہ ۔۔۔ یک صد تنگہ بدست ایں عارف بخدمت شیخ الشیوخ العالم فرستاد۔ [2] سیر العارفین صفحہ ۵۵ [3] سیر العارفین صفحہ ۔۔ فوائد الفواد صفحہ ۲۱۵

Marfat.com

یعنے فلاں ملک نے جو آپ کا مخلص و معتقد ہے۔ یک صد روپیہ مجھے آپ کا شکرانہ پیش کرنے کے لئے دیا ہے۔ قبول فرمایئے۔

یہ سُن کر حضرت بابا صاحبؒ مسکرائے اور فرمایا کہ

؎۱ مولانا عارف حق برادری بریں درویش درست ساختی کہ نقود شکرانہ بنصفا لنصفی انداختی"

یعنے مولانا عارف تم نے اس درویش کے ساتھ حق برادری خوب نبھایا کہ نقد شکرانہ کو نصفا نصفی تقسیم کر لیا۔

حسن علاء سنجریؒ اور کرمانی کا بیان ہے کہ حاکم اوچھ نے یکصد روپیہ دیا تھا لیکن جمالی نے دو صد روپیہ لکھا ہے۔ بہرصورت مولانا نے نصف رکھ لئے تھے جس پر حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ "عارفؒ قسمت برادرانہ کردی۔

یہ سُن کر مولانا عارف بہت شرمندہ ہوئے اور بقایا نصف رقم اور اس کے ساتھ اپنا کل سرمایہ جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اسی وقت آپ سے بیعت کی اور مخلوق ہوئے اور خدمت میں ایسے راسخ ہوئے کہ استقامت حاصل ہوگئی۔

مولانا عارف حضرت باباصاحبؒ کے جماعت خانہ میں تھوڑا عرصہ سے لیکن حضرت کے فیضان نے ان کو خوب نوازا۔ اور وہ بہت جلد واصلانِ حق میں شامل ہوگئے۔ اور جناب باباصاحبؒ نے ان کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ اور سیستان کی ولایت بخشی۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

؎۲ میان اندک ایام از شیخ المشائخ خرقہ خلافت یافت ویکے از واصلانِ حق تبارک تعالےٰ گشت چنانچہ اورا حضرت شیخ بولایت سیستان تعین فرمود تا مردم آں دیار از وے فیض شامل ونصیبے کامل حاصل نمائند"

یعنے تھوڑے دنوں میں انہوں نے حضرت باباصاحبؒ سے خرقہ خلافت پالیا اور وہ

؎۱ سیر العارفین صفحہ ۵۵ فوائد الفواد صفحہ ۲۱۱ وسیر الاولیا صفحہ ۱۸۴ باباصاحبؒ فرمود عارف قسمت برادرانہ کردی۔ ؎۲ سیر العارفین صفحہ ۵۶

واصلانِ الٰہی میں سے ایک ہو گئے۔ اور پھر حضرت باباصاحبؒ نے ولایت سیستان میں ان کو مقرر فرمایا۔ تاکہ اس ملک کے لوگ ان سے فیض حاصل کریں۔

لیکن چند دن کے بعد مولانا عارفؒ اپنا خلافت نامہ لے کر حضور باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ مجھ پر جو حضور نے عنایت بے پایاں فرمائی ہے اور اپنی غلامی میں قبول فرمالیا ہے میرے لئے تو یہی کافی ہے۔ بیعت کرنا مشائخ کبار کا کام ہے۔ آپ نے مجھے سیستان کی ولایت عطا فرمائی ہے اور وہاں چلے جانے کا حکم دیا ہے۔ اگر حضور مجھے بیت اللہ شریف جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو عین بندہ پروری ہوگی۔

حضرت باباصاحبؒ نے ازراہ مہربانی ان کی درخواست منظور فرمائی۔ اور وہ بیت اللہ شریف روانہ ہو گئے۔ اور پھر وہاں سے واپس نہ آئے

حضرت مولانا حمید رحمتہ اللہ علیہ

دہلی کے ایک مشہور و معروف عالم حضرت مولانا حمید تھے۔ انہوں نے داخل داروغہ بنگال کی ملازمت اختیار کرلی تھی۔ فوائد الفواد میں ہے کہ

"۱؎ چاکر طفل طغری کہ در آخر حال بالکسوتی حو درا با دشناہ ساختہ"

اور مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

۲؎ در ملازمت طغرل کہ سلطان غیاث الدین اور داروغہ بنگال کردہ بود

اور جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کو بنگال بھیج دیا تو مولانا حمید کو بھی وہ اپنے ہمراہ بنگال لے گیا۔

ایک روز مولانا حمیدؒ اس کی پیشی میں کھڑے تھے کہ ان کو ہوا میں ایک لطیف صورت نظر آئی جس نے مولانا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے حمید تو اس شخص کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑا ہے۔ یہ کہا اور غائب ہو گئی۔ مولانا اس معاملہ کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھے کہ وہ صورت پھر سامنے آئی اور

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۰۱ ۲؎ سیر العارفین صفحہ ۸۵

Marfat.com

پھر سالقہ جبار دُہرایا۔ مولانا نے گردن جھکالی اور سوچنے لگے۔ کہ کیا معاملہ ہے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ آخر پھر سر اُٹھایا تو دیکھا وہ صورت ہوا میں معلق موجود ہے اور اُس نے پھر مولانا سے فرمایا حمید! تو اس کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑا ہے۔ یہ سُن کر اس مرتبہ مولانا حمید نے جواب دیا کہ میں اس کے سامنے اس لیے ہاتھ باندھے کھڑا ہوں کہ یہ میرا آقا ہے۔ میں اس کا ملازم ہوں۔ یہ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ اس صورت نے جواب دیا کہ

۱؎ تو عالمے واد جاہل تو حرے واد بندہ تو صلحے واو فاسق

یعنے تو عالم ہے اور وہ جاہل، تو آزاد ہے اور وہ غلام، تو صالح ہے اور وہ فاسق، تیرا اس طرح اس کے سامنے کھڑا ہونا غیر مناسب ہے۔ یہ کہا اور وہ صورت غائب ہو گئی۔

اس مرتبہ مولانا کا دل بھی برگشتہ ہو گیا۔ اور آپ نے اپنے داروغہ سے کہا کہ میرا حساب کتاب دیکھ لیجئے۔ میں آپ کی ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کیوں فضول گوئی کرتا ہے۔ کچھ دیوانہ ہوا ہے۔ مولانا نے جواب دیا بس میں اب ملازمت نہیں کر سکتا۔ مجھے قناعت حاصل ہو گئی ہے۔

الغرض مولانا حمید بنگال سے روانہ ہو کر دہلی آئے اور یہاں سے اجودھن حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ

۲؎ اے مولانا حمید! دیدی کہ بہ چہ صورت ترا دریں جا آوردہ ام

یعنے اے مولانا حمید تم نے دیکھا کہ ہم کس طرح تم کو یہاں لے آئے۔

مولانا اُسی وقت بیعت ہوئے اور استقامت کے ساتھ ترک و تجرید اختیار کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں لگ گئے اور باباصاحب نے تکمیل سلوک کے بعد خلافت عطا فرمائی۔ پھر ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا

۳؎ تو ایں زماں مثل ستارہ شدی کہ ستارہ در مقابل مہتاب نور نہ دہد

یعنے تم اس وقت مثل ستارہ کے ہو۔ اور ستارہ چاند کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ لہذا تم کیلوکری جا کر رہو۔ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۲ ۲؎ سیر العارفین صفحہ ۵۵ ۳؎ فوائد الفواد صفحہ ۲

Marfat.com

یہ سُن کر مولانا جماعت خانہ میں آ گئے۔ رات کو مولانا کے کچھ احباب بیت اللہ شریف کے لئے تیار ہو گئے۔ تو مولانا بھی صبح حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور نے مجھ کو کیا دکھری قیام کے لیئے فرمایا ہے میرے احباب بیت اللہ شریف جا رہے ہیں۔ حضور ازراہ بندہ نوازی مجھے بھی بیت اللہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیجیئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اجازت ہے۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

عا مولانا حمید استاد سر بزمین نہاد و عرض نمود کہ خداوندگار شکستہ نواز مرا عنایت نمودہ رخصت فرمایند کہ بزیارت حضرت رسالتؐ مشرف شوم و در بیت الہ گرداد باب زمزم فراشویم حضرت شیخ مشارالیہ فاتحہ و رخصت فرمود۔

یعنے مولانا حمید کھڑے ہوئے اور پھر اپنا سر آپ کے سامنے زمین پر رکھا اور عرض کی کہ خداوند شکستہ نواز مجھ کو از راہ نوازش اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں اور بیت اللہ شریف میں اپنی گرد اور کو آب زمزم سے دھوؤں حضرت بابا صاحبؒ نے یہ سُن کر ان کے لئے فاتحہ پڑھی اور رخصت فرمایا۔

حضرت مولانا حمید اپنے احباب کے ساتھ بیت اللہ شریف روانہ ہوئے حج و زیارت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو راستہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ

من او را دیدہ بودم مردے اہل بود گاہ گاہ تذکیر گفتے،،

یعنے میں نے ان کو دیکھا ہے۔ مردانِ حق کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ کبھی کبھی وعظ بھی کہا کرتے تھے۔ ان کے کلام میں بڑا سوز و اثر تھا۔ اور میں نے اکثر ان کے وعظ سُنے ہیں

سخنے گیرا داشت مستمعان را از حال می ربود

یعنے ایسا موثر کلام تھا کہ سننے والے میں کیفیت و حال پیدا ہو جاتا تھا۔ علیہ الرحمۃ الرضوان

عا سیر العارفین مدہ

Marfat.com

حضرت سلطان المشائخ خواجہ
سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی

قطب عالم نظام ملت و دیں — کآفتاب کمال شد رخ او
ذرہ جانب وز شبلی و معروف — یادگار سے است ذات فرخ او
شیخ الشیاں اگر چنیں بود نہ — ورنہ بود تد ایں چنیں شیخ او

اسم مبارک محمد بن احمد ہے۔ نظام الدین اولیاء، سلطان المشائخ، محبوب الٰہی کے القاب سے مشہور ہیں۔ دہلی والے سلطان جی کہتے ہیں۔

۲۷ صفر المظفر ۶۳۶ھ آخری چہار شنبہ کو بدایوں میں پیدا ہوئے ۱۶ سال کی عمر میں علم منقول و معقول سے فراغت پائی۔ اور علماء نے آپ کا تبحر علمی تسلیم کرتے ہوئے آپ کو بحاثِ محفل شکن کہا۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا شمس الملک اور مولانا کمال الدین زاہد مشہور و معروف آدمی گذرے ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے مولانا کمال الدین زاہد سے شاہی امام کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن مولانا نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا۔ کہ ہمارے پاس نماز کے سوا اور ہے ہی کیا۔ کیا سلطان اسے بھی ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ ہی سے حدیث شریف کی سند حاصل کی تھی۔ ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے ابوبکر قوال سے حضرت بابا صاحبؒ کے کچھ حالات سنے۔ جس سے آپ کے دل میں جناب بابا صاحبؒ کی غائبانہ اتنی محبت پیدا ہوئی کہ آپ ہر نماز کے بعد "یا فرید" کا وظیفہ پڑھنے لگے۔

[1] ۲۰ سال کی عمر میں حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے حضرت نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

[2] اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ — سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۱ [2] ۵ رجب المرجب ۶۵۵ھ [3] سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۶

Marfat.com

یعنے تیرے فراق کی آگ نے بہت سے دلوں کو کباب کر دیا۔ اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے بہت سی جانوں کو خراب کر دیا۔

بیعت کے ساتھ ہی فرمایا نظام الدین میں ولایت ہندوستان کسی اور کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ کہ غیب سے حکم ہوا کہ ٹھہرو۔ نظام الدین بدایونی آرہا ہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ پھر آپ کو سید بدرالدین اسحق رحمۃ کے سپرد کر کے فرمایا دہلی والے مہمان کی میزبانی بھی دہلی والے کو کرنی چاہیئے۔

جماعت خانہ فریدیہ میں داخل ہو کر آپ نے حضرت بابا صاحبؒ سے علم اصول میں حضرت ابوشکور سالمیؒ کی کتاب تمہید المہتدی اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف اور تجوید کے ساتھ قرآن شریف کے چھ سیپارے پڑھے۔

۱۳ر رمضان المبارک ۶۵۹ھ کو باباصاحبؒ نے خلافت عطا فرمائی۔ اور روزہ دار رہنے اور مجاہدہ جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ اور فرمایا اس خلافت نامہ کو دہلی میں قاضی منتجبؒ کو اور ہانسی میں مولانا جمال الدینؒ کو دکھا لینا پھر فرمایا۔

ؔ اسعدک اللہ فی دارین ورزقک علماً نافعاً عملاً مقبولاً آمین

یعنے اللہ تعالےٰ تجھ کو دونوں جہان میں نیک ترین بنائے اور علم نافع اور عمل مقبول عطا فرمائے۔ آمین۔ اور تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام کرے۔ اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ

تو بظاہر از ما غائب و بباطن با مایک جا خواہی بود۔

یعنے ظاہرا تو مجھ سے دور ہوگا مگر باطنا میرے پاس یکجا ہی ہوگا۔ آپ حسب الحکم دہلی واپس آئے۔ اور مجاہدات و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں خلق کا رجوع اس کثرت سے ہوا۔ کہ حد و شمار میں نہیں آسکتا۔ لیکن ہجوم خلائق کے باوجود آپ کے اذکار و اشغال میں ایک لمحہ فرق نہیں پڑنے پاتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہےؔ

ؔ سیرالاولیا صفحہ ۱۱۱ ؔ سیرالاولیاء صفحہ ۱۱۱ تو درختے شوی کہ در سایہ تو خلقے بیاساید۔

ؔ سیرالاولیاء صفحہ ۲۴۹ ؔ اخبار الاخیار صفحہ ۵۶

Marfat.com

۱؎ "حق تعالیٰ اورا قبولے تمام داد وخاص وعام را بوے رجوع شد و ابواب فتوح بروے مفتوح گشت۔ و عالمے از موائد احسان و انعام او فواید بر گرفتند۔ و خود بریاضت و مجاہدہ می بود۔ گویند کہ در آخر عمر کہ سن شریفش از ہشتاد متجاوز شدہ بود بغایت مجاہدہ پیش گرفتہ بود۔ و صوم دوام داشتے و بوقت افطار اندک چیزے چشیدے و طعامیکہ وقت سحر بودے اکثر جہاں بودے کہ نخوردے۔ خادم عرض داشت کردے کہ مخدوم وقت افطار طعام کمتر می خورند۔ اگر طعام سحر اندک تناول نکنند حال چہ شود ضعیف قوت گیرد۔ دریں محل بگریستے و گفتے کہ چندیں مسکینان و درویشاں در کنجہائے مساجد و دوکانہا گرسنہ و فاقہ زدہ افتادہ اند۔ ایں طعام در حلق من چگونہ فرو رود و ہمچناں طعام از پیش بر می داشتند"

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو نہایت قبولیت عطا فرمائی۔ اور خاص وعام کا رجوع آپ کی طرف ہوگیا۔ آپ پر دروازہ فتوح کھل گیا۔ ایک عالم آپ کی مہمان نوازیوں اور عنایتوں سے سیراب ہونے لگا۔ لیکن آپ خود برابر ریاضت و مجاہدات میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں جب سن شریف اسی سال سے بھی متجاوز ہوگیا۔ آپ سخت مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ اور صوم دوام رکھتے تھے۔ افطار کے وقت بہت قلیل غذا ہوتی تھی اکثر سحری میں کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔ خادم عرض کرتے کہ افطار میں آپ بہت کم تناول فرماتے ہیں اور سحری بھی ترک ہوتی جا رہی ہے۔ تو اس عمر میں ضعف و نقاہت سے کیا حال ہو جائے گا۔ یہ سن کر مخدوم رونے لگتے اور فرماتے۔ اتنے فقیر اور محتاج مسجدوں اور دکانوں میں بھوکے پڑے ہیں۔ میرے حلق میں نوالہ کیسے اتر سکتا ہے یہ فرما کر کھانا سامنے سے ہٹا دیتے۔

نماز و عبادت کی یہ حالت تھی۔ کہ ساری رات نفل پڑھتے رہتے تھے بچانوے سال کی عمر میں پانچ وقت بالاخانے سے اتر کر جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ سال میں ان پانچ دنوں کو چھوڑ کر جن میں روزہ رکھنا منع ہے تمام سال روزہ رکھتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے جو خلافت نامہ آپ کو عطا فرمایا وہ ہم آگے جا کر نقل کرینگے

۱؎ اخبار الاخیار ص ۵۶

Marfat.com

اس میں جو الفاظ حضرت بابا صاحبؒ نے آپ، کے لیئے استعمال فرمائے ہیں وہ غور کے قابل ہیں۔ لکھا ہے کہ

۱ فرزندِ رشید پاک دین و پاک رائے دانا و برگزیدہ آراستگی کردہ محمدی و دین محمدی محمد پسر احمد زیب آوری اماماں و عالماں جائے فخر بندگان و متقیاں پس دستِ بزرگ آں نظام الحق نائب دست ماست و آں را نظام الملۃ از جملہ خلیفہائے ماست و لازم گرفتن حکم آں نظام الحق در کارِ دین و در کارِ دنیا از جملہ تعظیم ماست۔ پس رحم کند حق تعالیٰ کسے را کہ اکرام کند آں نظام الحق را و بزرگی دارد۔ کسے را کہ من بزرگ داشتم او را مہان و خوار دارد۔ کسے را کہ نگاہ ندارد۔ آنکس حق کسے را کہ من نگاہ داشتم حق آں را صحیح و ثابت است۔

جنے ان کا بزرگ ہاتھ ہمارے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور یہ ہمارے خلفاء میں سے ہیں۔ دینی اور دنیاوی امور میں ان کی فرمانبرداری عین ہماری تعظیم ہے۔ پس رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس شخص پر جو ان کا اکرام و احترام کرے اور ان کو بزرگ جانے کیونکہ میں ان کو بزرگ عزیز رکھتا ہوں اور مہان و خوار کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ان کے حقوق و احترام کو نظر انداز کرے جن کو میں نگاہ رکھتا ہوں۔ کہ ان کا حق درست و ثابت ہے۔

حضرت سلطان المشائخؒ نے جناب بابا صاحبؒ کے خلیفہ اور جانشین کی حیثیت سے سلسلہ کی توسیع و اشاعت اور مخلوق کی رشد و ہدایت کا کام اس شان سے انجام دیا کہ شاید دوبارہ وہ سماں قیامت تک دیکھنے میں نہ آئے۔ مشہور مورخ ضیاء الدین برنی کی زبان سے سنیئے وہ آپکے طریق رشد و ہدایت اور فیضان عام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ
۳ حضرت سے مرید ہونے کی شرم لوگوں کو ظاہر اور باطن ممنوع باتوں کے ارتکاب سے بچاتی تھی۔ اور سب لوگ عملاً اور اعتقاداً عبادت و اطاعت کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ خواص و عام کے دلوں میں نیکی و نیکوکاری نے جگہ پکڑ لی تھی۔ آپ کے فیض صحبت سے بوڑھے، جوان، مرد، عورت، بچے، بازاری، عامی، نوکر، غلام سب نماز

۱، ۲ سیر الاولیاء خلافت نامہ حضرت محبوب الٰہی ص۱۱۹، ۱۲۱

۳ تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی ص۳۴۳

Marfat.com

پابندی سے ادا کرتے تھے۔ اور اکثر لوگ چاشت واشراق کے پابند ہو گئے تھے۔

برنی نے کئی صفحات میں یہ حالات لکھے ہیں۔ پھر آخر میں لکھا ہے کہ

ؔ۱ خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام الدین اولیاؒ کو اس زمانہ میں شیخ جنید بغدادیؒ اور شیخ بایزید بسطامیؒ کی مثل پیدا کیا تھا۔

حضرت سلطان المشائخؒ کے وقت میں چشتیہ سلسلہ کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ہزارہا لوگ آپ کے دسترخوان پر روزانہ کھانا کھاتے تھے۔ آپ کی خانقاہ کا دروازہ ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جس کو کچھ تکلیف ہوتی۔ کوئی رنج پہنچتا۔ کوئی مراد بر نہ آتی وہ محبوب الٰہی کی خانقاہ کی طرف رخ کرتا۔ آپ ہر ایک کا درد و غم سنتے۔ اس کو تسلی دیتے۔ اور پھر بارگاہِ الٰہی میں ایک ایک تکلیف اپنے اوپر طاری کر کے دعا فرماتے۔ تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ لوگ حضرت کی ذات گرامی سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت سلطان المشائخؒ کی تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت گذاری اور دردمندی میں گذری۔ وہ دوست دشمن سب کے دوست تھے۔ ہر وقت ہر ایک کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ جب کسی کا دکھ سنتے تو بے چین ہو جاتے۔ اور جس طرح ممکن ہوتا اس کا مداوا کرتے اور فرماتے۔

ؔ۲ عجب دلے باشد کہ غم برادر مسلمان بشنود و در وے اثر نکند۔

یعنے وہ عجب دل ہوگا۔ جو مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔

فوائد الفواد کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت کس طریقہ پر اپنے مریدین اور ملنے جلنے والوں کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے۔ کہ خدمت خلق اپنی زندگی کا مقصد بنایا جائے۔ جفا کے بدلے دعا اور گالیوں کے بدلے دعائیں دی جائیں اور امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری و برتری کے لیئے ہر وقت کوشاں رہا جائے اور برائی کا بدلہ برائی سے ہرگز نہ دیا جائے۔ کیونکہ

ؔ۳ اگر یکے خارے نہد و تو ہم خارے نہی۔ ایں خار خار باشد۔ میان مردماں ہم چنیں است کہ بانقراں نغزی با کوناں کوزی اما میان درویشاں ہم چنیں نیست بلکہ با نغزاں

ؔ۱ تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۴۶ ؔ۲ خیر المجالس صفحہ ۱۴۱ ؔ۳ فوائد الفواد صفحہ ۸

نغزی و باکوزاں ہم نغزی۔

یعنے اگر کوئی کانٹا رکھے اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہوجائیں گے۔ عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے۔ کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ لیکن درویشوں میں یہ دستور نہیں ہے۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیئے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض لوگ برسر منبر آپ کو برا کہتے ہیں۔ ہم سے نہیں سنا جاتا۔ آپ نے فرمایا میں نے ان کو معاف کر دیا۔ تم بھی معاف کر دو۔ کیونکہ ہمارا شیوہ لوگوں کے ساتھ دشمنی میں مشغول ہونا نہیں ہے۔

ایک دن ایک قلندر نے خانقاہ میں آکر آپ کے منہ پر آپ کو برا بھلا کہا۔ پھر کچھ سوال کیا۔ آپ نے اس کا سوال پورا کر دیا۔ اور لوگوں سے کہا اس سے ناراض مت ہو۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ

۱؎ معاملہ خلق بر خلق سہ قسم است۔ اول آں است کہ ازیں کس بادیگرے نہ منفعت برسد نہ مضرت حکم ایں حکم جماد باشد۔ قسم دوم ازیں بہتر کہ بدیگرے منفعت برسد و مضرت۔ قسم سوم از ہر دو خوشتر است کہ ازیں کس بدیگرے منفعت رسد و اگر او را مضرت رسانند او مکافات نکند۔ و تحمل کند و حلم ورزد و ایں کار صدیق است،،

یعنے لوگوں کے آپس میں معاملات تین قسم کے ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے سے نہ فائدہ پہنچے نہ نقصان، ایسا شخص جماد کا حکم رکھتا ہے۔ دوسری قسم اس سے بہتر ہے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جن سے فائدہ پہنچتا ہے اور نقصان بھی۔ تیسری قسم جو پہلی دو قسموں سے بہتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کو ہمیشہ فایدہ پہنچتا ہے۔ اور اگر لوگ اسے نقصان بھی پہنچائیں تب بھی وہ بدلے کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ تحمل کرتا ہے۔ اور یہ کام صدیقوں کا ہے۔

اخلاص اور درد مندی خلق کی اس کیفیت نے آپ کو دلوں کا محبوب بنا دیا تھا

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۵۵۵ ۲؎ یہ حاشیہ ۱۹۰ صفحہ پر ہے

Marfat.com

آپ کے اخلاص و محبت کو بیان کرتے ہوئے صاحب تاریخ دعوت و عزیمت نے کیسی صحیح ترجمانی کی ہے لکھا ہے کہ

؎۱ ان کی زندگی کا بہترین جوہر جس نے ان کو اپنے معاصرین میں ہی نہیں بلکہ مشائخ اسلام میں ایک بلند مقام اور اپنے زمانہ ہی میں نہیں بلکہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں قبول عام اور بقائے دوام عطا کیا اور ان کو محبوبیت کے خاص انعام سے نوازا۔ وہ توحید و اخلاص کی وہ خاص کیفیت اور ذوق ہے جس میں محبت و رضا الٰہی کے سوا کوئی چیز مطلوب و مقصود نہیں رہتی ؂

بحر المعانی میں سید محمد بن جعفر مکی نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء

؎۲ ہر دو را مشارب از روح احمدی بود

خضر علیہ السلام نیز فرمود کہ شیخ عبدالقادر گیلانی و شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند۔

یعنے ان دونوں کا مشرب روح احمدی سے تھا۔ اور خضر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی دونوں مقام محبوبیت میں تھے۔

مولانا جمالی نے حضرت سلطان المشائخ کو اس طرح یاد کیا ہے۔

؎۳ سلطان الاولیاء نظام الدین محمد قدس سرہ العزیز از مشائخ کبار یادگار بود و در ارباب ولایت نامدار در اسرار باطن بایزید وقت بود و در اطوار ظاہر ابو حنیفہ زمان۔

مولانا غوثی شطاری نے لکھا ہے کہ

؎۴ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے بڑے بڑے شہروں میں مخلوق کی رشد و ہدایت کے لیئے ایسے سات سو خلفاء روانہ کئے تھے کہ جن میں ہر شخص کے سینے سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا۔

؎۱ تاریخ دعوت و عزیمت ص۱۲۳ ؎۲ اخبار الاخیار ص۱۳۵ ؎۳ سیر العارفین ص۵۵ ؎۴ گلزار ابرار ص۵۸

Marfat.com

حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ

۱؎ لقب او سلطان المشائخ و نظام اولیاء ست۔ وے از محبوبان و مقربان درگاہِ الٰہی است۔ دیار ہندوستان مملو است از آثار برکات او۔

یعنے ان کا لقب سلطان المشائخ اور نظام اولیاء ہے۔ اور وہ محبوبوں اور درگاہِ الٰہی کے مقربوں میں سے ہیں۔ اور ملک ہندوستان ان کے فیوض و برکات سے مملو ہے۔

حضرت امیر خسرو نے جگہ جگہ آپ کو خضر و مسیح سے تشبیہ دی ہے۔

وجود خواجہؒ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جان خضر و مسیحا بہم شد مرکب

۲؎ در حجرہ فقر پادشاہ ہے
در عالم دل جہاں پناہ ہے
شاہنشہ بے سریر و بے تاج
شاہانش بخاک پائے محتاج

صاحب مرآۃ الاسرار نے تحریر فرمایا ہے کہ

حضرت سلطان المشائخ از جملہ آں بزرگاں بود کہ در گور نشستہ تصرف میکنند چنانکہ روضہ منبرکہ او قبلہ حاجات عالم است و ایں ذرّہ بے مقدار سن یک ہزار پنجاہ دو ہجری بہ شرف سعادت زیارت آستانۂ آں بادشاہ کونین سربلند گشتہ است و بہ فیض روحانیت آنحضرت قدس سرہٗ نعمتہائے نوازش ہا یافتہ کہ بہ تحریر راست نیاید سبحان اللہ تا امروز ظہور تصرفات ولایت آنحضرت ترقی است تا قیام قیامت خواہد بود چنیں ہزار اولیائے کبار در دہلی خفتہ اند ولیکن چوں ایں فقیر در عالم معنوی توجہ نمود غیر از دو شہ ولایت دیگر بہ پا ندید یکے بر سر مرقد پاک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی دوئم بر مزار منبرکہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ ''

یعنے حضرت سلطان المشائخؒ ان بزرگوں میں سے تھے جو اپنی قبر میں بیٹھے تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا روضہ مبارکہ قبلہ حاجات عالم ہے۔ اور یہ ذرہ بے مقدار

۱؎ اخبار الاخیار ص۵۵ ۲؎ و ۳؎ سیر الاولیاء ص۱۵۱ ۴؎ مرآۃ الاسرار بحوالہ اقتباس الانوار ص۔۔

Marfat.com

سن ایک ہزار باون ہجری میں اس بادشاہ کونین کے آستانہ عالیہ کی زیارت کے شرف سے سربلند ہوا۔ اور حضرت کے فیض روحانیت سے اتنی نعمتیں پائیں کہ تحریر میں نہیں آسکتیں سبحان اللہ آج تک حضور کے تصرفات ولایت کی ترقی ہے۔ اور قیامت تک ترقی رہے گی۔ چند ہزار اولیاء اللہ دہلی میں آسودہ ہیں۔ لیکن جب اس فقیر کی عالم معنوی کی طرف توجہ ہوئی۔ تو دو ولیوں کے خیمۂ ولایت کے سوا کسی کا خیمۂ ولایت برپا نہ دیکھا۔ ایک مرقد مبارک حضرت قطب الدین بختیار اوشی رح کا اور دوسرا مزار متبرکہ حضرت سلطان المشائخ رح کا۔

علامہ اقبال مرحوم نے آپ کی شان میں کتنا درست فرمایا ہے۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

حضرت سلطان المشائخ کا وصال ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ چہار شنبہ بعد طلوع آفتاب ہوا۔ مولانا عبدالقادر گرامی نے آپ کی شان میں فرمایا ہے۔

محبوب الٰہی کہ نظام الدین است — سلطان المشائخ ادب تمکین است
بر سر خط آں کجکلاہ مسند فقر — ہندوستان و عراق و روم و چین است

آپ کی تاریخ انتقال یہ ہے۔

نظام دو گیتی شہ ما و طیں — سراج دو عالم شدہ بالیقین
چوں تاریخ فوتش بجستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دیں

شہنشاہ دیں سے آپ کی تاریخ وصال ۷۲۵ھ نکلتی ہے۔

★ ★ ★

۱؎ آپ کے مکمل و مستند حالات کے لئے ہماری کتاب سلطان المشائخ ملاحظہ فرمایئے

Marfat.com

نفوسِ متبرکہ

متذکرہ نفوسِ قدسیہ کے علاوہ جن کی خلافت مسلمہ ہے۔ اور فواید الفواد سیر الاولیاء خیر المجالس۔ جوامع الکلم وغیرہ مستند و متقدم کتب سے ثابت ہے۔ جواہر فریدی، سیر الاقطاب معارج الولایت وغیرہ میں مندرجہ ذیل حضرات کو بھی باباصاحبؒ کے خلفاء لکھا ہے یہاں صرف ان حضرات کے اسم گرامی لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

شیخ وحیدؒ۔ شیخ دہاروؒ۔ شیخ زین الدین دمشقیؒ۔ علی شکر ریزؒ۔ شیخ علی شکر بارؒ۔ شیخ محمد سراجؒ۔ شیخ نور جہاں کابلیؒ۔ شیخ علی لاحقؒ۔ مولانا داؤد پالہیؒ۔ محمد منشا پوریؒ۔ شیخ یوسف ہانسویؒ۔ محمد شاہ غوریؒ۔ شیخ منتجب الدینؒ۔ مولانا تقی الدینؒ۔ مولانا احمد ملتانیؒ۔ مولانا علی بہاریؒ۔ شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ۔

ہو سکتا ہے کہ اول تو لیسندہ سے کوئی بات رہ گئی ہو۔ یا ان کے علم میں نہ آئی ہو اور جب کہ احصا کا دعویٰ بھی اس نے نہیں کیا ہے۔ تو پھر ایسا ثابت ہو جانے پر بعد کے تذکرہ نگاروں کا فرض اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ ان کو ایسا کوئی واقعہ لکھنے سے پہلے روایت و درایت کے ثقہ اور معتبر ثابت ہو جانے پر اپنے معتمد ماخذوں کا حوالہ دینا چاہیے تاکہ لوگ رد و قبول کے خلجان سے نکل جائیں اور اول فروگذاشت کا ازالہ ہو جائے۔

شیخ دہاروؒ۔ شیخ وحیدؒ۔ شیخ زین الدین دمشقیؒ۔ ان بزرگوں کا ذکر سیر الاقطاب اور معارج الولایت وغیرہ میں موجود ہے۔ شیخ وحیدؒ کے متعلق صاحب جوامع الکلم نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت باباصاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ شیخ علی شکر بار۔ شیخ علی شکر ریزؒ۔ شیخ محمد سراج شیخ نور جہاں کابلیؒ۔ شیخ علی لاحق ان نفوسِ قدسیہ کے حالات سیر الاقطاب و معارج الولایت میں موجود ہیں۔ اور مولانا معین الدین نے لکھا ہے۔ کہ شیخ علی شکر ریزؒ اور شیخ علی شکر بار اصل میں شیخ علی احمد صابرؒ اور شیخ علی لاحق سیالکوٹی ہیں شکر ریز اور شکر بار ان کے القاب ہیں۔

مولانا داؤد پالہیؒ کا ذکر اخبار الاخیار۔ گلزار ابرار۔ خیر المجالس معارج الولایت

عہ شیخ نور جہاں کابل۔ عہ مولانا جمالیؒ نے بھی آپ کو حضرت باباصاحبؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔

Marfat.com

سیر العارفین وغیرہ میں موجود ہے لیکن مولانا معین الدین صاحب معارج الولایت کے علاوہ کسی نے آپ کو باباصاحب کا خلیفہ نہیں لکھا۔ آپ کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں " جماعت خانہ کی معروف شخصیتیں " کے باب میں کیا ہے۔

۱ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ

" مریدے بود در غایت کمال " " ایک مرید تھے نہایت کامل "

۲ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ

" مردے بزرگ بود " بزرگ آدمی تھے۔

دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی آپ کا ذکر خیر بہت عزت کے ساتھ کیا ہے۔

محمد نیشا پوری کے متعلق فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ وہ ایک نقیب تھے۔ اچھا اعتقاد اور بزرگانہ روش رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ خود محمد نیشا پوری نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں گجرات جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں مجھ کو ایک قزاق ملا۔ جو مسلح تھا۔ اس نے تلوار نکالی اور میری طرف بڑھا۔ میں یہ دیکھ کر کانپنے لگا اور ایک دم میری زبان سے نکلا کہ "یا شیخ مدد فرمایئے" جیسے ہی میری زبان سے یہ نکلا۔ اس نے - - - - - - - - - تلوار پھینک دی۔ اور مجھ سے کہا، امان دیجئے۔ میں نے کہا جا تجھ کو امان ہے۔ اور اس کی تلوار اٹھا کر اس کو دے دی وہ ایک طرف چلا گیا۔

متقدم کتابوں سے آپ کی خلافت کا ذکر یا ایسا کچھ حال نہیں ملتا۔ جس سے آپ کے خلیفہ ہونے پر استدلال کیا جا سکے جیسا کہ حضرت قاضی منتجب الدین کے ذکر میں ہے۔ کہ جب حضرت باباصاحب نے خواجہ نظام الدین اولیاء کو خلافت نامہ مرحمت فرمایا۔ تو ساتھ ہی یہ ہدایت کی تھی۔ کہ اس کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجب الدین کو دکھالینا۔ اس سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ قاضی منتجب الدین بھی حضرت جمال ہانسوی کی طرح باباصاحب کے خلیفہ تھے اسی لیے حضرت باباصاحب

---

۱ سیر العارفین صفحہ ۔ ۲ اخبار الاخیار صفحہ

۳ خزینۃ الاصفیا صفحہ ۳۱۲ ۔ معارج الولایت صفحہ ۲۶۶ ۴ فوائد الفواد صفحہ

۵ [illegible]

نے مولانا جمال ہانسوی رح کے ساتھ قاضی منتجب الدین کا اسم گرامی بھی لیا۔

مولانا معین الدین نے معارج الولایت[1] میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب حضرت مولانا برہان الدین غریب کے بڑے بھائی تھے۔ اور حضرت بابا صاحب کے حلقۂ [illegible] میں رہتے تھے۔ اور مولانا تقی الدین رح کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ حضرت مولانا داؤد پالیوی کے بھائی تھے۔

حضرت مولانا شمس الدین ترک پانی پتی کے متعلق سیر الاقطاب، مرأۃ الاسرار اور اقتباس الانوار وغیرہ کتب میں تحریر ہے۔ کہ آپ حضرت بابا صاحب کے خلیفہ تھے۔

مرزا محمد اختر نے تذکرہ اولیائے ہند میں لکھا ہے کہ

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ محمد حنفیہ کے ذریعہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ پانی پت کے شاہِ ولایت تھے۔ ابتداء میں غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازم تھے۔ علم معقول و منقول میں ید طولیٰ رکھتے تھے

سیر الاقطاب میں لکھا ہے۔ کہ ترکستان کے رہنے والے تھے اور حضرت بابا صاحب سے خلافت حاصل کی تھی۔ اور حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہی کے ذریعے سے مخدوم صاحب کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ سے نعمت و خلافت حضرت جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی نے پائی۔

حضرت مولانا محمد ملتانی رح آپ حضرت بابا صاحب کے مرید تھے۔ ایک دفعہ ملتان سے اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ زمانہ بابا صاحب کے قیام اجودھن کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حضرت کے ہاں بڑی عسرت تھی۔ کھانے کا وقت ہوا۔ تو چند روٹیاں آئیں کھانے میں حضرت مولانا جمال ہانسوی رح اور سید بدر الدین اسحٰق بھی شریک تھے۔ لیکن فقر کا یہ عالم تھا۔ کہ دسترخوان تک نہ تھا۔ روٹیاں فرش پر رکھ دی گئیں تو مولانا محمد کے دل میں خیال آیا کہ

[2] اگر سفرہ بودے نیکو بودے۔

یعنی اگر دسترخوان ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت بابا صاحب کو ان کا یہ خطرہ منکشف ہوا

---

۱ معارج الولایت ص ۲۶۶ ۲ سیر العارفین ص [illegible] ۳ اس کی کمی تھی ۴ فوائد الفواد ص ۶۵

Marfat.com

گیا۔ آپ نے اپنی انگشتِ شہادت سے فرش پر روٹیوں کے گرداگرد لکیر کھینچ دی اور فرمایا۔

محمد ہمیں داں کہ سفرہ است ۔

یعنے مولانا محمد سمجھ لو یہی دسترخوان ہے ۔

سیر العارفین میں مولانا بجالی نے آپ کو حضرت بابا صاحبؒ کا مرید لکھا ہے۔ لیکن معارج الولایت میں آپ کو بھی حضرت بابا صاحبؒ کا خلیفہ لکھا ہے ۔

محمد شاہ غوری کے متعلق مولانا حمید قلندر نے خیر المجالسؒ میں لکھا ہے۔ کہ غور کے رہنے والے دو بھائی اجودھن رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام محمد شاہ تھا۔ ایک دن محمد شاہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی۔ کہ اس نے فوجی ملازمت ترک کر دی۔ اور بابا صاحبؒ کا مُرید ہو کر آپ کے جماعت خانہ میں داخل ہو گیا۔ تو دوسرا بھائی اپنے اور اپنے بھائی کے بچوں کی خورد و نوش وغیرہ کا انتظام کرنے لگا۔ اتفاقاً وہ سخت بیمار ہوا اور اس کی حالت یہاں تک خراب ہوئی کہ لوگوں نے سمجھ لیا کہ کچھ دیر کا مہمان ہے۔ اور تجہیز و تکفین کی تیاری کے متعلق سوچنے لگے۔ محمد شاہ یہ حال دیکھ کر نہایت بے قراری کے ساتھ روتا ہوا حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جو محمد شاہ غوری کا یہ حال دیکھا تو پوچھا۔ محمد شاہ کیا بات ہے۔ اس نے روتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حضور میرا بھائی جو میرے بال بچوں کی خبر گیری کیا کرتا تھا سخت بیمار ہے۔ اور میں اس کو ایسی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ شاید میرے یہاں آتے آتے اس کی روح پرواز کر گئی ہو۔ اگر خدانخواستہ وہ مر گیا تو میرا کام درہم برہم ہو جائے گا۔

آپ نے محمد شاہ کی یہ بات سنی اور اس کی بے قراری دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ اور آپ نے فرمایا محمد شاہ ہم تو تیرے بھائی کو تندرست دیکھ رہے ہیں اور وہ چار پائی پر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ پھر قریب بلا کر ارشاد فرمایا۔ محمد شاہ جو اضطراب اور بے چینی تجھ کو اس وقت اپنے بھائی کی جدائی کے خیال سے ہے۔ حق تعالےٰ کی محبت میں میری ہر وقت یہی حالت ہے۔ مگر میں نے آج تک یہ بات کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی

ہمچنیں کہ تو ایں ساعت ہستی من ہمہ عمر ہمچنیں ام ولے بہ کسے پیدا نہ کنم ۔

۱؎ فوائد الفواد صـ۵۵ ۲؎ معارج الولایت صـ۲۱۵ جلد اول ۳؎ خیر المجالس صـ۲۰۱

۴؎ سیر الاولیاء صـ۸۵ و فوائد الفواد صـ۲۳۱،۲۳۰،۲۲۶

محمد شاہ غوری نے جُھک کر حضرت کے قدم چوم لیئے اور پھر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ

"برادر نشستہ طعام می خورد"

اس کا بھائی بیٹھا ہُوا کھانا کھا رہا ہے۔

قضا تمہید پا بوس رضائش
اثر خط کف دست دعائش

امیر حسن علاء سجزی نے جناب محمد شاہ غوری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فوج میں ملازم تھے۔ اور صاحبِ باطن انسان تھے۔ جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان کو خواب میں حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت ہوتی اور حضرت ان کو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرما دیتے تھے۔

آخیر عمر میں حج کرنے کے لیئے کعبہ شریف گئے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کے متعلق کچھ معلوم نہ ہُوا۔

حضرت بابا صاحبؒ کا علم و فضل

تاریخ وسیر کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ جس طرح علم باطن میں فرید الدھر تھے۔ اسی طرح علم ظاہر میں بھی وحید العصر تھے۔ آپ کا علم ایک بحر بیکراں تھا جس سے ہزاروں تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ خود آپ کے ہم عصر شیوخ اور علماء اس بات کے مقر اور معترف تھے۔ کہ جناب بابا صاحبؒ علم کی انتہائی بلندیوں پہ فائز ہیں۔

یہ شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کھتوال میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ملتان چلے گئے۔ پھر ملتان سے تکمیل کے لیے قندھار یا سیستان گئے تھے۔ جو اس زمانہ میں علوم وفنون کے بہت بڑے مرکز تھے۔ اور یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ پانچ سال تک پورے ممالک اسلامیہ کے ان سرآمد روزگار ہستیوں کی صحبت میں رہے جو علوم ظاہر و باطن میں اپنی مثال آپ تھے۔

بزم صوفیہ کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ

Marfat.com

حضرت بختیار کاکیؒ نے شیخ فریدؒ کو مزید تعلیم کی تلقین فرمائی تھی۔ چنانچہ وہ ہندوستان سے نکل کر غزنی۔ بغداد۔ سیستان۔ بدخشاں وغیرہ میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے ہم چند واقعات پیش کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کا علوم مختلفہ میں کیا مقام تھا۔

(۱) اجودھن کا قاضی جو آپ کا سخت مخالف تھا۔ جب ملتان آپ کے خلاف فتوے لینے گیا۔ تو اس نے اپنے استفتاء میں خود اس بات کا اقرار کیا کہ "یہ شخص عالم ہے"[1]

اور علمائے ملتان نے جس میں حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الحق بھی موجود تھے متفقہ کہا تھا۔ کہ قاضی

"تو نام درویشے می گیری کہ مجتہداں را یارائے نیست کہ بر قول و فعل او اعتراض نمائید۔ و در معرض مخالفت او در آئند"

یعنے تو ایسے درویش کا نام لیتا ہے۔ کہ مجتہدانِ وقت کو یہ طاقت نہیں کہ اس کے قول و فعل پر اعتراض کرسکیں۔ اور اس سے مخالفت اور جھگڑا کریں۔

(۲) آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں ایسے ایسے فقید المثال عالم و فاضل نظر آتے ہیں۔ جو اپنے پیروؤں اور شاگردوں کی اپنے پیچھے ایک جماعت کثیر چھوڑ گئے ہیں ایسے لوگوں کا آپ کے حلقہ درس میں شامل ہونا آپ کے فضل و کمال پر دال ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جو علمائے وقت میں بحاث محفل شکن کہلاتے تھے اور جن کو بعد کی آنے والی نسلوں نے "ابو حنیفہ زمانؒ" کہہ کر یاد کیا ہے۔ حضرت مولانا جمال الدینؒ جو ہانسی کے خطیبِ اعظم اور علم و فضل میں یکتا تھے۔ سید بدر الدین اسحاقؒ جو دہلی میں ایک بڑی یونیورسٹی کے سکالر تھے۔ مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی جو علم منقول و معقول میں فرد تھے۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا رفیع الدینؒ حضرت مولانا عارفؒ، حضرت مولانا حمید قاضی منتجب الدینؒ۔ مولانا نقی الدین۔ مولانا فصیح الدین وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب فضلائے روزگار حضرت باباصاحبؒ کے علم و فضل کے خوشہ چین تھے اور

[1] سیر العارفین صفحہ ۳۴ [2] سیر العارفین صفحہ ۵

حضرت کے سامنے اپنے آپ کو ہیچمدان سمجھتے تھے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ علمی مسئلہ سمجھاتے وقت ایسی شستہ اور جامع تقریر فرماتے تھے کہ مرجانے کو جی چاہتا تھا۔

حسن عبارت و لطافت تقریر شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدینؒ بجمے بود چوں سمع انیکس رسیدے خواستے کہ ایں کس از غایت ذوق ہماں ساعت بمیر دنیکو باشد۔

یعنے حسن عبارت و لطافت تقریر حضرت بابا صاحبؒ میں اس درجہ تھی کہ جب کوئی سنتا تو انتہائی ذوق وشوق کے عالم میں بے اختیار اس کا جی چاہتا تھا کہ اس وقت موت آجاتی تو بہت اچھا ہوتا۔

مولانا نور ترک سلطانہ رضیہ کے وقت کے زبردست فاضل بزرگ تھے جو اپنے زمانے کے علماء کے کردار پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، امیر خورد کرمانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کا ذکر احترام کے ساتھ کیا ہے جب مولانا ہانسی آئے تو جامع مسجد تقریر کرنے کے دوران جس وقت حضرت بابا صاحبؒ مسجد میں داخل ہوئے تو مولانا ترک نے آپ کی کمال علمیت کو سمجھتے ہوئے کہا۔

؎ اے مسلمانان صراف سخن رسید،

یعنے اے مسلمانوں صراف سخن آگیا ہے۔ یعنی وہ شخص آگیا جس کے پاس علم وعمل کی کسوٹی ہے اور وہ عالمانہ بات کو پرکھتا ہے۔

حضرت سید بدرالدین اسحٰق کی وہ علمی اشکال جو علمائے عصر بہنوں غور وخوض کے باجود حل نہ کر سکے تھے اور جن کو حل کرنے کے لیئے مولانا بخارا جا رہے تھے۔ جناب بابا صاحبؒ نے بغیر کسی کتاب کا مطالعہ کیئے منٹوں میں حل کر دی تھیں۔ اور مولانا نے جو فقراء کے منکر تھے۔ اور ان کو جاہل سمجھتے تھے۔ کہا تھا کہ

؎ بہت چیزے کہ در بخارا میرفتم صد چنداں ہمیں جا یافتم ،،

یعنے جس چیز کے لئے میں بخارا جا رہا تھا۔ اس سے سو گنا زیادہ مجھے یہاں مل گئی۔

حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو عوارف المعارف کے

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱ ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۲ ۳؎ سیر العارفین صفحہ ۲۵

Marfat.com

پانچ باب اور تمہیدات حضرت ابوشکور سالمیؒ حرفاً حرفاً پڑھائی تھیں۔
عوارف المعارف حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تصنیف ہے جو صحت و سند کے اعتبار سے تصوف کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو رہتی دُنیا تک فنا نہیں ہونگی۔ اصل کتاب عربی میں ہے۔ جناب باباصاحبؒ اس کتاب کو دستار بند فضلاء کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور تمہیدات علم اصُول حدیث میں بہترین کتاب ہے۔
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت باباصاحبؒ عوارف المعارف کو بڑی عمدگی کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے جس سے معانی پوری طرح ذہن نشین ہو جاتے تھے اور ساتھ ساتھ اعتراضات رفع ہوتے جاتے تھے۔ مولانا جمالی حضرت سلطان المشائخؒ کی زبانی لکھتے ہیں کہ۔

ؔ۱ چوں نسخہ عوارف سبق فرمودے چناں ادا نمودے کہ شنوندہ را طاقتِ ہوش بر بودے از لذت بیان ایشاں مرا حالتے پیدا شدے اگر دراں حالت کسے بمیرد دولتے حاصل نمودہ باشد۔

یعنے جب عوارف پڑھاتے تو اس طرح ادا کرتے کہ سُننے والوں کی طاقت ہوش جاتی رہتی۔ اور ان کے بیان کی لذت سے مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ کہ اگر اس وقت کسی کو موت آجائے تو گویا اُسے ایک دولت بے بہا حاصل ہو گئی۔
امیر حسن علاء سجزیؒ نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی زبانی آپ کے سبق پڑھانے کی شان اور اثر اس طرح بیان کیا ہے کہ

ؔ۲ ایں چہ بیان بود کہ ایشاں میکردند آنچناں خود از کسی دیگر ہرگز شنیدہ نہ شود۔ بارہا در ذوق بیانِ ایشاں مردم چناں فرو میشد کہ تمنا بودہ شدے کہ اگر ہمیں زماں مردم بمیرد نیکو باشد۔

یعنے حضرت کا بیان ایسا تھا کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس بیان کے مثل کسی دوسرے سے ہرگز سُننے میں نہیں آیا ہوگا۔ اکثر اُن کے بیان کی لذت سے لوگوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ کہ اس حال میں لوگ مرجانے کو اچھا سمجھتے تھے۔
حضرت باباصاحبؒ علم تجوید القرآن کے بھی ماہر تھے۔ اور آپ نے سبع قرات کے

ؔ۱ سیر العارفین ص۲۲

Marfat.com

ساتھ قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ یہ چیز آپ نے مدینہ طیبہ یا مکہ مکرمہ میں اس وقت حاصل کی ہوگی جب آپ تحصیل علم کے ذوق میں سفر کرتے ہوئے ان مقامات پر حاضر ہوئے تھے حروف کی ادائیگی آپ بڑی عمدگی اور صحت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ مخرج کے ساتھ حروف کی ادائیگی میں آپ کا اس وقت کوئی ہمسر نہ تھا۔ میں بھی پوری کوشش کے باوجود اس طرح حروف ادا نہ کر سکتا تھا جس طرح حضرت بابا صاحبؒ کیا کرتے تھے۔

ایک دن جب انہوں نے جناب بابا صاحبؒ سے عرض کیا میں آپ سے قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ جب انہوں نے شروع کیا تو آپ نے فرمایا پہلے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ جب وہ والضالین پر پہنچے تو فرمایا والضالین اس طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں انھوں نے بہت کوشش کی لیکن اس طرح ادا نہ کر سکے۔

۱؎ آں چہ فصاحت و بلاغت بود۔ شیخ شیوخ العالم ضاد نوعے خواندے کہ ہیچ کس را میسر نہ شود"

یعنے ایسی فصاحت و بلاغت تھی جس کیساتھ شیخ شیوخ العالم ضاد کو ادا کرتے تھے کہ کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہوئی۔

ایک دن مولانا بدرالدین اسحٰقؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے درمیان ایک علمی مذاکرہ ہوا۔ ایک بات میں دونوں کو شک واقع ہوا۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا کیوں کھڑے ہو۔ مولانا نے عرض کیا کہ شرع میں زرتک ہے یا بترک۔ آپ نے فرمایا۔

۲؎ استر ستر کُن زرتک

یعنے چھپا اپنے راز کو اپنے گریبان سے بھی۔

حضرت بابا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر صابر کو غنی شاکر پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ غنی شاکر کو اس کے شکر پر مزید نعمت کا وعدہ ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم اور فقیر صابر کو اس کے صبر پر بشارت ہے معیت کی ان اللہ مع الصابرین ان دونوں مراتب میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

۱؎ و ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ

Marfat.com

شمس دبیر مشہور شاعر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے علم و فضل سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے حضرت سے استدعا کی کہ مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرما لیجئے۔ آپ نے اس کی یہ درخواست منظور کر لی۔ اور اس کو حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی مشہور کتاب لوائح پڑھائی۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ضیاء الدین نامی ایک عالم مینار کے نیچے درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں فقہ و نحو وغیرہ سے واقف نہ تھا۔ صرف علم اخلاق پڑھایا کرتا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت بہت بڑے فاضل ہیں۔ اور آپ کی مجلس میں اہل علم لوگ ہوتے ہیں۔——— اگر آپ نے مجھ سے ان علوم کے متعلق سوال کیا تو——— میں کیا جواب دوں گا۔ بھری محفل میں شرمندگی ہو گی۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت مجھ سے صرف اسی علم کے متعلق سوال کریں جس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ حضرت نے میری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ مولانا تنقیح مناظرہ کیا ہے؟

میں اس سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ سوال میرے علم کے متعلق تھا۔ اور میں نے کمال عمدگی سے اس کا جواب عرض کیا۔ بعد حضرت نے خود اس کے متعلق ایسی بے نظیر تقریر فرمائی۔ اور وہ نکات بیان کئے۔ کہ جو کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہ آئے تھے مجھ کو اس بات کا پورا الیقین ہو گیا۔ کہ حضرت تمام علوم میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ خلافت ملنے سے پہلے ایک دن جامع مسجد اجودھن میں بیٹھے کسی علمی مسئلے پر غور کر رہے تھے۔ کہ حضرت مولانا جمال الدینؒ ہانسوی کے بڑے صاحبزادے جو مجذوب ہو گئے تھے آئے اور انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا مولانا نظام الدین علم حجاب اکبر ہے۔ آپ کو خیال آیا کہ علم حجاب تو ہے۔ حجاب اکبر کیسے۔ مجذوب نے کہا "علم دون حق ہے اور جو دون حق ہے وہ حجاب حق ہے پھر کہا جب اس مقام پر پہنچو گے تو خود معلوم ہو جائے گا۔ یہ کہا اور چل دیئے۔ آپ وہاں سے اُٹھ کر جناب بابا صاحب کی خدمت میں آئے اور مجذوب کی باتیں بیان کیں۔ حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ حجاب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ظلمانی، دوسرا نورانی۔ نورانی حجاب اکبر کہلاتا ہے۔ گناہ اور برائیاں ظلماتی حجاب ہے جو

۱۔ سیر الاولیاء صہ ۲۔ شمائل الاتقیاء صہ

Marfat.com

شخص ان سے توبہ کرے گا۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور علم کا حجاب حجاب الاکبر ہے یہ نورانی حجاب ہے جس کو ہر شخص نہ عبور کر سکتا ہے نہ اس کے کنارے سے اُٹھ سکتا ہے جس وقت تک شرعی علوم میں دستگاہ نہ ہو گی۔ خدا کی محبت و معرفت کیسے حاصل ہو گی۔ اور علم سے حاصل ہونے والی وجاہت کا ترک کرنا مشکل ہے۔ اسی لیئے کہا ہے کہ

"علم حجاب اکبر ہے"

حضرت[۱] جمال الدین ہانسوی رح کے بڑے صاحبزادے جو مجذوب ہو گئے تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ وہ باہوش دلیوانہ تھے

حضرت بابا صاحب رح کو روزانہ ایسے عالموں سے بھی سابقہ پڑتا تھا۔ جو علم پڑھ کر عمل نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنی فضیلت جتانے کے لیئے بلا وجہ بحث و مباحثہ کرتے اور لوگوں کو تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس لیئے آپ اپنی مجالس میں اہل علم کو بار بار اس طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ کہ اگر تحصیل علم کا مقصد لوگوں سے جنگ و جدل کرنا ہے تو پھر ایسے علم کا حاصل نہ کرنا اچھا ہے۔ علم پڑھ کر لوگوں کو اذیت پہنچانا بہت بُرا ہے علم تو عمل کرنے کے لئے پڑھنا چاہیئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ

[۲] مقصود از خواندن علم شریعت برائے عمل است نہ از برائے ایذائے خلق
یعنے علم شریعت پڑھنے کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ نہ کہ لوگوں کو اذیت پہنچانا۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ پڑھے لکھے آدمی میں بقدر علم پندار علمی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے سے کم علم کو کسی طرح خاطر میں نہیں لاتا۔ بعض عالموں کا تو یہ حال دیکھنے میں آیا ہے کہ دوسروں کو ذلیل کرنے کی خواہش ان کو ہر وقت لیئے پھرتی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ بحث و مناظرہ کرتے پھرتے ہیں حضرت بابا صاحب رح کو بھی ایسے عالموں سے واسطہ پڑا تھا۔ بعض تو محض بابا صاحب رح کے امتحان علم کے لیئے آئے اور بعض نقصان علم جتانے کے لیئے لیکن چونکہ حضرت بابا صاحب رح کی عادت تھی۔ کہ وہ بحث و مناظرہ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ اس لیئے آپ نے کبھی کسی سے بحث و مناظرہ نہیں کیا۔ آپ کے انکسار علمی کا یہ عالم تھا۔ کہ کبھی دوسروں پر اپنی برتری اور فضیلت جتانے کے لیئے اپنے علم کا اظہار نہیں فرمایا آپ ہمیشہ خوش گفتاری اور حکمت کے ساتھ علمی مسائل بیان فرماتے تھے جس سے لوگوں کے

---

[۱] اخبار الاخیار صفحہ ۶۹ [۲] سیر الاولیاء صفحہ ۸۵

Marfat.com

علم میں بھی اضافہ ہوجاتا تھا۔ اور ان کی اصلاح نفس بھی ہو جاتی تھی۔

سلطان ناصر الدین محمود کے عہدِ حکومت میں مولانا فصیح الدین ایک زبردست عالم تھے۔ منقولات و معقولات میں یکتا تھے۔ بعض مسائل میں انہوں نے دہلی کے علماء کو لاجواب کردیا تھا۔ اس سے ان میں زبردست علمی زعم پیدا ہوگیا تھا۔ اور وہ کسی عالم کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ جب انہوں نے حضرت بابا صاحبؒ کا اسم گرامی سنا، تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ چلو اس فقیر کا علمی امتحان بھی کرلیں۔ یہ سوچ کر وہ اجودھن آگئے۔ اور مناظرانہ رنگ میں چند دقیق مسائل بابا صاحبؒ سے پوچھے۔ حضرت نے خاموشی اختیار کرلی۔ کیونکہ مناظرہ کرنا آپ کو سخت ناپسند تھا۔ مگر حضرت کے شاگرد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے مولانا فصیح الدین کو ایسے مدلل اور مسکت جواب دیئے کہ ان کے پندارِ علمی کا صنم کدہ دھڑام سے زمین پر آرہا۔ اور مولانا کو سخت شرمندگی ہوئی۔ اور وہ حسرت زدہ واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت بابا صاحبؒ حضرت سلطان المشائخؒ پر سخت ناراض ہوئے کہ تم نے ان کو جواب دے کر ان کی سخت دل آزاری کی۔ کیونکہ مولانا فصیح الدین پندارِ علمی میں مبتلا تھے اور اس کے ٹوٹنے سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی۔ جاؤ ان کی تالیف قلب کرو۔ سلطان المشائخؒ بموجب ارشاد مولانا فصیح الدین کے پاس آئے۔ اور ان سے بہت معذرت کی۔ انہوں نے کہا مولانا آپ معذرت کس بات کی کرتے ہیں۔ آپ کے جوابات تو بالکل درست تھے۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے ان کو پھر یہ تمام واقعہ سنایا۔ کہ حضرت بابا صاحب آپ کی دلداری کو جوابات پر ترجیح دیتے تھے۔ اس لیئے حضرت میرے جواب دینے سے سخت ناراض ہیں۔ اور مجھے معذرت کرنے کے لیئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر مولانا فصیح الدین پر بڑا اثر ہوا اور وہ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ ہی اجودھن آئے اور بابا صاحبؒ سے مرید کر لینے کی التجا کی۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا میں آپ کو اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ آپ اپنے پندارِ علمی کو باہر نکال دیں اور آئندہ کسی سے بحث و مناظرہ نہ کریں۔ تبلیغِ حق قرآنی حکم کے مطابق بالحکمۃ ہونی چاہیئے۔ نہ کہ دباؤ کے ساتھ۔ بحث و مناظرہ میں شکست کھا جانے کے بعد دل میں ضد و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور قبولیتِ حق کی توفیق جاتی رہتی ہے۔ پھر اس دروازہ کو کھولنے میں بڑی دیر لگتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ قطعہ پڑھا۔

ے

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی
در روز دوائے شخصے بیمار کنی
تا دل نہ کنی ز غصہ و کینہ خالی
صد خرمن گل بہ سر یک خار کنی

یعنی مانا کہ آپ رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو بیماروں کی تیمارداری کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے جب تک آپ اپنے دل کو غصہ اور کینہ سے خالی نہیں کریں گے تو یہ سب کچھ کرنا ایسا ہے جیسا سینکڑوں پھولوں کے ڈھیر سے ایک کانٹے پر نچھاور کر دیئے۔

یہ سن کر مولانا کھڑے ہو گئے اور بحث و مناظرہ سے توبہ کی۔ اس کے بعد حضرت بابا صاحب نے ان کو مرید فرمایا۔

حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے سلطان بلبن کے نام ایک سفارشی رقعہ لکھ دیں۔ آپ نے قلم برداشتہ دو سطریں اس کو لکھ دیں۔ فصاحت و بلاغت۔ مختصر نویسی حقانیت غرضیکہ سب کچھ ان دو سطروں میں موجود ہے۔

رفعت قصة الی اللہ ثم الیک فان اعطیتہ شیئاً
فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئاً
فالمانع ھو اللہ وانت المعذور

میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کیا پھر تیرے پاس بھیجا اگر تو اس کو کچھ دے گا۔ تو عطا خدا کی ہوگی۔ اور یہ تیرا مشکور ہوگا۔ اور اگر کچھ نہ دیگا تو ممانعت خدا کی طرف سے ہوگی۔ اور تو معذور سمجھا جائیگا۔

حضرت بابا صاحبؒ کی عربی عبارت کا نمونہ حضرت سلطان المشائخ کا خلافت نامہ ہے۔ جو ہم آگے جا کر نقل کریں گے۔ اس سے بھی آنجناب کا علم و فضل و کمال ثابت ہوتا ہے۔

ہم نے حضرت بابا صاحبؒ کے علم و فضل کو سمجھنے کے لئے چند تاریخی واقعات اپنے علم و فہم کے مطابق آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ حضرت کے علم و فضل کے کماحقہٗ بیان سے ہم عاجز و معذور ہیں۔ فافہم

Marfat.com

کرامت

کرامت کے لغوی معنی بزرگی کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں کسی شخص کے ذریعے محض اللہ تعالےٰ کے کرم سے ایسے واقعات کا صادر ہونا۔ جس کی سمجھ سے عقلیں عاجز ہوں۔ کرامت کہلاتا ہے۔

"معجزہ" کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ "کرامت" کا اولیاء اللہ سے۔ اگر عام مسلمانوں میں سے ایسی بات ظہور میں آئے تو اسے "معونت" کہتے ہیں غیر مسلم سے ہو۔ تو "استدراج" کہلاتا ہے۔ اگر مرشدان کامل سے بالارادہ ہو تو اس کا نام "تصرف" ہے۔

عام طور پر بزرگوں کے تذکروں میں کشف و کرامت کو ایک اہم مقام دیا جاتا ہے۔ شاید اس اہمیت کی وجہ یہ ہو۔ کہ بادی النظر میں یہ چیز عوام کو غیر معمولی دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ خود بزرگوں نے کشف و کرامت کی اہمیت کم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے مگر عوام الناس کا جھکاؤ اسی طرف ہے۔ حالانکہ بزرگوں کے حالات شائع کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ______ لوگوں میں نیکی و نیکوکاری بڑھے اور اسلامی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ اور یہ تذکرے طالبان حق کے لیئے مشعل راہ ثابت ہوں۔ اور لوگوں کو معلوم ہو سکے۔ کہ جب کسی انسان میں حق تعالےٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس سے کس طرح کے افعال و اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اور اس کی ذات سے معاشرہ کو کیا کیا فایدے پہنچتے ہیں۔

بزرگوں کے نزدیک کشف و کرامت کو فقیری و درویشی میں مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

ایک شخص جس کی زندگی کتاب و سنت کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور جو حق کے دروازہ پر صدق و استقامت سے بیٹھا ہے۔ وہ کرامت پر فوقیت رکھتا ہے۔

بزرگی کا راز کتاب و سنت پر عمل میں مضمر ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ

۱۔ الکرامۃ ھی الاستقامۃ علی باب الغیب،

Marfat.com

یعنی کرامت یہ ہے کہ آدمی حق کے دروازہ پر استقامت سے بیٹھا رہے۔
ایک جگہ فرمایا۔

"سلوک[1] را صد مرتبہ نہادہ اند ہفتدہم مرتبہ کشف و کرامت است۔ اگر سالک ہم دریں بماند ہشتاد و سہ مرتبہ دیگر را کے برسد"

سلوک کو سو درجوں میں رکھا ہے جس میں ۱۷ واں مقام کشف و کرامات کا ہے۔ اگر سالک اس مقام میں رہ گیا تو بقایا تراسی مرتبوں کو کیسے پہنچے گا،

کشف و کرامت کو لوگوں نے بزرگی کا معیار بنا لیا ہے۔ حالانکہ کل اولیاء اللہ نے سالکان راہِ طریقت کو ہدایت کی ہے کہ کشف و کرامت راستے کا حجاب ہیں۔

"کشف[2] و کرامت حجاب راہ است کار استقامت محبت دارد کرامت پیدا کردن کارے نیست"

کشف و کرامت راستہ کا حجاب ہیں، اصل کام استقامت محبت ہے، کرامت دکھانا کچھ بھی نہیں ہے۔

بزرگوں کی کرامتوں کے متعلق عوام الناس میں کئی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو کرامت کا بالکلیہ منکر ہے۔ اور اس کو شعبدہ کہتا ہے۔ دوسرے کا حال یہ ہے کہ اس نے کشف و کرامت ہی کو بزرگی کا معیار ٹھہرا لیا ہے۔ یہ دونوں خیالات افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ جو دانشمند کرامت کے بالکل منکر ہیں وہ اس پہ غور کریں کہ اولیاء اللہ کی کرامات دلیل ہیں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی اور بر اصول کے مطابق دلیل کے انکار سے مدلول کا انکار لازم آئے گا۔ جس سے ایمان و یقین متاثر ہونگے

قرآن شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی (حضرت آصف بن برخیا) کی کرامت کا ذکر موجود ہے۔ کہ انہوں نے ملکہ سبا کا تخت جو سینکڑوں میل کی مسافت پر تھا، چشم زدن میں لا حاضر کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ "کرامت اولیاء حق" کی دلیلِ قطعی نہیں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں "عندہٗ علم من الکتاب" سے تعبیر فرمایا ہے۔

اولیائے کاملین سے جو کرامات کا صدور ہوا ہے۔ اس پہ غور کرنے سے یہ سمجھ میں

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۳۵۵ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۳۵۵

Marfat.com

آتا ہے کہ یہ کرامتیں معاشرہ کی اصلاح اور لوگوں کو خدائے ذوالجلال کی جو کھٹ پر جھکانے اور ان کے ایمان و یقین کو مضبوط بنانے کے سبب ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نکالیں۔ اور نور کی طرف لے جائیں۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجیے۔ کہ ایک ولی جہاں ولایت کے دوسرے وصائف سے متصف ہوتا ہے۔ وہاں اس کو کچھ کرامات بھی عطا ہوتی ہیں۔ کہ کرامات بھی ان کی ولایت کا جزو ہیں۔ جن کو ان کی مبارک زندگیوں سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

ان کرامات کا صدور اولیاء اللہ سے شہرت۔ ناموری یا ذاتی منفعت کے لیئے نہیں ہوتا۔ بلکہ تصرف وکرامت کے اظہار سے ان حضرات نے لوگوں کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی بخشی ہے اور انسان کے خلیفۃ اللہ اور نائب رسول اللہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

مادی ترقی کے اس دور میں جب کہ روحانیت کا انکار وبا کی طرح پھیل رہا ہے معجزات اور کرامات کو قصۂ پارینہ سمجھا جانے لگا ہے۔ چاروں طرف انکار و الحاد کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہم ایمان و الیقان والوں کی خدمت میں حضرت بابا صاحبؒ کے حالات زندگی پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ جان لیں۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ نے جوگیوں اور جادوگروں کے ماننے والوں کو کس طرح وحدہٗ لاشریک مولا تعالیٰ کی چوکھٹ پر جھکا یا تھا اور مصائب اور حوادث کے شکار انسانوں کو جو مایوسی میں اپنے خالق و مالک کو بھلا بیٹھے تھے۔ کس طرح ارحم الراحمین کا بنایا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بابا صاحبؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔

تعلیمات

حضرت بابا صاحبؒ کا ہمیشہ یہ دستور رہا۔ کہ کوئی دینی مشکل ہو یا دنیاوی ہر بات میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ جب کوئی شخص حضرت کی خدمت میں اپنی پریشانی بیان کرتا۔ تو آپ اُس کو نماز پڑھنے اور تلاوت کلام اللہ کرنے کا حکم دیتے

لہ اللہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمات الی النور۔

Marfat.com

تھے۔ اور روزانہ یہی ہوتا رہتا تھا۔

مفلسی کا علاج ایک دن ایک شخص نے حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں اپنی مفلسی اور تنگدستی کا حال عرض کیا اور دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے پہلے اس کے لیے دعا کی پھر اس کو فرمایا تم رات کو سوتے وقت سورۂ جمعہ پڑھا کرو۔[1]

ایتمر ترک کا حال حضرت بابا صاحبؒ لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا خیال ہر وقت رکھا جائے اور اس معاملہ میں کسی بندے کی ناخوشی سے بالکل متاثر نہ ہوا جائے۔ آپ کی اس تعلیم کا اثر آپ کے مریدوں اور معتقدوں میں بدرجہ اُتم موجود تھا۔

دہلی میں ایک مالدار ترک ایتمر نامی رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک مسجد تعمیر کی اور حضرت بابا صاحبؒ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو اس میں امام مقرر کر دیا۔ پھر کچھ دن بعد اس نے اپنی لڑکی کی شادی اور فضول رسموں میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔

ایک دن وہ ترک شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو اسراف اور خرچ بے جا سے ڈرایا۔ اور فرمایا کہ

"مومن تمام آں کس باشد کہ او را دوستی حق بر دوستی اولاد غالب باشد اکنون تو یک لکہ جیتل بلکہ زیادت در حق فرزند خود خرچ کردی اگرچہ دو چند ایں در راہ حق خرچ کنی آنگاہ تو آں چناں باشی"

یعنے پورا مومن وہ ہوتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اپنی اولاد کی محبت پر غالب ہو۔ اب تو نے ایک لاکھ جیتل بلکہ اس سے زیادہ اپنی اولاد کی شادی پر خرچ کئے ہیں اگر تو دو لاکھ جیتل راہ خدا میں خرچ کرے گا جب کہیں ویسا مومن ہوگا۔

یہ حق بات سن کر وہ ترک بہت ناراض ہوا۔ مگر آپ نے اس کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی پھر اس ترک نے اس ناراضگی کے سبب آپ کو مسجد کی امامت سے ہٹا دیا۔

---

[1] سیر الاولیاء یہ سورۃ ۵ مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھی جاتی ہے اور واللہ خیر الرازقین کی ۱۲ مرتبہ تکرار کی جاتی ہے۔ نظامی۔

[2] سیر الاولیاء ۔۔ و فوائد الفواد ۔۔ [3] فوائد الفواد ۔۔

Marfat.com

جب آپ اجودھن آئے اور یہ سب واقعہ حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا

یعنے ہم کسی ایک آیت کو منسوخ نہیں کرتے تاوقتیکہ اس سے بہتر یا اس جیسی آیت اور نہ لے آئیں۔

پھر فرمایا۔ جو حق بات سُننے سے ناراض ہوتا ہے اس کی پرداخت کرو اتیم گیا اور انکی آجائیگا۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد انتیمر ترک کا نام ونشان مٹ گیا۔ اور رانیکرنامی ایک اور ترک آگیا۔ جو دنیا دار اور اچھے عقیدے کا آدمی تھا۔

باباصاحبؒ کا سفارشی خط سلطان بلبن کے نام

فقراء کی نظر ہر معاملہ میں فاعل حقیقی پر رہتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو کارساز نہیں مانتے۔ طرح طرح سے وہ اپنے مریدین ومتعقدین کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ بھروسہ کے قابل صرف وہی ذات ہے۔ اور اصل کارساز مؤثر حقیقی اور مالک حقیقی وہی ہے۔ اپنے ہر کام میں اسی سے مدد مانگنی چاہیئے وہ چاہتا ہے تو اسباب فراہم ہو جاتے ہیں۔ اور کام بن جاتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تو بنے ہوئے اسباب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دینا وہی ہے وہ دلوائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ روک دے تو کوئی دینے والا نہیں۔ اس کے حکم کو رد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

ایک دن ایک شخص حضرت باباصاحبؒ کے خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور مجھے سلطان بلبن کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجئے تاکہ وہ مجھے کچھ عنایت فرمائے۔

آپ نے فرمایا دینے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ میں تمہارے لیئے دعا کرتا ہوں وہ تم کو عطا فرمائے گا۔ اُس نے یہ سُنکر کہا "آپ مجھے بلبن کے نام خط لکھ دیں۔ وہ آپ کے خط سے مجھے کچھ ضرور دیگا۔ آپ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو میں تمہیں خط بھی لکھے دیتا ہوں لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ کارساز اور دینے والا وہی مالک ہے۔ جو تم کو بھی دیتا ہے اور سلطان بلبن کو بھی دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ لکھ کر اُسے دے دیا۔

Marfat.com

ؒ "رفعت قصه الی اللہ ثم الیك فان اعطیتہ شیأً فالمعطی ھواللہ وانت المشکور وان لم تعطیہ شیأً فالمانع ھواللہ وانت المعذور"

یعنے میں نے اس شخص کی ضرورت اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کی پھر تیرے پاس بھیجا ہے اگر تو اس کو کچھ دے گا۔ تو عطا اللہ تعالےٰ کی ہوگی۔ اور یہ شخص تیرا مشکور ہوگا۔ اگر کچھ نہ دیگا۔ تو بندش خدا کی طرف سے ہوگی۔ اور۔ تو معذور سمجھا جائے گا۔

شخصی حکومت کے زمانے میں جب کہ لوگ بادشاہ کو ظل الٰہی سمجھ کر سجدہ بھی روا رکھتے تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی تحریر دیکھئے سچی بات کس ملیغ انداز میں لکھی ہے کہ فصاحت بلائیں لے رہی ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

جاگیر کا فرمان واپس کر دیا

زبانی کلامی تلقین و نصیحت آسان کام ہے۔ لیکن نصیحت کا اثر اس وقت ہوتا ہے۔ جب ناصح خود عامل ہو۔ ترک دنیا کی تلقین کرنے والے اگر خود دنیا جمع کرنے لگیں یا تنگدستی یا در عسرت میں خیرات بند کر دیں۔ تو پھر یہ قول و فعل کا فرق نہیں تو اور کیا ہوگا ایسے شخص کی نصیحت بالکل غیر مؤثر ہوگی۔ ناصح اور معلم کا اصلی روپ اس کی نجی زندگی اور بے تکلف احباب کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اگر اس کی روش ظاہر و باطن خلوت و جلوت میں ایک سی ہے۔ تو پھر واقعی ایسا شخص مسند ارشاد کے لائق ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی تمام سیرت مبارک پر نظر ڈالیئے آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملے گا۔ کہ آپ کا ظاہر کچھ ہو اور پوشیدہ کچھ۔ اس معاملہ میں سب سے پہلے سرآمد فضلائے روزگار سید بدر الدین اسحٰقؒ کی گواہی موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ

ؒ سیر الاولیاء صد ۶۲

Marfat.com

ا مخدوم ہر چہ بودے با من گفتے و مرا بکاریکہ برراہ کردے در خلا و ملا یک سخن بودے ہیچ گاہ در خلا سخن نہ گفتے و کارے نفرمودے کہ در ملا عین آں نہ گفتے۔ یعنے ظاہر و باطن یک روش داشت و ایں عجائب روزگار است"

یعنے مخدوم کا جو کچھ کام ہوتا وہ مجھ سے کہتے تھے خلوت اور جلوت میں ایک ہی بات کہتے اور کرتے تھے مجھ سے کبھی علیحدگی میں ایسی بات نہیں کہی اور کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو ظاہر میں نہ کہہ سکتے ہوں۔ یعنی ظاہر و باطن میں ان کی روش ایک تھی۔ اور یہ بات عجائب روزگار سے ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی اقامت اجودھن کا ابتدائی اور آخری زمانہ نہایت عسرت کا تھا۔ اکثر فاقہ رہتا تھا لیکن اس پر بھی ایثار کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا اُسی وقت ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیتے تھے عین اس وقت جب کہ آپ کے اہل خانہ اور جماعت خانہ کے افراد فاقوں سے دوچار تھے۔ الغ خاں سلطان ناصر الدین کی طرف سے کچھ نقد روپیہ اور چار گاؤں کی جاگیر کا فرمان لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے نقد روپیہ مستحق فقراء میں تقسیم کر دیا اور فرمان یہ کہہ کر واپس کر دیا۔ کہ اس کے خواہشمند بہت موجود ہیں۔ ان کو دے دو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

شاہ مارا دیہہ دہد منت نہد
رازق مارزق بے منت دہد

اب آپ پورا واقعہ پڑھیئے۔ سلطان ناصر الدین غازی ابن سلطان شمس الدین التمش نہایت نیک سرشت اور پرہیزگار بادشاہ گذرا ہے۔ تاریخ میں اس کو درویش بادشاہ کہا جاتا ہے۔ وہ کسی مُلکی ضرورت کے سبب ملتان جا رہا تھا۔ جب نہروالا کے قریب پہنچا تو اُس نے غیاث الدین بلبن سے کہا۔ جو اس وقت نائب السلطنت تھا اور الغ خاں کہلاتا تھا۔ کہ میں حضرت بابا صاحبؒ

ا سیر الاولیاء صہ ۶۵ ۲ اپنی سخت ضرورت کے وقت اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا قرآن شریف میں ہے وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ یعنی پسند کرتے ہیں غیروں کو اپنی جان سے اگرچہ خود حاجتمند ہوں۔

۳ سیر الاولیاء صہ ۶۶ ۴ سیر الاولیاء صہ ۷۱

کی زیارت کے لئے اجودھن جانا چاہتا ہوں۔ الغ خاں نے کہا راستے میں پانی کی سخت قلت ہے۔ اس عظیم لشکر کے ساتھ وہاں جانا تکلیف کا باعث ہوگا۔ آپ ملتان چلیئے۔ میں آپ کی طرف سے نذر لے کر جناب باباصاحب کی خدمت میں چلا جاتا ہوں۔ بادشاہ نے اس رائے کو قبول کر لیا۔ اور کچھ نقد روپیہ اور چار گاؤں کا فرمان بھجوا دیا۔

الغ خاں نذر لے کر اجودھن پہنچا۔ اس وقت اس کے دل و دماغ میں ملک گیری کی ہلچل بھری ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا۔ چونکہ بادشاہ بے اولاد ہے۔ اس لئے اس کے بعد سلطنت میرے ہاتھ آجائے۔ وہ یہ سوچ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ کی نذر پیش کی۔ آپ نے پوچھا" یہ کیا ہے" الغ خاں نے کہا کہ،

"ایں سیم است وایں مثالِ چہار دیہہ خاص برائے شما"

یہ روپیہ ہے اور یہ چار گاؤں کا فرمانِ خاص آپ کے لئے ہے۔

یہ سن کر حضرت باباصاحبؒ مسکرائے اور فرمایا فرمان واپس لے جاؤ۔ اس کے چاہنے والے اور بہت موجود ہیں۔ ان کو دے دو۔ البتہ یہ نقد روپیہ ہم درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کر لیں گے، پھر الغ خاں کو مخاطب کر کے یہ قطعہ پڑھا۔[1]

فریدوں فرخ فرشتہ نہ بود ‏ ‏ زعود و زعنبر سرشتہ نہ بود
زداد و دہش یافت آں نکوئی ‏ ‏ تو داد و دہش کن فریدوں توئی

یعنی فریدوں بادشاہ کوئی فرشتہ نہ تھا اور عود و عنبر سے بھی اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جو اس کے عدل و انصاف کی خوشبو سارے جہان میں پھیلا دیتے۔ اس نے شہرت و ناموری داد و دہش کے ذریعہ حاصل کی تھی۔ تو بھی خیرات و سخاوت کر فریدوں ہو جائے گا۔

یہ سن کر الغ خاں کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے جھک کر حضرت کے قدم چوم لیے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ کا خادم ہوں اور دعا کا محتاج ہوں۔ آپ نے فرمایا:

فریدوں توئی۔

تھوڑے ہی دن بعد ناصر الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور الغ خاں بادشاہ ہو گیا۔

مال جمع کرنا فقراء کا شیوہ نہیں ہے

تنگدستی اور مسرت کے زمانہ میں خیرات کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن ان لوگوں کے لئے

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۸

Marfat.com

جنہیں اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ بلکہ کل مخلوق سے زیادہ خدا اور اس کا رسول محبوب ہو یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ کہنے کو تو ہر شخص خدا اور اس کے رسول سے محبت کا دعوے رکھتا ہے مگر عملاً لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ کی تصویر ایک محب ہی پیش کر سکتا ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کی زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ نے روپے پیسے کو جمع کرنے یا دوسرے دن کے لیے کچھ بچا کر رکھ چھوڑنے پر عمل کیا ہو آپ کا تمام عمر یہی معمول رہا کہ جو کچھ آیا اُسی وقت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

ایک دن کسی شخص نے کچھ روپے جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیے۔ آپ نے وہ روپیہ مولانا سید بدرالدین اسحٰق کو دے کر فرمایا اس کو تقسیم کر دو حضرت مولانا نے وہ روپیہ تقسیم کر دیا۔ کچھ دیر بعد ایک روپیہ فرش پر پڑا ہوا ملا آپ نے اُس کو اس خیال سے اُٹھا لیا کہ صبح فقراء کے کھانے میں کام آ جائے گا۔

جب آپ نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو نماز بے ذوق اور بے حلاوت تھی۔ آپ نے نیت توڑ دی جناب بابا صاحب نے آپ سے پوچھا۔ مولانا کیا وجہ ہے نماز بے ذوق ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی شاہی سکہ یا روپیہ تو باقی نہیں ہے۔ مولانا نے عرض کیا حضور ایک روپیہ میرے پاس ہے اور میں نے اُسے صبح کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے وہ روپیہ اظہار ناراضگی کے ساتھ مولانا سے لے کر پھینک دیا۔ اور فرمایا اسے کیوں رکھ چھوڑا اگر کوئی لینے والا نہیں تھا۔ تو باہر پھینک دیا ہوتا۔ جمع کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

مکان نہ بنانے کا عہد

ایک دن جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں ایک عقیدتمند نے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت مرحمت فرمائیں۔ تو جماعت خانہ کے قریب ان خادموں کے لئے جو باہر سے لنگر خانہ کے لئے لکڑیاں لاتے ہیں۔ ایک کوٹھری بنا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ

---

۱ تاریخ ابن عساکر جلد ۷ صفحہ ۲۱۱ قول حضرت عبادہ بن صامت بدری اصحابی کہ ہم نے ان امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی کہ ہم دکھ سکھ میں اُن کی اطاعت کرینگے تنگدستی و فراخی میں خیرات کرینگے امر بالمعروف اور نہی عن منکر بجا لائیں گے اور اللہ کے لیے سچی بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرینگے۔ ۲ بعض روایتوں میں یہ واقعہ امام علی خاں کے روپوں کی تقسیم کا ہے۔

Marfat.com

۱؎ "مدت ہفت سال است کہ مسعود بنا بر نیت کردہ است کہ خشت بر خشت نہ نہد"
یعنے سات سال ہوئے بندہ مسعودؒ نے عہد کیا ہے کہ اینٹ پہ اینٹ نہ رکھے گا۔
الغرض حضرت باباصاحبؒ نے مکمل تجرید و تفرید ظاہری و باطنی کے ساتھ اپنی تمام عمر بسر کی۔
کیا خوب کہا ہے حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ نے۔

تفرد باللہ الفرید فرید
فظل وحیداً و المشوق وحید

یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ پہ ڈالنے کے لیئے گھر میں چادر اور لحد بنانے کے لیئے اینٹیں بھی نہ تھیں۔

۲؎ پنبہ علاج را رسم کفن داری نہ بود
خانہ پر روشن فنا سامان داری ہم نہ داشت

بھروسہ خدا کا فقراء کا بھروسہ صرف خدا پر ہوتا ہے۔ زبانی کلامی تو سارا جہان بھی کہتا ہے۔ کہ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے مگر عملاً یہ چیز صرف فقراء میں نظر آئیگی اور یہ لوگ اپنے متعلقین اور مریدین کو بھی ہر وقت یہی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے علاوہ کوئی بھروسہ پائیدار اور معتمد نہیں ہے۔
اگر فقراء کے اس اعتماد میں ذرا سی دیر کے لیئے خطرہ آجائے تو ان کی باز پرس ہوتی ہے۔ اور کبھی سالک واقف ہوجاتا ہے اور کبھی راجع۔
۳؎ ایک مرتبہ حضرت باباصاحبؒ سخت بیمار ہوئے کمزوری اور تکلیف کی شدت کی وجہ سے چلنے پھرنے میں تکلف ہوتا تھا۔ اور آپ عصا لے کر چلتے تھے۔ کہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں اس عصا کے سہارے چل رہا ہوں۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ فوراً گرفت ہوئی۔ اور عتاب ہوا۔ آپ نے فوراً عصا ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور آپ کے چہرے سے پشیمانی اور تاسف کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ موجود تھے۔ پوچھا حضور خیر تو ہے چہرہ مبارک پر تفکر پایا جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا نظام اس وقت دل میں یہ خطرہ آیا تھا جس کی گرفت ہوئی۔ کہ غیر پہ بھروسہ کرتا

۱؎ سیرالاولیاء صنہ ۹ ۲؎ فوائد الفواد صہ ۱۲۱
۳؎ فوائد الفواد صہ ۵۱۱، ۵۲ سیرالاولیاء صہ ۵۸

Marfat.com

ہے۔ اس لیئے عصاء کو پھینک دیا۔ اور پشیمان ہوں۔
یاد رکھنے کی بات یہ ہے۔ کہ عام لوگوں کی گرفت وقوعِ فعل کے بعد ہوتی ہے لیکن
اخص الخواص حضرات کا خطرہ بھی پکڑا جاتا ہے۔
کیونکہ یہ اصول ہے کہ
حَسَنَاتُ الۡاَبۡرَارِ سَیِّاٰتُ الۡمُقَرَّبِیۡنَ
یعنے ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیئے گناہ ہیں۔

"سرکاری مُلازموں کے لیئے باباصاحبؒ کی نصیحت"

عام طور پر لوگ دولت وطاقت کے گھمنڈ میں کسی پر ظلم وزیادتی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اقتدار کے نشہ میں ایسے بدمست ہوجاتے ہیں کہ کسی غریب کی جائز شکایت سننا تو ایک طرف اس کا اپنے سامنے زبان کھولنا بھی اپنے وقار کے خلاف گستاخی خیال کرتے ہیں لیکن جب خود کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو پھر خدا یاد آتا ہے۔ اور فقراء کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں بعض سرکاری ملازمین بھی شامل ہیں۔ جن کا مصیبت میں پھنس جانے کے بعد یہ حال ہوتا ہے۔

اہل کاراں بوقت معزولی
شبلیٔ وقت و بایزیدؔ شوند
چوں بہ آیند باز بر سر کار
شمرِ ذالجوشن و یزید شوند

اور یہ مرض پرانا ہے۔ ہر وقت میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں۔
حضرت باباصاحبؒ کے زمانے میں اجودھن میں ایک سرکاری منشی تھا جو اپنے ماتحتوں اور غریب عوام کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا تھا۔ اور کسی پر ظلم وزیادتی کرتے بالکل نہ ڈرتا تھا۔ حالانکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

یعنے مظلوم کی آہ سے ڈر کہ جب وہ بیچارگی کے وقت دعا کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے قبولیت اس کی دعا کے استقبال کے لیئے آجاتی ہے۔
اتفاقاً اجودھن کے منشی صاحب سے ان کا افسر اعلیٰ سخت ناراض ہوگیا۔ در پئے آزار

Marfat.com

ہوگیا۔ منشی صاحب کو جب کوششوں میں ناکامی ہوئی تو خدا یاد آیا۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور حاکم شہر خواہ مخواہ میرے درپئے آزار ہے۔ اگر جناب از راہِ کرم اس سے میری سفارش کر دیں تو انتہائی ممنون ہونگا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے کسی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ

"بمنتﷺ ایں درویش ازیں نویسندہ دلریش محترز باید بود"

اِس درویش کی منت قبول کرو اور اِس شکستہ دل نویسندہ کو آزار مت پہنچاؤ لیکن حاکم نے باوجود وعدہ کر لینے کے اس کو ستانا نہ چھوڑا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آزار پہنچایا۔ تو وہ منشی پھر حضرت کی خدمت میں آیا اور سب ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا میں نے اُس سے تیری سفارش کر دی مگر اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ شاید کوئی مظلوم تیرے پاس بھی فریادی آیا ہوگا۔ اور تو نے بھی اُس کی فریاد رسی نہ کی ہوگی۔ یہ سُنتے ہی وہ منشی کھڑا ہوگیا۔ اور اُس نے توبہ کی اور عہد کیا کہ میں آج سے کسی کو نہ ستاؤنگا اور جہاں تک میرے امکان میں ہوگا۔ لوگوں کی خدمت کروُنگا۔ اگرچہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو

اس عہد اور توبہ کو تھوڑا ہی وقت گزرا تھا۔ کہ وہ حاکم خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس نے آپ کی سفارش پر عمل نہ کرنے کی معافی مانگی اور اس منشی سے راضی ہوگیا اور اس کو ایک گھوڑا اور خلعت انعام میں دیا۔ آپ نے پھر اُس کو بہت سی نصیحتیں کیں اور یہ بھی فرمایا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے افسر تم سے اچھا برتاؤ کریں تو تم بھی اپنے ماتحتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ اور مظلوموں کی فریاد کو فوراً پہنچو۔ ورنہ تمہاری دعا بھی قبول نہیں ہوگی

جادُو کے اثر سے حضرت بابا صاحبؒ کا بیمار ہو جانا

حضرت بابا صاحبؒ جب اجودھن آئے ہیں۔ تو یہاں اُس وقت جوگیوں اور جادُوگروں کا بڑا اثر و اقتدار تھا۔ اور دوُر و نزدیک اس شہر کو جادو نگری کہا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کے علاوہ یہاں کے مسلمان بھی جوگ اور جادُو سے واقفیت رکھتے تھے۔ خاص شہر اجودھن (پاک پٹن) میں ایک بڑا مشہور و معروف مسلمان جادُوگر رہا کرتا تھا۔ جس کا نام شہاب تھا

(۱) سیر العارفین صہ۳۰ خادمے را جانب والی فرستاد و فوائد الفواد صہ۱۱۲ کسے را جانب والی فرستاد۔
(۲) سیر العارفین صہ۳۰

Marfat.com

اسی کے لڑکے نے حضرت بابا صاحبؒ پر جادو کیا تھا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کا عمل تمام عمر عفو و درگذر کی پیغمبرانہ سنت پر رہا۔ اس لئے آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ آپ ہمیشہ اپنے مریدین اور متعلقین کو یہی نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ کسی کی برائی کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ نہ کسی سے دشمنی رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کا جواب غلط کاری نہیں ہے۔ بلکہ عفو و درگذر ہے۔ اب آپ پورا واقعہ پڑھیئے اور دیکھئے کہ خود حضرت بابا صاحبؒ ان باتوں پر کس قدر سختی سے عمل پیرا تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحبؒ سخت بیمار ہو گئے۔ بھوک بند ہو گئی۔ کھانا پینا ترک ہو گیا۔ آپ کے صاحبزادگان اور مریدین جمع ہوئے۔ طبیبوں کو بلایا گیا۔ انھوں نے نبض دیکھی۔ پیشاب کا کیمیاوی تجربہ کیا۔ پھر کہا ہم کو کسی مرض کا پتہ نہیں چلتا۔ ہمارا علم آپ کے مرض کی پہچان سے قاصر ہے۔

تکلیف نے شدت اختیار کر لی اور متعلقین بڑے سراسیمہ اور پریشان ہو گئے ایک دن صبح حضرت بابا صاحبؒ نے مجھ کو اور (حضرت) بدر سلیمانؒ اور چند دوسرے خاص لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ آج رات تم سب مشغول رہو اور میری صحت کے لئے دعا کرو۔ ہم سب نے ایسا کیا۔ آخر شب حضرت بدر سلیمان نے دیکھا کہ ایک بزرگ کھڑے فرماتے کہ تمہارے باپ پر شہاب جادوگر کے لڑکے نے جادو کیا ہے اور وہ شہاب کی قبر میں دفن ہے تم اس کی قبر پر جا کر یہ کلمات پڑھو تو جادو ظاہر ہو جائے گا۔

ایّھا المقبور المبتلی اعلم بانّ ابنک قد سحر واذی فضل لہ لیکیف باسمعنا والا تلحقہ بالحق بنا

حضرت بدر سلیمانؒ نے یہ واقعہ جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو بلا کر فرمایا یہ کلمات یاد کرو۔ اور لوگوں سے شہاب ساحر کی قبر معلوم کرو۔ اور اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ پڑھو۔

بموجب ارشاد حضرت بابا صاحبؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے یہ کلمات یاد کیئے اور پھر شہاب جادوگر کی قبر پر گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر آپ نے یہ کلمات پڑھنے شروع کیئے اور مقررہ تعداد میں پڑھنے کے بعد آپ نے زمین پر دستک دی معلوم ہوا کہ اندر کوئی چیز دفن ہے۔ آپ نے مٹی ہٹائی، تو اندر سے مٹی کا ایک گولہ نکلا آپ نے اور مٹی ہٹائی تو اس میں سے ایک پتلا برآمد ہوا جس میں کچھ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ اور

Marfat.com

گھوڑے کی دُم کے بال اس میں بندھے ہوئے تھے۔ آپ اس پُتلے کو لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو آپ کے سامنے ڈال دیا۔

جناب بابا صاحبؒ نے اس آٹے کے پُتلے کو دیکھا اور فرمایا کہ اس میں سے سوئیاں نکالو۔ اور بالوں کی گرہوں کو کھول دو۔ اور پھر اس پتلے کو توڑ کر دریا میں ڈال دو۔ حضرت محبوب الٰہی نے حضرت بابا صاحبؒ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ جیسے جیسے سوئیاں اس میں سے نکلتی تھیں اور بالوں کی گرہیں کھلتی تھیں۔ حضرت کی طبیعت درست ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب تمام سوئیاں نکال لی گئیں اور سب گرہیں کھول دی گئیں۔ تو حضرت اُٹھ بیٹھے۔ اور تندرست ہو گئے۔ پھر حضرت محبوب الٰہی نے اس پتلے کو توڑا اور دریا میں ڈال دیا[1]

حضرت کی اس بیماری کا چرچا عام تھا۔ اب اس جادُو کی برآمدگی کا شہرہ بھی تمام شہر میں ہو گیا کہ شہاب جادُوگر کے لڑکے نے بعض لوگوں کے کہنے پر حضرت پر جادُو کیا تھا۔ والیٔ اجودھن کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے ابنِ شہاب کو گرفتار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور عرض کرایا کہ یہ شخص واجب القتل ہے حکم فرمایئے کہ اس کو کس طرح قتل کیا جائے۔ آپ نے والی کو جواب بھیجا۔ کہ

"چوں درحق من خدائے تعالیٰ صحت بخشید من نیز بشکرانہ آں صحت عفو کردم وخطا او بخشیدم تو نیز تعرض نہ رسانی،،

یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے۔ میں بھی اس صحت کے شکرانے میں اس کو معاف کرتا ہوں اور اس کی خطا کو بخشتا ہوں۔ تو بھی اس سے کوئی تعارض نہ کر

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پر بھی جادو کیا گیا تھا جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔ پھر آپ کے مریدین ایک ماہر شخص کو آپ کی خدمت میں لائے جس نے خانقاہ کی زمین سونگھ کر ایک جگہ کھودنے کے لیئے کہا۔ جب زمین کھودی گئی تو علاماتِ سحر ظاہر ہوئیں اور جادُو برآمد ہو گیا۔ پھر اس ماہر نے کہا کہ مجھے اس کام میں یہ

---

[1] جوامع الکلم میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ اجودھن سے دریا کے کنارے "فرید وال" تشریف لے گئے تھے اور وہیں حضرت نے غسل صحت کیا تھا۔ اور اسی جگہ پتلا کو توڑ کر دریا میں ڈالا گیا تھا۔

[2] سیر العارفین ص۔ فوائد الفواد ص۱۷۱

Marfat.com

کمال حاصل ہے۔ کہ میں جادو کرنے اور کروانے والوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ جب حضرت نے یہ سُنا تو فوراً فرمایا خبردار ہرگز ایسا نہ کرنا۔ میں نے تو ان لوگوں کو جنہوں نے جادو کیا یا کرایا تھا۔ معاف کر دیا ہے۔

گناہ سے بچنے پر شکر ادا کرنا چاہیئے

عارف شیراز نے کہا ہے کہ

بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست ۔۔۔ فقیری بجز خدمت خلق نیست

خدمتِ خلق میں جہاں بھوکوں کا پیٹ بھرنا اور حاجتمندوں کی ضروریات پوری کرنا ہے۔ وہاں ایک اہم کام اور بھی ہے۔ جس کے لئے پیغمبر مبعوث کئے گئے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے آدمی خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے۔ پھر دوسروں کو احسن طریقہ سے گناہ کی نجاستوں سے نفرت دلائے۔ اور برائی سے روکے۔ اور بھلائی کی طرف بلائے۔ یہ اتنا اہم اور اعلیٰ کام ہے۔ کہ خود پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرما کر لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ

"[1] میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو اگرچہ خود نبی اور شہید نہیں ہیں۔ مگر قیامت کے دن ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے۔ اور خدا بھی اُن کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کو اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔" حضرت بابا صاحبؒ کا طریقہ رشد وہدایت ایسا موثر تھا کہ بڑے سے بڑے گنہگار کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ جو شخص آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہوتا تھا تو گویا برائی اور گناہ اس کی زندگی سے مٹ جاتے تھے۔ اور اس کو ناشائستہ اور ناپسندیدہ کاموں سے بالکل نفرت ہو جاتی تھی۔

قصبہ ابوہر کا رہنے والا ایک شخص سراج الدین حضرت بابا صاحبؒ کا مرید ہوا اور اس کے ساتھ اس کے قوم والے بھی حضرت کے مرید ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اس کے ہاں مقیم تھے۔ کہ ابوہر کے کچھ لوگوں کا سراج الدین سے جھگڑا ہو گیا تو ان لوگوں نے اس کو بہت بُرا کہا۔ اور اس کی بیوی پر الزام لگائے۔ اُس کی بیوی نے جواب دیا جو کچھ

---

[1] مسند شریف

Marfat.com

تم میری بابت کہتے ہو۔ سوچو کہ وہ میرے مرید ہونے سے پہلے کی باتیں ہیں۔ بعد کی نہیں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اس عورت کا جواب بہت پسند آیا۔

تذکرے اور تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں۔ کہ حضرت کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کے بعد آپ کی مریدی کی شرم عام لوگوں کو ظاہری و باطنی برائیوں سے روک دیتی تھی۔ اکثر حضرت بابا صاحبؒ بیعت کے بعد مریدین کو نصیحت فرماتے تھے کہ اپنے ظاہر کو شریعت کے اتباع سے اور باطن کو عشقِ مولیٰ سے آراستہ کرنا۔ نماز باجماعت پڑھنا جمعہ ترک نہ کرنا اور ایام بیض کے روزہ رکھنا۔

امیر حسن علاء سجزی نے فوائد الفواد[1] میں اور امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء[2] میں لکھا ہے۔ کہ ایک شخص حضرت بابا صاحبؒ سے بیعت ہونے کے لئے دہلی سے اجودھن روانہ ہوا۔ راستے میں ایک بدقماش عورت بھی ہم سفر ہوگئی۔ اور وہ کوشش کرتی رہی کہ کسی طرح اس شخص کو گناہ پر مائل کرلے۔ مگر چونکہ مرد کی نیّت صادق تھی۔ اس لیئے وہ بالکل اس کی طرف مائل نہ ہوا۔

ایک دن دونوں ایک ہی سواری پر بیٹھے تو اس عورت کو موقعہ مل گیا۔ کہ اس شخص کو ورغلائے۔ قربت کے سبب وہ شخص بھی کچھ مائل ہوا اور اس نے اس سے کوئی بات کی۔ یا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ غیب سے ایک مرد ظاہر ہوا۔ جو ہوا میں معلق تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ایک بھرپور طمانچہ اس شخص کے رسید کیا کہ

[3] بخدمت فلاں میروی بہ نیّت توبہ این چیست؟

یعنے حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں توبہ و ارادت کی نیت سے جاتا ہے۔ پھر یہ کیا کرتا ہے؟

وہ شخص طمانچہ کھا کر فوراً سواری سے اُتر پڑا۔ اور عورت سے بالکل علیحدگی اختیار کرلی۔

جب وہ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پہلی بات جو حضرت نے

---

[1] فوائد الفواد ص۲۲۰ [2] سیر الاولیاء ص۸۵ و سیر العارفین ص۳۴

[3] فوائد الفواد ص۲۲۰ و سیر العارفین ص۳۴ بخدمت شیخ بہ نیت توبہ و ارادت میروی و دل بر فسق می آری۔

Marfat.com

اس سے کی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ

؎ خدائے تعالیٰ ترا آں روز نیک قوی نگاہ داشت

خدائے تعالیٰ نے تجھ کو اس روز گناہ سے خوب بچایا۔

حضرت باباصاحبؒ کا سب سے بڑا مخالف قاضی شہر

گنتی کے چند مولویوں اور قاضیوں نے فقراء کی مخالفت کر کے اور ان کو سولی دلوا کر عوام میں یہ تاثر پیدا کر دیا ہے۔ کہ مولوی مُلا لوگ ہمیشہ فقراء کے مخالف ہوتے ہیں حالانکہ تمام عالم اور مفتی وغیرہ ایسے نہیں ہوتے۔ تاریخ وسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی افسوسناک مثالیں چھوڑ جانے والے چند نام نہاد مولوی یا جاہ طلب مفتی ہوتے ہیں۔ ورنہ علماء تو خود درویش صفت اور درویشوں کے خادم ہوتے آئے ہیں۔

جن مولویوں نے فقیروں اور درویشوں کو ستا کر اپنے نفس کو خوش کیا اُنہیں میں سے اجودھن کا ایک شخص قاضی عبداللہ تھا۔ جو اپنے تئیں قاضی محمد ابوالفضل عبداللہ کہلوایا کرتا تھا۔ اسلامی عہدِ حکومت میں قاضی شہر کو اسی طرح کے اختیارات حاصل ہوتے تھے جیسے آجکل سول جج کو ہوتے ہیں۔

اِس قاضی کو جناب باباصاحبؒ کا اثر و رسوخ اور عوام کی آپ کے ساتھ بے پناہ محبت سخت ناگوار تھی۔ اور وہ اس کو کم کرنے کے لیئے اپنی نجی مجلسوں سے لے کر منبر تک پر آپ کو بُرا کہتا رہتا تھا۔ اور خصوصاً ان مجالس میں جہاں حضرت باباصاحبؒ کے مریدین یا بچوں میں سے کوئی ہوتا۔ تو اس کا پارہ زیادہ چڑھ جاتا تھا۔ اور وہ آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھا کرتا تھا۔ غرض وہ اِس دشمنی میں اس قدر از خود رفتہ ہوگیا تھا کہ اُسے اپنے خسرانِ آخرت کا بھی خوف نہ تھا۔

کُشندہ کُشندہ باشد

ایک دن جناب باباصاحبؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ شہاب الدینؒ گنج علم شہر کی کسی مجلس میں تھے۔ کہ قاضی مذکور بھی وہاں آن گیا۔ اور اس نے جو وہاں آپ کو دیکھا تو

؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۲ وسیر العارفین صفحہ ۳۵ خدائے تعالیٰ آں روز کہ با مطربہ مبل بودی از فضلِ خود نگہداشتہ

Marfat.com

بس حضرت باباصاحبؒ کی شان پاک میں گستاخیاں کرنے لگا۔ مگر حضرت شیخ شہاب الدین حضرت باباصاحبؒ کی ہدایت کے مطابق حلم و بردباری کے ساتھ خاموش بیٹھے رہے جب آپ واپس آئے تو آپ نے باباصاحبؒ سے اپنی اس تکلیف کا حال بیان کیا۔ جو قاضی کی بدگوئی سے آپ کو پہنچی تھی۔ اور عرض کیا کہ قاضی کو ہم سے ایسی خصومت ہوگئی ہے۔ کہ جہاں ہم میں سے کسی کی صورت اُس کو نظر آئی۔ اور وہ چراغ پا ہوا۔ پھر جو کچھ وہ کہتا ہے۔ وہ سُنا نہیں جاتا۔ حالانکہ ہم نے آج تک آپ کے ارشادِ گرامی پر عمل کرتے ہوئے اس کی ناگفتنی کا جواب نہیں دیا۔ کوئی محفل ہو کسی قسم کے لوگ جمع ہوں مگر وہ آپ کی توہین کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت باباصاحبؒ نے اپنے لختِ جگر کی یہ باتیں سُنیں اور فرمایا بیٹا

جور و جفائے ایشاں بکشید کہ

"کشندہ کشندہ باشد"

یعنے اُن کی سختیاں اُٹھاؤ۔ کیونکہ برداشت کرنے والا مار ڈالتا ہے۔ صبر کرو۔ بُرائی اور بدگوئی کا جواب بُرائی اور بدگوئی نہیں ہے۔ بلکہ عفو درگذر ہے۔

"قاضی کی بے ہودگی"

حضرت باباصاحبؒ کے اس صبر و برداشت پر بھی قاضی نے اپنی اصلاح نہیں کی۔ بلکہ آپ کو اور زیادہ تنگ کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ ایک قلندر کو کچھ لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ باباصاحبؒ کے منہ پر آپ کو گالیاں نکالے اور آپ کی توہین کرے۔

جب یہ قلندر باباصاحبؒ کے پاس آیا۔ اُس وقت آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے اور مولانا بدرالدین اسحٰق روبرو بیٹھے ہیں حاضر تھے۔ ان کے پیچھے حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاءؒ دست بستہ کھڑے تھے۔ کہ اُس قلندر نے قریب آکر کرخت لہجے میں آپ کو مخاطب کرکے کہا۔ میں نے سُنا ہے کہ تُو نے اپنے تئیں بُت بنا رکھا ہے۔ اور لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کراتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

Marfat.com

"منؔ نہ ساختہ ام خدائے تعالٰے ساختہ است"

میں نے کچھ نہیں بنایا ہے۔ اللہ تعالٰے نے بنایا ہے۔ قلندر نے نہایت زور سے کہا نہیں تو نے اپنے تئیں بت بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا خود کوئی کچھ نہیں بن سکتا جو کچھ بناتا ہے۔ اللہ تعالٰے ہی بناتا ہے۔ یہ جواب آپ نے کچھ اس طرح دیا۔ کہ قلندرؔ لاجواب ہوگیا۔ اور پھر اُس نے کہا کہ۔

؎ آفریں بر تحمل شما باد تا جہاں آباد ایں تحمل بہ تجمل باد

یعنے تمہاری برداشت پہ آفریں ہے۔ جب تک جہاں آباد ہے خدا کرے تمہارا تحمل اسی شان سے قائم رہے۔ یہ کہا اور چلا گیا۔

حضرت باباصاحبؒ کے خلاف فتوے

قاضی نے حضرت باباصاحبؒ کے صبر و تحمل سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ شقی میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔ کہ وہ حق کی طرف آئے۔ بلکہ وہ اُلٹا ہی سوچتا ہے۔ یہی روش قاضی عبداللہ کی تھی۔ وہ باباصاحبؒ کو زک پہنچانے کے لیئے ہر روز نئی نئی تجویزیں سوچتا رہتا تھا اور جب ایک تدبیر ناکام ہوجاتی تھی۔ تو کھسیانہ ہوکر دوسری سوچتا آخر اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے ملتان جاکر وہاں کے سہروردی مشائخ اور علماء کو ہموار کیا جائے۔ اور پھر باباصاحبؒ کے خلاف ان لوگوں سے فتوے حاصل کیا جائے

چنانچہ قاضی ملتان گیا۔ اور اس نے علماء اور مشائخ پر اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ اور پھر اُن کے سامنے یہ فتویٰ پیش کیا کہ

"روا باشد کہ شخص اہل علمے خود را درویش گویاند و پیوستہ در مسجد ماند و آنجا سرود شنود و رقص کند"

؎ یعنی کیا یہ جائز ہے کہ ایک شخص اہل علم ہے وہ اپنے آپ کو درویش کہلواتا ہے۔ اور ہمیشہ مسجد میں رہتا ہے اور وہاں سرود سنتا ہے اور رقص کرتا ہے۔

ملتان کے علماء نے قاضی مذکور سے پوچھا کہ ایسا کون شخص ہے جس کے متعلق تو یہ کہتا ہے۔ قاضی نے حضرت باباصاحبؒ کا اسم گرامی لیا۔ جیسے ہی علماء اور مشائخ نے آپ کا نام نامی سُنا سب نے ایک دم قاضی سے منہ پھیر لیا اور کہا قاضی

ع۱ فوایدالفواد ص۳۶ ع۲ فوایدالفواد ص۳۶ ع۳ ایں بشنید و خجل شدہ باز گشت۔

Marfat.com

"تو نام درویشے میگیری کہ مجتہداں را یارائی آں نیست کہ بر قول و فعل او اعتراض نمایند و در معرض مخالفت در آیند"

یعنے افسوس ہے کہ تو ہم سے ایک ایسے پاک و پاکیزہ و برگزیدہ اور عالم فاضل بزرگ کے متعلق فتوے لینا چاہتا ہے۔ جن کے سامنے مجتہدِ وقت کو بھی زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ ان کا قول و فعل تو علماء کے لیئے حجّت ہے۔ تجھے شیطان نے صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا ہے۔ یہ سُن کر قاضی بہت شرمندہ ہوا اور واپس آ گیا۔ مگر آپ کی دشمنی سے باز نہیں آیا۔

عل ہر جا کہ فرزندان و معتقدان حضرت شیخ المشائخ می دید بوسع امکان خود می رنجانید و ایشاں حضرت شیخ المشائخ عرض نمودند کہ قاضی و خیلداران ایں مقام بسیار رنجشے بو ساعد و جور و جفا از حد میگزارند حضرت شیخ جواب میداد کہ جور و جفاے ایشاں بکشید کہ کشندہ کشندہ باشد"

یعنے جہاں کہیں آپ کے لڑکوں اور معتقدوں کو دیکھتا حتے الامکان ان کو رنج پہنچاتا اور وہ جب حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کرتے کہ قاضی اور اس کی پارٹی کے لوگ ہم کو بہت پریشان کرتے ہیں۔ اور ان کی جور و جفا حد سے تجاوز کر گئی ہے تو حضرت یہی جواب فرماتے ہیں۔ کہ ان کی جور و جفا برداشت کرو کہ برداشت کرنے والا مارنے والا ہے

الغرض قاضی کو اپنے اس منصوبہ کی ناکامی سے بڑی تکلیف ہوئی اور وہ بابا صاحبؒ کو قتل کرا دینے کے متعلق غور کرنے لگا۔

بابا صاحبؒ پر قاتلانہ حملہ

آخر قاضی نے ایک ترک بدمعاش کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ رقم لے کر بابا صاحب ؒ کو قتل کر دے۔

حضرت بابا صاحبؒ کا طریقہ تھا۔ کہ آپ صبح کی نماز کے کچھ دیر بعد طویل سجدے کیا کرتے تھے اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو پوستین اوپر ڈال لیتے تھے حسن علا بھزی

عل سیر العارفین صفحہ ۳۹ عل تاریخ فرشتہ مقامی نے زریکثیر دیکر ایک شخص کو حضرت بابا صاحبؒ کے قتل پر آمادہ کیا تھا

Marfat.com

اور امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ

۱؎ "سر بر زمین نہادے و مستغرق شغل شدے و بدیں ہیئت بسیار بودے"

یعنے آپ زمین پر سر رکھ دیا اپنے شغل میں مستغرق ہو جاتے اور اس طرح آپ بہت دیر تک رہتے تھے کبھی کبھی دو دو تین تین گھنٹے آپ کے اسی طرح گذر جاتے تھے۲؎ نماز کے بغیر بھی آپ اپنی نشستگاہ پر اکثر سجدہ کیا کرتے تھے۔

۳؎ "بعد ہر نماز سر بر خاک نہادے دوگاں و سہ گاں ساعت ہمدراں حالت مے بود"

یعنے ہر نماز کے بعد سر زمین پر رکھتے اور دو دو تین تین گھنٹے اسی حالت میں رہتے تھے۔

جاڑے کا موسم تھا اور حضرت بابا صاحبؒ صبح کی نماز کے بعد سجدہ میں تھے۔ اور آپ کے اوپر پوستین پڑی ہوئی تھی۔ کہ وہ ترک مُنڈہ خنجر لے کر اور اوپر چادر اوڑھ کر مسجد میں آیا ———— اتفاقاً اس وقت مسجد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ اس نے آکر زور سے ایک قلندرانہ نعرہ مارا۔ اور آپ کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ آپ کی طرف چلا۔ آپ نے سجدہ ہی میں پکار کر پوچھا۔ یہاں کوئی ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے کہا۔ غلام حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میری طرف ایک ترک آرہا ہے جس کا قد درمیانہ اور رنگ زرد ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے اس کی طرف دیکھا اور عرض کیا۔ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس کی کمر میں زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ ترک نے جب یہ باتیں سنیں تو وہیں رُک گیا۔ اور خواجہ صاحب نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جی ہاں۔ زنجیر بھی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا اس کے کان میں ایک آویزہ ہے جس میں سفید رنگ کا نگ ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر اس کی طرف دیکھا اور کہا جی ہاں۔ حضرت نے پھر فرمایا نظام الدین اس کی بغل میں ایک خنجر بھی ہے جسے اس نے چادر میں چھپایا ہوا ہے اور یہ برے ارادے سے یہاں آرہا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ بھاگ جائے۔ ورنہ خراب ہوگا۔ جیسے ہی ترک مُنڈے نے یہ باتیں سنیں گھبرا گیا۔ اور فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اس کی طرف لپکے لیکن حضرت بابا صاحبؒ نے ان کو آواز دے کر واپس بلا لیا۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۵ و سیر الاولیاء صفحہ ۸ ۲؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۰۳ ۳؎ سیر العارفین صفحہ ۳۵

"قاضی اجودھن کا خاتمہ"

عفو و درگزر کا رنگ غالب ہے۔ اور فقرا و سنت نبوی کے اتباع میں غلو کرتے ہیں۔
ان کی زندگی کا کوئی وقت سنت نبوی کے اتباع سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دشمنوں کی برائیوں کا جواب برائیوں سے نہیں دیا کرتے۔ کیونکہ اس طرح کانٹے ہی کانٹے ہو جاتے ہیں درویشوں کا اصول یہ ہے کہ با نغزاں نغزی و با کوزاں ہم نغزی۔ یعنی وہ نیک کے ساتھ نیک اور برے کے ساتھ بھی نیک ہوتے ہیں۔

اجودھن کا یہ قاضی حضرت بابا صاحب کو اکثر تنگ کرتا رہا مگر حضرت نے کبھی اس کی برائیوں اور بدخواہیوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے مریدوں معتقدوں اور صاحبزادوں کو بھی تلقین فرمائی کہ برائی کا جواب عفو و درگذر ہے لیکن مذکورہ قاضی حضرت کی اس روش کو آپ کی کمزوری پر محمول کرتا رہا۔

ایک دن جمعہ کی نماز میں قاضی کے نائب نے غلطی کی حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ شریعت کے حکم کے مطابق نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھائی جائے۔ جیسے ہی حضرت نے یہ ارشاد فرمایا سب نمازیوں نے نماز لوٹانے کا مطالبہ کر دیا۔ عوامی مطالبہ سے قاضی بہت متاثر ہوا اس نے نماز تو دوبارہ پڑھا دی۔ مگر منبر پر جا کر حضرت کی شان پاک میں نازیبا اور ناشائستہ الفاظ کہنے شروع کر دیئے کہ

[۲] "مشتے کارانہ گریختگان از جا بجا ایں جا آمدہ اند"

یعنی زمانہ بھر کے مفت خورا اور کام چور یہاں جمع ہوتے جا رہے ہیں اور اب یہ لوگ شریعت کے کاموں میں بھی مداخلت کرنے لگے ہیں۔ مگر میں اس مداخلت کو برداشت نہیں کروں گا۔ اور بہت جلد اس کا انتظام کروں گا۔ قاضی منبر پر کھڑا اس طرح کی غیر مناسب باتیں کر رہا تھا کہ ایک دم اس پر لقوہ اور فالج کا حملہ ہوا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ زبان سوج گئی۔ لوگ اس کو اٹھا کر اس کے مکان پر لے گئے۔ قاضی کو جب کچھ

---

[۱] فوائد الفواد صفحہ ۹۶ ۔ دائم با خدمت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز منازعت نمودے۔ سیر الاولیاء صفحہ ۸۲
[۲] سیر الاولیاء صفحہ ۸۴

Marfat.com

ہوش آیا۔ تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں لے چلو۔ میں ان سے معافی مانگ لوں۔ قاضی کے رشتہ دار قاضی کو ایک چارپائی پر ڈال کر حضرت بابا صاحب رح کی خدمت میں لائے اور ایک ٹوکرا شکر کا اور ایک بکری بھی نذر کے لیئے ساتھ لائے۔ اور قاضی صاحب کو بابا صاحبؒ کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ نے قاضی سے پوچھا، قاضی صاحب کیا حال ہے۔ قاضی سے جواب نہ دیا گیا۔ آپ اس کی نکابعت پر انا ہار افسوس کرتے رہے۔ پھر فرمایا قاضی صاحب

ء۱ در مدت ہژدہ سال ہر کسے از تو چیز بمن میرسانید اکنوں ہر چہ در زال مصحف بیروں آید حکم ہماں باشد۔

یعنے اٹھارہ سال سے جو تمہارا دل چاہتا رہا مجھے کہتے رہے ہو اور میرے پاس آنے والوں کے ذریعہ کچھ نہ کچھ مجھے کہہ کر بھیجتے رہے ہو۔ مگر میں نے کبھی تمہارے فرمائے ہوئے پر توجہ نہ کی۔ اور ہمیشہ اپنے مریدوں اور بچوں کو صبر و برداشت اور عفو و درگذر کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ جو کچھ تم مجھے کہتے رہے ہو۔ میں نے معاف کر دیا ہے۔ لیکن میں تمہاری نذر قبول نہیں کر سکتا۔ اب میں تمہارے لیئے قرآن شریف میں فال دیکھتا ہوں۔ جو حکم قرآنی ہوگا وہی ہوگا۔

ء۱ چوں مصحف بکشادند قصہ نوح علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بیرون آمد۔ قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح

یعنے جب قرآن شریف کھولا گیا۔ تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ نکلا۔ کہ اے نوح (یہ لڑکا) تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ بے شک یہ غیر صالح عمل رکھتا ہے

آپ نے فرمایا بس یہی حکم الٰہی ہے۔ تم اپنی بکری اور شکر واپس لے جاؤ۔ یہ سن کر قاضی کے رشتہ دار قاضی کی چارپائی اٹھا کر گھر واپس روانہ ہوئے۔ راستے میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

خدا کے لئے جینا اور خدا کے لئے مرنا

إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين

بے شک ہماری نماز ہماری قربانی اور ہماری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کیلئے ہے۔

ء۱ سیر الاولیاء صفحہ ۸

Marfat.com

فقراء کے نزدیک زندگی عبادت ہے یادِ حق سے کہ فرمایا ہے۔

؎۱ حیات آں ست کہ درویش بذکرِ حق مشغول باشد۔

یعنے زندگی وہ ہے کہ درویش ذکرِ حق میں مشغول رہے۔ اگر فقراء کا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں گذر جاتا ہے۔ تو وہ اس کو موت کے مترادف سمجھتے ہیں۔ کہ طریقت میں

"دمے بے یاد او بودن حرام ست"

یعنے دم بھر اس کی یاد کے بغیر رہنا حرام ہے۔ ان کی موت و حیات اللہ تعالیٰ کے لیئے ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اس بات کی تائید اور ثبوت میں ایک بزرگ

میرک گرامیؒ کا واقعہ

سنایا۔ کہ ایک درویش تھے۔ ان میں یہ کرامت تھی۔ کہ ان کے خواب بالکل سچے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو جناب "میرک گرامی" کی زیارت کا شوق ہوا۔ وہ ان کی زیارت کے لیئے اپنے شہر سے روانہ ہوئے۔ جب میرک گرامیؒ کے شہر کے متصل پہنچے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میرک گرامیؒ فوت ہو گئے۔ صبح اٹھے تو ان کو بہت رنج و افسوس ہوا۔ کہ اتنی منزل یہاں چل کر پہنچا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ مجھے زیارت بھی میسر نہ آئی پھر خیال آیا کہ اب یہاں تک تو آگیا ہوں۔ خالی واپس نہیں جاتا۔ میرک گرامیؒ کی قبر کی زیارت ہی کر لوں گا۔ یہ سوچ کر روانہ ہوئے اور شہر میں پہنچ کر لوگوں سے پوچھنا شروع کیا۔ کہ میرک گرامیؒ کی قبر کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا وہ تو زندہ ہیں۔ ان کو تعجب ہوا میرا خواب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ کیا بات ہے۔

جب یہ درویش میرک گرامیؒ کے پاس پہنچے اور سلام کر کے بیٹھے تو میرک گرامی نے فوراً کہا۔ اسے خواجہ فی الواقع تیرا خواب ٹھیک تھا۔ کیونکہ اس رات میں یادِ حق سے غافل ہو گیا تھا۔ پس تمام عالم میں ندا کر دی گئی کہ

میرک گرامی مر گیا

خدا کے لئے جینے اور خدا کے لئے مرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کرے خدا

؎۱ فوائد الفواد صفحہ ۱۲

Marfat.com

کے لیئے کرے نفس کی خواہش و مراد پوری نہ کرے۔ اور جن لوگوں میں نیت کا یہ انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی "پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے"! اگرچہ وہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتے ہیں۔ بیوی بچے بھی رکھتے ہیں۔ مگر ان کا کوئی کام نفسانی خواہش کے اتباع میں نہیں ہوتا۔ مزید تشریح میں حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلیؒ کا بیان کردہ

حضرت عبداللہ خفیفؒ کا واقعہ

زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیفؒ کو کہیں دعوت میں بلایا گیا۔ دسترخوان پہ کئی قسم کے کھانے تھے۔ حلوائے لوزینہ سب کھانوں سے زیادہ شیخ کے قریب تھا۔ شیخ نے طباق سے ایک لوز اٹھا کر کھائی۔ اچھی معلوم ہوئی ایک اور اٹھا کر منہ میں رکھی۔ معاً خیال آیا کہ یہ دوسرا لقمہ خواہش نفس کے لیئے کھا رہا ہوں خدا کے لیئے نہیں ہے۔ لہٰذا اسے نفس کے لیئے اپنی زبان کو چبا ڈالا۔ اور دسترخوان سے اٹھ گئے۔

دُنیا کس چیز کا نام ہے

نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ تمام برائیوں کی جڑ دُنیا کی محبت ہے" اور دُنیا کی محبت میں سرفہرست مال اور اولاد کی محبت ہے اور مال و اولاد کے فتنہ میں ایک گروہ کو چھوڑ کر سب لوگ مبتلا ہیں۔ دُنیا کی محبت اور خدا کی طلب دو متضاد چیزیں ہیں۔ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　این خیال است و محال است و جنوں

لیکن یہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ ترک دُنیا کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ننگا کر لے۔ اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے۔ اور کسی پہاڑ یا درخت کے نیچے دھونی رما لے یہ بات تعلیم اسلام کے خلاف رہبانیت کہلاتی ہے۔ ~

چیست دُنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

۱۔ خیرالمجالس ص۲۳۔ ۲۔ فوائد الفواد ص۹

Marfat.com

یعنے دنیا کیا ہے۔ خدا سے غافل ہو جانا۔ سونے چاندی اور بال بچوں کا نام دنیا نہیں ہے۔ جو چیز آدمی کو خدا سے غافل کر دے وہی دنیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا۔ ترکِ دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے۔ کھانا بھی کھائے۔ لیکن جو کچھ اسے ملے۔ اس سے دل نہ لگائے۔ اور اس کی طرف راغب نہ ہو۔ اور اس کو جمع نہ کرے کیونکہ دل محل ہے انوارِ ربانی کا نہ کہ مال و اولاد کی محبت کا۔

حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا علماء اشرف الناس ہیں۔ اور فقراء اشرف الاشراف ہیں" یہ فقراء ہی کا حصہ ہے۔ کہ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اس طرح جاگزین ہوتی ہے۔ کہ مال و اولاد و کل کائنات کی ہر شے ان کو ہیچ نظر آتی ہے کیونکہ وہ عطا کو چھوڑ کر معطی کو اور شے کو چھوڑ کر مالک شے کو چاہتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں۱؎ کہ ایک دن حضرت باباصاحبؒ اپنے حجرہ میں تھے۔ اور حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ دربانی کر رہے تھے کہ ان کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے مجھ کو دروازہ پر بٹھایا اور تاکید کی کہ یہاں سے کہیں جانا نہیں۔ میں ابھی واپس آتا ہوں اور کسی کو بغیر اجازت اندر نہ جانے دینا یہ کہا اور چلے گئے۔ اور میں ان کی جگہ دروازہ پر بیٹھ گیا۔ مجھے اندر سے کچھ آواز آئی۔ میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت کچھ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دراز میں سے جھانک کر دیکھا۔ حضرت کا عجب حال تھا۔ ڈاڑھی شریف آنسوؤں سے تر تھی چہرہ مبارک کا رنگ متغیر تھا۔ اور

از بہر تو میرم و برائے تو زیم

فرماتے تھے اور سجدہ کرتے تھے کبھی سر پر ہاتھ رکھ کر وجد کرتے تھے اور یہ رباعی پڑھتے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم — خاکے شوم و زیر پائے تو زیم
مقصودِ من بندہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم و برائے تو زیم

یعنے میری خواہش ہے کہ تمام عمر آپ کی طلب میں بسر ہو۔ خاک ہو جاؤں [illegible]

۱؎ فوائد الفواد ص ۔ ۲؎ [illegible] ۳؎ خیر المجالس ص ۱۶۲ ، سیر الاولیاء ص ۲۲۱ [illegible]

۴؎ فوائد الفواد ص ۲۰۳

Marfat.com

قدموں کے نیچے زندگی گزاروں۔ میرا مطلب تو دونوں جہان میں صرف آپ ہی ہیں۔ میری موت بھی آپ کے لئے ہو اور میری زیست بھی آپ کے لئے۔

میں نے سوچا کہ وقت اچھا ہے اندر چلنا چاہیئے۔ پھر خیال آیا ایسا نہ ہو کہ کیفیت میں مداخلت ہو۔ مگر حضرت کے زمزمہ پر بھروسہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اور جاتے ہی حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو نہایت شفقت و مہربانی کے ساتھ پوچھا۔ کیا چاہتا ہے[۱] میں نے عرض کیا حضور استقامت[۲] چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دو بخشیدم۔ لیکن مجھے اب تک اس کا افسوس ہوا۔ کہ میں نے یہ کیوں نہ چاہا کہ میرا انتقال سماع کی مجلس میں ہو۔

"رعونتِ علم"[۳]

جن دنوں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء[رح] اجودھن میں حضرت بابا صاحب[رح] کی خدمت میں سلوک کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ ایک دن آپ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو آپ کو آپ کے تعلیمی زمانے کے ہم سبق مل گئے۔ انہوں نے حضرت کا سر تا پا دیکھا اور پھٹے پرانے دیکھ کر کہا مولانا نظام الدین تم کو میں کس حال میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آگیا۔ تم کو تو اس وقت مجتہد زمانہ اور صدر الصدور ہونا چاہیئے تھا۔ ان کی یہ بات سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ اور جب حضرت بابا صاحب[رح] کی خدمت میں واپس آئے تو حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی سوال کیا کہ نظام الدین اگر اس وقت تمہارے تعلیمی زمانہ کا کوئی ہم سبق مل جائے اور تم سے سوال کرے کہ یہ کیا حال ہے سلسلہ درس و تدریس جو معاش سے فراغت کا باعث ہے۔ تم نے اختیار کیوں نہ کر لیا۔ تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ آپ نے عرض کیا جو حضور فرمائیں وہی جواب دے دوں گا۔ میرے ساتھ ابھی یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تم جا کر یہ شعر سنا دو۔

---

۱ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ربیعہ کیا چاہتے ہو۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ جس کو حضور نے شرف قبولیت بخشا۔

۲ سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۱ ۳ سیر الاولیاء صفحہ ۲۳۹

Marfat.com

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیرد برو
ترا سعادت باد و مرا نگوں سازی

پھر فرمایا۔ لنگر خانہ میں جا کر ایک خوان اچھے کھانے سے بھروا لو۔ اور اس کو اپنے سر پر رکھ کر اپنے دوست کو ان کی اقامت گاہ پر دے آؤ۔

آپ نے بموجب ارشاد حضرت بابا صاحبؒ کھانے کا ایک خوان لیا اور اس کو اپنے سر پر رکھ کر تعلیمی ہم سبق کے پاس پہنچے جیسے ہی اس کی نظر حضرت پر پڑی۔ وہ دوڑا ہوا آیا۔ اور وہ خوان اس نے آپ کے سر پر سے اُتارا اور گریہ کناں کہنے لگا۔ آپ جیسے عالم روزگار اور میرے لیئے کھانا اپنے سر پر رکھ کر لائے۔ اس سے میں بہت شرمسار ہوں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ گفتگو آپ نے میرے ساتھ کی تھی میرے حضرت کو اپنے نورِ باطن سے منکشف ہوگئی۔ اور حضرت نے یہ کھانا آپ کے لیئے بھیجا ہے اور آپ کے سوال کے جواب میں یہ شعر فرمایا ہے

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیرو برو
ترا سعادت با دامرا نگوں ساری

یعنے تو نہ میرا ساتھی ہے اور نہ ہمراہی تو اپنا راستہ پکڑ اور چلا جا۔ تجھے سعادت نصیب ہو اور مجھے نگوں ساری (عاجزی)

اس شخص نے جب یہ سُنا تو کہا الحمدللہ ایسا صاف باطن شیخ معظم تمہارے ہاتھ آیا مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ تاکہ میں بھی ان کی قدم بوسی سے برکت حاصل کروں۔

پہلے اُس نے کھانا کھایا۔ پھر اپنے نوکر سے کہا ہمارے ساتھ چلو۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اس سے کہا کہ جس طرح میں کھانا لایا تھا۔ اسی طرح خالی برتن بھی میں ہی لے جاؤں گا۔ یہ کہا اور خالی برتن اپنے سر پر رکھ لیئے۔ وہ شخص بھی آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ جب وہ حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور اس کی نظر آپ کے جمالِ مبارک پر پڑی۔ رعونتِ علم ایک دم اُس کے سر سے نکل گئی۔ اور حضرت کی غلامی میں داخل ہوگیا

۱؎ سیرالاولیاء صفحہ ۲۲۹

Marfat.com

حضرت باباصاحبؒ کا ایک اور مخالف

دہلی میں حضرت باباصاحبؒ کا ایک اور مخالف شرف الدین قیامی رہا کرتا تھا۔ ایک دن وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو جامع مسجد میں ملا۔ اور اس نے آپ کے مرید ہونے اور خرقہ خلافت پانے کا حال پوچھا۔ آپ نے بے کم و کاست سب حال بیان کر دیا۔ اس نے سن کر دو مرتبہ حضرت باباصاحبؒ کی شان پاک میں نازیبا کلمات منہ سے نکال لے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ مجھ میں اس کو اچھی طرح جواب دینے کی طاقت تھی۔ مگر مجھے فوراً حضرت کا ارشادِ گرامی یاد آگیا "گشتنہ گشتہ باشد"۔ اور میں نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔

جب میں اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شرف الدین قیامی کا سارا ماجرا آپ کو سنایا۔ حضرت پر یہ واقعہ سن کر گریہ طاری ہوگیا۔ اور اسی حالت میں حضرت نے میری برداشت کی تعریف کی۔ اور پھر فرمایا۔ شرف الدین تو مرگیا۔ اب اس کا کیا ذکر جب میں واپس دہلی آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ شرف الدین مرچکا ہے۔

شمس دبیر شاعر کا حال

شمس دبیر سنام کا رہنے والا تھا۔ علم و فضل میں اپنے زمانہ کے سربرآوردہ لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

"در شان فضائل و کمالات او از عہدہ بیان بیرون و از توصیف و تعریف مستغنی است"

یعنی اس کے فضل و کمال بیان سے باہر ہیں۔ جس کی کما حقہٗ تعریف و توصیف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ اپنی تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں۔"

پریشانی اور تنگدستی میں پھرتا پھرتا اجودھن آگیا۔ اور جب وہ حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے بے چین و متفکر قلب و دماغ نے آپ کی صحبت میں راحت و سکون حاصل کیا۔ اس نے گذارش کی کہ مجھے تبرکاً کچھ پڑھا دیجئے۔

۱؎ انوار الاولیاء ۸۲ ۔ شجرۃ الانوار صفحہ ۱۴۵

Marfat.com

آپ نے اُس کو قاضی حمید الدین[1] ناگوریؒ کی کتاب لوائح[2] پڑھائی۔ ایک دن شمس دبیر حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ مخدوم میں نے چند اشعار لکھے ہیں اجازت ہو تو عرض کروں۔

اجازت لینے کے بعد شمس دبیر نے آپ ہی کی شان میں ایک قصیدہ[3] مطول کھڑے ہو کر سنایا۔ جب ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور دوبارہ سناؤ۔ اُس نے دوبارہ سُنایا۔ آپ نے ان اشعار کی تشریح فرمائی اور شمس دبیر کی تعریف کی۔ اور پھر فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ حضور تنگدستی اور مفلوک الحالی سے سخت پریشان ہوں، بچے ہیں بوڑھی ماں ہے۔ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ دُعا فرمائیے تاکہ اللہ تعالےٰ فارغ البالی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا جا شکرانہ لے آ۔ شمس اُٹھا۔ اور اپنے گھر سے پچاس جیتل لایا اور حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے ان کو فقراء میں تقسیم کرا دیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ اس تقسیم میں ۴ جیتل میرے حصے میں بھی آئے تھے۔ پھر حضرت نے اس کے لئے دُعا کی تھوڑے ہی دنوں بعد شمس دبیر کو وسعت اور ترقی حاصل ہو گئی اور وہ سلطان غیاث الدین کے لڑکے بغراخاں کا دبیر ہو گیا۔

حضرت باباصاحبؒ کا یہ دستور تھا۔ کہ آپ جب کسی سے یہ فرماتے کہ جا شکرانہ لے آؤ۔ تو وہ کام ضرور ہو جاتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

"[4] در ہر کارے کہ شیخ الاسلام کسے را فرمودے کہ برو شکرانہ بیار آں کار بالقطع تمام شدے"

شمس دبیر کبھی کبھی کچھ پکا کر لاتے اور حضرت باباصاحبؒ کے افطار میں شریک رہتے تھے ایک مرتبہ شمس دبیر حضرت مولانا جمال ہانسویؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

---

[1] حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ بہت بڑے فاضل تھے۔ دہلی میں مزار ہے۔ آپ کے فضائل و کمالات بے شمار تھے۔

[2] لوائح حضرت قاضی صاحب مذکور کی مشہور کتاب ہے۔ جو علم ادب میں عجیب نادر کتاب ہے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامیؒ نے بھی لکھی ہے۔

[4] فوائد الفواد صـ۱۲۶

حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت سے رخصت ہوئے اور چند منزل سب شریک سفر رہے پھر شمس دبیر سنام کی طرف روانہ ہوا۔ اور حضرت جمال ہانسویؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سرستی کی طرف

وداع کے وقت حضرت جمال الدین ہانسویؒ نے شمس دبیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے یار قدیم راست میروی"

اس وقت اس مصرعہ کا تینوں پر بڑا اثر ہوا۔ شمس دبیر حضرت امیر حسن علاء سجزی کا رشتہ دار تھا۔

خواجہ وحید الدین چشتی اجمیری کی بیعت

آجکل عام طور پر درگاہوں کے سجادہ نشین متولی یا پیرزادگان (الا ماشاء اللہ) عقیدت مندوں کی دست بوسی سے اس گمان میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہم مقبول بارگاہ ہیں۔ اور کسی مقام کے باشی ہیں۔ اسی لیئے وہ کسی کی اطاعت وخدمت نہیں کرتے اور اگر مرید بھی ہوتے ہیں تو رسماً۔ بقول مولانا حبیب شاہ قلندر کاکوریؒ "پیرزادوں کے دو نفس ہوتے ہیں۔" اس لیئے کسی کی تحکیم برداشت نہیں کرتے۔ ہم ان کی خدمت میں حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند اجمیریؒ کے نواسے کی یہ روایت تدبر کے لیئے پیش کرتے ہیں کہ کمال حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ کسی مرد کامل کے سامنے پامال ہوا جائے۔ سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحؒ کے نواسے حضرت وحید الدین چشتی اجمیر شریف سے پیدل چل کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں اجودھن آئے تھے اور حضرت باباصاحبؒ سے بیعت ہونے کے لیئے عرض کیا تھا۔ باباصاحبؒ نے فرمایا میں تو خود آپ کے گھر کا سائل ہوں۔

"من نان ریزہ از خانوادہ شما دریوزہ دارم ادب نیست کہ شما را دست بیعت دہم و مرید سازم"

یعنے میں تو ایک ریزہ آپ کے گھر سے مانگ کر لایا ہوں۔ ادب کے خلاف ہے کہ میں آپ سے بیعت لوں اور آپ کو مرید کروں۔

جب خواجہ وحید الدین چشتی اجمیریؒ نے سنا تو اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ اور نہایت

Marfat.com

منت و عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ

"اے خداوند مثلِ شما دریں زمانہ کجا یابند کہ بخدمت او بارادت و انابت شتابند و سعادت حاصل نمایند البتہ من ایں گذاشتنی نیستم"

یعنے یا حضرت آپ کی مثل اس زمانہ میں کوئی نظر نہیں آتا میں کہاں جاؤں کس سے بیعت کروں تاکہ سعادت پاؤں۔ میں تو آپکو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت بابا صاحبؒ نے جب ان کا خلوص اور اصرار دیکھا۔ تو ان کو بیعت کر لیا اور اسی وقت ان کا سر منڈھوا دیا اور ان کو اپنا خرقہ خاص عطا فرمایا اور دارین کی نعمتیں بخشش فرمائیں۔

یہ حال دیکھ کر نصیر الدین نامی طالب علم جو بال بڑھانے کی آرزو میں کسی جوگی سے نسخہ پوچھنے کے لیے جماعت خانہ میں آیا ہوا تھا۔ کھڑا ہوا اور جتنا مال اس نے تجارت کے لیے جمع کیا تھا۔ سب فقیروں کو تقسیم کر دیا اور حضرت بابا صاحبؒ سے مرید ہو گیا۔ اور اس نے بھی اپنا سر منڈھوا دیا اور درویشی اختیار کر لی۔

سچے اور جھوٹے کا فرق

امی ٹیشن IMITATION اور سچے موتی کی پہچان دیرکھ نقد دار جوہری ہی کر سکتا ہے۔ شاید اس دور میں تو ان کی نظریں بھی دھوکا کھا جائیں۔ بالکل یہی حال فقراء اور درویشوں کا ہے روحانیت رکھنے والے فقراء اور صاحب نسبت درویشوں کو پہچاننا کوئی آسانی کا کام نہیں ہے جب آج کل روش یہ ہو گئی ہے۔ کہ جو داڑھی رکھ لے وہ مولوی کہلانے لگتا ہے جو کپڑا رنگ لے شاہ جی بن جاتا ہے جس نے سر پر بال رکھ لئے اور درویشانہ لباس پہن لیا وہ صوفی ہو گیا حالانکہ درویشی و فقیری کیلئے کسی خاص لباس اور وضع قطع کے لئے مخصوص نہیں ہے عارف شیراز کا قول یاد رکھئے

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

ع اسیر العارفین صد ۲۴

Marfat.com

یعنی درویش کے لئے بڑی ٹوپی کی حاجت نہیں ہے۔ درویش صفت بن جا اور پھر چاہے کلاہ تتار سر پر رکھ لے۔

بعض دفعہ کچھ مکار اور متعصب قسم کے لوگ اس درویشی پردے میں دنیا کے فقیر بن جاتے ہیں اور ایسی ہو بہو نقل اتارتے ہیں کہ اچھے خاصے سمجھدار آدمی بھی دھوکا کھا جاتے ہیں اور جب معلوم ہوتا ہے کہ نقل اصل نہیں ہو سکتی تو پھر سب کو دھوکا و فریب سمجھ کر فقراء کے منکر ہو جاتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کے پانچ آدمی اجودھن حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں آئے جو نہایت سخت گو اور درشت مزاج تھے۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھے کہ

"ما چندیں گشتیم ہیچ جا درویش نیافتیم" یعنی ہم اتنا پھر چکے ہیں مگر ہم کو صحیح درویش نہ ملا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے ان سے فرمایا آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں آپ کو درویش دکھاتا ہوں، مگر وہ نہ رکے اور غصہ کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا آپ جاتے تو ہیں، مگر اتنی نوازش میری سن لیں کہ

[illegible]

کہ جنگل کی [illegible] دوسرے راستہ [illegible] نے حضرت کی اس بات پر بھی التفات نہ کیا اور اپنے گمان میں [illegible] بیابان کے راستے ہی روانہ ہو گئے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے تھوڑی دیر [illegible] دیکھو یہ لوگ کس طرف گئے ہیں اس نے آکر بیان کیا کہ بیابان کے راستے جا رہے ہیں۔ جیسے ہی حضرت نے یہ خبر سنی تو ہائے ہائے نے بگر بست چنانکہ کسے ماتم دارد۔ یعنی ہائے ہائے کر کے رو پڑے جیسے کوئی ماتم کرتا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ ان پانچ میں سے چار کو باد سموم نے ہلاک کر دیا۔ پانچواں مشکل ایک کنوئیں تک پہنچا اور بہت اتنا پانی پیا کہ پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا۔

خانقاہ

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے فرمایا کہ خانؔ کے معنی خانہ ہیں اور قاہ کے معنی عبادت اور دعا کے ہیں پس خانقاہ کے معنی خانۂ عبادت و دعا ہوئے۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ

---

۱ ، ۲ فوائد الفواد صفحہ ۲۵۱ ۳ سراج المجالس صفحہ ۱۸۵

Marfat.com

از اہل القادِ یعنی ہم اہل عبادت ہیں پس خانقاہ سے مُراد عبادت بھی ہے اور بیت العبادت بھی۔

حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے فرمایا۔

برائے عبادت مسجد برائے مشغولیہا خانقاہ و در خانہ برائے دریافت دلہا یعنی عبادت کے لئے مسجد، مشغولی کے لئے خانقاہ اور دلداری کیلئے گھر، اور خانقاہ خانگاہ سے مُعرّب ہے جس کے معنی ہیں درویشوں اور فقیروں کے رہنے کا مکان۔

حضرت بابا صاحب نے آباد شہروں کو چھوڑ کر غیر معروف اور ویران جگہوں کو اپنے لئے پسند فرمایا کیوں کہ آپ کو نام و نمود سے بہت نفرت تھی اور اس شہرت سے بچنے کے لیے آپ تھوڑے تھوڑے عرصے بعد اپنی جگہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ اجودھن میں بھی جب آپ کی شہرت ہونے لگی تھی تو آپ نے کسی اور مقام پر چلے جانے کا ارادہ کر لیا تھا مگر ایک رات اپنے مرشد کے حکم سے بقایا زندگی اسی جگہ گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ جہاں جاتے تھے مسجد میں قیام کرتے تھے نماز با جماعت کے سختی سے پابند تھے۔ خانقاہ بنا کر اس میں بیٹھنا آپ کو ناپسند تھا کیوں کہ آپ نے دہلی کے بعض مشائخ کا حال سنا تھا کہ وہ خانقاہیں بنا کر ملکی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ التمشؒ کے انتقال کے بعد دہلی کی حالت بدل رہی تھی۔ دلّی میں آپکے پیر بھائی حضرت شیخ بدرالدین غزنویؒ رہتے تھے جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کا ایک مرید نظام الدین نامی شاہی ملازمت میں خریطہ دار تھا اس نے اپنے مرشد کیلئے ایک خانقاہ بنوا دی جس میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے رہائش اختیار کر لی۔ نظام الدین نے اس خانقاہ کے درویشوں اور فقیروں کے خورد و نوش کا بھی معقول انتظام کر دیا۔ حضرت بدرالدینؒ اور اُن کے فقراء آرام و آسائش سے اس خانقاہ میں رہتے تھے لیکن اجودھن میں حضرت بابا صاحبؒ آخیر تک سخت مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول رہے جنگل کے ڈیلے ٹینٹ اور زنبیل گردانی کی روزی پر گذارہ کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔ اور جب نظام الدین خریطہ دار شاہی عتاب میں آ گیا تو شیخ صاحب کا کام بھی زیر و زبر ہو گیا۔ اور انہوں نے حضرت بابا صاحبؒ کو خط لکھ کر دعا کی درخواست کی۔

حضرت شیخ بدرالدین غزنویؒ کا خط جناب بابا صاحبؒ کے نام

نصیرالدینؒ ملتے بار زدست ...
کہ یاد کشی در کرامت زندگانی

۱؎ سیر الاولیا بصفحہ ۲۲۲ ۲؎ قول حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلی خیر المجالس صفحہ ۳؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۹ ۴؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۵ ۵؎ سیر العارفین مصنفہ بار بوگی

Marfat.com

دریغا خاطرم گر جمع بودی بمدحش کردمے گوہر فشانی

معروض داشت کہ شخصے از عہدہ داران دیوان برائے من خانقاہ بنا نمود برائے خدمت درویشاں وتفقد حال ایشاں نعمتے مہیا ساخت اکنوں او را اسباب شدیدہ دراں خاطرم اسید پریشاں است ملتمس آں کہ بدعائے استمداد فرمائید تا او را خلاص حاصل گردد. و کار و بار درویشاں سر بسامان آید امید کہ ملتفت خواہند بود. والسلام.

یعنے مال کے عہدہ داروں میں سے ایک شخص نے میرے لئے خانقاہ بنوائی۔ اور درویشوں کے لئے سامان و نعمتیں مہیا کیں۔ اب وہ حساب کتاب میں پکڑا گیا ہے اس لئے یہ اول پریشان ہے ملتمس ہوں کہ دعا کے ذریعہ میری مدد فرمائیں تاکہ وہ چھٹکارا پائے اور درویشوں کا کام نیک رہے امید ہے کہ جناب التفات فرمائیں گے۔ والسلام۔

حضرت بابا صاحب کا جواب

رقعہ عزیز الوجود رسید مطالعہ آں فرحت انجامید بدانچہ مندرج بود مبرہن نمود ہر آئینہ ہر کہ بر نہج پیران خود روش نہ نماید ضرورتش ہمیں پیش آید کہ خاطرش از غم نیاساید از پیران ما کہ بود کہ خانقاہے خود بنا فرمود و در روئے جلوس فرمودہ اند آں کہ شیخ بدرالدین غزنوی مرید و خلیفہ حضرت سلطان العاشقین قطب الملۃ والدین بختیار اوشی قدس سرہ روش و عادت حضرت ایشاں و پیر ایشاں حضرت معین الملۃ والدین نبودے کہ خانقاہے بسازند و دوکانے آرایند بلکہ در ہر مقامیکہ رسیدند و اقامت می فرمودند قصد بہ گمنامی و بے نشانی و نابودی می نمودند[1]

بیٹے عزیز الوجود کا خط ملا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی اور حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی جو اپنے پیروں کی روش کے خلاف چلتا ہے تو ضروری ہے کہ اسے غم دنیا سے چین نہ ملے ہمارے پیران طریقت میں کون ایسا ہوا ہے جس نے اپنے لئے خانقاہ بنوائی ہو۔ آپ کے مرشد حضرت سلطان العاشقین قطب الملۃ والدین بختیار اوشی قدس سرہ اور ان کے پیر و مرشد حضرت معین الملۃ والدین کی عادت شریفہ نہ تھی کہ اپنے لئے خانقاہ بنوائیں۔ اور اپنی دوکان پیری لگا کر بیٹھیں بلکہ وہ جس مقام پر جاتے تھے اور جہاں کہیں قیام کرتے تھے قصد گمنامی بے نشانی اور نابودی کا کرتے تھے۔

ہر کہ بر سیرت سنت پیران نرود مردود ہم چنیں باشد

---

[1] فوائد الفواد ص ۹

یعنے جو کوئی اپنے پیروں کی سیرت و سنت پہ نہیں چلا اس کے ساتھ ایسا ہی ہُوا ہے۔

سلطان التارکین کا خط حضرت بابا صاحب کے نام

سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوری چشتیہ سلسلہ کی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک فنا نہیں ہو گا

ناگور میں موضع سُوالی کے رہنے والے تھے۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت سعید بن زید تک پہنچتا ہے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مرید و خلیفہ تھے۔ تمام عمر دو چادروں میں بسر کر دی۔ ایک بیگھ زمین تھی جس کو خود اپنے ہاتھوں سے کاشت کیا کرتے تھے۔ اور طلباء کو حدیث مقدس کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی غذا جاڑے میں باجرہ کا دلیہ اور گرمی میں جَو کا دلیہ تھی جس میں نمک بھی نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے اپنے کوتوال کے ہاتھ کچھ کپڑا، آٹا، شکر، گھی پانچسو روپیہ نقد اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا۔ آپ کوتوال کو چھوڑ کر بیوی کے پاس آئے اور اُن سے امتحاناً پوچھا کہ

بادشاہ عہد پانصد تنکہ نقرہ و فرمان یک دیہ فرستادہ است تو چہ میگوئی بستانم؟

بادشاہ وقت نے پانسو روپے اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا ہے تم کیا کہتی ہو۔ آیا میں یہ ہدیہ قبول کر لوں؟

یہ سُن کر اُن عابدہ نے جن کے پاس اس وقت سر کا دوپٹہ بھی نہ تھا جواب دیا اے خواجہ تو چہ می خواہی کہ فقر چندیں سالہ خود را باطل کنی تو خاطر جمع دار من دو سیر ریسمان بدست۔ خود رشتہ ام ازآں مقدارہ جامہ خواہد شد کہ ترا فوطہ و مرا داشتنے مرتب خواہد شد۔

یعنے اے خواجہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اتنے برسوں کے فقر کو باطل کر لیں میں نے

ع۱ اخبار الاخیار صفحہ ۲۲ ع۲ سیر الاولیا صفحہ ۱۵۶ ع۳ سیر الاولیا صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

دو سیر سوت اپنے ہاتھ سے کات لیا ہے۔ جس سے آپ کا تہہ بند اور میرا دوپٹہ بن جائے گا۔

اس جواب سے حضرت بہت مسرور ہوئے اور کوتوال سے کہا کہ بھئی میں یہ نذرانہ قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بلا ضرورت کیوں لیا جائے۔"

آپ کا لقب سلطان التارکین تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی زبانی اس لقب کی وجہ تسمیہ سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں ایک دن حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ وقت سعید ہے اور اجابت حق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ تم میں سے ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے مانگ لے۔ یہ سُن کر کسی نے کچھ مانگا کسی نے کچھ، پھر حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے حضرت حمیدالدین سوالیؒ کی طرف رُخ کیا اور پُوچھا کہ

تو می خواہی کہ در دُنیا و عقبےٰ معزز و مکرم باشی۔

کیا تم چاہتے ہو کہ دنیا و عقبےٰ میں معزز اور مکرم رہو۔

آپ نے جواب دیا حضور

بندہ راخواستے نباشد خواست است مولیٰ تعالیٰ۔

بندہ کو چاہنے سے کیا سروکار چاہنا صرف مولےٰ تعالےٰ کا کام ہے۔

پھر حضرت نے جناب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ

"بندہ را اختیارے نیست ہر چہ حکم شود۔ اختیار شماست"

"بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے جو حکم ہو آپ مختار ہیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ نے فرمایا

التارکُ من الدنیا والفارغ عن العقبیٰ سلطان التارکین حمیدالدین الصوفی

دنیا کا تارک اور عقبیٰ سے فارغ سلطان التارکین صوفی حمیدالدین۔

ملہ اخبار الاخیار صد ۳۰

Marfat.com

تصوف میں آپ کی مشہور کتاب اصول الطریقہ ہے۔ اکثر فقراء اپنے حالات میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور مسائل تصوف پوچھا کرتے تھے۔ آپ کے اور حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤالحق والدین زکریا ملتانی رحؒ کے درمیان فقراء کے مال و دولت رکھنے پر خط و کتابت ہوتی ہے۔ مولانا جمالی کی زبانی سُن لیجئے بہت معقول سوال و جواب ہیں۔

سوال حضرت سلطان التارکین؛ مخدوم اس میں کیا حکمت ہے کہ جہاں کہیں مال ہوتا ہے۔ سانپ بھی وہاں مسکن بنا لیتے ہیں۔ مثل مشہور ہے جہاں مال وہاں سانپ جہاں پھول وہاں کانٹے۔ سانپ اور مال میں کوئی ظاہری یا باطنی مناسبت ہوگی۔ ورنہ ان دونوں کے ایک جگہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: حضرت غوث بہاءالحق؛ ان دونوں میں ظاہری نسبت کوئی نہیں ہے۔ البتہ معنوی مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ سانپ اپنے زہر کی وجہ سے مہلک ہے اور مال بھی اکثر لوگوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

سوال: سلطان التارکین معلوم ہُوا مال بھی معناً سانپ کا حکم رکھتا ہے۔ پس جو مال کی حفاظت کرتا اور جمع رکھتا ہے۔ تو گویا سانپ کو پالتا ہے۔

جواب: حضرت غوث بہاؤالحق؛ اگرچہ مال سانپ کی مناسبت رکھتا ہے لیکن جو شخص سانپ کا منتر جانتا ہے۔ اس کو سانپ رکھنے سے نقصان نہیں پہنچتا۔

سوال: سلطان التارکین رحؒ کیا ضروری ہے کہ جانور ناپاک زہر آلود مہلک کو پالا جائے اور منتر کا محتاج بنا جائے۔

یہ سُن کر حضرت غوث بہاؤالحق نے مراقبہ کیا اور روح شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحؒ سے استفاضہ فرمایا۔ جواب موصول ہُوا کہ اسے بہاؤالدین سلطان التارکین حمیدالدین صوفی چشتی کو کہہ دو کہ تمہاری درویشی اتنی حسین و جمیل نہیں ہے جس کو نظر بد لگ جائے میری درویشی بہت حسین و جمیل ہے۔ اگر نظر بد کے احتمال سے بچنے کے لئے ذرا سی سیاہی دولت دُنیا کی لگا لوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ [۱]

اس جواب پر حضرت سلطان التارکین نے فرمایا۔ بہاؤالدین تمہارا حسن و جمال

---

[۱] سیر العارفین صـ۱۶۲

Marfat.com

صفاتی ہے۔ ذاتی نہیں ہے۔ جمالِ ذاتی کو نظرِ بد نہیں لگا کرتی۔

یہ سُن کر حضرت غوث بہاؤ الحق نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر کوئی جواب نہ دیا۔

علا اس پر سلطان التارکین نے بارگاہِ الٰہی میں آہ و زاری شروع کی، الٰہی یہ عقدہ حل فرمائے وعا مستجاب ہوئی اور معلوم ہوا کہ اربابِ شریعت جو ثوابِ اخروی کے لیے عبادت اور مال و دولت سے خیرات اور مبرات کرتے ہیں نعمتِ ان حقائق تقویٰ اور دقائق نفس کے کشف و مشاہدہ سے جو اربابِ طریقت کو حاصل ہوتا ہے محجوب رہتے ہیں۔ اسی طرح اربابِ طریقت ان اسرارِ قرب اور انوارِ تجلیاتِ ذات سے جو خاص طالبانِ مولیٰ کا حصہ ہے، با وصف کشف و مشاہدہ کے محجوب رہتے ہیں کیونکہ جو کوئی غیر حق کے ساتھ ہے وہ درماندہ ہے اور حقیقت میں محجوب ہے اور اپنی محجوبی سے ناواقف بھی ہے۔

حضرت سلطان التارکین کی طویل عمر ہوئی ہے۔ آپ کا انتقال حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے عہد میں ہوا ہے۔ حضرت سلطان التارکین کا ایک مکتوب گرامی جو آنحضرت نے حضرت بابا صاحبؒ کے نام تحریر فرمایا، لکھا جاتا ہے جس سے مقاماتِ فقر میں آپ کے بلند ترین منزل پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ خط انتہائی مختصر ہے مگر نہایت بلند ہے۔

قیل لو یعلم المشتغلون بذکری فاتھم من قربی لیضحکو قلیلا ولیبکو کثیرا
لو یعلم المشتغلون بعقبیٰ ما فاتھم من الشیئ لیبکو دما۔ ولو یعلم
المشتغلون بانسی ما فاتھم منی لانقطعت اوداجھم۔

یعنے کہتے ہیں کہ اگر واقف ہو جاتے میرے ذکر کے ساتھ مشغول رہنے والے کہ کیا فوت ہو گیا میرے قرب سے اُن سے تو وہ روتے زیادہ اور ہنستے کم اور اگر یہ علم ہو جاتا ان لوگوں کو جو میرے قرب کے ساتھ مشغول ہیں۔ کہ ان سے کیا چیز فوت ہو گئی تو خون کے آنسو روتے اور اگر یہ معلوم ہو جائے میرے انس کے ساتھ مشغول رہنے والوں کو کہ وہ میری ذات سے محروم ہیں تو ان کی رگِ جاں کٹ جاتی یعنی مر جاتے

اَلھَامْ

ملہم ایک فرشتہ کا نام ہے جس کے تین کام ہیں (۱) نقش دل پہ لکھنا (۲) غیبی آواز دینا (۳) کاغذ پہ لکھ کر کوئی بات ظاہر کرنا

اولیاء نقش می بینند۔ نقاش را نہ بینند۔ انبیاء نقش بینند و نقاش را

علا انبار اخیار صلا۳ ۲؎ سیر الاولیاء ص۵۲

Marfat.com

ہم بیند ایں زماں کہ نقش پیدا میشود۔ اگر در دل نورے پیدا شود آں رحمانی است کہ آں ملک نویسد و اگر ظلمت پیدا شود آں شیطانی است کہ شیطان در دل القامی کند"

یعنی اولیاء اللہ نقش کو دیکھتے ہیں۔ نقاش کو نہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام نقش و نقاش دونوں کو دیکھتے ہیں۔ جس وقت دل میں ایسا نقش پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اگر نور ظاہر ہو تو وہ رحمانی ہے۔ اور اگر ظلمت ہو تو شیطانی ہے کہ شیطان بھی دل میں القا کرتا ہے

جو لوگ من کان للہ کان اللہ لہ (جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے) انہی کے مصداق اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے مریدوں کے تمام کام بناتا رہتا ہے۔ جس سے مریدوں کے ایمان میں تقویت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص بہاء الدین خالد نامی حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا۔ اس وقت حضرت بابا صاحبؒ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور زائرین کا بہت ہجوم تھا۔ خالد اس انتظار میں کہ لوگ ہٹ جائیں تو اطمینان سے زیارت اور عرض و معروض کروں گا۔ مسجد کی محراب میں جا بیٹھا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ خالد کی گود میں ایک سفید کاغذ گرا اُس میں تحریر تھا کہ۔

"خالد کو فرید الدین کا سلام پہنچے"

"خالد یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اور پھر اُس نے فوراً بابا صاحبؒ کی قدم بوسی کی۔ یہ واقعہ جب کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ ملہم کا کام ہے۔

نعمت حاصل کرنے کا طریقہ

(کھانا کھلانا)

طاعت دو قسم کی ہے۔ ایک لازم اور دوسری متعدی۔ لازم طاعت کا فائدہ اکیلے کرنے والے ہی کو پہنچتا ہے۔ جیسے نماز۔ روزہ۔ حج اور اوراد و وظائف وغیرہ۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۴۱

متعدی اطاعت وہ ہے کہ اس کی راحت و نفع دوسروں کو بھی پہنچتا ہے جیسے کھانا کھلانا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا۔ اس متعدی طاعت کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ لازمی طاعت کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے متعدی طاعت جس طرح بھی کرے ثواب ہے۔ کھانا کھلانا ہر مذہب و ملت میں پسندیدہ ہے۔ اور لوگوں کو اس سے نعمت ہائے گوناگوں حاصل ہوئی ہیں۔ خاص کر فقراء کے ہاں خواہ وہ کسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ بڑی اہم خدمت ہے۔

مشہور بزرگ بھگت کبیر نے کہا ہے۔ سہ

نہ دیکھا مالا جپن میں کچھ نہ دیکھا پوتھی میں
کہیں کبیر سنو بھئی سادھو۔ جو دیکھا سو روٹی میں

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے ایک نور باف کا واقعہ بیان فرمایا (جو فوائد الفواد میں موجود ہے) جس کو تین روٹیوں کے عوض، مردانِ خدا سے دین و دنیا کی عظیم نعمتیں حاصل ہوئی تھیں۔

ایک دن ایک صاحبِ نعمت درویش جامع مسجد میں آئے۔ بابا صاحبؒ نے جب ان کو دیکھا تو فوراً گھر گئے۔ گھر میں روٹی نہ تھی۔ صرف دو مٹھی جوار کے دانہ تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان دانوں کو چکی میں پیسا۔ پھر خود اپنے ہاتھ سے اس کی روٹی پکائی۔ اور ان درویش کی خدمت میں لے گئے۔ درویش نے مسکرا کر کہا بابا فرید تمہارے گھر میں ان دانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ تم نے قلب ذاکر کے ساتھ ان دانوں کو پیسا۔ پھر روٹی پکائی۔ اور میرے پاس لائے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں درویشوں کا خادم ہوں۔ پھر اس درویش نے آپ کے لئے دعا کی۔ اس کی دعا کی برکت سے آپ کو مزید نعمت حاصل ہوئی۔
(غالباً یہ واقعہ حضرت قطب الاقطاب سے بیعت ہونے سے پہلے کا ہے)[1]

عام ہی میں خواص ہوتے ہیں

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے

---

[1] سیر الاولیاء صد ۹۲

اتنے راستے ہیں جتنے مخلوقات کے لیے شمار سانس۔ اسی لئے فقراء کی قسمیں ان کی اپنی ذاتی صلاحیت وکیفیت کے مطابق الگ الگ نام زد ہیں۔ اصحاب صحو اصحاب سکر۔ ارباب تمکین۔ اصحاب تلوین۔ سالک۔ ناسک۔ مجذوب قلندر۔ سلامتیہ۔ ملامتیہ۔ حیدریہ۔ رسول شاہیہ۔ سدا سہاگ وغیرہ۔ ان میں سے بعض آپ کو مخلوق سے چھپانے کے لیئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسا روپ دھار لیتے ہیں۔ جس سے ان کو دیکھنے والا اکثر ملامت کر اُٹھتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو خاص لوگ بھی بیک نظر ان کو نہیں پہچان سکتے۔

ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الحق[۱] کا گذر جوالقیوں کے ایک گروہ پر ہوا۔ آپ نے دیکھا اس گروہ سے کچھ انوار اُٹھ رہے ہیں۔ جب آپ نے تامل کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان ہی میں سے ایک شخص کے قلبی انوار ہیں۔ آپ اس کے پاس پہنچے۔ اور آہستہ سے پوچھا کہ تو یہاں کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس لیئے ہوں کہ "ذکریا" سمجھ لے۔ کہ عام ہی میں خاص بھی ہوتے ہیں

ملامتیہ فرقہ کے لوگ اپنی ظاہری حالت ایسی رکھتے ہیں۔ کہ جسے دیکھ کر لوگ ان کو ملامت کر اُٹھتے ہیں۔

ایک دفعہ ملامتیہ گروہ کا ایک صاحب[۲] نعمت درویش حضرت بابا صاحب رح کی خدمت میں آیا۔ آپ اس وقت حجرہ میں مشغول حق تھے۔ اور مولانا سید بدرالدین اسحٰق رح دربانی کر رہے تھے۔ یہ قلندر نما درویش سیدھا بابا صاحب رح کے سجادہ پر جا بیٹھا۔ اور مولانا سے پوچھا بابا صاحب رح کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ مولانا نے کہا حضرت اس وقت حجرہ میں مشغول ہیں تھوڑی دیر میں باہر آجائینگے آپ تشریف رکھیئے اور کھانے سے فارغ ہو جائیے۔ اور فوراً آدمی سے کھانا منگوا دیا۔ قلندر نے کھانا کھایا۔ پھر جھولے سے کونڈی سونٹا اور بوٹی نکال کر اسی مصلےٰ پر رگڑنے لگا۔ جس سے چھینٹیں اُڑ اُڑ کر حضرت بابا صاحب رح کے مصلےٰ پر گرنے لگیں۔ مولانا کو خیال ہوا۔ کہ بھنگ ہے۔ جس کو عام قلندر نشہ

۱۔ فوائد الفواد صد ا ۔ ۲۔ اس گروہ کا حال ص ۲۹۳ پر دیکھیں۔
۳۔ خیرالمجالس ص ۱۳۰، ۱۳۱ و سیر العارفین ص ۱۴

Marfat.com

کے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اس لیئے آپ نے اس سے کہا۔ گستاخی اور بے باکی بڑی چیز ہے۔ آدمی کو حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ حضرت کا مصلیٰ ہے تم اتنے بے ادب ہو۔ کہ حضرت کے مصلے پہ ہی بھنگ پیس رہے ہو۔ اور اس کی ناپاک چھینٹیں مصلّے پر پڑ رہی ہیں۔ یہاں سے اُٹھو اور کسی گوشہ میں جاکر یہ کام کرو۔

قلندر کو یہ سُن کو انتہائی جلال آگیا۔ اور وہ زور سے چیخا پھر اپنا کشکول اُٹھا کر مولانا کو مارنا چاہا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے یہ حال معاملہ "میں دیکھا۔ تو ایک دم حجرہ سے باہر آگئے۔ اور فوراً قلندر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یا در اُس سے کہا۔ اس کو میری خاطر معاف کردو۔ قلندر نے جواب دیا کہ درویش ہاتھ نہیں اُٹھاتے اور جب اُٹھا لیتے ہیں۔ تو پھر خالی واپس نہیں لے جاتے۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا اس دیوار پر مار دو۔ قلندر نے وہ کشکول دیوار پہ مارا۔ جس سے دیوار یک دم منہدم ہو گئی۔ اور پھر وہ قلندر سر جُھکا کر چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد بابا صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نے مولانا صاحب سے فرمایا

بلباس ہر عامے خاص ہم می باشند۔

یعنے عام آدمیوں کے لباس میں خاص بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہ بوٹی بھنگ نہیں تھی۔ شاید آزمانے کے لیئے آیا ہوگا۔

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

گمشدہ بیوی کے مل جانے کا حال

فقراء کے نزدیک قیامت کے دن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہیں ہوگی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ "در بازارِ قیامت ہیچ کالائے را آنچناں رواج نخواہد بود کہ دریافت دل ہارا۔"

یعنے قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اتنا مروج اور قیمتی نہ ہوگا جتنا دلوں

ع۱ انوار باطن دریافت سیر العارفین ع۲ سیر العارفین صـ۲۲

ع۳ سیر الاولیاء صـ۱۲۸

Marfat.com

کو راحت پہنچاتا ۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است[۱]"

اس مقصد کو پیشِ منظر سمجھ کر اب آپ حضرت بابا صاحبؒ کے مندرجہ ذیل واقعات پڑھیئے، آپ تسلیم کریں گے کہ اس عمل سے کتنے بھاگے ہوئے غلام مالک و آقا کی چوکھٹ پر آ گئے۔

پاک پٹن (اجودھن) سے تقریباً ۴۲ میل دُور دیپالپور کا قصبہ ہے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت میں یہ سرحدی چھاؤنی تھی۔ مغلوں کی روک تھام کے لیئے یہاں اچھے اور تجربہ کار جرنیل رہا کرتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے زمانہ میں اس جگہ ایک بڑا مالدار تیلی رہا کرتا تھا اور اس کو اپنی حسین و جمیل بیوی سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ لوگوں کی شورش پسندی اور فتنہ و فساد کے سبب حاکم دیپالپور نے اس گاؤں والوں کو سزا دی[۲]۔ اور سپاہیوں نے خوب لوٹ مار کی اور سپاہی تیلی کی بیوی بھی پکڑ کر لے گئے۔ تیلی نے بہت جستجو کی مگر اس کی بیوی کا کوئی نشان و پتہ نہ ملا۔ آخر تیلی حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رو رو کر اُس نے آپ کو اپنی داستان سنائی۔ حضرت نے اُس کا حال سُنا۔ تو پہلے اس کے لئے کھانا منگوایا۔ تیلی نے عرض کیا۔ حضور میں نے عہد کر لیا ہے۔ کہ جب تک میری بیوی نہ ملے گی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ قادر ہے وہ اس کو بھی ملا دے گا۔ تو کھانا تو کھا۔ تیلی نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں بمشکل تمام چند لقمے کھائے اور پھر عرض کیا حضور کھانا نہیں کھایا جاتا۔ آپ نے فرمایا تجھ کو تین روز میرے پاس رہنا ہو گا۔ اُسے ایک دم بھی قرار نہ تھا۔ تین دن کیسے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ کہہ دیا ہے۔ اس پر عمل کرو۔

تیسرے دن اس قصبہ کے منشی چند قیدیوں کو حضرت بابا صاحبؒ کے پاس لائے۔ اور گاؤں کا دیوان بھی ان قیدیوں میں تھا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اس دیوان

۱؎ قول حضرت مولانا رومؒ ۲؎ خیر المجالس ص۱۸۶۔ حاکم نے شبخون مارا تھا سیر الاولیاء ص۸۴ مسلمانان را بسبب متمردان دیہ تاختند۔ سیر العارفین ص۳۴ بہ سببے از سببہا داروغہ خطہ دیپالپور تاراج ساخت۔

Marfat.com

سے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور میں بے گناہ ہوں۔ مخالفین نے امیر کو میرے خلاف بھڑکا یا ہے۔ میں ان سپاہیوں کی منت وسماجت کر کے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس بلا سے نجات دے۔

زندگی غم کی کڑی دھوپ میں دم لینے کو
آپ کے سایۂ دیوار تک آ پہنچی ہے

آپ نے فرمایا جاؤ تم باعزت بری ہو گے۔ بلکہ تم کو انعام واکرام ملے گا۔ اور اس انعام میں تم کو ایک لونڈی بھی ملے گی۔ وہ لونڈی (تیلی کی طرف اشارہ کر کے) اس کو دے دینا۔

وہ دیوان حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ پھر اس نے تیلی سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ تیلی نے جانے سے انکار کر دیا اور حضرت سے عرض کیا۔ کہ حضور اگرچہ میں لٹ چکا ہوں مگر ابھی میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں چند لونڈیاں خرید سکتا ہوں۔ مجھے تو اپنی بیوی درکار ہے۔ میں لونڈی ہرگز نہ لوں گا۔

آپ نے فرمایا تم اس کے ہمراہ جاؤ اللہ تعالےٰ کارساز ہے۔ تیلی حضرت کے ارشاد پر بادلِ نخواستہ دیوان کے ہمراہ روانہ ہوا۔

جب یہ لوگ امیر کے پاس پہنچے تو امیر نے دیکھتے ہی دیوان کو چھوڑنے کا حکم دیدیا اور اس کی بہت عزت افزائی کی اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس دیوان کو انعام واکرام دو۔ اور گھوڑا بھی لاؤ۔ اور وہ نئی لونڈی بھی اس کو دے دو۔

دیوان یہ سب انعام واکرام لے کر واپس لوٹا۔ تو اس نے سب سے پہلے وہ لونڈی تیلی کے حوالے کر دی۔ تیلی نے جب لونڈی کی طرف دیکھا تو وہ اس کی بیوی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ اور واپس آ کر حضرت کا ایسا صادق مرید ہوا کہ اس نے اللہ تعالےٰ کو اپنی مراد بنالیا۔

Marfat.com

میر شکار کا واقعہ

حضرتؒ مخدوم نصیر الدین محمودؒ نے فرمایا کہ اجودھن سے چار[2] فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔ حضرت باباصاحبؒ کے زمانے میں وہاں کا حاکم ایک ترک تھا۔ جو بہت تیز و تند مزاج تھا۔ اور اپنی سخت گیری کے سبب دور و نزدیک مشہور تھا۔ وہ شکار کا بہت شوقین تھا۔ اس کے پاس عمدہ نسل کے شکاری کتے اور بڑھیا قسم کے باز کافی تعداد میں تھے۔ ان بازوں میں ایک باز شکاری خوبیوں میں یکتا تھا۔ وہ اس کو بہت محبوب رکھتا تھا۔ اسی لیئے اس باز کو اس نے خاص طور پر میر شکار کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔ اور اس کو بھی یہ زبردست تاکید تھی۔ کہ میری عدم موجودگی میں کبھی اس باز کو شکار پر مت چھوڑنا۔ ورنہ اگر باز گم ہوگیا۔ تو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خیر نہ سمجھنا۔

ایک دن وہ میر شکار اور اس کے دوست گھوڑوں پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ کہ چند کلنگ اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ دوستوں نے میر شکار سے کہا۔ یار شکار مفت ہاتھ آتا ہے۔ باز کو ان پر چھوڑ دے۔

میر شکار نے جواب دیا کہ

ع۱ صاحبِ من تاکید باہتمام نمودہ است کہ تا من نباشم اصلا ایں باز را بجانورے پرواز نہ دہی کہ مبادا تیز پری نماید و غائب گردد۔

یعنے میرے آقا کی سخت تاکید ہے۔ کہ جب تک میں نہ ہوں ہرگز اس باز کو کسی جانور پر نہ چھوڑنا۔ مبادا کہ تیز پری دکھلائے۔ اور غائب ہوجائے۔ دوستوں نے کہا کہ ہم بارہ آدمی ہیں۔ اور سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہیں۔ آخر باز آسمان میں تو گم ہونے سے رہا۔ تو فکر نہ کر ہم اس کو پکڑ لیں گے۔

میر شکار دوستوں کے اصرار پر راضی ہوگیا۔ اور اس نے باز کو کلنگوں پر

ع۱ خیر المجالس ص۱۰۵ و سیر العارفین ص۳۴ و تاریخ فرشتہ

ع۲ غیاث اللغات ص۳۱۳ فرسنگ۔ اس کا معرب فرسخ ہے۔ یعنی تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار گز یا تین ہزار اونٹ کے قدم اور ہر گز ۲۴ انگشت کا ہوتا ہے۔ ع۳ سیر العارفین ص۳۴۔

Marfat.com

پھینکا۔ باز چھوٹتے ہی کلنگ پر جانے کی بجائے دوسری سمت تیزی سے چل دیا میرشکار اور اس کے بارہ دوست بھی گھوڑوں پر سوار باز کے پیچھے چلے مگر تھوڑی ہی دیر میں باز نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور کچھ دیر بعد مطلب پرست یار بھی رفو چکر ہو گئے۔ میرشکار دیر تک ان دوستوں کے چلے جانے کے بعد بھی باز کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا۔ آخر جب شام ہو گئی تو اس کو خیال آیا کہ اس طرح جنگل میں مارا مارا پھرنے سے کیا حاصل ہو گا۔ لاؤ گھوڑا بیچ کر قلندر ہو جاؤں اور چھپ کر کسی ملک کو چلا جاؤں۔ پھر سوچا۔ اگر میں اپنی جان بچا کر کہیں چلا بھی گیا۔ تو میرے پیچھے میرے اہل و عیال کا کیا حشر ہو گا؟ وہ بے باک و خشمناک ترک ان کو ہلاک کر ڈالے گا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ سخت مایوس ہوا۔ اور اس پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب رو کر کچھ دل ہلکا ہوا۔ تو اس کو خیال آیا۔ کہ اجودھن میں حضرت باباصاحبؒ رہتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے مقبول و برگزیدہ انسان ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ان کا فیضان عام ہے۔ جو مصیبت زدہ ان کے پاس جاتا ہے۔ اس کی تکلیفیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی اُس نے گھوڑے کا رُخ اجودھن کی طرف موڑ دیا۔

میرشکار حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں مایوس و دل گرفتہ حاضر ہوا اور رو رو کر اپنی تمام سرگذشت سنائی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ میرا حاکم مجھے کبھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ اور میرے اہل و عیال بھی اس کے پنجہ ستم سے محفوظ نہ رہیں گے۔ میرے اُوپر کرم فرمائیں اور میرے حق میں دعا فرمائیں۔

حضرت باباصاحبؒ نے نہایت غم خواری کے ساتھ اس کی تمام باتیں سُنیں پھر اس کے لئے کھانا منگوایا اور اُس سے کہا۔ تو کھانا کھا پانی پی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھروسہ رکھ۔ وہ اس پر قادر ہے کہ تیرا باز تجھ کو یہیں مل جائے۔ اُس نے عرض کی حضور مجھے تو دو روز ہو گئے، میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بھوک ہی نہیں ہے مجھے جب اپنے بال بچوں کا خیال آتا ہے تو زندگی بڑی ... معلوم ہونے لگتی ہے آپ نے میرشکار کو تسلی دی۔ اور فرمایا تو کھانا کھا اور دیکھ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے

میرشکار نے لقمہ اُٹھایا۔ منہ میں رکھا۔ مگر چونکہ اس کا گلا بالکل خشک تھا۔ اس لئے لقمہ نیچے نہیں اُترا۔ جب حضرت باباصاحبؒ نے میرشکار کا یہ حال دیکھا تو

Marfat.com

ے۱ دستِ او گرفت و فرمود کہ اینک بازِ تو بر کنگرہ حصار نشستہ است برو بگیر۔ میر شکار چوں باز را معائنہ نمود سر بر خاک پائے حضرت شیخ بسود۔

یعنے حضرت نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ کہ یہ کنگرہ حصار پہ تیرا باز بیٹھا ہے جا اور پکڑ لے جب میر شکار نے باز کو بیٹھے دیکھا تو حضرت کے قدموں پہ سر رکھ دیا۔ اور پھر دوڑا ہوا باز کی طرف گیا۔ اور کمر سے بلاوٴنی کھول کہ باز کو دکھائی ۔ باز فی الفور اُس کے ہاتھ پہ آبیٹھا۔ اُس نے پکڑ لیا اور پھر حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا یہ میرا گھوڑا آپ کی نظر ہے ۔میں آپ کا بندۂ بے دام ہوں ۔

آپ نے فرمایا تو اس گھوڑے پہ سوار ہو کر فوراً اپنے گھر جا اور اس باز کو اس کے مالک کے حوالے کر تاکہ تیرے بچے بھی پریشانی سے محفوظ رہیں ۔ پھر اس گھوڑے کو فروخت کر کے آدھی قیمت اپنے بال بچوں کو دے اور آدھی فقراء و مساکین کے لیئے مجھے لا دے ۔ یہ سُن کر میر شکار نے زمین ادب کو بوسہ دیا ۔ اور روانہ ہو گیا۔

ترک کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ میر شکار نے باز گم کر دیا ہے اور خود بھی فرار ہو گیا ہے ۔ وہ نہایت غضب ناک حالت میں سوار ہو کر اس کے گھر آ گیا تھا۔ اور اس کے بال بچوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی تھی کہ اتنے میں میر شکار پہنچ گیا ۔ ترک نے اس سے تمام ماجرا پوچھا ۔ جو اس نے من و عن بیان کر دیا ۔

یہ سُن کر اس ترک نے کہا ۔

ے۲ سبحان اللہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہ العزیز ایں چنیں بزرگ است کہ معائنہ نمودے باید کہ زود باز گردی و مقدار تنگہا از خدمت او از من شکرانہ رسانی و برائے من از حضرت ایشان فاتحہ التماس نمائی "

سُبحان اللہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہٗ ایسے زبردست بزرگ ہیں جو دیکھنے میں آیا تجھے لازم ہے کہ کچھ اشرفیاں میری طرف سے ان کی خدمت میں شکرانہ لے جا۔ اور میرے لیئے حضرت سے دعا کرنے کی التماس کر ۔

میر شکار نے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا ۔ اور آدھی قیمت اپنے بچوں کو دی ۔ اور

ے۱ و ۲ سیر العارفین ص۲۸

آدھی قیمت اور ترک کی نذر لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے بیعت کی۔ اور پھر آپ کے درویشوں میں شامل ہو کر جماعت خانہ میں رہنے لگا اور ترک و تجرید اختیار کر لی۔

پھر کچھ دنوں کے بعد وہ ترک بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے بھی بیعت کی۔ دیکھے از خدا پرستان گشت

اور اللہ والوں میں سے ہو گیا

ایک فراش کی نعمت پانے کا واقعہ

سلطان ناصرالدین غازی درویش بادشاہ گزرا ہے جو اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کتابت کر کے اس کی اُجرت سے اپنا گزارہ کیا کرتا تھا۔ اس کو حضرت بابا صاحبؒ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ حضرت کی زیارت کے لئے جاؤں مگر ملکی ضروریات نے اس کو عرصے تک حضرت کی حاضری سے محروم رکھا۔ الغ خاں کے ہاتھ اس نے چار گاؤں کا فرمان بھی بھیجا تھا۔ جو آپ نے واپس کر دیا تھا۔

ایک دفعہ وہ اوچھ اور ملتان جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کے لشکری بھی سلام عقیدت پیش کرنے کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی آستین چھت کے نیچے لٹکا دی گئی۔ تاکہ لوگ اس کو بوسہ دیتے گذر جائیں۔ خلقت کا ازدہام اتنا زیادہ تھا کہ وہ آستین لوگوں کے بوسوں سے پارہ پارہ ہو گئی۔ پھر حضرت مسجد میں آ بیٹھے اور آپ نے مریدین کو فرمایا کہ میرے چاروں طرف حلقہ باندھ لو تاکہ لوگ سلام کر کے لوٹتے جائیں۔

اسی عرصہ میں ایک بوڑھا فراش آیا۔ اور وہ مریدین کا حلقہ توڑ کر اندر گھس گیا اور پھر اس نے آپ کا پاؤں پکڑ کر زور سے کھینچا اور بوسہ دیا۔ جس سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ یہ دیکھ کر بوڑھے نے بلند آواز سے کہا۔ بابا ناراض نہ ہونا بہت دنوں سے آپ کی زیارت کا مشتاق تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو پوری کی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیئے کہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے

ھ فوائد الفوائد صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶

Marfat.com

پروانوں کی طرح آ رہے ہیں۔

فراش کی اس بات سے حضرت پہ گریہ طاری ہو گیا اور حضرت نے اس فراش پر بہت شفقت فرمائی اور نعمت عطا فرمائی۔

"بال کی کرامت"

ابن سعد نے محمد ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال ہیں۔ جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں۔ یہ سن کر محمد ابن سیرین کہنے لگے کہ حضور کے ایک بال کا میرے پاس ہونا۔ مجھکو دنیا و مافیہا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال[1] تھے جن کو انہوں نے اپنی ٹوپی میں سیا ہوا تھا۔

اور ان بالوں کی برکت سے جناب خالد کو ہر لڑائی میں فتح و نصرت حاصل ہوتی تھی۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

حضور اقدس کے کمال اتباع میں حضرت بابا صاحبؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شرف و مجد عطا فرمایا کہ آپ کی ریش مبارک کا بال جس کو بطور تعویذ دیا جاتا تھا وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کی ریش مبارک سے ایک دن ایک بال گرا۔ میں نے اٹھا لیا اور آپ سے عرض کیا۔ کہ مخدوم کی ریش مبارک سے ایک بال گرا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کو اپنے پاس رکھ لوں۔ اور بطور تعویذ استعمال کیا کروں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے اس بال کو تعویذ کی طرح سی لیا۔ اور جب اجودھن سے میں دہلی آگیا تو جو لوگ صحت و تندرستی کے لئے مجھ سے تعویذ لینے آتے تو میں انہیں وہی تعویذ

---

[1] حضور کے بالوں کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ آپ کے چند موئے مبارک درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے توشہ خانہ میں ہیں۔ جن کو آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نے ہمایوں بادشاہ کے مقبرے میں جانے سے پہلے درگاہ شریف کے پیرزادوں کو دے دیا تھا۔

Marfat.com

دے دیا کرتا اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی لے لیتا کہ صحت کے بعد یہ تعویذ واپس دے جانا۔ اور اس متبرک تعویذ کے لئے میں نے ایک خاص جگہ مقرر کر دی تھی ایک دن میرے ایک دوست تاج الدین مینائی میرے پاس تعویذ لینے آئے۔ اُن کا لڑکا بیمار تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ طاق میں سے اٹھا لو۔ مگر دیکھا تو تعویذ طاق میں نہ تھا۔ بہت تلاش کیا۔ مگر تعویذ نہ ملا۔ دو چار دن میں اُن کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھوڑے دنوں کے بعد ایک اور آدمی یہ تعویذ لینے آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تاج الدین مینائی اپنے لڑکے کے لئے مذکورہ تعویذ لینے آئے تھے۔ مگر وہ طاق میں نہ تھا۔ خبر نہیں کہاں گم ہو گیا۔ اس شخص نے جو طاق میں دیکھا تو تعویذ وہاں موجود تھا۔ وہ اجازت لے کر تعویذ لے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے مریض کو شفا عنایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا دیکھو چونکہ تاج الدین مینائی کے لڑکے کی قسمت میں شفا نہ تھی۔ تو تعویذ ہی گم ہو گیا۔ اور اب پھر اسی جگہ سے مل گیا۔ یہ حضرت بابا صاحبؒ کے بال مبارک کی کرامت ہے۔

صحبت امراء وسلاطین

شیوخ کاملین نے سالکان راہِ طریقت کو امراء و سلاطین کی صحبت سے اجتناب کی نصیحت کی ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہو گا کہ عام طور پر یہ لوگ اپنے مال اور جاہ سے بہت محبت[1] کرتے ہیں اور اس محبت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حدود بھی توڑ ڈالتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان حدود کو توڑنے والا ظالم ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ پس دشمنان خدا کی صحبت دوستان خدا کیوں اختیار کریں۔ دوست کا دشمن، دشمن ہوا کرتا ہے۔ حضرت بابا صاحب اپنے مریدین اور معتقدین کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اہل دولت و سلاطین کی صحبت سے بچو۔ کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا اگر کبھی دولتمندوں[2] کے پاس بیٹھنا پڑے تو دین کو نہ بھول جانا۔

[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو بھیڑیوں کے ریوڑ کو چاٹنے سے بھی بدتر ہے کسی آدمی کا مال و جاہ کی محبت میں مبتلا ہونا۔ [2] سیر الاولیاء صفحہ ۷۶

Marfat.com

ایک دوسرے وقت نصیحت فرمائی

لو اسرہلوغ درجۃ الکبار فعلیکم بعدم الالتفات الی ابناء الملوک[1]

یعنی اگر تم بزرگوں کے مرتبہ کے خواہشمند ہو تو بادشاہ زادوں سے تعلق نہ رکھنا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دین داری اور دربار داری دونوں ایک ساتھ چل نہیں سکتے شاہ ولی اللہ صاحب نے "انفاس العارفین" میں تحریر کیا ہے کہ

[2] "در بعضے ملفوظاتِ خواجگانِ چشتیہ مذکور است کہ ہرکہ نام او در دیوانِ بادشاہ نوشتہ شد نام او از دیوانِ حق سبحانہ تعالیٰ بر می آید"

یعنے خواجگان چشت کے بعض ملفوظات میں ہے کہ جس شخص کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھا جاتا ہے اس کا نام حق تعالیٰ کے دفتر سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

گر وصالِ شاہ می داری طمع　　　　از وصالِ خویشتن مہجور باش

ہر دور میں درویش نما حریص لوگ امراء و سلاطین کی غاشیہ برداری کرتے آئے ہیں۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ فقراء

لا تمدن عینیک الی ما متعنا

کی تعمیل میں ان کی دولت کو وقیع نہیں سمجھتے۔ اس کی طرف بھی نہیں دیکھتے۔ ان کی صحبت سے مجتنب رہتے ہیں۔ بلکہ اپنے فقر کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جس طرح مالدار محتاجی کے خوف سے اپنے مال کی حفاظت کرتے ہیں۔

بری صحبت کی مثال دیتے ہوئے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا۔ ایک سانپ[3] ایسا ہوتا ہے کہ صرف اس کے دیکھنے سے آدمی مر جاتا ہے یہی حال بد قماش امراء و سلاطین کی صحبت کا ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ

امراء[4] و سلاطین کی صحبت سے عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدی مولہ جرجان[5] کے رہنے والے مشہور و معروف بزرگ تھے۔ وہ حضرت

---

[1] سیر الاولیاء ص۸۸　[2] انفاس العارفین ص۹۹　[3] عوارف المعارف ص۱۳　[4] تاریخ فیروز شاہی ص۲۰۸　[5] گلزار ابرار میں غوثی شطاری نے ان کو عرب لکھا ہے۔ فرشتہ نے جرجانی۔

Marfat.com

بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تین روز اجودھن رہے چلتے وقت حضرت بابا صاحبؒ نے ان کو نصیحت کی تھی کہ

"یک نصیحت من نگہ داری کہ با ملوک و امراء اختلاط نہ کنی و در آمد و شد ایشاں را در خانہ خود از مہلکات تصور کنی کہ ہر درویشے کہ در اختلاط با ملوک و امراء می کشاید عاقبت او وخیم گردد

یعنے ایک نصیحت میری یاد رکھنا کہ سلاطین و امراء کے ساتھ دوستانہ نہ کرنا اور ان لوگوں کے اپنے گھر آنے جانے کو مہلکات تصور کرنا کہ جو درویش سلاطین و امراء کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سیدی مولٰے کی شہادت اسی اختلاط ملوک کا نتیجہ تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے بابا صاحبؒ کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا۔ کہ تمام عمر بادشاہوں کے پاس خود جانا تو درکنار کبھی ان کو اپنے پاس بھی نہ آنے دیا۔ آپ اپنے خلفاء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ

[۱] می باید کہ تارک دنیا باشی۔ بسوے دنیا و ارباب دنیا مائل نہ شوی و دیہہ قبول نہ کنی وصلہ بادشاہاں نہ گیری۔

یعنے چاہیئے کہ تارک دنیا رہو۔ دنیا اور اہل دنیا کی طرف میلان نہ رکھو۔ اور گاؤں جاگیر قبول نہ کرو۔ اور بادشاہوں سے صلہ نہ لو۔

جب سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے اس کو کہلا بھیجا کہ "میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ میں غائبانہ دعا کرتا ہوں۔ اور غیبت میں دعا کرنے کا اثر بھی ہوتا ہے۔" لیکن سلطان اس پر بھی حاضری کے لئے مصر ہوا۔ تو کہلا بھیجا۔

[۳] خانہ ایں ضعیف دو در دارد اگر شاہ از یک در درآید من از دیگر در بیرون روم

یعنے میرے گھر کے دو دروازے ہیں۔ اگر بادشاہ ایک سے اندر داخل ہو گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

۱۔ تاریخ فیروز شاہی ص۳۵۰ ۲۔ سیر الاولیاء ص۲۹۵ ۳۔ سیر الاولیاء ص۱۳۴ و ۱۳۵

Marfat.com

قاضی محی الدین کاشانی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے خلافت نامہ محض اسلئے واپس لے لیا تھا کہ ان کو بادشاہ نے اودھ کی قضاۃ اور گاؤں کا فرمان بھیجا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا یقیناً تمہارے دل میں یہ بات گذری ہوگی۔ جب ہی تو بادشاہ نے تم کو حکم نامہ بھیجا ہے۔ اور سال بھر تک حضرت اُن سے ناراض رہے تھے۔

شیوخ کاملین کے یہ ارشادات جس میں انہوں نے فقراء کو امراء اور سلاطین کی صحبت سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔ غالباً اس لیئے ہیں کہ صحبت کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ اور امراء کی صحبت سے دل میں دُنیا کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ اور بنیاد فرمایا ہے

حُبُّ الدنیا راس علی کل خطیئۃ

اور فقراء یہ چاہتے ہیں۔ کہ سالکان راہِ طریقت کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی محبت کے سوا کوئی چیز پیدا نہ ہو۔ اسی لیئے وہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ

باعاشقاں نشیں وغم عاشقی خوریں
باہر کہ نیست عاشق کم کن از و فریں

حضرت بابا صاحبؒ نے فقراء کو امراء وسلاطین کی صحبت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جن فقراء نے حضرت بابا صاحبؒ کی اس نصیحت پر کہ امراء کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے سے انجام خراب ہو جاتا ہے، عمل نہ کیا تو اس کا نتیجہ سیدی مولےٰ کی طرح برآمد ہوا۔ یا حضرت شیخ سلیم چشتی کی طرح کہ انہوں نے شہنشاہ اکبر سے تعلقات قائم کر لیئے تو نتیجہ کیا نکلا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے سنیئے فرماتے ہیں کہ

بمرور ایام جمعیتے بظاہر احوال ایشاں نیز راہ یافت وعمارتہا وباغہا وچاہ ہا ساخت و در مقام مشیخت متمکن گشت و بعضے مخالف شریعت کہ متعارف عوام باشد تغیر روا داد۔

یعنی زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ان کے مزاج میں بھی جمعیت پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے عمارتیں باغ اور کنوئیں بنوائے اور سجادہ مشیخت پر بیٹھے اور بعض عادتیں جو شریعت کے منافی ہیں اور عوام میں متعارف ہیں۔ ان سے سرزد ہوئیں۔

Marfat.com

سانپ کے کاٹے کا علاج

آج سے تقریباً ساڑھے سات سو برس قبل اجودھن ایک غیر معروف مقام تھا بے آب وگیاہ جنگل میں درندوں اور زہریلے سانپوں کی کثرت تھی۔ اب بھی یہاں زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت بابا صاحبؒ شام کے وقت جنگل سے واپس شہر آرہے تھے کہ ایک زہریلے سانپ نے آپ کے ہاتھ کی انگشت شہادت پہ کاٹ لیا۔ آپ نے اُس کا یہ علاج کیا۔ کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے جسم سے غلبات شوق میں کثرت ذکر کی وجہ سے بہت سا پسینہ خارج ہو گیا۔ اور زہر کا اثر جاتا رہا

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی ایک مرتبہ دہلی سے جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں اجودھن آرہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک بہت زہریلے سانپ نے ڈس لیا۔ آپ کے ساتھیوں کو جب معلوم ہوا تو انہیں بہت فکر ہوا۔ اور اُنہوں نے آپ سے کہا۔ کہ اس سانپ کا کاٹا ہوا آدمی جیتا نہیں ہے۔ یہاں قریب ہی ایک باکمال جوگی رہتا ہے جو سانپ کا منتر جانتا ہے۔ فوراً اُس کے پاس چلیئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں جوگی سے جھڑوا کر زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ میرا شیخ کامل ومکمل ہے۔

اگر ارادتِ من با شیخ خود درست است
بہ ہیچ علاجے حاجت نیست واگر ارادت
درست نیست خود اینکس مردہ اولیٰ تر

اگر میری ارادت اپنے شیخ کے ساتھ صحیح ہے۔ تو پھر کسی علاج کی ضرورت نہیں اور اگر ارادت درست نہیں ہے تو پھر مرجانا ہی بہتر ہے۔

اسلام کا چھٹا رکن ——— روٹی

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کھانا کھلانا متعدی عبادت ہے۔ کسی کو ایک روپیہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ اس کو روٹی یا ایک مٹھی کھجوریں دے دی جائیں۔ حضرت شیخ سعدی

ط ۲۰ سیر الاولیاء ص ۲۳۶

Marfat.com

علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ جب تک آدمی اپنی روزی سے مطمئن نہ ہوگا۔ تو اس کو نماز میں حضوری کی بجائے یہ خیال رہے گا کہ صبح کو بال بچے کیا کھائیں گے۔

شب چوں عقد نماز بہ بندم چہ خورد بامداد فرزندم

بعض لوگ تو اس روٹی کے پیچھے اپنی متاع دین بھی فروخت کر دیتے ہیں۔

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے پیمانہ میں نکلا اک جام کی قیمت بھی ایمان اپنا

حضرت باباصاحبؒ کے زمانے میں اجودھن میں ایک عالم رہا کرتے تھے۔ ان کو اپنے علم پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ فقراء کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے ان کو بے علم اور کم علم کہا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں بھی آیا کرتے تھے۔

ایک دن وہ جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ اور باباصاحبؒ کے مصلّے پر آپ کے برابر جا بیٹھے اور کچھ اس انداز سے گویا ہوئے کہ حاضرین نے یہ محسوس کیا کہ حضرت مولانا کا پندار علم و آگہی زیادہ ٹیڑھا ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا۔ کہ اسلام کے پانچ رُکن ہیں۔

حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا مولانا سُنا ہے کہ روٹی بھی رکن ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ یہ تم فقیروں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک روٹی کوئی شے نہیں ہے۔ رُکن صرف پانچ ہیں۔ جناب باباصاحبؒ نے فرمایا۔ میں نے بھی اہل علم سے سُنا ہے کہ روٹی بڑی اہم چیز ہے۔ بلکہ یہ بھی رُکن ہے۔ مولانا کو باباصاحبؒ کی اس بات پر بہت غصہ آیا۔ اور وہ یہ آیت پڑھتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ (نصیحت کرنے کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھ) اور چلنے لگے کہ باباصاحبؒ نے ان کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ مانے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم لوگ کم علم اور بے علم ہوتے ہو اور خواہ مخواہ عالم بننے کی کوشش میں غلط باتیں کرتے ہو۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب حج کو چلے گئے اور وہاں سات سال رہے۔ خوب ہر سال حج کیے عبادتیں کیں جب واپس ہوئے تو راستے میں طوفان آیا اور مولوی صاحب کا جہاز تباہ ہوگیا۔ اور وہ ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پہ پہنچ گئے یہ ایک بے آباد اور سنسان جزیرہ تھا۔ ہر طرف خشکی تھی۔ سبزہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا مولوی صاحب ایک غار میں جا بیٹھے تو بھوک پیاس کے مارے جان لبوں پہ آگئی

Marfat.com

چوتھے دن شام کو ایک آدمی نظر آیا جس کے سر پر خوان رکھا ہوا تھا۔ اور وہ آواز
لگا رہا تھا "روٹی بیچتا ہوں روٹی" یہ آواز سن کر مولوی صاحب غار سے نکلے ۔ اور
نہایت عالمانہ انداز میں کہا میں عالم ہوں، حاجی ہوں ۔ سات حج کر کے واپس آرہا تھا کہ
جہاز تباہ ہو گیا ۔ اب تین دن گذر گئے ۔ بھوکا پیاسا یہاں پڑا ہوں ۔ مسافر اور پریشان
حال آدمی کی دیکھ بھال کرنا اس کو کھانا کھلانا بہت ثواب ہو گا ۔ وہ شخص یہ باتیں
سنتا رہا ۔ جب مولانا خاموش ہو گئے تو اس نے کہا جناب مولوی صاحب میں تو دکاندار
ہوں ۔ قیمتاً روٹی فروخت کرتا ہوں ۔ اگر قیمت ہو تو لیلو ورنہ آرام کرو۔

مولوی صاحب نے کہا تو کیسا مسلمان ہے ۔ تجھ کو میرے حال پر رحم نہیں آتا
میں قیمت میں تجھ کو کیا چیز دوں ۔ وہ بولا سات حج کا ثواب زبانی کلامی دے دو۔ میں
تم کو عمدہ روٹی کھلاؤں گا ۔ اور ٹھنڈا پانی پلاؤں گا ۔ مولوی صاحب اس بات پر
خاموش ہو گئے ۔ تو وہ چلنے لگا ۔ مولانا نے سوچا بھوکے مر جانے سے بہتر ہے کہ زبانی
اتنی بات کہہ دوں ۔ اس طرح کوئی میرے حجوں کا ثواب اس کو تھوڑا ہی مل جائے گا
جان بچانی فرض ہے ۔ یہ خیال کر کے مولوی صاحب نے کہا ۔ اچھا بھائی تم کو سات
حجوں کا ثواب دیا ۔ مجھے روٹی کھلاؤ ۔ اس شخص نے یہ سنتے ہی مولوی صاحب کے سامنے
کھانا رکھ دیا ۔ اور مولوی صاحب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا پانی پیا ۔

پھر اس سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو ۔ مجھے بھی آبادی میں لے چلو میں کچھ محنت کر کے
روٹی کھانے کا بندوبست کروں اس نے برتن اٹھائے اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ مولوی
صاحب مجھے زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے ۔ مولوی صاحب بھی اس کے
پیچھے اٹھے کہ دیکھوں کدھر جاتا ہے ۔ مگر وہ آدمی چٹانوں کے چکر دار رستے میں گم ہو
گیا ۔ مولوی صاحب نے بہت تلاش کیا ۔ مگر اس کا پتہ نہ چل سکا اور شام ہو گئی
مولوی صاحب پھر اپنی جگہ آن بیٹھے پھر تین دن یونہی گذر گئے ۔ چوتھے روز شام
کو وہی آدمی پھر آیا ۔ اور روٹی کے عوض سب نمازوں کا ثواب لے گیا ۔ چوتھی مرتبہ
جب وہ شخص آیا ۔ تو مولوی صاحب کہنے لگے اب تو میرے پاس کچھ باقی نہیں ہے
اس نے کہا کہ اس مرتبہ میں قلم دوات اور کاغذ لایا ہوں ۔ آپ آج صرف اس
تحریر کے عوض مجھ سے روٹی لے سکتے ہیں ۔ کہ میں نے ایک وقت کی روٹی کے عوض

Marfat.com

اپنی تمام عبادات کا ثواب فروخت کر دیا۔

مولوی صاحب نے اس کو یہ تحریر لکھ دی۔ اس شخص نے حسب سابق کھانا کھلا کر اپنا راستہ لیا۔ مولوی صاحب اس کے پیچھے جانا چاہتے تھے کہ اُن کو سمندر میں ایک جہاز نظر آیا۔ اُنہوں نے اپنا عمامہ اُتار کر ہوا میں لہرانا شروع کر دیا۔ جہاز والوں نے ایک کشتی کے ذریعے مولوی صاحب کو بُلا لیا۔ یہ جہاز ہندوستان کے حاجیوں کا تھا۔ مولوی صاحب اس میں واپس آ گئے۔

کچھ دن بعد مولوی صاحب پھر حضرت بابا صاحبؒ کے پاس آئے۔ بابا صاحب نے مولانا کو آتے دیکھا تو کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ خیریت پوچھی مولانا نے کہا کہ اتنے عرصے میں اس لئے نہیں آیا کہ حج بیت اللہ کو گیا ہوا تھا۔ میں نے سات حج کئے حرم شریف میں سات رمضان کے روزے رکھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حال سُن کر بابا صاحبؒ نے مولانا سے پوچھا۔ آپ ایسی مقدس جگہ سے اتنا ثواب لے کر آئے ہیں۔ غالباً اب آپ ہم سے خفا نہ ہوں گے۔ مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ میری خفگی آپ کی کم علمی پر تھی۔ کہ آپ خواہ مخواہ روٹی کو چھٹارکن بنانے پر مصر تھے۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا مولانا میں نے یہ بات ایک کتاب میں لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ مولانا نے جھنجلا کر کہا۔ دکھایئے وہ کونسی کتاب ہے۔ بابا صاحبؒ نے اپنے ایک خادم کو آواز دے کر کہا کہ میری فلاں کتاب لانا۔ خادم فوراً وہ کتاب لے آیا۔ آپ نے کتاب مولانا کے ہاتھ میں دے کر فرمایا دیکھیئے اس میں لکھا ہے مولانا نے کتاب کھولی چند اوراق اُلٹے کچھ کہنے ہی والے تھے۔ کہ اُن کو اپنے ہاتھ کی تحریر نظر آئی۔ اُن کی چیخ نکل گئی۔ اور وہ بابا صاحبؒ کے قدموں میں گر پڑے اور اسی وقت آپ سے بیعت کی اور پھر تمام عمر کسی سے کلام نہیں کیا۔ ہر وقت روتے رہتے تھے۔

راہبر راہ ہدیٰ بابا فریدؒ حق شناس و حق نما بابا فریدؒ

Marfat.com

حضرت باباصاحبؒ کی معراج

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ قدسی ہے کہ

الصلوٰۃ معراج المومنین - نماز معراج مومنین ہے -

انعامات الٰہی میں سب سے اعظم اشرف اعلےٰ انعام دیدارِ الٰہی ہے اور یہ انتہائی انعام جنت الفردوس سے متعلق ہے -

جس آدمی میں اِس انعام کو حاصل کرنے کی تڑپ ذوق اور جستجو نہ ہو وہ صورتاً تو ضرور آدمی ہے - مگر اس کا وجود ننگ انسانیت ہے اور وہ اِس زمین پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہے -

اکثر فقراء کاملین کو دیدار کی نعمت خواب میں حاصل ہو جاتی ہے - بعض لوگ دُنیا میں چشم ظاہر کے ساتھ اِس کی دید کے منکر ہیں - خبر نہیں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس دید کے متعلق ان لوگوں کا خیال کیا ہے جو اس دُنیا میں چشم ظاہر کے ساتھ ہوئی تھی - اور جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا - اور موسےٰ علیہ السلام بے ہوش ۔

سلطانِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خواب و بیداری دونوں حالتوں میں کئی مرتبہ معراج عطا فرمائی ہے - جس میں ایک معراج جسمانی بھی شامل ہے - جس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے -

سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنُریہ من آیاتنا - انہ ھوالسمیع البصیر -

یہ معراج جسمانی تھی - کیوں عبد روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں - اور اگر یہ خواب کی باتیں ہوتیں تو کافر بھی اس کا انکار نہ کرتے - کیونکہ خواب میں تو ہر آدمی کو ایسی چیزیں دکھائی دیتی ہیں - جو اس نے کبھی نہ دیکھی ہوں سرکارِ جملہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نوازا اور ان کو معراج عطا فرمائی جو نماز ہے -

اور نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں حضور قلب نہ ہو -

لا صلوٰۃ الّا بحضور القلب

Marfat.com

اور کم از کم حضور و احسان اس کا نام ہے۔ کہ عابد یہ خیال کرے کہ میں پیش معبود استادہ ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ ورنہ ہو تا تو یہ چاہیئے کہ عابد کو عبادت میں شاہد معبود ہو۔

مالک حقیقی کی اس زمین پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایک قدسی گروہ ایسا بھی بستا ہے۔ جن کی نمازوں میں حضور ہے۔ اور جن کی عبادتوں میں شہود ہے اور جن کی زندگیاں دید سے قائم ہیں۔ اور وہ دید ہی کو زیست سمجھتے ہیں۔ اور کائنات کو چھوڑ کر صرف مالکِ کائنات کو چاہتے ہیں۔ اور اپنے ہر عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ

دنیا شہ را و قیصر و خاقان را — دوزخ بدرا و بہشت ہر نیکاں را

تسبیح فرشتہ را صفا ہر انساں را — جاناں ما را و جان ما جاناں را

اسی اشرف گروہ میں سے ایک حضرت بابا صاحبؒ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اور ان کی نماز کو معراج بنا دیا تھا۔ جس دن یہ فضل ہوا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیچھے آپ کے مرید میاں محمد بھی نماز میں مشغول تھے۔ کہ وہ ایک دم بے ہوش ہو گئے۔

بعد میں جب حضرت بابا صاحبؒ نے اُن سے پوچھا تیرا کیا حال ہوا اور تو کیوں بے ہوش ہوا تھا۔ پھر خود ہی آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ۔

ؑ۱ در نمازِ مرا معراج بود ترا ہم از نعمتِ درویشاں نصیب شد۔

مجھے نماز میں معراج ہوئی۔ اور میاں محمد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس کو بھی درویشوں کی نعمت میں سے حصہ نصیب ہوا۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ جناب بابا صاحبؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کو بھی نماز جمعہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد حال و تحیر پیدا ہوا تھا

ؑ۲ بہ انوار تجلی درو مبارک منور گشت و حق تعالےٰ را در اثنائے نماز سجدہ ہا کرد و ہم چناں در عالم تحیر خانہ آمد گریہ کہ پیش ازیں بود ازاں غالب تر شد۔ و ہر روز چند کرت غائب می شد۔ وچند کرت حاضر ہمیں مے فرمود کہ امروز روز جمعہ است۔ ہر آئینہ دوست موعد دوست یاد آرد و عرق آں

ؑ۱ سیر الاولیاء صفحہ ۸۳ ؑ۲ سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۲-۱۵۳

Marfat.com

حالت باشد۔

و دیگر درآں حال می فرمود وقت نماز شدہ است و نماز گذاردہ ام واگر گفتند کہ شما نماز گذاردہ اید می فرمود کہ بار دیگر بگذارم ہر نمازے را مکرر ادا می کردندے۔

و ہمیں دو سخن را مکرر می کردند کہ امروز روز جمعہ است و نماز گذاردہ ایم و ایں سخن می فرمود۔ میرویم و میرویم و می رویم۔

یعنے نور تجلی سے ان کا اندرون منور ہو گیا۔ اور انہوں نے حالت نماز میں کئی سجدہ کئے اور مسجد سے عالم تحیر میں واپس آئے۔ گریہ نے شدت اختیار کر لی اور ہر روز کبھی غائب ہوتے کبھی حاضر۔ اور فرماتے آج جمعہ کا دن ہے۔ دوست دوست کے وعدہ کا وقت یاد کرتا ہے اور پھر تحیر ہو جاتا اور اسی حالت میں پوچھتے میں نے نماز پڑھ لی ہے لوگ عرض کرتے جی ہاں یہ سُن کر فرماتے مکرر ادا کرتا ہوں اور اس طرح ہر نماز دو مرتبہ ادا کرتے۔

اور یہ دو جملے بار بار فرماتے۔ آج جمعہ ہے۔ نماز پڑھ چکا ہوں۔ ہم جاتے ہیں ہم جاتے ہیں۔

انتقال کے وقت تک یہی کیفیت رہی۔ چالیس دن پہلے سے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ ہر وقت گریہ شدت سے طاری رہتا تھا۔

دشمنوں کو راضی کرو

خدا طلبی کے راستے میں توبہ کے بعد دوسرا نمبر دشمنوں کو راضی کرنے کا ہے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔

[1] بداند کہ بعد از توبہ کار مرید خوشنود کردن خصمان است و ایں عقبہ بزرگ است یعنے تو اس بات سے واقف ہو جا کہ توبہ کے بعد مرید کا کام دشمنوں کو خوش کرنا ہے اور یہ بڑا دشوار راستہ اور کٹھن بات ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ میں جب حضرت باباصاحبؒ کی خدمت

[1] مکتوبات حضرت شرف الدین یحییٰ منیری صد۱

Marfat.com

میں حاضر ہوا۔ اور بیعت کی۔ تو حضرت نے چند مرتبہ فرمایا کہ

ؔ۱ خصمان را خوشنود باید کرد۔ و اسنرضائی صاحب حقاں غلو فرمود،

یعنے دشمنوں کو راضی کرنا چاہیئے۔ اور حق داروں کی رضامندی میں غلو فرمایا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے فوراً خیال آیا کہ میرے ذمہ ایک بزاز کے ۲۰ جیتل واجب ہیں۔ اور ایک شخص کی کتاب دینی ہے جو مجھ سے گم ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً عہد کیا۔ کہ دہلی جا کر پہلے یہ کام کروں گا اور جب میں دہلی گیا۔ تو مجھے اس قرضے کی ادائیگی کا خیال تھا۔ معاش تنگ تھی۔ اس لئے ۲۰ جیتل ایک دفعہ میرے پاس نہ ہوتے تھے آخر ایک دفعہ میرے پاس دس جیتل آ گئے۔ میں وہ لے کر اس بزاز کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا آپ کے ۲۰ جیتل میرے ذمہ ہیں۔ اس وقت دس جیتل لایا ہوں۔ یہ آپ لے لیں۔ بقایا بھی انشاء اللہ آپ کو پہنچا دوں گا۔

ؔ۲ آں مرد چوں ایں بشنید گفت آرے از پیش مسلماناں می آئی۔ آنگاہ ده جیتل از من بستد و گفت آں ده جیتل ترا بخشیدم۔

یعنے جب اس مرد نے یہ سُنا تو کہا ہاں تو مسلمانوں کے پاس سے آ رہا ہے پھر اُس نے دس جیتل مجھ سے لے لیئے اور کہا۔ بقایا دس جیتل میں نے تجھ کو معاف کر دیئے۔ پھر میں اُس کتاب والے کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے نہ پہچانا۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی تھی۔ وہ میرے پاس سے گم ہو گئی ہے اب میں اُس کتاب کی نقل کسی جگہ سے کرا کر آپ کو دے دوں گا۔ اُس شخص نے کہا۔ کہ

ؔ۳ آرے از آنجا کہ تو می آئی ثمرہ ہمیں باشد بعد ازاں گفت من آں کتاب بتو بخشیدم

ہاں جہاں سے تو آیا ہے۔ اُس کا ثمرہ یہی ہے۔ پھر اُس نے کہا۔ میں نے وہ کتاب تجھ کو بخش دی۔

الغرض یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ کہ خدا طلبی کے راستے میں ایک دل کی بھی ناراضگی سالک کو منزل تک پہنچنے میں حجاب بنی رہتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے اس راستے میں توبہ کے بعد دوسرا مرحلہ "خوشنودی خصماں" فرمایا ہے۔

ؔ۱ و ؔ۲ و ؔ۳ فوائد الفواد صفحہ ۱۴۰

Marfat.com

"حضرت بابا صاحب کی دعا"

خدا تجھ کو دردِ محبت عطا فرمائے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ عقل عشق[۱] ایک دوسرے کی ضد ہیں علماء اہلِ عقل اور فقراء اہلِ عشق ہیں۔ پھر عشق کی فوقیت کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ نے فرمایا کہ

محبت[۲] کا ایک ذرہ تمام جنوں اور انسانوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

پھر اسی مناسبت سے فرمایا کہ حضرت بابا صاحبؒ ایک شخص[۳] کے لئے بار بار دعا فرماتے کہ

"خدائے عزوجل[۴] ترا دردی دہاد"

اللہ تعالیٰ تجھے دردِ محبت عطا فرمائے اور وہ شخص حیران ہوتا کہ حضرت یہ کیا دعا فرماتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ کیسی نعمت غیر مترقبہ ہے۔

۱، ۲۔ فوائد الفواد ص۱۳۲۔ قول حضرت یحییٰ معاذؒ ۳۔ ایک شخص سے مراد خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ہیں۔ ۴۔ فوائد الفواد ص۱۳۲۔ بزرگوں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی بات اپنے متعلق کہتے ہیں۔ تو درویشے یا کسے کہہ کر اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد خود ان کی ذات ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ایک درویش کو اجازت دی گئی ہے۔ کہ اُسے دُنیا میں رہنا منظور ہے یا عقبیٰ میں درویش نے عقبیٰ کو قبول کیا۔ جب حضور نے یہ فرمایا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ رونے لگے۔ صحابہؓ نے اُن سے سبب گریہ معلوم کیا تو اُنہوں نے فرمایا۔ اِس درویش سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور حضور دُنیا سے جانا چاہتے ہیں۔

"خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ

"شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز را بر مثل ایں کلمات بود۔ بارہا گفتی کہ دستہ درویشے ما چنیں حال بود یا درویشے چنیں چیز کرد۔ من معلوم کردم کہ حکایت خود می گوید"

Marfat.com

بقیہ حاشیہ ص۲۶۸ یعنی شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز اسی طرح کے اکثر کلمات فرماتے تھے کہ ایک وقت ایک درویش کا ایسا حال تھا۔ اور ایک درویش نے ایسا کام کیا میں سمجھ جاتا کہ حضرت اپنا حال بیان فرما رہے ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت بابا صاحب کی زبانی

حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا ایک بزرگ تھے۔ وہ پانی پر مصلےٰ بچھا کر نماز ادا کر رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

ع۱ "خداوندا خضر بر کبیرہ ارتکاب میکند اورا از آن توبہ دہ"

خداوندا خضر علیہ السلام گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق عطا فرما۔

تھوڑی دیر بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے ان سے پوچھا میں کون سا کبیرہ کرتا ہوں۔ تاکہ اس سے توبہ کر دوں۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کو خدا کے لئے لگایا ہے۔ حالانکہ آپ خود ہی اُس کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔

یہ سُن کر خضر نے توبہ کی۔ پھر اُن بزرگ نے خضر سے کہا ترکِ دُنیا یہ ہے کہ جس طرح میں رہتا ہوں اسی طرح رہو۔ خضر نے پوچھا آپ کس طرح رہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا میں اس طرح رہتا ہوں کہ۔

ع۲ اگر جملہ دُنیا مرا دہند و گویند کہ قبول کُن کہ حساب بر تو نخواہد بود و ایں ہم گویند کہ اگر قبول نہ خواہی کرد ترا در دوزخ خواہند برد۔ من دوزخ قبول بکنم دنیا قبول نکنم۔

اگر تمام دُنیا مجھ کو دیں اور فرمائیں کہ اس کو قبول کر لے تجھ سے اس کا حساب نہ لیا

ع۱ فوائد الفواد صہ۸۲ ع۲ فوائد الفواد صہ۸۲-۸۳

Marfat.com

جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ فرمائیں کہ اگر قبول نہ کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ تو میں دوزخ قبول کروں گا۔ دُنیا قبول ہرگز نہ کروں گا۔

خضر علیہ السلام نے اُن سے پوچھا۔ اِس کا کیا سبب ہے تو اُنھوں نے فرمایا۔

"دنیا مبغوضِ حق تعالیٰ است۔ چیزی کہ خدائے تعالیٰ آں را دشمن داشت من بجائی آں دوزخ قبول کنم و آں را قبول نہ کنم"

کہ دنیا پر خدا تعالیٰ کا غضب و غصہ ہے۔ اِس چیز کو قبول کرنے سے کہ خدائے تعالےٰ تعالیٰ اسے دشمن رکھے۔ میں دوزخ قبول کرتا ہوں لیکن اس کو قبول نہیں کرتا۔

زکوٰۃ کی قسمیں

عام طور پر لوگ مال کی محبت میں حدود اللہ کو توڑ دیتے ہیں۔ اور پورا سال گذرنے کے بعد جو ۲½ روپیہ سینکڑہ کی معمولی سی زکوٰۃ از روئے شریعت ان پر واجب ہوتی ہے۔ ادا نہیں کرتے۔ لیکن مومن کا حال اِس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اس کی محبت صدیق ہوتی ہے کسی عالم نے بزعم خود ایک درویش سے اُس کا خسران علم ظاہر کرنے کے لئے سوال کیا کہ اگر کسی کے پاس ۲۰ روپے ہوں تو اُس کو کتنی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ درویش نے جواب دیا مذہب فقیہاں میں بیس روپے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ البتہ مذہب فقیراں میں اُسے اکیس روپے ادا کرنے پڑینگے۔ مولوی صاحب نے پوچھا جناب یہ اصل سے بھی ایک روپیہ زائد کس قانون کی رو سے۔ درویش نے فرمایا قانونِ محبت کی رُو سے جس میں فرمایا ہے کہ

ہر چہ داری خرچ کُن در راہِ او　　　　لن تنالوا البر حتےٰ تنفقو[1]

یہ قانون درویش کو اس کی راہ میں خرچ کرنا سکھاتا ہے۔ جمع کرنا نہیں۔

اور چونکہ اس نے جمع کر کے اس ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہذا اس کو ایک روپیہ جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں[2]۔

۱۔ زکوٰۃ شریعت۔ (۲) زکوٰۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۸۲-۸۳　۲؎ قرآن پاک پارہ ۴　۳؎ سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۲

Marfat.com

۱۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس (ایک سال تک) دو سو درم جمع رہیں تو اس پر پانچ درم زکوٰۃ فرض ہے۔

۲۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ ۲۰۰ درم میں سے پانچ درم خود رکھ لے۔ باقی زکوٰۃ دیدے

۳۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کچھ پاس نہ رکھے سب کچھ اس کی راہ میں دیدے جمع ہی نہ کرے۔

"تاثیر زبان"

حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے ایک پوتے حضرت شرف الدین تھے وہ حضرت بابا صاحبؒ سے بیعت کرنے کے لئے ناگور سے اجودھن آئے تھے۔ ان کی ایک لونڈی تھی جو بڑی شائستہ تھی۔ اس نے چلتے وقت ایک دستار مولانا شرف الدینؒ کو دی اور کہا میری طرف سے حضرت کی قدم بوسی کرنا اور یہ دستار نذرانہ پیش کر دینا۔ اس کو میں نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر تیار کیا ہے۔

مولانا شرف الدینؒ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی پھر اپنی لونڈی کی طرف سے قدم بوسی کی اور دستار پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔

"خدائیش آزادی دہد"

اُس کو اللہ تعالیٰ آزادی عطا فرمائے۔

مولانا شرف الدینؒ حضرت کی خدمت سے اپنی قیام گاہ پہ واپس آئے تو اُن کو خیال آیا کہ حضرت نے اِس کی آزادی کے لئے دعا فرمائی ہے۔ یقیناً وہ آزاد ہو جائے گی۔ لونڈی قیمتی ہے۔ لہذا میں فروخت کر دوں گا۔ پھر خیال آیا کہ وہ دوسروں کے گھر جا کر آزاد ہوئی تو ثواب اُن کو ہوگا۔ میں ہی اِس کو آزاد کیوں نہ کر دوں۔ یہ سوچ کر پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور میں نے اُس کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا الحمد اللہ و نعم ما قیل

فـ ریدہ کیسے سو ہوئے

فوائد الفواد صـ۱۸۶

Marfat.com

سونا بنانے کا وظیفہ

ایک دن ایک شخص حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ میں تنگدستی میں مبتلا ہوں۔ میرے کئی لڑکیاں ہیں جن کی شادی سے معذور ہوں۔ آپ نے سورۃ اخلاص پڑھ کر مٹی کے ایک ڈھیلے پر دم کی۔ فی الفور سونا ہوگیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ لے جاؤ اور اپنی لڑکیوں کی شادی کرو۔ آدمی حریص تھا۔ گھر آکر بہت سی مٹی جمع کی اور سورۃ اخلاص پڑھکر اس پردم کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں سونا بنانے کا وظیفہ اس کو آگیا تھا۔ جب پڑھتے پڑھتے تھک گیا تو اپنے ایک دوست سے یہ واقعہ بیان کیا۔ دوست نے کہا۔ بھائی سورۂ اخلاص تو وہی ہے۔ مگر زبان بابا فریدؒ کی کہاں سے لاؤ گے؟

حضرت باباصاحبؒ کا لباس

فقراء عام لوگوں کی طرح اچھے لباس اور اچھے کھانے کی فکر و تردد میں نہیں رہتے۔ ان کو جیسا مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں اور جیسا حاصل ہوجاتا ہے پہن لیتے ہیں۔ یہ لوگ کھانے سے نہیں کھلانے سے اور پہننے سے نہیں پہنانے سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح وہ تقرب الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

کتب معتبرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باباصاحبؒ نے تمام عمر اچھا کھانے اور اچھا پہننے کی طرف توجہ نہ کی آپ کا لباس ہمیشہ معمولی اور سادہ رہا جس میں اکثر پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔

کھتوال میں جب حضرت جلال الدین تبریزیؒ آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں تو آپ کے لباس کی یہ کیفیت تھی کہ

(۱) "سراویل شیخ شیوخ العالم پارہ بود۔ در اثنائے ایں خال مکالمۂ احوال ہر بار بادمی زد شیخ شیوخ العالم فریدالدینؒ دامن محل ازار پارہ می پوشید"

حضرت باباصاحبؒ کی شلوار بہت پھٹی ہوئی تھی۔ بات چیت کے دوران ہر بار ہوا کے جھونکے سے جسم کا کوئی حصہ برہنہ ہوجاتا تھا۔ جس کو آپ اپنے دامن کے ٹکڑے

(۱) سیرالاولیاء۔ صفحہ ۶۳

Marfat.com

سے چھپا لیتے تھے۔

(۲) ہانسی میں مولانا نور ترکؒ کے وعظ میں حضرت بابا صاحبؒ تشریف لے گئے ہیں تب بھی آپ کا لباس بہت پرانا اور پھٹا ہوا تھا۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

جامہ ہائے شیخ شیوخ العالم ریگیں و پارہ بود۔

حضرت بابا صاحبؒ کا لباس پرانا میلا اور پھٹا ہوا تھا۔

خود حضرت بابا صاحبؒ کی زبانی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

منؒ بسیار تذکیر او شنیدم او چوں بہ ہانسی رسید تذکیر آغاز کرد د من رفتم تا تذکیر او بشنوم من جامۂ ریگیں داشتم و پارہ پارہ۔

کہ میں نے مولانا نور ترک کے بہت سے وعظ سنے ہیں۔ جب وہ ہانسی پہنچے اور انہوں نے وعظ شروع کیا میں بھی گیا تاکہ اُن کا وعظ سنوں۔ اِس وقت میرے کپڑے پرانے اور پھٹے ہوئے تھے۔

(۳) دہلی میں حضرت بدرالدین غزنویؒ کے وعظ میں بھی آپ کے لباس کی یہی حالت تھی۔ کرمانی کا بیان ہے کہ

جامۂؒ شیخ شیوخ العالم نیک پارہ بود

حضرت بابا صاحبؒ کے کپڑے بہت پھٹے ہوئے تھے۔ جیسے دیکھ کر ایک شخص نے آپ کو ایک نیا جوڑا پیش کیا تھا۔ لیکن آپ نے اُسے کچھ دیر پہن کر اُتار دیا اور فرمایا تھا کہ

منؒ ذوقے کہ در آں جامہ پارہ داشتم دریں جامۂ نو نیافتم

جو ذوق و کیفیت اِس پھٹے پرانے لباس میں مجھے حاصل تھی وہ اِن نئے کپڑوں میں نہیں رہی تھی۔

پاکپتن شریف کے قیام کے دوران بھی آپ کے لباس کا کچھ ایسا ہی حال رہا چھوٹے بڑے سب ہی آپ کے سلام کے لئے آتے رہتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی اپنے لباس

ؒ سیر الاولیاء صہ ۶۲ ؒ فوائد الفواد صہ ۱۹۹ ؒ سیر الاولیاء صہ ۶۲
ؒ سیر الاولیاء صہ ۶۲

Marfat.com

کی تزئین اور آرائش کی طرف توجہ نہ دی ۔ اور اچھی شاندار پوشاک استعمال نہ کی آپ کا قول ہے ۔ کہ

ان ارذل الناس من اشتغل با لاکل والللباس

"رذیل ترین آدمی وہ ہے جو ہر وقت کھانے اور لباس کے تردد میں مشغول رہے"

حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز نے فرمایا کہ حضرت بابا صاحب کے پاس کل چار جوڑے تھے ۔ ایک آپ پہنے رہتے تھے .... دوسرا دھونے والے کے پاس رہتا تھا تیسرا مستحقین کی تعتیم کے لئے ریزرو رہتا تھا چوتھا دفنے وقت اور خاص مشغولی میں استعمال فرماتے تھے ۔ آپ کے لباس میں شلوار کرتہ ۔ پگڑی اور کلاہ چہار ترکی ہوتی تھی ۔ کبھی شلوار کی جگہ تہ بند استعمال کرتے تھے سیر الاولیاء سے حضرت کا شلوار پہننا ثابت ہوتا ہے ۔ اور ایک چادر باندھنا اور ایک چادر اوڑھنا بھی ثابت ہوتا ہے ۔

سر اذیل شیخ شیوخ العالم پارہ بود جامہ اے چادر پوشیدہ

الغرض حضرت بابا صاحب کا لباس با وجود فور علمی کے عالمانہ نہ تھا اور باوجود کمال فقر کے نہایت سادہ ہوتا تھا ۔ اور اس لباس میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے آپ کی شان وشوکت کا اظہار ہو یا یہ سمجھا جائے کہ آپ اس کے ذریعہ دوسروں سے کچھ ممتاز ہونا چاہتے ہیں ۔ البتہ آپ کے چہرہ مبارک سے انوار حق اس طرح ساطع تھے ۔ اور شان ولایت اس طرح ظاہر تھی ۔ کہ ہر شخص بیک نظر سمجھ لیتا تھا کہ آپ خدا کے دوست ہیں "

حضرت بابا صاحب کا بستر

سلطان فقر کا بستر نرم نازک گدیلوں اور ریشمی چادروں اور خوبصورت تکیوں پر مشتمل نہ تھا ۔ صرف ایک چھوٹی سی کمبلی تھی ۔ دن کو اسی پر بیٹھے رہتے تھے ۔ وہ بھی اس لئے کہ بڑھاپے کی ہڈیوں میں سخت فرش چبھتا تھا اور جب رات ہوتی تھی تو وہی کمبلی آپ

ا ۔ سیر الاولیاء صفحہ ۲ ۔ جوامع الکلم صفحہ ۱۵ ، ۳ ۔ سیر الاولیاء صفحہ ۶۲

۴ ۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱ ۵ ۔ یعنی حضرت بابا صاحب

Marfat.com

کی چارپائی پر بچھا دی جاتی تھی: وہ اتنی چھوٹی تھی کہ پوری چارپائی پر نہ آتی تھی۔ اور پائنتی کھلی رہتی تھی۔ اس پر ایک دوسری چادر ڈال دی جاتی تھی۔ اور رات کو ضرورت کے وقت جب آپ اس چادر کو اوڑھ لیتے تھے تو ادوان ننگی ہو جاتی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں کہ

"یک شب بوقت استراحت من بخدمت حاضر بودم کھٹے جنگلی راست کردند ہماں گلیم کہ بر آں روز بنشستے ہماں بالائے کھٹ انداختندے چناں چہ آں گلیم تا پایاں نمی رسید۔ آنجا کہ موضع پائے مبارک ایشاں بود شقہ آوردندے و نہادندے اگر آں شقہ بالا کشیدے آں موضع از بستر خالی ماندے"

یعنے ایک رات میں حضور کے سونے کے وقت موجود تھا۔ ایک جنگلی چارپائی بچھائی گئی اور پہ وہ کمبلی بچھا دی گئی جس پر دن کو بیٹھے رہتے تھے۔ اور وہ کمبلی اتنی چھوٹی تھی۔ کہ پائنتی کھلی رہتی تھی۔ اور اس جگہ جہاں آپ کے پاؤں مبارک ہوتے ایک کپڑا ڈال دیا جاتا۔ اگر رات کو وہ کپڑا آپ اوڑھ لیتے تو وہ جگہ بستر سے خالی ہو جاتی تھی۔

اور آپ کے پیر و مرشد حضرت قطب الاقطابؒ کا عطا کردہ ایک عصا مبارک تھا۔ اس کو تکیہ کی جگہ سرہانے رکھ لیتے تھے۔ اور اکثر اس عصا پر ہاتھ پھیر کر چوما کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ۔

"یک عصا بود از شیخ قطب الدین قدس سرہ جانب سر آں کھٹ میداشتند شیخ بر آں عصا متکا کردے۔ و استراحت فرمودے و آں عصا را ہر بار دست فرا می آوردے۔ تقبیل می کردے۔

الغرض حضرت باباصاحبؒ کا بستر لباس و خوراک بالکل اتباع نبوی کی مکمل تصویر تھا۔

۱؎ سیر الاولیاء ص۶۵ و فوائد الفواد ص۱۵ و ص۲۵ ۲؎ کھٹے کلیے راست کردند فوائد الفواد ص۱۵ جنگلی یعنے بڑی چارپائی ۔ ۳؎ فوائد الفواد ص۲۵ ۔

Marfat.com

حضرت باباصاحبؒ کی خوراک

فقراء کا قول ہے کہ کم کھانا ، کم بولنا اور کم سونا ، مخلوق سے کم ملنا جلنا خدا طلبی کے لیئے ضروری ہدایتیں ہیں ۔ وہ صرف اس لیئے کھاتے ہیں کہ زندہ رہیں اور اپنے مالک کی دی ہوئی حیات کا شکرانہ ادا کریں ۔ اور اکثر صمدی تجلی کے نزول سے تو کھانا پینا بالکل ترک ہوجاتا ہے ۔

لذیذ اور مرغن کھانے یوں بھی صحت کو خراب ہی کرتے ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود اکثر لوگوں کی یہی خواہش ہوتی ہے ۔ کہ ایسے کھانے خوب کھائے جائیں ۔ کیونکہ وہ "زیستن برائے خوردن" پر عمل پیرا رہتے ہیں ۔ مگر درویش خواہش نفس سے نہیں کھاتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں ۔ کہ اگر نفس کی ایک خواہش پوری کردی جائے ۔ تو دو اور پیدا ہوجاتی ہیں ۔ یہاں تک کہ آدمی انہیں پورا کرتے کرتے ہلاک ہوجاتا ہے ۔ وہ قوتِ لایموت کے لئے کھاتے ہیں اور ایسی غذا کھاتے ہیں جو پاکیزہ اور سادہ ہو ۔ کیونکہ لقمہ حلال سے باطن میں نور پیدا ہوتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور فرمانبرداری کے جذبات وخیالات ابھرتے ہیں ۔ برائی سے نفرت اور گناہ سے بیزاری پیدا ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا کہ

نان ہرکسؔ مخور ہرکس را بدہ

ہر ایک کی روٹی نہ کھا ، ہر ایک کو کھلا دے ۔ کیونکہ تجھے کیا معلوم کہ یہ لقمہ حلال ہے بھی یا نہیں اور درویشی کا اوّل اصول جس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے ۔ یہ ہے کہ فرمایا گیا "اکل حلال اور صدقِ مقال" اختیار کرو ۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اسم اعظم کیا ہے آپ نے فرمایا کہ

معدہ را از لقمۂ حرام پاک دار و دل از محبت دنیا دور کن بعد ازاں ہر اسمے کہ خدائے تعالیٰ را بخوانی آں اسم اعظم است ۔

یعنی معدہ کو حرام لقمہ سے پاک کر اور دل سے دنیا کی محبت نکال پھر جس نام سے خدا کو یاد کرے گا وہی اسم اعظم ہے ۔

Marfat.com

حضرت بابا صاحبؒ کی غذا نہایت سادہ اور بے مزہ ہوتی تھی۔ جن میں اکثر ٹینٹ (ڈیلہ) گلِ کریر۔ کریلے وغیرہ جنگلی اور خود رو پھل ہوتے تھے۔

دہلی میں ایک مرتبہ آپ کے پیر بھائی حضرت مولانا بدرالدین غزنویؒ آپ کو اپنے ہمراہ کہیں دعوت میں لے گئے۔ وہاں میزبان نے نہایت تکلف کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا تھا۔ جس میں کئی قسم کے میٹھے سلونے مچرب کھانے تھے۔ آپ نے چند لقمے لے کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اپنے آپ سے کہا۔

مسعود تو اپنا شکم لقمۂ چرب و شیریں سے پُر کرتا ہے۔ قرب خدا کیسے حاصل ہوگا؟

قیام اجودھن کے وقت آپ کی ضعیفی کا زمانہ تھا۔ مگر اس وقت میں بھی اکثر آپ کی غذا یہی خود رو جنگلی پھل ہوا کرتے تھے۔ موسم گرما میں افطار کے وقت شربت کا ایک پیالہ ہوتا تھا جس میں مویز منقیٰ بھیگی ہوئی ہوتی تھی۔ اس شربت میں سے کبھی آدھا اور کبھی دو تہائی حاضرین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بقایا سے خود روزہ افطار فرماتے تھے۔

امیر حسن علاء سنجری نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ افطار ایشاں بیشتر بہ شربت بودے۔ یک قدحے بود کہ درآں جا شربت بیاوردندے قدرے مویز کردندے درآں۔ ازاں قدح مقدار نصفے یا ثلثی بر جملہ حاضراں شربت بپخشیدے قدرے ازآں شربت درآوندے می انداختند ودیگر سکنجہ بہ آں مجلس دادندے باقی ثلثے کہ ماندے خود بکار بردے وازبقیہ آں ہم کسانے را کہ خواستے نصیب کردے تا کرا آں دولت بودے۔

یعنی آپ کا افطار اکثر شربت سے ہوتا تھا۔ ایک بڑا پیالہ تھا جس میں شربت لایا جاتا تھا۔ جس میں چند دانے منقیٰ کے پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ اس پیالے میں سے آدھا شربت یا تہائی حاضرین مجلس کو تقسیم کرا دیتے تھے۔ پھر اس میں سے تھوڑا ایک برتن میں نکال لیتے اور بقایا بھی اہل مجلس کو عطا فرما دیتے تھے۔ اور باقی ایک تہائی خود نوش فرماتے۔ اور اس بقایا میں سے بھی جس کسی کو چاہتے عنایت فرما دیتے تھے۔ جس کے نصیب یہ دولت ہوتی وہ پاتا تھا۔

۱۔ سراج المجالس ۲۔ فوائد الفواد صہ۵ ۔ سیر الاولیاء صہ۶۲

Marfat.com

صاحب سیرالاولیاء نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ نے مخلوق سے ..... کچھ گرد دشت و بیاباں اختیار کیا تھا۔ اور

"نانِ درویشانہ سہ چیزہائے کہ دراں دیار خیزد وچوں پیلو ومانندآں قانع گشت۔"[1]

یعنے درویشانہ روٹی اور ان چیزوں کے ساتھ جو اس علاقہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے پیلو وغیرہ۔ قناعت کرلی تھی۔ اکثر آپ زنبیلؒ[2] کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ گرمی کے علاوہ دوسرے موسم میں اسی زنبیل کی روٹی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ

سلطان المشائخ میفرمود کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین نوراللہ مرقدہٗ بیشتر نان زنبیل خوردے۔ البتہ وقت افطار یک دو پر کالہ نان زنبیل بیش بودے۔

یعنے سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ اکثر زنبیل کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ لیکن افطار کے وقت ایک دو ٹکڑے زنبیل کی روٹی کے زیادہ ہوتے تھے۔ اگر مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے روٹی نہ بچتی تو کڑوا کسیلا ساگ یا گل کریر یا ٹینٹ (ڈیلہ) جو کچھ درویش جنگل سے لے آتے تھے۔ وہ اُبال کر حضرت بابا صاحبؒ کے سامنے افطار کے لیے پیش کر دیا جاتا تھا۔ اگر نمک ہوتا تو اس میں ڈال دیا جاتا ورنہ بغیر نمک کے ہی حضرت تناول فرما لیتے۔ ایک دفعہ نمک قرض لے کر ڈال دیا گیا تھا تو آپ نے وہ اُبلے ہوئے ٹینٹ ڈیلے، کھانے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ

"[3] دریں طعام بوئے تصرف می آید۔ روا نہ باشد کہ من ایں طعام بخورم"

یعنے اس کھانے میں تصرف کی بو آتی ہے۔ جائز نہیں ہے کہ میں یہ کھانا کھاؤں۔

---

[1] سیرالاولیاء ص ۶۶ [2] زنبیل گردانی اسے کہتے ہیں۔ کہ دو یا ایک درویش ایک کپڑا لیکر مکانوں اور دوکانوں کے سامنے آتے ہیں۔ زبان سے سوال نہیں کرتے۔ اگر کسی نے اس زنبیل یا کپڑے میں ڈال دیا تو بہتا۔ ورنہ خاموش آگے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح جو روٹی یا آٹا وغیرہ حاصل ہوتا ہے وہ زنبیل گردانی کا ہوتا ہے۔ [3] سیرالاولیاء ص ۶۶

Marfat.com

کبھی اگر آٹا گھر میں ہوتا۔ تو افطار کے وقت شربت کے ساتھ ہی ایک سیر وزن سے کچھ کم کی دو روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی آ جاتی تھیں۔ جس میں سے ایک روٹی کے ٹکڑے کر کے آپ حاضرین کو تقسیم کرا دیتے تھے اور دوسری روٹی خود تناول فرماتے تھے اور اس ایک میں سے بھی جس کو چاہتے عنایت فرما دیتے تھے۔ پھر نماز پڑھنے اور نماز کے بعد آپ کی خاص مشغولی کا وقت تھا۔ بعد ازاں سب لوگوں کے لیئے دستر خوان بچھتا مگر خود حضرت اس وقت کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ سحری بھی نہ کھاتے تھے[۱] حسن علاؤ سنجری نے لکھا ہے۔ کہ

[۲] بعد ازاں پیش از نماز دو نانِ چرب کردہ بیاوردندی آں دو نان کم از یک سیر بودے از آں دو نان یک نان پارہ کردندے بہمہ حاضراں رسانیدندے و آں یک نان دیگر خود خوردے و از آں نانِ خاص ہم کسے را کہ خواستے نصیب کردے بس۔ از ادائے نماز شام مشغول بودے مشغول بودنی[۳] تمام بعد ازاں مائدہ پیش می آوردند طعام از ہر گوں۔ چوں آں طعام خرچ شدی بیش طعام دیگر نخوردی مگر باز بوقت افطار روز دیگر۔

یعنی اس کے بعد نماز سے پہلے دو روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی لائی جاتی تھیں جو تقریباً ایک سیر سے کم ہوتی تھیں۔ ان دو روٹیوں میں سے ایک روٹی کے ٹکڑے کر کے تمام حاضرین مجلس کو تقسیم کرا دیتے تھے۔ اور دوسری ایک روٹی خود تناول فرماتے تھے اور اس خاص روٹی میں سے بھی جس کو چاہتے عنایت فرما دیتے تھے اور نماز شام کے بعد آپ مشغول ہوتے پوری مشغولی کے ساتھ۔ بعد ازاں دستر خوان بچھتا۔ اور ہر قسم کا کھانا کھلایا جاتا۔ مگر حضرت اور کھانا نہ کھاتے تھے۔ دوسرے دن افطار کے وقت ہی تناول فرماتے۔

نوے سال سے کچھ اوپر عمر میں بھی یہی معمول رہا۔ آپ کا ارشاد تھا کہ لذت نفس اور درویشی دو متضاد چیزیں ہیں۔ کڑوے، کریلے، رسیلے، کسیلے ٹینٹ (ڈیلے) اور

---

[۱] سیر الاولیاء صفحہ ۳۸۶ سحر نہ خوردے۔ [۲] فوائد الفواد صفحہ ۸۱ ، سیر الاولیاء صفحہ ۶۵

[۳] فوائد الفواد صفحہ ۱۶۲ ، مشغول شدے ۔ مشغول شدنی عظیمہ۔

Marfat.com

بے مزہ پہلو کہا کہ آپ نے درویشی کی ہے۔ اسی بنا پر حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلیؒ نے فرمایا تھا کہ

"مردانِ راہ خدا نے یہ خونِ جگر کھایا ہے جب کسی مقام پر پہنچے ہیں" اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ

"خواجہؒ کہ خوش خورد و نوش خسپد و دعوے محبت خدا کند دروغ گفتہ باشد"

یعنی جو درویش اچھا کھائے اور خوب سوئے اور خدا کی محبت کا دعویٰ کرے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کا قیام اجودھن کا آخری زمانہ بہت عسرت کا تھا۔

"۳ در آخر عمر عیش تنگ شد"

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں حضرت بابا صاحبؒ کے ہاں درویشوں کو جس دن نینٹ اور گل کر یہ پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتے تھے۔ وہ روز روزِ عید ہوتا تھا۔

کوئی ہفتہ ایسا نہ گذرتا تھا جس میں دو تین وقت کا فاقہ نہ ہوتا ہو۔ اور ایسا نہ ہوتا ہو کہ ایک بیوی کے ہاں سے خادمہ آتی اور عرض کرتی مخدوم آج فلاں حرم کے ہاں فاقہ ہے۔ پھر دوسری ہاں سے یہ اطلاع آتی کہ آج فلاں حرم کو دوسرا فاقہ ہے یا فلاں بچہ ہلاکت کے قریب ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ

"۵ خادم حرم ایشاں بیامدے وگفتے خواجہ امروز فلاں پسر را یک فاقہ است یا فلاں دختر را دو فاقہ۔"

یعنی ان کے حرم کا خادم آتا۔ اور عرض کرتا حضور آج فلاں لڑکے کو ایک فاقہ ہے اور فلاں لڑکی کو دوسرا فاقہ ہے۔

مگر ان خبروں سے حضرت کی مشغولی میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا گویا کہ

"۶ این سخن بادے بود کہ دریں گوش آمدے ودداں گوش رفتے۔"

---

۱ سراج المجالس صد ۱۰ ۲ سیر الاولیاء صد ۶ فوائد الفواد صد ۸۵ ہر کہ دعوی دوستی خدا کند و محبت دنیا در دل او باشد او دراں دعوے کذاب باشد ۳ سیر الاولیاء صد ۶۲ ۴ اخبار الاخیار صد ۵۲ ۵ سیر الاولیاء صد ۶۲ ۶ خیر المجالس صد ۸۹

Marfat.com

ؐ۱ وچناں مستغرق حق بودے کہ سخناں ہمہ باد بودے۔

یعنے یہ ایک ہوا تھی کہ اس کان سے آتی اور دوسرے سے نکل جاتی تھی اور اس طرح یادِ حق میں مشغول رہتے کہ ایسی باتیں ہوائیاں تھیں جن کا کوئی اثر نہ تھا۔

قاعدہ ہے کہ جب آدمی کے پاس اتنا مال ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ضروریات کی فراہمی سے بے فکر ہو جائے۔ تو سوائے حریص کے پھر وہ اطمینان کے ساتھ یادِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ لیکن حضور بابا صاحبؒ کا کمال یہ ہے کہ نہ ہوتے ہوئے بھی پوری دل جمعی اور کمال استغراق کے ساتھ یادِ حق میں مشغول رہتے تھے۔ اگر کچھ ہوتا تو مضطر اور نہ ہوتا تو مطمئن رہتے تھے۔ کیونکہ فقر اپنے فقر کی حفاظت اسطرح کرتے جسطرح مالدار اپنے مال کی

حضرت بابا صاحبؒ کی زندگی کے آخری رمضان نہایت عسرت میں بسر ہوئے ہیں خود حضرت سخت بیمار تھے۔ گھر والوں۔ درویشوں اور مہمانوں کا یہ حال تھا کہ روزہ افطار کے بعد بھی کسی کو کھانا شکم سیر ہو کر نہ مل سکتا تھا۔

اس آخری رمضان کی ۱۳ تاریخ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو نعمت خاص عطا فرما کر دہلی رخصت کیا۔ پھر حکم بھجوایا کہ ٹھہر جاؤ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ اس دن بھی یہ حال تھا کہ

ؐ۲ کہ درخانہ خدمتِ شیخ چیزے موجود نہ بود کہ از آں افطار شود''

یعنے حضرت شیخ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کہ جس سے روزہ افطار کیا جاتا۔

جب میں نے یہ حال دیکھا تو وہ سنگانی جو حضرت نے مجھ کو راستے کے خرچ کے لیے عطا فرمائی تھی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔

ؐ۳ از صدقہ شیخ شیوخ العالم یک سلطانی مرا خرچ رسیدہ است فرمان شود تا ازیں چیزے بیارند از یں حکایت معنی بغایت خوش شدہ و دعا کرد''

حضور کے صدقہ میں مجھے ایک سلطانی راستے کا خرچ ملا تھا۔ اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں کچھ افطار کے لئے لے آؤں۔ یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے۔ اور مجھے بہت دعائیں دیں۔

ؐ۱ سیر الاولیاء صـ ۶ ؐ۲ طبقات الصوفیہ ؐ۳ سیر الاولیاء صـ ۲۶ ؐ۴ سلطانی ایک سکہ کا نام ہے۔ ؐ۵ سیر اولیاء صـ ۱۳۰

Marfat.com

یہ حال اُس شہنشاہ کے خورد و نوش کا تھا۔ کہ جس کے دسترخوان کی خیرات سے آج بھی ہزاروں انسان پل رہے ہیں۔ اور سینکڑوں بادشاہان زمان جن کی جوتیوں کی خاک کو اپنے تاج وتخت سے افضل سمجھتے آئے ہیں۔ اور لاکھوں اولیاء اللہ، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، قلندر، ابرار وغیرہ، آپ کے در کی جبہ سائی پر فخر کرتے ہیں

جبینِ میری زیارت گاہِ خلق
نقش پائے یار تیرا شکریہ

الغرض حق بات اور حاصل کلام یہ ہے کہ

حضرت باباصاحبؒ ہر طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔

"حضرت باباصاحبؒ کی بیماری اور انتقال"

صاحب فوائد الفواد نے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے روایت کی ہے کہ جناب باباصاحبؒ کی عمر ترانوے سال کی ہوئی ہے۔

انتقال سے تقریباً آٹھ نو ماہ قبل جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ تیسری مرتبہ دہلی سے آپ کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوئے تو آپ نے ۲۵ جمادی الاول ۶۶۳ھ کو اپنا لعاب دہن خواجہ نظام الدینؒ کے منہ میں ڈالا۔ اور قرآن پاک حفظ کرنے کی وصیت فرمائی۔ اور شعبان ۶۶۳ھ کی چاند رات کو فاتحہ پڑھ کر دعائے خیر کی۔ کہ اللہ تعالےٰ نظام الدین محمد بدایونی کو خلوق کے دامن[۵] میں نہ پھرائے۔

پھر فرمایا[۶]

دین و دنیا ترا دادواند۔ ایں جامہ نیست بہ و ملک ہند گیر نظرۃ منک یکفی

یعنی دین و دنیا تجھ کو دیدیئے گئے ہیں یہاں نیتی نہیں سہ یعنے فنا ہے۔ جا اور ہندوستان کو تابع

---

۱ فوائد الفواد ص۲۳۶۔ مدت عمر شیخ بہ سید فرمود کہ نود و سہ سال بود۔ ۲ سیر الاولیا ص۱۲۲

۳ سیر الاولیاء ص۱۲۳ ۴ سیر الاولیاء ص۱۲۳ ۵ سیر الاولیاء ص۱۲۳

۶ یک وبدان از تو کہ ثابت میکند۔ آزار کسے ار بہ ان۔

Marfat.com

کر کہ میری بجائے تیرا ایک نظر کرنا ہی کافی ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کو غلّہ[1] کی بیماری لاحق ہوئی۔ اس بیماری میں تمام جسم میں سوئیاں چبھتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی شعبان میں آپ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ رمضان شروع ہو گیا۔ آپ نے چند روزے رکھے مگر غلبۂ مرض کی وجہ سے کچھ روزے قضا ہو گئے۔

ایک دن رمضان میں خربوزہ لایا گیا۔ اور اس کو تراش کر قاشیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ آپ نے ایک دو قاشیں تناول فرمائیں۔ پھر ایک قاش اٹھائی۔ اور اس کو حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیا کی طرف بڑھایا۔ آپ روزے سے تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ یہ دولت کسے نصیب ہوتی ہے۔ کہ حضرت شیخ اپنے دستِ مبارک سے عنایت فرمائیں میں اسے ضرور کھاؤں گا۔ اور کفارہ میں متصل دو ماہ کے روزے رکھوں گا یہ خیال کر کے قاش لے لی اور چاہا کہ منہ میں رکھ لیں کہ ایک دم حضرت بابا صاحب نے فرمایا

"خبردار ایسا نہ کرنا مجھے بیماری کی وجہ سے رخصتِ شرعی ہے تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ یہ میں نے تمہارے اعتقاد کی آزمائش کے لئے دی تھی۔

کرمانی نے خواجہ نظام الدین اولیاء کی زبانی لکھا ہے۔

آں پر کالہ خربوزہ بمن داد می خواستم کہ ایں بخورم در دل کردم کہ خدمت شیخ شیوخ العالم بدست مبارک خود چیزے بمن دہد کجا باشم تو ریکہ بود کہ بخورم و کفارت دو ماہ متصل روزہ دارم۔ فرمود نے مکن مرا رخصت شرعی است ترا نہ شاید کہ بخوری برائے آزمائش اعتقاد تو دادہ بودم"[2]

شوال ۶۶۴ھ[3] میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو حضرت بابا صاحبؒ نے دہلی رخصت کر دیا۔ وداع کے وقت آپ بہت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ۔

"بظاہر از ما غائب و بباطن با مایکجا خواہی بود"[4]

یعنے اگرچہ ظاہر میں تم مجھ سے دور ہو گے مگر باطناً اور معناً تم میرے پاس ہو گے۔

---

(۱) غیاث اللغات صفحہ ۱۰۳ غلہ بفتح اول و ثانی بمعنی میخ سرتیز و ہر چیز کہ خلندہ باشد بمعنی چوب دراز کہ بآں کشتی را رانند و عضوے درد سے نیز آمدہ کہ چناں معلوم مے شود کہ کسی در عضو سوزن می خلاند۔ (۲) سیر الاولیاء صفحہ ۳۳ (۳) فوائد الفواد صفحہ ۵۲،۵۳ (۴) سیر الاولیاء صفحہ ۱۳۶

پھر فرمایا۔ "جاؤ تم کو خدا[1] کے سپرد کیا"

ذوالحجہ ۶۶۳ھ کے اخیر دنوں میں شمس دبیر شاعر نے مولانا نظامی گنجوی کا یہ مثنوی آپ کو سنائی جس کو سن کر آپ بے ہوش ہو گئے۔

جہاں چیست بگذر ز نیرنگ او — رہائی بجنگ آر از چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس — تماشا کند ہر یکے ہر نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست — کہ کیسہ بر مرد خود کارہ نیست
درو ہر دم از نو برے می رسد — یکے می رود دیگرے می رسد
جہاں گرچہ آرامگاہ خوش است — شتابندہ را نعل در آتش است
دو در دارد ایں باغ آراستہ — در و بند ازیں ہر دو برخاستہ
درآ از درے باغ و بنگر تمام — ز دیگر درے باغ بیرون خرام
اگر زیرکی با گلے خو مگیر — کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بسیج — کہ آیندہ و رفتہ ہیچ است ہیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز — دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز
نظامی سبک بار یاراں شدند — تو ماندی بہ غم غمگساراں شدند

جب ہوش آیا۔ تو شمس دبیر کو اپنا پیراہن عنایت فرمایا اور اس کے بعد تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف ہو گئے۔ تکلیف کے باوجود نماز جماعت سے ادا کرتے اور اپنے اوراد و وظائف و نوافل ان کے اوقات میں پورے کرتے یہاں تک کہ محرم ۶۶۴ھ کا چاند نظر آگیا۔ مریدین و معتقدین مہ نو کے سلام کو حاضر ہوئے آپ نے ان کو دعائیں دیں۔

یہاں یہ بات بیان کر دینی فائدہ سے خالی نہیں ہوگی کہ حضرت بابا[2] صاحب[3] مہ نو کے سلام سے خوش ہوتے تھے اور ایسے لوگوں کو کچھ نہ کچھ مزید عنایت فرماتے تھے جو حضرت کے سلام کو خالی ہاتھ آتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ ۳؎ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز فرمودے کہ ہر کہ بر من می آید چیزے می آرد اگر مسکین بیاید و چیزے نیارد ہر آئینہ

۱؎ بزم صوفیہ صفحہ ۱۷۲ ۲؎ سیر الاولیاء ص ۷۲ ۳؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۰

Marfat.com

مرا چیزے بدو باید داد۔

میرے شیخ الاسلام حضرت فرید الدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے پاس آتا ہے۔ کوئی شئے میرے لئے لاتا ہے۔ اگر کوئی مسکین آئے اور کچھ نہ لا سکے تو میرے لیئے ضروری ہے کہ میں اس کو کچھ دوں۔

محرم ۶۶۴ھ شروع ہوا۔ تو آپ کی عمر ۹۳ سال اور کچھ ماہ ہو گئی تھی۔ مرض کی شدت نے یہ حالت اختیار کر لی تھی کہ آپ کو گھڑی گھڑی بیہوشی کے دورے ہونے لگے تھے۔ جب ہوش آتا۔ تو سب سے پہلے یہ سوال کرتے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے؟ اور ہر نماز دو دو اور تین تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

محرم کی ۵ تاریخ کو سید محمد کرمانی دہلی سے اجودھن پہنچے اس وقت بابا صاحبؒ حجرہ میں تھے۔ اور دروازہ بند تھا۔ صاحبزادگان اور مریدان حجرہ سے باہر آپ کی جانشینی کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ سید محمد کرمانی پہلے ان سب حضرات سے ملے۔ اور آپ کی خیریت مزاج معلوم کی جب انہوں نے آپ کی حالت سنی۔ تو بے قرار ہو گئے۔ اور اندر جانے کے لئے آگے بڑھے تو صاحبزادگان نے کہا "اس وقت اندر نہ جانا" یہ سن کر سید محمد کرمانی رک گئے۔ مگر آخر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اور بابا صاحبؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں۔ سید کرمانی صاحب کو دیکھا۔ تو پوچھا سید! کب آئے۔ کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور الحمد للہ اچھا ہوں اور ابھی حاضر ہوا ہوں۔

سید کرمانی صاحبؒ کا بیان ہے کہ میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا سلام و پیام عرض کروں مگر فوراً خیال آیا کہ پہلے ہی صاحبزادگان میرے اندر داخل ہونے پر ناراض ہوں گے جب میں حضرت کا ذکر کروں گا۔ تو حضرت بابا صاحبؒ ضرور ان پر مرحمت فرمائیں گے۔ اور اس بات سے صاحبزادگان بالکل ہی ناخوش ہو جائیں گے۔ اس لیئے پہلے میں نے دیگر مشائخ اور علمائے دہلی کے سلام عرض کئے حضرت ان کو توجہ سے سنتے رہے۔ سب سے آخر میں میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا سلام عرض کیا۔ جیسے ہی حضرت نے ان کا نام سنا تو خوش ہو کر پوچھا کہ۔

۱۔ سیر الاولیاء، صفحہ ۷۲ سید چھگو نہ کے رسیدی۔

Marfat.com

(۱) او چگونہ است خوش ہست"

یعنے وہ کس طرح ہے. خوش تو ہے۔ میں نے عرض کیا ہر وقت آپ کے ذکر و فکر میں مشغول ہیں۔ یہ سُن کر حضرت نے فرمایا کہ

(۲) "ایں جامہ۔ مصلیٰ و عصےٰ بدو دہید"

یعنے یہ جامہ مصلیٰ و عصیٰ ان کو پہنچا دینا۔ اب یہ سب چیزیں سیّد بدرالدین اسحٰق رحؒ کے پاس امانت رکھوا دو۔

صاحبزادگان کو جب یہ خبر ملی۔ تو ان کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے سیّد کرمانی صاحبؒ سے جھگڑنا شروع کر دیا۔

(۳) "برآشفتند و ہر یکے بخصومت و عربدہ پیش آمدند کہ تو ایں چہ کردی مطلوب مارا بدیگرے وا بندی"

کہ تم نے ایسے وقت جناب بابا صاحبؒ سے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا ذکر کیوں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا حق دوسروں کو دیدیا گیا۔ اور یہ تم نے دلوایا ہے۔ سیّد محمد کرمانی نے کہا۔ مخدوم زادگان میں نے خصوصیت کے ساتھ مولانا نظام الدین محمد بدایونیؒ کا ذکر نہیں کیا۔ دہلی سے چلتے وقت بہت سے علماء اور مشائخؒ نے حضور بابا صاحبؒ کی خدمت میں سلام عرض کئے تھے۔ آخر مجھے یہ امانت پہنچانی تھی۔

(۴) "من مخصوص ذکرِ ایشاں نہ کردم امانت سلام ہر یکے را از مشائخ دہلی میرسانیدم در اثنائے آں ذکر ایشاں نکردم چوں حق تعالےٰ عزوجل بکرم خویش یکے را بدہاند اندازہ من باشد کہ مانع آں دولت باشم"

یعنے میں نے مخصوص طریقہ سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ امانتِ سلام ہر ایک مشائخ دہلی میں نے پہنچائی۔ تو ان کا ذکر کیوں نہ کرتا۔ جب حق تعالےٰ عزوجل اپنے کرم خاص سے کسی کو کچھ عطا فرمائے۔ تو میں اس کی عطاء بخشش میں کیوں مانع ہوں۔

الغرض ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ کا دن حضرتِ بابا صاحبؒ نے سخت تکلیف میں

---

(۱) سیر الاولیاء صہ ۱۲۲ در باب سلطان المشائخ مرحمت فرمود و پرسید او چگونہ است خوش ہست (۲) سیر الاولیاء صہ ۱۲۲ (۳) سیر الاولیاء صہ ۱۲۲

گذارا۔ مگر اس شدت کے باوجود آپ نے سب نمازیں جماعت سے ادا کیں۔ اور اپنے اوراد و نوافل بھی پورے کئے۔ پھر¹ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آپ پہ بے ہوشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو پہلے یہ پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ یہ کہا اور نماز دو بارہ ادا کی۔ اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا۔

؎۲ نظام الدین محمد بدایونی در دہلی است و ایں سخن ہم گفت کہ وقتِ رحلت شیخ قطب الدین من نیز حاضر نہ بودم در ہانسی بودم"

یعنے نظام الدین محمد بدایونی دہلی میں ہے پھر فرمایا ہاں میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت اُن کے پاس نہ تھا۔ بلکہ ہانسی میں تھا۔ پھر سوال کیا کہ

؎۳ من نمازِ خفتن گذاردہ ام۔ گفتند دو بارہ گزاردہ اید۔ فرمود کہ "یکبار دیگر بگذارم کہ داند چہ شود"

یعنے میں نے عشا کی نماز ادا کر لی ہے۔ کہا گیا کہ حضور دو مرتبہ ادا فرما چکے ہیں۔ کہا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ خدا جانے پھر کیا ہونے والا ہے۔ پھر تازہ وضو کیا۔ اور ؎ عشا کی نماز بمعہ وتر ادا کی۔ ہر ایک دوگانہ ادا کیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ بلند آواز سے یا حیّ یا قیوم کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تجہیز و تکفین

حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی۔ اجودھن میں کہرام مچ گیا۔ چھوٹے بڑے عورت مرد حضرت کے آخری دیدار کے لئے جمع ہونے لگے

حضرت کی عادت شریفہ تھی۔ کہ جو کچھ زر و نعمت فتوح میں آتا۔ اس کو اسی وقت تقسیم فرما دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی صبح کے لیے شام کو کچھ بچا کر نہ رکھا نتیجہ

؎۱ سیر الاولیاء ص۹۵ نماز خفتن بجماعت بگذارد و بعد از آں بے ہوش گشت ؎۲ سیر الاولیاء ص۹۵ فوائد الفواد ص۵۵ ؎۳ سیر الاولیاء ص۹۵ ؎۴ سیر العارفین ص۵۵

Marfat.com

یہی ہوتا تھا۔کہ

۱؎ ”وقتیکہ فوت او شد وجہ تجہیز و تکفین متعسذر بود
پنبہ حلاج را رسم کفن داری نہ بود
خانہ بر دوشش فنا سامان داری ہم نہ داشت

یعنے آپ کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔

الغرض غسل و کفن کے بعد جنازہ تیار ہو گیا۔مگر اس پر ڈالنے کے لئے آپ کے گھر میں چادر نہ تھی۔سید محمد کرمانی ؒ نے اپنے ہاں سے چادر لا کر جنازہ پر ڈالی۔قبر کا انتظام شہر سے باہر شہداء کے قبرستان میں کیا گیا چونکہ آدمیوں کا اژدہام تھا۔اس لیئے یہ طے پایا کہ نمازِ جنازہ بھی شہر سے باہر شہداء کے قبرستان کے پاس میدان میں ہونی چاہیئے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے ایک صاحبزادے جناب شیخ نظام الدینؒ تھے۔وہ سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں ۲؎ ملازم تھے اور پٹیالی میں رہتے تھے جو علی گڑھ کے نزدیک ضلع ایٹہ میں ہے۔انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت بابا صاحبؒ ان کو بلا رہے ہیں۔صبح انہوں نے چھٹی لی اور اجودھن روانہ ہو گئے۔اور انتقال والی رات (شب پانچ محرم) کو بعد از نمازِ عشاء دیر سے اجودھن پہنچے۔شہر پناہ کے دروازے بند ہو چکے تھے۔رات باہر گذاری صبح اندر آئے تو دیکھا حضور کا جنازہ باہر لیجایا جا رہا ہے۔آپ نے پوچھا۔دفن کا انتظام کہاں کیا ہے۔بتایا گیا کہ شہر سے باہر شہداء کے قبرستان میں۔یہ سن کر آپ نے کہا کہ

۳؎ اگر شما شیخ شیوخ العالم را بیرون حصار دفن کردید۔شمارا ہیچ کس اعتبار نہ کند۔ہر کہ بزیارت شیخ شیوخ العالم بیاید ہم آں جا زیارت کند بگزرد

یعنے اگر تم نے شیخ شیوخ العالم کو شہر کے باہر دفن کر دیا تو تم کو کوئی نہ پوچھے گا۔اور جو کوئی زیارت شیخ شیوخ العالم کے لئے آئے گا۔وہیں سے زیارت کر کے واپس چلا جائے گا۔

۱؎ فوائد الفواد صہ۱۸۲ ۲؎ سیر الاولیاء صہ۸۹ ۳؎ سیر الاولیاء صہ۹۰، فوائد الفواد صہ
۴؎ سیر الاولیاء صہ۹۰، فوائد الفواد صہ

Marfat.com

حضرت شیخ نظام الدین کی اس رائے سے سب صاحبزادوں نے اتفاق کیا اور طے پایا کہ نماز جنازہ تو باہر ہی ہونی چاہیے کیونکہ آدمی بہت زیادہ ہیں لیکن نماز کے بعد آپ کی نعش مبارک کو واپس شہر میں لے آیا جائے اور سنت نبوی کی اتباع میں آپ کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں آپ کا وصال ہوا ہے۔

نماز جنازہ سید بدرالدین اسحاق نے پڑھائی۔ اور پھر آپ کو واپس شہر لے آئے۔ قبر کھودی گئی۔ اور لحد کے لیے کچی اینٹوں کی ضرورت ہوئی وہ بھی نہ تھیں۔ اس لیے گھر کا دروازہ توڑ کر اس سے خشت خام حاصل کی گئیں۔

۱؎ چنانکہ بخشت خام لحد را موجود میخواستند کہ در آنجا نبود۔ در خانہ را بر آوردہ بودند بخشت خام آں در را فرود آوردند تا خشتہا در لحد خرچ باشد۔

چونکہ کچی اینٹوں کی ضرورت تھی تاکہ لحد میں کام آئیں۔ مگر وہ بھی نہ تھیں۔ اس لیے آپ کے گھر کے دروازے پر سے اینٹیں لی گئیں جو لحد کی تیاری میں کام آئیں۔ اور جب لحد تیار ہو گئی تو آپ کو دفن کر دیا گیا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ

۲؎ بعد نماز جنازہ ہم بیروں کردند و باتفاق آں شہزادہ باز درون حصار آوردند و دریں مقام کہ مدفون است دفن کردند۔

یعنی اس کے بعد نماز جنازہ باہر پڑھی گئی اور اس شاہزادہ کی رائے کے موافق پھر آپ کو شہر میں لے آئے۔ اور اس مقام پر کہ آپ کا مدفن ہے آپ کو دفن کیا گیا۔ جواہر فریدی کے اصلی قلمی نسخوں میں بھی یہی عبارت ہے کہ اب جہاں حضرت کا مزار ہے دفن کیا گیا۔ لیکن پیر محمد حسین چشتی مرحوم کی تخریج مطبوعہ جواہر فریدی میں عبارت زائد ہے۔ جواہر فریدی میں لکھا ہے

۳؎ نماز جنازہ گذاردہ نعش مبارک در مقامیکہ الحال مزار شریف حضرت مخدوم خواجہ شہاب الدین پسر کلاں حضرت است۔ امانت نہادند۔

یعنی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کی نعش مبارک کو اس جگہ امانت دفن کیا جہاں اب حضرت بابا صاحب رحمۃ علیہ کے صاحبزادے حضرت شہاب الدین کا مزار ہے اور

۱؎ فوائد الفواد صـ ۲۱۲ ۔ سیر الاولیاء صـ ۹۰ ۔ ۲؎ سیر الاولیاء صـ ۹۰ ۔ ۳؎ ۲۹۳ جواہر فریدی صـ ۲۹۴، ۲۹۵

Marfat.com

جب دہلی سے حضرت کے اکمل الخلفاء حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی اجودھن آئے تو آپ کے ہمراہ ہزارہا حافظ آئے اور جب سب مریدین اور خلفاء جمع ہوئے تو کچی پکی اینٹیں بنائی گئیں۔ اور ہر ایک اینٹ پر قرآن شریف ختم کیا گیا۔ اور آپ کا روضہ شریف بنایا گیا۔ جب روضہ تیار ہو گیا تو

"جملہ فرزندان و خلفاء وال وحضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین آمدہ جسم پاک آں ستودہ خلائق از خاک بیروں آوردہ بخشبوئے عطرناک ساختند۔ اندریں اثنا ارواح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء و اصحاب کبار و تابعین و پیران شجرہ شریفہ ظاہر گشتند و نعش مبارک آنحضرت اندرون روضہ آوردہ دفن ساختند۔"

یعنے تمام فرزندان و خلفاء اور حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء آئے اور جسم پاک ان ستودہ صفات خلائق کا باہر نکالا۔ اور طرح طرح کی خوشبوؤں سے اس کو معطر کیا۔ اس اثنا میں ارواح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء و اصحاب کبار اور تابعین اور سب پیران شجرہ شریفہ کی ظاہر ہوئیں۔ اور حضرت باباصاحبؒ کی نعش مبارک کو اندر روضہ شریف میں لائے اور دفن کیا۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت باباصاحبؒ سے عرض کیا کہ خدام لنگرخانہ کے لیئے ایک حجرہ خام تیار کر دوں آپ نے فرمایا۔

"ما در مدت ہفت سال است کہ مسعود بندہ نیت کردہ است کہ خشت بر خشت ننہادہ"

یعنے سات سال گزرے بندہ مسعود نے ارادہ کر لیا ہے کہ اینٹ پر اینٹ نہیں رکھے گا لیکن اس محب نے صاحبزادگان کو اس پر راضی کر لیا اور اس نے ایک حجرہ بنا دیا۔

حضرت باباصاحبؒ کا انتقال اسی حجرہ میں ہوا اور اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔

"تا ما بود نقل شیخ شیوخ العالم آں حجرہ را خراب کردہ روضہ منور کردہ"

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۹۰ ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۹۱

Marfat.com

شیخ شیوخ العالم ہما سنجا شند۔

مطبوعہ جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ ایک بیوہ عورت ایک دن روتی ہوئی حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس سے گریہ زاری کا سبب پوچھا اس نے بیان کیا کہ میں اسی قصبہ کی رہنے والی ہوں۔ میرا ایک بچہ تھا۔ جب وہ جوان ہوا۔ تو شاہی ملازم اسے پکڑ کر لے گئے عرصہ گذر گیا۔ خبر نہیں مر گیا یا زندہ ہے۔ اسی کے سبب روتی ہوں۔ آپ نے مراقبہ کیا تو اس کے لڑکے کو کوہ رہتاس پر بکریاں چراتے ہوئے پایا پھر اس کو آن واحد میں اجودھن لے آئے وہ عورت اور اس کا لڑکا حضرت سے بیعت ہوا۔ اور اس نے بقیہ تمام عمر حضرت کی خدمت میں گذار دی اور

وخانہ خود و حویلی کہ الحال در آں جا خاص روضۂ متبرکہ است و زمین پنج کنال بطرف غرب کہ در آں جا چبوترہ است۔ اوّل نشست گاہ حضرت آں زمین بود آں مکان خود کہ ملکیہ موروثہ آں عورت بود للّٰہ تحویل آں حضرت نمود و از آں روز حضرت در شہر آمد و آں خانہ را حجرہ خلوت و عبادت ساختند متصل آں برائے لنگر و آرام درویشاں بنیاد کردند بعد از انتقال بجہت سنتِ نبوی صلعم تدفینِ نعش مبارک شدہ روضہ متبرکہ بنا شدہ۔ باصلاح حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ۔

اور اپنا مکان اور حویلی کہ اس وقت اس جگہ خاص روضہ متبرکہ ہے۔ اور پانچ کنال زمین جانب غرب کہ اس جگہ چبوترہ ہے اور حضرت کی پہلی نشست گاہ وہی تھی۔ اور وہ مکان جو اس عورت کا ملکیہ موروثہ تھا حضرت کی تحویل میں دے دیا۔ اس روز سے حضرت بابا صاحبؒ شہر میں آ گئے۔ اور اس مکان کو حجرہ خلوت و عبادت بنا لیا۔ اس کے قریب لنگر اور آرام گاہ درویشوں کے لئے تیار کیا گیا۔ بعد انتقال سنت نبوی صلعم کے اتباع میں نعش مبارک کی تدفین وہیں ہوئی۔ اور روضہ متبرکہ بنایا گیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی اصلاح سے ... درست۔

۱۔ جواہر فریدی صفحہ ۲۱۳

صاحب سیر الاولیا و امیر خورد کرمانی کے بیان کے سامنے صاحب جواہر فریدی کا بیان قابل تسلیم اور محقق نہیں ہے جس میں یہ چند باتیں ہیں۔

۱۔ صاحب سیر الاولیاء کے دادا سید محمد کرمانی حضرت بابا صاحبؒ کے مریدان خاص میں سے تھے اور انہوں نے دولت و امارت ترک کر کے فقیری اختیار کی تھی۔ اکثر اشارہ سال بابا صاحب کی خدمت میں گزارے تھے اور بنفس نفیس حضرت کے دفن میں شامل تھے۔ ان کا بیان اہل علم و تحقیق کے نزدیک درست اور صحیح ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

در ایں مقام کہ مدفون است دفن کردند۔

یعنے اس جگہ جہاں آپ کا مدفن ہے دفن کیے گئے۔

(۱) اس کے برخلاف جواہر فریدی نے حضرت باباصاحبؒ کے وصال کے ساڑھے تین سو برس بعد یہ کتاب لکھی

(۲) مردہ کا امانت رکھنا شرعاً منع ہے۔

(۳) جائے امانت سے بقول صاحب جواہر فریدی موجودہ مقام مزار صرف تین چار قدم کے فاصلے پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی سی تبدیلی میں کیا مصلحت تھا۔

ہم جواہر فریدی کے متعلق چند باتیں لکھنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ اس اہم غلط بیانی کی تردید منظور ہے۔ ورنہ حاشا وکلا ہم بزرگوں کی فروگذاشتیں گنوانا خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ سمجھتے ہیں یہ چند خیالات ہم نے حضرت باباصاحبؒ کی ازدواج و اولاد کے بیان میں تحریر کیے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ان دلائل کی بنا پر ہم امیر خورد کرمانی صاحب سیر الاولیاء کی بات کو حق اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ اور جواہر فریدی کی روایت کو ناقابل قبول اور غلط قرار دیتے ہیں حاصل کلام یہ کہ حضرت باباصاحبؒ کو اس حجرہ صادق کے تعمیر کردہ حجرہ میں ہی دفن کیا گیا۔ اور حضرت کے انتقال کے بعد حجرہ کو توڑ کر روضہ متبرکہ تعمیر کیا گیا۔ اس جگہ یہ لکھنا ضروری ہے کہ جواہر فریدی کی عبارت مندرجہ صفحات ۲۸۹، ۹۰، ۹۱ پر پیر محمد حسین چشتی مرحوم کا الحاق ہے جواہر فریدی کے اصل نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے۔

حوالہ سیر الاولیا ص ۹۱

Marfat.com

حضرت باباصاحبؒ کے متعلق

اولیاءاللہ کے فرمودات

اَلْبَدْرُ یطلعُ من فرید جبینہٖ وَالشَّمْسُ تغرُبُ فی سنا وجناتہٖ
مَلِکُ الجمال باسرہٖ فکاَنّما حسنُ البریۃ کلہٖ من ذاتہٖ

یعنی چودھویں رات کا چاند حضرت بابا صاحبؒ کی یگانہ پیشانی سے طلوع ہوتا ہے اور ان کے رخساروں کے انوار میں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ وہ حسن وجمال کے ایسے مکمل بادشاہ ہیں کہ گویا تمام مخلوق کی ساری خوبیاں ان میں جمع ہو گئی ہیں۔

کیا اچھا زمانہ تھا۔ جبکہ اسم با مظاہر کے تحت بیک وقت چاروں طرف اولیائے کبار نظر آتے تھے۔ اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر نور ایمان حاصل کرتے تھے۔

اور کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے اپنے زمانے میں اولیا اللہ کا شرف صحبت حاصل کرتے رہے ہیں۔

حضرت باباصاحبؒ اپنی سیاحت کے زمانے میں کثیر التعداد اولیاءاللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ہم پچھلے صفحات میں ان کے اسمائے گرامی تحریر کر آئے ہیں اس جگہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان اولیاءاللہ نے حضرت باباصاحبؒ کے متعلق کیا فرمایا تھا۔ اور حضرت باباصاحبؒ کے انتقال کے بعد آنے والے بزرگان دین نے ان کی خدمت میں ہدیہ عقیدت کن الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا قول مبارک پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت باباصاحبؒ کے دادا پیر تھے۔ اور آپ نے ان سے بھی براہ راست نعمت پائی تھی۔

وصف جمال چوں توئی نیست حد بیان من
من چہ صفت کنم ترا اے توچنانکہ ہم توئی

ؔ سیرالاولیاء صفحہ ۵۵

Marfat.com

خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ صاحب اجمیری کا

ارشادِ گرامی

جب دہلی حضرت خواجہ صاحب اجمیری پہلی دفعہ تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو حضرت خواجہ قطب عالم بختیار کاکیؒ نے اپنے مریدین کو خواجہ خواجگان کی خدمت میں سلام کے لئے پیش کیا تھا۔ جس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ کی نظر جناب بابا صاحبؒ پر پڑی تو فرمایا۔

ؔ قطب الدین! شہبازے بدام آوردہ کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نمی گیرد۔

یعنے قطب الدین تمہارے دام میں ایسا شہباز آیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا کہیں قرار نہ پکڑے گا۔

پھر ایک لمحہ تفکر کے بعد فرمایا۔

ؔ "فرید شمع الیست کہ خانوادہ درویشاں منور ہمانند"

فرید ایک ایسی شمع ہے۔ کہ جس سے خانوادہ درویشاں روشن ہو جائے گا۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا

ارشادِ عالیہ

حضرت سہروردی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کی شہرت تمام ممالک اسلامیہ میں تقریباً یکساں ہے۔ امام تاج الدین سبکی محدث نے اپنی طبقات میں آپ کا ذکر بہت عمدہ الفاظ میں کیا ہے۔ اور علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب "وفیات الاعیان" میں لکھا ہے۔

شیخ کی آخیر عمر میں شیخ کے معاصرین میں سے کوئی آپ کا مثل وہم پایہ نہ تھا۔ اور آپ بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔

ؔ ۱و۲ سیر العارفین ص۔ ؔ وفیات الاعیان ص۳۸

Marfat.com

آپ کی کتاب عوارف المعارف جس میں تصوف کے بنیادی عقائد اور خانقاہی نظام کو کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ اپنے خلفاء کو اس کتاب کا درس دیا کرتے تھے۔ اور آپ نے اس پر ایک حاشیہ بھی لکھا تھا۔

شیخ الشیوخ حضرت سہروردیؒ سے حضرت بابا صاحبؒ کی ملاقات بغداد میں ہوئی تھی۔ اور کچھ روز آپ ان کی خدمت میں رہے تھے۔ جیسا کہ خود حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ

۲ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز را ایں دعاگو دیدہ است و چند روز بخدمت ایشاں ہم بودہ،

یعنی شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اس دعا گو نے دیکھا ہے اور چند روز ان کی خدمت میں بھی رہا ہے۔

رخصت کے وقت حضرت سہروردیؒ نے جناب بابا صاحبؒ کو اپنی تصنیف عوارف المعارف کا ایک قلمی نسخہ عنایت فرمایا تھا اور دعا دی تھی کہ

شیطان را بر ذاتِ شما دستِ قدرت نباشد۔

یعنی شیطان تم پر قابو نہ پاسکے گا۔

حضرت سیف الدین باخرزیؒ کا ارشادِ عالی،

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے خلیفہ اور بہت زبردست بزرگ تھے۔ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور نفحات الانس میں حضرت مولانا جامیؒ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ سے آپ کی ملاقات بخارا میں ہوئی تھی۔ اور آپ نے اپنے اوپر سے سیاہ چادر اتار کر جناب بابا صاحبؒ کو عنایت فرمائی تھی اور چند مرتبہ حضرت بابا صاحبؒ کو غور سے دیکھا اور پھر فرمایا کہ

۳ ایں درویش از مشائخ روزگار گردد و بہ عالم از مریدان و فرزندانش پر شود

---

۱ اذکار ابرار غوثی شطاری ۲ راحت القلوب صـ ۳ اقتباس الانوار

یعنے یہ درویش مشائخ روزگار سے ہوگا۔ اور تمام عالم اس کے مریدوں اور بچوں سے بھر جائے گا۔

اس روایت میں یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے جناب بابا صاحبؒ کو کودک (لڑکا) فرمایا۔ غالباً درویش فرمایا ہوگا کیونکہ وہ آپ کے ہم عصر تھے۔ شاید حضرت شیخ سیف الدین باخرزی کی عمر جناب بابا صاحبؒ سے زیادہ ہو۔

حضرت خواجہ اجل شیرازیؒ کا ارشاد گرامی

آپ مشہور و معروف شیوخ کاملین میں سے ہیں ۔۔ حضرت بابا صاحبؒ سے آپ کی ملاقات نواحِ بغداد میں ہوئی تھی۔ تو آپ نے حضرت بابا صاحبؒ کو اس طرح مخاطب کیا تھا۔ کہ

؎ بیا اے لنگر عالم خدائے تعالیٰ در رزق تو برکت دہد،

یعنے آ اے لنگر عالم خدائے تعالےٰ تمہارے رزق میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت جلال الدین تبریزیؒ کا ارشاد مبارک

آپ حضرت ابوسعید تبریزیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں اور مشائخ کبار میں سے ہیں آپ نے تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔ جب آپ ملتان سے دہلی جا رہے تھے تو راستہ میں کھتوال میں ٹھہرے تھے۔ اور وہاں لوگوں سے پوچھا تھا۔ کہ

؎ مجھے یہاں سے خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے،

لہٰذا مجھے بتاؤ کہ یہاں کون کون سے درویش ہیں۔ تاکہ میں ان کی زیارت کروں۔ لوگ آپ کو حضرت بابا صاحبؒ کے پاس لے گئے۔ اس وقت بابا صاحبؒ کھتوال سے باہر مسجد میں تھے۔ آپ کے کپڑے بہت زیادہ پھٹے پرانے تھے۔ اور ہوا کے جھونکوں سے بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ برہنہ ہو جاتا تھا۔ جس سے آپ کو شرم محسوس ہوتی تھی۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے اپنے نور باطن سے اس بات کو معلوم کیا اور فرمایا۔

؎ اقتباس الانوار ص۱۵۳ ؎ شجرۃ الانوار ص قلمی

Marfat.com

۱؎ اے فرزند از چنیں حال غم مخوری کہ نتیجہ ایں آں بود کہ قطب روزگار خواہی شد

یعنے اے بیٹا اِس حالت سے غمگین مت ہو کہ اس کا نتیجہ ایک دن یہ ہو گا کہ تو قطب روزگار ہو جائے گا۔

قطب عالم حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا

فرمانِ مبارک

حضرت قطب صاحب حضرت باباصاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند اجمیریؒ کے جانشین ہیں۔ آپ نے اپنے انتقال سے کچھ روز پہلے یہ فرمایا تھا کہ

۲؎ من امانت شمارا یعنے سجادہ و خرقہ و دستار و نعلین بقاضی حمید الدینؒ ناگوری خواہم داد بعد از پنجم روز بشما خواہد رسانید۔ آں را گرد آرید۔ مقام ما مقام شما است'

فرمایا کہ میں تمہاری امانت یعنے سجادہ خرقہ دستار اور نعلین قاضی حمید الدین ناگوری کو دے دوں گا۔ اور پانچ روز کے بعد یہ چیزیں تم کو پہنچ جائیں گی۔ ان کو رکھنا کیونکہ اب ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔

حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی

جس زمانے میں حضرت باباصاحبؒ اپنے علم ظاہر کی تکمیل میں سیستان کی دینی درسگاہ میں مشغول تھے۔ تو آپ کی ملاقات نواح سیستان میں وقت کے مشہور و معروف اور صاحب کرامت، بزرگ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی سے ہوئی تھی جو حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور حد و دسیستان و کرمان کے تمام لوگ ان کے مطیع و منقاد تھے۔ جب حضرت باباصاحبؒ ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ کھڑے ہو گئے اور حضرت باباصاحبؒ کو گلے لگا کر فرمایا

۳؎ زہے سعادت کہ تم ہمارے پاس آ گئے۔

۱؎ شجرۃ الانوار صد قلمی ۲؎ سیر الاولیاء ص۳۰ ۳؎ حضرت مولانا جامیؒ نے آپکو شیخ رکن الدین نجاشیؒ کا مرید لکھا ہے۔ اور وہ مرید تھے شیخ قطب الدین اجمیری کے اور وہ مرید شیخ ابو نجیب سہروردی کے۔ نفحات الانس ۲۲۵

۴؎ راحت القلوب ص۱۲

حضرت شیخ عبدالواحد بدخشانیؒ

ہم نے پچھلے صفحات میں لکھا ہے کہ بدخشان میں حضرت بابا صاحبؒ کی ملاقات حضرت شیخ عبدالواحد بدخشانیؒ سے ہوئی تھی۔ جو شیخ الوقت حضرت ذوالنون مصریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جب حضرت بابا صاحبؒ اُن کے پاس پہنچے ہیں تو وہ عالم تحیر میں تھے اور ۳۰ سال سے ایک پاؤں پر کھڑے تھے۔ افطار کے وقت ان کے پاس کچھ دودھ اور کھجوریں آئیں۔ آپ نے فرمایا " روزانہ اس سے نصف کھجوریں اور دودھ میرے پاس آتا ہے۔ آج جو روزانہ سے دوگنی مقدار میں یہ سامان آیا ہے تو یہ نصف تمہارے لیئے بھیجا گیا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

آپ حضرت بابا صاحبؒ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔ آپ نے فرمایا

؎۱ "من بیقین می دانم و بہ رائے العین مشاہدہ کردہ ام کہ شیخ من از واصلانِ درگاہ بے نیازی بود۔ از مشربے کہ شیخ بایزیدؒ و جنیدؒ و دیگر مستانِ عشق خدائے جاجا نوشیدہ اند او ہم مے نوشیدہ بود"

یعنے میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ میرے شیخ (حضرت بابا صاحبؒ) درگاہِ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک تھے۔ اور انہوں نے بھی اُسی قسم کا پیالہ پیا ہُوا تھا جیسا کہ حضرت بایزیدؒ اور حضرت جنیدؒ اور دیگر مستانِ عشق خدا نے پیا ہُوا تھا۔

حضرت مولانا غوثی شطاریؒ

مصنف کتاب گلزار ابرار نے لکھا ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کے متعلق ہندوستان کے تمام فقراء متفق اللفظ کہتے ہیں۔

" مجاہدہ و ریاضت اور پرورشِ روح میں حضرت بابا صاحبؒ کے مثل کوئی درویش نہیں ہُوا

؎۱ سیر الاولیاء صفحہ ۸۱ ؎۲ مولانا غوثی شطاری نے اپنی کتاب گیارہویں صدی ہجری میں لکھی تھی۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

نے اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار میں حضرت بابا صاحبؒ کو اس طرح یاد کیا ہے۔

مل از اعیان اولیا و ارکان البشان است، انہایت ریاضت و مجاہدہ و فقر و تجرید داشت در کشف و کرامت آیتے بود در ذوق و محبت علامتے۔

یعنے اعیان و ارکان اولیا میں سے ہیں۔ انتہائی ریاضت و مجاہدہ اور مکمل فقر و تجربہ رکھتے تھے۔ کشف و کرامت اور ذوق و محبت میں ایک روشن نشان تھے۔

مولانا جمال سہروردیؒ

نے حضرت بابا صاحبؒ کی جناب میں خراج عقیدت اس طرح ادا کیا ہے۔

مل نکلے گلزار انوار معانی۔ دریائے گنج لامکانی مبارک فقر فخری شاہ منصور فریدالدینؒ الملت شیخ مسعود آن خلاصہ اولیائے کبار زبدۃ الاتقیاء اخیار شہر بند ناموس ربانی شمع شبستان تاسیس سبحانی محرم اسرار مشیت احدیت ہمہ دم انوار وحدت از

حضرت مولانا غوث گوالیاریؒ

اپنے زمانے کے شیخ طریقت حضرت محمد غوث گوالیاریؒ نے اپنے اوراد میں کچھ اپنے مکاشفات بھی تحریر کئے ہیں۔ جس میں یہ واقعہ بھی ہے۔ کہ جب میری مقبولی و سرفرازی کا وقت آیا۔ تو میں نے دریائے ہستی کو دیکھا جس میں تخت رب العالمین تھا۔ اور اس پر ایک باوقار شخص بیٹھا تھا۔ جو اس مقام کا محافظ تھا۔ جب میں اس تخت کے قریب پہنچا تو اس مرد محافظ نے مجھ کو اپنی طرف کھینچا اور اپنا پیراہن مجھ کو عنایت فرمایا اور چند طبق انوار فیض جمال و جلال کے میرے سر پر ڈال دیئے۔ جب میں نے اور زیادہ کی خواہش کی تو فرمایا۔ تیرے نصیب میں اتنے ہی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ اور یہ کیا مقام ہے۔ تو ان بزرگ نے فرمایا مجھ کو فریدالدین گنج شکرؒ کہتے ہیں۔ اور یہ مقام دریائے ہستی

مل اخبار الاخیار ص ۵۲ مل سیر العارفین ص ۳۱

Marfat.com

ہے۔ اور نعمت رب العالمین ہے۔ اور یہ شاخ جمال و جلال میں ہر ولی اس مقام پر پہنچتا ہے اور اس نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اس مقام کے محافظ آپ ہی ہیں۔ یا کوئی اور بھی آپ نے فرمایا چار آدمی ہیں۔

۱۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ یہ درویش حضرت باباصاحب فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

پھر فرمایا جب کوئی ولی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام پر باریاب ہوتا ہے۔ تو اس کو اس کی استعداد کے مطابق جلال و جمال کے فیض سے خرقہ عطا ہوتا ہے۔ اور اس طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پھر میں نے سوال کیا کہ پیدائش سب بزرگوں کی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اور نگاہبانی اس مقام کی قدیم ہے یہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

حقیقت ما باآں مرتبہ تعلق دارد۔ پیش از ظہور بدن و بعد از ظہور و ایں تن عنصری را دخل نیست۔

ہماری حقیقت کا ان مراتب سے تعلق ہے۔ ہمارے ظہور بدن اور تن عنصری کا اس میں دخل نہیں۔

حضرت باباصاحب کے کمالات کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے تھے یہ مختصر سی باتیں تھیں۔ جو علم و فہم کے مطابق لکھ دی گئی ہیں۔ ورنہ

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے
جنت تو ہے جگہ تیرے ادنیٰ غلام کی

حضرت باباصاحب کے ہمعصر بزرگ

کیا اچھا وقت اور زمانہ تھا۔ جب اسلامی دنیا کے ہر چھوٹی سے چھوٹی جگہ پر واصلان درگاہ بے نیازی موجود رہتے۔ اور گردش روزگار کی تھکی ہاری مخلوق ان کی خدمت میں حاضر ہو کر غم ایام پر خاک ڈال دیتی تھی۔ اور مولیٰ تعالیٰ کی یاد سے دونوں جہان کا سکون و اطمینان حاصل کرتی تھی۔

Marfat.com

تاریخ وسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چھٹی ساتویں ہجری میں کثیر تعداد میں اولیاء اللہ ظاہر موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے جو اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ اور اپنے مخصوص ارشاد و ہدایت کے ذریعہ لوگوں کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی ہے اُن کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور مرورِ ایام انہیں نہیں مٹا سکتے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ کیا اچھا وقت تھا وہ جب کہ یہ پانچوں بزرگ حیات تھے۔

۱۔ شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

۲۔ حضرت ابو الغیث یمنیؒ ۳۔ حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ

۴۔ حضرت سعد الدین حمویہؒ ۵۔ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ

امیر خورد کرمانیؒ نے ایک قطعہ میں ان پانچوں بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔

شیخ اعظم فرید ملت و دیں — شیخ ابو الغیث شیخ سیف الدینؒ
شیخ سعدی حمویہؒ شیخ الوقت — شیخ صاحب نفس بہاؤ الدینؒ
بود ہر پنج پیر در یک وقت — ہر یکے بادشاہ دُنیا و دین

اور قدرت الٰہی کا عجیب ظہور ہے کہ ان کا انتقال بھی تین تین سال بعد ہوا ہے

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدینؒ اولیاء نے فرمایا کہ

اول شیخ سعد الدین حمویہؒ نقل کرد بعد از و لسہ سال شیخ سیف الدین باخرزیؒ بعد از و لسہ سال شیخ بہاؤ الدین ذکریا و بعد از و لسہ سال شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہٗ

اول شیخ سعد الدین حمویہؒ نے انتقال فرمایا اور اس کی خبر سب سے پہلے حضرت غوث بہاء الحقؒ نے دی کہ اس طرح ایک روز وہ اپنے عبادت خانہ سے باہر آئے اور فرمایا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ لوگوں نے پوچھا۔ حضور خیر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی شیخ سعد الدین حمویہؒ نے انتقال فرمایا ہے۔ کچھ دن کے بعد تحقیق ہوا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا۔

حضرت سعد الدین حمویہؒ کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزیؒ کا انتقال ہوا۔

ؔ فوائد الفواد ص۲۲ و سیر الاولیاء ؔ سیر الاولیاء ص۹۱ ؔ فوائد الفواد ص۱۳۰ و سیر الاولیاء ؔ فوائد الفواد ص۱۲۹

Marfat.com

اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے تین سال بعد شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کا اور آپ کے تین سال بعد حضرت بابا صاحبؒ کا۔ اگرچہ ان پانچوں جلیل القدر بزرگوں کے حالات لکھنے کے لئے پوری پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ مگر ہم یہاں ان بزرگوں کے بہت مختصر حالات لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدالدین حمویہؒ

آپ اولیاء کبار میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ

اوپیرے بزرگ بود

اور آپ کی بزرگی اور باطنی صفائی کے متعلق یہ روایت بیان فرمائی کہ حضرت سعدالدین حمویہ سے بادشاہِ وقت اعتقاد نہ رکھتا تھا۔ بلکہ فقراء کا منکر تھا۔ ایک دن وہ شیخ کی خانقاہ کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ تو اُس کو خیال آیا۔ کہ اس فقیر کو بلایا جائے۔ اور اس کی فقیری کو آزمایا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے سپاہی سے کہا کہ صوفی بچہ کو باہر بلالا۔ سپاہی حسب الحکم اندر گیا اور شیخ کو بادشاہ کا حکم سنایا۔ شیخ نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

سپاہی واپس آیا۔ اور اُس نے یہ بات بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور گھوڑے سے اُتر کر خانقاہ میں آیا۔ جیسے ہی اس کی نظر شیخ پہ پڑی۔ تمام غضب جاتا رہا۔ شیخ نماز ختم کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور بہت اخلاق کے ساتھ بادشاہ سے ملے۔ نزدیک ہی باغیچہ تھا۔ شیخ نے ایک مرید سے فرمایا کچھ لاؤ۔ مرید چند سیب طباق میں رکھ کر لے گیا۔ جن میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ شیخ نے ایک سیب تراشا اور بادشاہ کو دیا۔ وہ کھانے لگا۔ اور اُس نے دل میں کہا کہ اگر

ؔا شیخ راکرامتے وصفائی ہست۔ آں سیب را بر خواہد گرفت و مارا خواہد داد۔

یعنے شیخ کو کرامت اور صفائی باطن حاصل ہے تو یہ سیب اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے مجھ کو دینگے جیسے ہی بادشاہ کو یہ خیال آیا۔ حضرت شیخ نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اُٹھالیا۔ اور بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں سفر میں تھا کہ ایک شہر میں میں نے دیکھا۔ کہ

ؔا فوایدالفواد صہ ۱۲۹

ایک بازی گر تماشا کر رہا تھا۔ اور اُس کے پاس گدھا تھا جس کی آنکھوں پہ اُس نے کپڑا باندھ رکھا تھا۔ وہ اپنی انگوٹھی اُتار کر تماشائیوں میں سے کسی کو چپکے سے دے دیتا تھا اور پھر اپنے گدھے کے پاس آکر اُس سے کہتا کہ بتاؤ میری انگوٹھی کس کے پاس ہے۔ وہ گدھا تمام مجمع کا چکر لگاتا۔ اور جس کے پاس انگوٹھی ہوتی اُس کے قریب آکر کھڑا ہو جاتا اور بازیگر اس شخص سے اپنی انگوٹھی لے لیتا تھا۔

پھر آپ نے بادشاہ سے فرمایا کہ اگر کوئی کشف کے ذریعہ دل کی بات بتا دے تو گویا اُس نے اپنے آپ کو اس گدھے کے برابر بنا لیا۔ اور اگر نہ بتائیے تو آپ کو گمان گذرے گا کہ شیخ میں صفائی باطن نہیں ہے۔ اس لیئے یہ سیب میں آپ کو آپ کی دلی خواہش کے مطابق دیتا ہوں۔ یہ کہا اور سیب بادشاہ کی گود میں ڈال دیا۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ

آپ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ فوایدالفواد۔ خیر المجالس اور نفحات الانس وغیرہ کتب معتبرہ میں آپ کے حالات موجود ہیں۔ ابتدا میں قالی علماء کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور مشائخ اور فقراء کے سخت منکر تھے۔ اپنے وعظ کی مجالس میں آپ اِس گروہ کا رد کیا کرتے تھے۔ کسی نے یہ خبر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو پہنچائی آپ نے فرمایا آج ہم بھی اُن کی مجلس وعظ میں شریک ہونگے۔ مریدوں نے عرض کیا حضور وہاں جانا تو مناسب نہیں ہے کیونکہ باخرزی مشائخ کا مخالف ہے۔ اگر اُس نے جناب کے سامنے بدزبانی کی تو کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہم ضرور آج اس کی مجلس میں شرکت کرینگے اور تیار ہو کر مجلس وعظ میں آگئے۔ جیسے ہی باخرزی کی نظر آپ پر پڑی بس پھر کیا تھا۔ پُورے جوش کے ساتھ فقرا کا رد کیا اور جو کچھ روزانہ کہا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ سخت کہا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ سب کچھ خاموشی سے سنتے رہے۔ کبھی کبھی سر ہلا کر آہستہ سے فرماتے۔ سبحان اللہ اس جوان میں کتنی قابلیت ہے۔ الغرض وعظ ختم کرکے شیخ سیف الدین باخرزی ممبر سے نیچے اُترے اور حضرت نجم الدین کبریٰ اپنے مقام سے کھڑے ہوئے۔ اور باہر چلے جیسے ہی مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو پلٹ کر فرمایا۔ اسے ابھی تک وہ صوفی نہیں آیا۔

Marfat.com

اپنے معتقدوں اور ہم خیالوں کے درمیان کھڑے ہونے اپنے وعظ کی داد لے رہے تھے۔ کہ ایک دم زور سے چیخ ماری اور اپنا گریبان پکڑ کر پیراہن چاک کر ڈالا اور چیختے ہوئے حضرت نجم الدین کبریٰ کے پاؤں میں آن گرے۔ جب حضرت شیخ مسجد سے باہر نکلے تو آپ کا بایاں جوتا حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے اور داہنا جوتا حضرت سیف الدین باخرزیؒ نے پہنایا۔ اور یہ دونوں حضرات آپ کے ہمراہ دائیں بائیں پیدل گھر تک آئے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے بخارہ کی ولایت حضرت باخرزیؒ کو عنایت کی اور فرمایا تم بخارہ چلے جاؤ اور وہاں رہو کہ میں نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں دیدیا۔ یہ سن کر حضرت باخرزیؒ نے عرض کیا کہ حضور بخارہ میں علماء بہت ہیں اور ان کا غلبہ اور تعصب اہل حق کے ساتھ عام ہے۔ میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے فرمایا تمہارا کام صرف وہاں چلا جانا ہے۔ باقی میں خود سمجھ لوں گا۔

حضرت حسن علاء سجزی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی زبانی آپ کے بہت سے حالات تحریر کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ سیف الدین باخرزی کا طریقہ یہ تھا کہ مغرب کی نماز پڑھتے ہی آپ سو جاتے تھے۔ جب ایک تہائی رات گذر جاتی تو بیدار ہوتے۔ موذن اذان دیتا۔ نماز عشا ادا کرتے اور پھر صبح تک بیدار رہتے تھے اور تمام عمر آپ کا یہی طریقہ رہا۔

آپ کے انتقال سے پہلے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ شعلۂ سوزاں بخارہ سے باہر لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ خواب ایک بزرگ کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ

ولیؒ صاحب نعمتے از بخارہ نقل خواہد کرد

یعنے ولی صاحب نعمت کا بخارہ میں انتقال ہو جائے گا۔ چنانچہ چند روز بعد ایسا ہی ہوا۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ درویشوں کا معاملہ اپنے دشمنوں کے ساتھ عام لوگوں کی طرح "انتقام اور بدلہ" نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی "عفو و درگذر" پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ سیف الدینؒ باخرزی کے خلاف آپ کے دشمنوں نے بادشاہ وقت

۱؎ فوائد الفواد ص ۲۲۳ ۲؎ فوائد الفواد ص ۲۲۳ ۳؎ فوائد الفواد ص ۲۲۴ ۴؎ ص ۲۲۴

Marfat.com

کو ورغلایا۔ اور کہا کہ جس بادشاہ کو آپ نے قتل کر کے بادشاہت حاصل کی ہے شیخ سے اُس کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اطمینان سے حکومت کریں تو شیخ کو قتل کر ڈالنا اشد ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ

آخر بادشاہ نے اُسی شخص کے ذمہ یہ کام لگایا۔ کہ تو جس طرح چاہے کر اور شیخ کو یہاں حاضر کر۔ وہ گیا اور نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ شیخ کی دستار سے اُن کے ہاتھ و گردن باندھ کر بادشاہ کے سامنے لے گیا۔

جیسے ہی بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی۔ خدا معلوم اُس کو کیا نظر آیا۔ ایک دم تخت سے نیچے اُتر آیا۔ اور شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور بہت معذرت کی اور کہا میں نے اس طرح لانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ اور آپ کو واپس جانے کی اجازت دیدی۔

اور دوسرے دن اِس ورغلانے والے کو باندھ کر شیخ کے پاس بھیج دیا۔ کہ یہ قتل کے لائق ہے۔ جس طرح چاہیں اسے قتل کریں۔ شیخ نے فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ اور اپنے کپڑے اس کو پہنائے اور اس کو بخش دیا اور فرمایا آج ہمارے وعظ میں آنا۔ چنانچہ وہ آپ کے وعظ میں آیا۔ آپ نے اُس کو اپنے برابر بٹھایا اور منبر پر یہ شعر پڑھا۔

آنانکہ بجائے من بدیہا کردند
گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

یعنے وہ لوگ جو میرے ساتھ بُرائیاں کیا کرتے ہیں۔ اگر میرے قابو میں آجائیں تو اُن کے ساتھ نیکی کے سوا میں اور کچھ نہ کروں۔

پھر فرمایا کہ

ہر فعلی کہ از بندہ در وجود می آید از خیر و شر خالق آں خداوند است پس هر چہ می رسد از آنجا میرسد از کسے چہ می باید رنجید۔

جو فعل کہ بندے سے ظہور میں آتا ہے۔ خواہ وہ اچھا ہو خواہ بُرا پیدا کرنے والا اس کا اللہ تعالےٰ ہے۔ پس جو کچھ کسی کو پہنچتا ہوتا ہے۔ وہیں سے پہنچتا ہے۔ پھر کسی سے کیوں رنجیدہ ہوا جائے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ جناب بابا صاحبؒ کے معصر ہیں اور آپ

Marfat.com

کے وصال کے آٹھ نو سال بعد جناب بابا صاحبؒ کا وصال ہوا ہے۔

حضرت ابوالغیث جمیل یمنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالی مقام اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ابتداء میں ابن ابی الاقلحؒ کی صحبت اٹھائی۔ پھر شیخ کبیر علی ابدال کے مرید ہو گئے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں قطرہ تھا۔ جب شیخ کبیر علی کی خدمت میں پہنچا تو گویا دریا میں جا پڑا۔

تائب ہونے سے پہلے ڈاکو تھے۔ ایک دن قافلہ کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے دفعتہً غیبی آواز سنی کہ

یا صاحب العین علیک عین

یعنی اے وہ شخص جس کی آنکھ قافلہ پر لگی ہوئی ہے۔ میری آنکھ تجھ پر لگی ہوئی ہے اس بات نے ان پر پورا اثر کیا اور جو کچھ مال و دولت جمع کیا تھا سب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیا اور تائب ہو کر فقیر ہو گئے۔

ایک دن جنگل لکڑیاں لانے گئے۔ اپنے گدھے کو ایک طرف چھوڑ دیا اور خود لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ کہ شیر آگیا اور اس نے آپ کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا قسم خدا کی اب میں یہ لکڑیاں شہر تک تیری پشت پر لے جاؤں گا چنانچہ آگے بڑھ کر اس کو پکڑ لیا۔ اور گدھے کی طرح اس پر لکڑیاں لاد کر شہر تک لائے اور پھر اس کو کہا اب چلا جا۔

رحلت کی بیماری میں فرزندوں اور مریدوں نے عرض کی کہ مشائخ کا قاعدہ ہے کہ جب جہان فانی سے سفر کرتے ہیں۔ تو کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر جاتے ہیں۔ تاکہ مصلیٰ خالی نہ رہے۔ آپ بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے ——— شیخ نے فرمایا میرا جانشین فیروز ہے۔ وہ لوگ شیخ کے پاس سے واپس لوٹ آئے اور کہنے لگے یہ شیخ نے کیا کہا۔ ہمارے درمیان تو فیروز کسی کا نام نہیں ہے۔

الغرض شیخ نے اسی بیماری میں انتقال کیا۔ فیروز نامی شخص کی تلاش ہوئی تمام شہر میں ڈھونڈا۔ معلوم ہوا کہ اس نام کا ایک شخص شراب خانہ میں ملازم ہے اور

۱؎ نفحات الانس ص۵۵۱

Marfat.com

رات دن وہیں رہتا ہے۔ اِس کے سوا شہر بھر میں کوئی آدمی اِس نام کا نہیں ہے۔ اس خبر سے مرید اور لڑکے سب بے ذوق ہوئے کہ ایسے شیخ کے مصلے پر شراب ساز کا شاگرد بیٹھے۔ بعضوں نے کہا ہم کو اس بات سے کیا کام جو کچھ شیخ نے فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر چند مرید تحقیق حال کے لئے شراب خانہ گئے اور جو شخص فیروز کو پہچانتا تھا۔ اُسے آگے کیا تو اس سے پہلے کہ یہ سب لوگ شراب خانہ میں داخل ہوں فیروز خود اندر سے باہر آیا۔ مٹکا شراب کا سر پر رکھے ہوئے تھا۔ اور ان لوگوں کے پاس آکر آہستہ سے کہا۔ یارو! یہ آخری مٹکا ہے۔ تم سب چلو میں پیچھے آتا ہوں۔ یہ لوگ واپس خانقاہ میں آئے اور کچھ دیر کے بعد فیروز بھی غسل وغیرہ کر کے خانقاہ میں آیا۔ اکثر مریدین نے اس کا استقبال کیا لیکن بعض لوگوں نے کہا جو شخص ایک عرصہ تک خراب کام میں مشغول رہا ہو۔ وہ ایسے متبرک مقام کے لائق نہیں ہو سکتا۔ فیروز نے کہا۔ شیخ نے میرے لیئے وصیت کی ہے اور تم یقین نہیں کرتے۔ اگر دوبارہ شیخ میرے واسطے فرما دیں پھر یقین کرو گے۔ سب لوگوں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ فیروز نے کہا شیخ کے مزار پر چلو اور پوچھو اگر شیخ نے میرے لئے فرمایا تو مان لینا۔ ورنہ خیر۔ اس بات کا بہت شہرہ ہوا اور تمام شہر بھی آگیا اور اتنا ہجوم ہوا کہ بازار میں چلنے کی جگہ نہ رہی۔

الغرض فیروز ایک جم غفیر کے ساتھ حضرت ابوالغیث یمنیؒ کے مزار پر آیا اور سرہانے کھڑے ہو کر کہا یا شیخ آپ نے میرے واسطے وصیت کی ہے مگر یہ لوگ مجھے قبول نہیں کرتے۔ کیا حکم ہے۔ آپ کی جگہ میں بیٹھوں یا کوئی اور۔ فوراً قبر سے تین دفعہ آواز آئی فیروز فیروز فیروز۔

حضرت ابوالغیث یمنیؒ حضرت باباصاحبؒ کے معاصر ہیں۔ اور آپ کی ملاقات حضرت باباصاحبؒ سے آپ کی سیاحت کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ وصال حضرت ابوالغیث یمنیؒ کا ۶۵۱ھ میں ہوا۔ یمن میں آپ کی قبر زیارت گاہ عام ہے۔

★

Marfat.com

شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الحق ذکریا سہروردیؒ

★ ★ ★

آپ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جو صوفیہ میں مسلم امام اور ایک مستقل سلسلہ کے بانی تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریاؒ ملتانی۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ۔ شیخ نجیب الدین علی بزغشؒ آپ کے مشہور خلفاء ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ بھی آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت شیخ بہاء الدین ذکریاؒ جب حضرت سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بیعت کے۔ اور سترہ دن میں انہوں نے آپ کو ایک خرقہ خلافت عطا فرما دیا تھا۔ ہر چند مریدوں نے اعتراض کیا۔ کہ ہم اتنے سال سے خدمت کر رہے ہیں۔ مگر آپ نے ہماری طرف توجہ نہ دی۔ ایک ہندوستانی آیا اور چند روز میں آپ نے اس کو خرقہ خلافت عطا فرما دیا۔ تو حضرت شیخ الشیوخ نے ان کو جواب دیا تھا کہ

ؔ۱ شما ہیزم تر آوردہ بودید در ہیزم تر کے باید کہ آتش درگیرد۔ اما ذکریاؒ ہیزم خشک آوردہ بود بیک نفخ درگرفت

یعنی تم گیلی لکڑیاں لائے تھے۔ تو گیلی لکڑیاں آگ کیسے پکڑتیں۔ لیکن ذکریا خشک اور سوکھی لکڑیاں لایا تھا۔ ایک پھونک میں سلگ اٹھیں۔

جناب شیخ نور بخش صاحب نے سلسلۃ الذھب میں آپ کا ذکر خیر اس طرح کیا ہے

بہاء الدین زکریا الملتانی قدس سرہٗ رئیس الاولیاء ببلادہٖ ھند کان

ؔ۲ عالما بعلوم الظاھرۃ صاحب الاحوال والمقامات من المکاشفات والمشاھدات مرشدا ینتسب منہ کثیر من الاولیاء ولہ فی الارشاد وھدایۃ الناس من الکفر الی الایمان ومن المعصیۃ الی الطاعۃ والنفسانیۃ الی الروحانیۃ

یعنے بلاد ہند میں اولیاء اللہ کے سردار حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ علوم ظاہرہ کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات میں صاحب الحال والمقام ــــ اور مرشد دستگیر تھے بہت

ؔ۱ فوائد الفواد صـ۳۱۳ ؔ۲ اخبار الاخیار صـ۲۷

Marfat.com

سے اولیا ہوئے اور اُن سے اکثر لوگوں نے ارشاد و ہدایت حاصل کی تھی۔ کفر سے ایمان کی طرف گناہ سے طاعت کی طرف نفسانیت سے روحانیت کی طرف۔

حضرت بہاء الحقؒ اور جناب بابا صاحبؒ کے درمیان بڑی محبت و دوستی تھی۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ

میان او و شیخ فرید الدین قدس سرہ مودتے عظیم بود سالہا باہم بودند"

یعنے اُن کے اور حضرت بابا صاحبؒ کے درمیان بہت محبت تھی۔ برسوں اکٹھے رہے تھے دونوں بزرگوں کے باطنی حالات اور وجدان مختلف النوع کیفیت رکھتے تھے۔

ان سطور میں ہم جناب بابا صاحبؒ اور حضرت غوث بہاء الحق کی ان مختلف کیفیات کا حال درج کرتے ہیں۔

ایک خاص زندگی رکھتے تھے۔ ایک عوامی۔ ایک کو مال و دولت کی فراوانی حاصل تھی۔ دوسرے کے ہاں ہفتہ میں دو چار فاقہ ضرور ہو جاتے تھے۔ مگر اس پر بھی بقول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کہ

ایشاں را دو کون در نظر نیامدی

ان کی نظر میں کونین ہیچ تھی۔ اور فقر و فاقہ عزیز تھا۔ ایک نفل کی کثرت رکھتے تھے۔ دوسرے روزہ کی۔ ایک ہمہ وقت تخلیہ میں اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ دوسرے مخصوص اوقات کے علاوہ مخلوق کی تکلیفات کو دُور کرنے میں لگے رہتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایک حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے دوسرے حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ کے۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور حضرت بابا صاحبؒ کے آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ دونوں نے اسلامی خدمات اس طرح انجام دی ہیں کہ آج تک ان کا مثل و نظیر نہیں ہو سکا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے جناب بابا صاحبؒ سے کہا کہ حضرت بہاء الدینؒ نے آپ کے متعلق ایسی بات کہی ہے جو آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ نے اس کو کچھ جواب

ے۱ حضرت بابا صاحب صوم کم افطار کردی۔ و حضرت بہاء الدین زکریا اورا صوم کمتر بودے اما طاعت و عبادت بسیار۔ فوائد الفواد ص۲۴

Marfat.com

نہ دیا۔ کچھ دن بعد حضرت شیخ بہاءالدین زکریاؒ نے حضرت باباصاحبؒ کو ایک مختصر خط تحریر کیا۔ جس میں مندرج تھا۔ کہ میرے تمہارے درمیان تو عشق بازی ہے۔ تم کو اس بات کا بُرا نہیں ماننا چاہیئے۔

میانِ ما وشما عشق بازی است

جناب باباصاحبؒ نے آپ کو اس خط کا جواب لکھا کہ میرے تمہارے درمیان عشق تو ہے بازی نہیں ہے (بازی بچوں میں ہوتی ہے)

میانِ ما وشما عشق ہست۔ بازی نیست

ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے متعلق حضرت باباصاحبؒ سے کہا کہ

[۳] آں شیخ مال بسیار دارد واما میگوید مرا در دادن اذن نیست شیخ الاسلام فریدالدینؒ چوں ایں بشنید تبسم فرمود۔ گفت ایں بہا بہا است۔

یعنے شیخ کے پاس مال بہت ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے دینے کی اجازت نہیں ہے شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدینؒ نے جب یہ بات سُنی تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا یہ بات یوں ہی من سمجھو نہ ہے۔

[۴] اگر آں شیخ مرا وکیل خرچ کند من در دو سہ روز تمامی خزانہ او خالی کنم و یک درم بے اذن نہ دہم

اگر شیخ مجھے وکیل خرچ بنا دیں تو دو تین دن میں ان کا تمام خزانہ خالی کردونگا۔ اور بے اجازت ایک درم بھی کسی کو نہ دوں گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اکثر اپنی مجالس میں شیخ ملتانیؒ کا ذکرِ خیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ کلوا من الطیبات واعملو صالحا [۵] آیت شریفہ جن لوگوں پر صادق آتی ہے۔ گویا حضرت شیخ اُن میں سے تھے۔ یعنے پاکیزہ کھانا کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔

جب حضرت شیخ بہاءالدین ذکریاؒ کا انتقال ہوا تو بروایت مولانا جمالی سہروردیؒ سات لڑکوں میں سے ہر ایک کے حصّہ میں علاوہ سامان واجناس کے سات سات لاکھ روپے آئے تھے۔ اتنی دولت کے باوجود بڑے عابد وزاہد اور مرشد کامل تھے کشف وکرامات میں عدیم المثال اور عبادت وریاضت میں مستقیم الاحوال تھے۔

---

[۲] سیر الاولیاء صفحہ ۷۳۔ [۳] فوائد الفواد صفحہ ۱۸۱ [۵] فوائد الفواد صفحہ ۱۸۲

Marfat.com

ایک دن حضرت شیخ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو دو رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کرے یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے۔ آخر حضرت خود آگے بڑھے اور پہلی رکعت میں پورا قرآن شریف اور چند سیپارے پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھ کر نماز تمام کی۔

کل ۱۷ یوم اپنے مُرشد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں رہے۔ اور نعمت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریاؒ جب کسی کو کچھ عطا فرماتے تو کثیر عطا فرماتے اور بچوں کے اُستاد پر بڑی مہربانی فرماتے تھے اور ان کا دامن روپوں سے بھر دیتے تھے۔

ایک دفعہ والئے ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی اُس نے شیخ سے غلہ کے لئے درخواست کی۔ شیخ نے ایک انبار والئے ملتان کو بھجوا دینے کا حکم فرمایا۔ جب غلہ انبار خانہ سے باہر نکالا جا رہا تھا تو اُس سے روپوں کا بھرا ہُوا مٹکا برآمد ہُوا۔ والی کو خبر کی گئی اس نے کہا کہ شیخ نے مجھ کو صرف غلہ عطا فرمایا ہے۔ روپوں کا مٹکا نہیں۔ یہ انہیں کی ملکیت ہے لہذا اس مٹکے کو ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔ جب یہ مٹکا آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے والئِ ملتان کو کہلا بھیجا کہ

۱؎ ذکریا را ازیں حال معلوم بود زآں غلہ باں نقرہ دادہ ام

مجھ کو یہ بات معلوم تھی میں نے غلہ ان روپوں کے ساتھ تم کو دیا ہے۔ ایک دفعہ جوالقیوں کا ایک گروہ حضرت غوث بہاء الحق ذکریاؒ کی خانقاہ میں آیا۔ اور آپ سے کچھ چاہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے آپ کے خلاف ناشائستہ زبان درازی کی۔ تو آپ نے اُن کو خانقاہ سے باہر نکلوا دیا اور خانقاہ کا دروازہ بند کرا لیا۔

آپ کی خدمت میں عوام کم باریاب ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

مرا با عوام کارے نیست

یعنی مجھ کو عوام سے کچھ کام نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی مجلس میں آپ سے سوال کیا کہ اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے۔

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۲۲۴ ۲؎ فوائد الفواد صفحہ ۱۳۶

Marfat.com

من زار حیاً لم یذق منہ شیاً فکانما زار میتاً

آپ نے فرمایا جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور وہاں اُس نے کچھ نہ کھایا تو گویا اُس نے مردہ کی زیارت کی۔

پھر اس سائل نے سوال کیا کہ آپ اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے اور لوگوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ آپ نے جواب دیا کہ عوام اس حدیث کا مطلب نہیں جانتے۔ سنو مخلوق دو طرح کی ہے۔ عوام اور خواص۔ مجھے عوام سے کوئی سروکار نہیں۔ اور خواص جانتے ہیں کہ میں حکم خدا اور رسول اللہ اور حسن سلوک اور اس کے مانند ان کو بتاتا ہوں۔ جس سے ان کی روحانی ضیافت ہو جاتی ہے۔

مخلوق خدا آپ کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ مگر آپ خاص لوگوں کے علاوہ وہ بھی شاذ و نادر عام لوگوں کو کچھ کھلاتے نہ تھے۔

خلق بر در بیامدے و برفتے۔ چیزے نخوردے و خورش درمیاں نہ بودے

یعنے مخلوق آتی جاتی رہتی تھی۔ آپ ان کو کچھ کھلاتے نہ تھے۔ کھانا پینا وہاں کچھ نہ تھا اِس کے برخلاف حضرت باباصاحبؒ کی روش اور طریقہ دوسرا تھا۔ مجلس میں ہر وقت ہر قسم کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ بدزبانیاں بھی کرتے تھے لیکن آپ تحمل کرتے تھے اور ہر ایک کے ساتھ بڑے اخلاق اور تواضع سے پیش آتے تھے، نووارد اور ناواقف عالم اور عامی آپ کی بخشش اور عطا سے برابر مستفیض ہوتے تھے۔ خود روزہ رکھتے تھے۔ اور جو کچھ زر و سیم اور نعمت ہائے گوناگوں فتوح میں آتیں اسی وقت لوگوں میں تقسیم کرا دیا کرتے تھے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ آپ نے صبح کے لیئے شام کو کچھ بچا کر رکھ لیا ہو۔ فاقہ کی سختیاں برداشت کرتے تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو جو کچھ موجود ہوتا سب کے سامنے پیش کرا دیا جاتا تھا۔ کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہ ہوتا تھا جمع کرنا اور بچا کر رکھنا آپ کی عادت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ کے لیئے کفن اور اس پر ڈالنے کے لیئے چادر حتےٰ کہ لحد کے لئے خشت خام بھی نہ تھیں جو گھر کا دروازہ توڑ کر لی گئی تھیں۔ آپ ہر وقت اپنے فقر کی حفاظت میں کوشاں رہتے تھے اور آپ

ملا فوائد الفواد صہ ۱۳۶

Marfat.com

کی نظر میں کونین کی کوئی وقعت نہ تھی۔

قلندر جز دو حرفِ لا اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

اِن دونوں ہمعصر بزرگوں کی کیفیاتِ باطنی و ظاہری میں جو فرق ہے۔ غالباً اسی بنا پر سید محمد حسینی گیسو دراز چشتی دکنیؒ نے فرمایا تھا۔

مشائخاں ما صوفیانِ عاشق بودہ اند اما شیخ شہاب الدین و اولادِ ایشاں

مرداں بزرگ و اصل و عارف بودہ اند

اما عشق جہانِ دیگر است

یعنی ہمارے مشائخ صوفیاں عاشق ہوئے ہیں لیکن حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان کے متبعین بزرگ واصل و عارف ہوئے ہیں۔ لیکن عشق کا مقام کچھ اور ہی ہے۔

عاشقانِ خواجگانِ چشت را　　　　از قدم تا سر نشانِ دیگر است

عبداللہ رومی قوال کا واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک شخص عبداللہ رومی اجو دھن حضرت جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اور اُس نے حضرت غوث بہاء الحق کو گانا سُنانے کا حال بیان کیا۔ کہ حضرت شیخ نے مجھ سے حجرہ میں چراغ گُل کر کے ایک تہائی رات گزرنے کے بعد گانا اس طرح سُنا ہے کہ حجرہ میں ایک میں ایک حضرت شیخ اور ایک میرا رفیق اور بس۔ اور عبداللہ رومی نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو بھی گانا سنایا ہے۔ جب حضرت شیخ بہاء الدینؒ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ

ؔ چوں شیخ شہاب الدین سماع شنیدہ است مرزکریا راہم بباید شنید

یعنی جب شیخ شہاب الدینؒ نے سماع سُنا ہے۔ تو پھر زکریا کو بھی سُننا چاہیئے۔

یہی عبداللہ رومی ایک دفعہ پھر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اِن دنوں راستے میں سخت خطرہ تھا۔ تو عبداللہ نے حضرت بابا صاحب سے عرض کیا

ؔ اخبار الاخیار ص ۱۳۲

میں ملتان جانا چاہتا ہوں۔ اور راستہ بہت پُرخطر ہے۔ دُعا فرمائیں۔ تاکہ سلامتی کے ساتھ ملتان پہنچ جاؤں۔ حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا کہ

"از یں جا تا بداں موضع کہ چندیں کردہ باشد آنجا حوضے است تا آنجا حدِ من است۔ سلامت خواہی رسید۔ از آں جا تا ملتان در عہدہ شیخ بہاءالدین است"[1]

یہاں سے اُس موضع تک کہ اتنے کوس ہوگا اور وہاں ایک حوض ہے۔ میری حد ہے۔ وہاں تک سلامت پہنچے گا۔ بے فکر رہ اور وہاں سے ملتان تک شیخ بہاؤالدین کی ہے۔

عبداللہ رومی اجودھن سے ملتان روانہ ہوا اور اُس حوض تک سلامت پہنچ گیا۔ اس حوض پر اس نے وضو کیا اور دوگانہ پڑھا۔ اور پھر حضرت بہاءالدین کو یاد کیا اور کہا کہ اجودھن سے یہاں تک حضرت باباصاحبؒ کی حد ہے۔ میں سلامت پہنچ گیا ہوں۔ اور یہاں سے ملتان تک آپ کی حد ہے اب آپ جانیں۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ

از آں حوضؒ رواں شدم مرا ہیچ گزندے نرسید و سلامت بملتان رسیدم۔

میں بسلامتی کے ساتھ ملتان پہنچ گیا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت میں نے ایک گلیم لو یہ اوڑھی ہوئی تھی جب شیخ صاحبؒ نے مجھے اس گلیم میں پوشیدہ دیکھا تو آپ کو غصہ آیا۔ اور اُنہوں نے فرمایا جو کچھ تو نے اوڑھ رکھا ہے۔ یہ شیطانی لباس ہے۔ وہجہ و نجہ مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور میں نے کہا کیا تھا۔ اگر میں نے یہ گلیم اوڑھی تو لوگوں نے تو اتنا سونا چاندی جمع کیا ہوا ہے میں تو انہیں کچھ نہیں کہتا پھر میرے گلیم اوڑھنے پر لوگ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ یہ جواب جب حضرت شیخ نے سنا تو فرمایا کہ

چرا چندیںؒ میگوئی آخر از اں سرحوض یاد کن ذکریا درباب تو چہ تقصیر کرد۔

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۱۳-۳۶ [2-3] فوائد الفواد صفحہ ۱۳۸

Marfat.com

"کیوں اتنا بولتا ہے۔ آخر وہ جوش والی بات یا د کر زکریاؒ نے تیرے معاملہ میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔"

شیخ الاسلام

سیر الاولیاء میں سید حسینؒ کرمانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب بابا صاحبؒ نے حضرت غوث بہاء الحقؒ کو خط لکھا تو اس میں القاب لکھتے وقت تامل کیا۔

ملا کاغذ و قلم بر دستِ مبارک گرفت۔ در تامل شد کہ خطاب چہ نویسد۔ در خاطر مبارک گذرانیدہ کہ خطابے کہ خدمت ایشاں را در لوحِ محفوظ بنشتہ است آں بنویسم دریں حال سر مبارک خود بالا کرد و جانب آسماں دید۔ نظر در لوحِ محفوظ کرد و دید کہ نوشتہ است شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ بعد ہمیں خطاب مکرم دراں کاغذ کتابت فرمود"

یعنے کاغذ لیا اور قلم ہاتھ میں پکڑا اور سوچا کہ خطاب کیا لکھا جائے۔ تو اس وقت یہ خیال آیا کہ جو خطاب آپ کے نام کے ساتھ لوحِ محفوظ میں درج ہے وہ لکھنا چاہیے سر مبارک اٹھایا اور لوح کی طرف دیکھا تو اس میں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ لکھا ہوا تھا۔ بس خط میں بہ خطاب مکرم لکھا۔

جب کبھی حضرت بابا صاحبؒ حضرت غوث بہاء الحقؒ کا نام نامی لیتے تو ساتھ ہی شیخ الاسلام فرماتے۔ ایک دفعہ کسی نے سوال کیا کہ آپ ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام ضرور کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام لوحِ محفوظ پہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس لیے میں واقعہ کے مطابق ان کو اس خطاب سے یاد کرتا ہوں۔

ملہ سیر الاولیاء ص۸۲ سید حسین کرمانی حضرت نظام الدین اولیا کے مرید اور امیر خورد کرمانی صاحب سیر الاولیاء کے چچا تھے ص۸۲

Marfat.com

حضرت باباصاحبؒ کی متفرق عادات واطوار

(۱) آپ کے تمام اقوال واحوال اتباع نبوی کی مکمل تصویر تھے۔
(۲) آپکی بود وباش مسکینوں اور درویشوں کی طرح تھی۔
(۳) آپ کی کسی بات سے تصنع۔ بناوٹ اور نمائش ظاہر نہ ہوتی تھی۔
(۴) جو مصیبت زدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اُن سے ایسی ہمدردی اور محبت سے ملتے تھے۔ کہ وہ اپنا آدھا رنج وغم اسی وقت بھول جاتے تھے۔
(۵) آپ حتیٰ الامکان کوشش کرتے کہ ہر آنے والے کی تکلیف و پریشانی جلداز جلد دُور ہو جائے۔
(۶) آپ مریدوں کو ساتھ لے کر آگے آگے نہ چلتے تھے۔
(۷) ہمیشہ اپنی باطنی کیفیات کو چھپاتے اور کسی فعل کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے تھے۔
(۸) مریدین و معتقدین کو حکمت و موعظت کے ساتھ حدود شرعی کا احترام بتاتے تھے
(۹) علمی رعونت کو بُرا سمجھتے اور جو لوگ پڑھ کر بحث ومناظرہ اور جنگ و جدل کرتے پھرتے تھے۔ ان کو سمجھایا کرتے تھے۔ کہ

علم عمل کرنے کے لئے پڑھنا چاہیئے نہ کہ جھگڑا کرنے کے لئے

(۱۰) کسی سے انتقام نہ لیتے تھے۔ بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔
(۱۱) آپ اپنے پھٹے کپڑے اکثر خود مرمت کر لیا کرتے تھے۔
(۱۲) قرض بالکل نہ لیتے تھے۔ چاہے فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔
(۱۳) لوگوں کی دل داری اور دل جوئی میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔
(۱۴) مہ نو کے سلام سے خوش ہوتے تھے اور آنے والے لوگوں کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔
(۱۵) چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے۔ اور اُن سے ان کی غلطیوں اور فروگذاشتوں پہ عذر قبول فرمالیتے تھے۔
(۱۶) سردی کے موسم میں پوستین استعمال کیا کرتے تھے اور پاؤں میں چمڑے کا موزہ

Marfat.com

جس پر مسح ہو جاتا ہے۔

(۱۷) عام طور پر کھڑاویں (نعلین چوبیں) اور چپل استعمال کرتے تھے۔

(۱۸) بعد نمازِ صبح اور بعد نمازِ مغرب آپ کی مشغولی کے خاص اوقات تھے۔

(۱۹) بعد نمازِ عصر سیاحوں اور مسافروں سے ملاقات فرماتے تھے۔

(۲۰) جہاں تشریف لے جاتے مسجد میں قیام کرتے۔ خود بھی نہایت سختی سے جماعت کے پابند تھے۔ اور مریدین کو بھی جماعت کی پابندی کی تلقین و نصیحت فرمایا کرتے تھے

(۲۱) ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔ جس طرح قاعدہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔ کبھی پاؤں پھیلا کر یا چہار زانو (آلتی پالتی مار کر) نہ بیٹھتے تھے۔ اگر اس نشست سے تھک جاتے یا کچھ تکلیف ہوتی تو اس طرح بیٹھتے تھے کہ زانو برداشتہ (گھٹنے کھڑے کرکے) دونوں ہاتھوں کو ان کے گرد حلقہ دے کر پکڑ لیتے اور سر مبارک گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔ جس سے انتہائی مسکینی اور فروتنی ظاہر ہوتی تھی۔

(۲۲) گرمی کے موسم میں آپ کا افطار شکر کے شربت سے ہوتا تھا جس میں چند دانہ مویز منقیٰ کے پڑے ہوئے ہوتے تھے۔

(۲۳) گل کریہ اور اُبلے ہوئے ٹینٹ آپ کی عام غذا تھی۔

(۲۴) کبھی کبھی جَو کی روٹی جس پر گھی چپڑا ہوتا تھا، تناول فرما لیتے تھے۔

(۲۵) متواتر روزے رکھتے تھے۔ اور سحری تناول نہ فرماتے تھے۔

(۲۶) نکتہ چینی اور دل آزار گفتگو سے منع فرماتے تھے۔

(۲۷) فقراء کو امانت رکھنے سے سختی سے روکتے تھے۔

حضرت باباصاحبؒ کی ازواج و اولاد

اِنّا خلقناکم من نفسٍ واحدۃٍ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعرفو.

حضرت باباصاحبؒ کی ازواج کے متعلق تذکرہ نویسوں میں بڑا اختلاف ہے کوئی دو بیویاں بتاتا ہے۔ کوئی تین اور کوئی چار۔ کوئی کہتا ہے۔ ایک حرم بادشاہزادی تھیں۔

* حضرت باباصاحبؒ کے متعلق مندرجہ بالا عادات و اطوار۔ فوائد الفواد سیرالاولیا۔ خیرالمجالس جوامع الکلم۔ اخبار الاخیار۔ اور سیرالعارفین سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

اور دو ان کی لونڈیاں ۔کسی کا بیان ہے کہ ایک شادی آپ نے دہلی میں کی تھی ۔ اور دو بیوہ عورتوں سے اجودھن میں نکاح کیا تھا ۔لیکن کثرت روایت اس پر ہے ۔ کہ آپ کی تین بیویاں تھیں ۔ اُن سب سے اولاد بھی تھی ۔جیسا کہ سیرالاولیاء و خیرالمجالس سے ظاہر ہے ۔ اور حضرت مخدوم نصیرالدین محمودؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے روایت بیان کی ہے کہ

شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز را حرم بسیار بود ۔ خادم حرم ایشاں بیامدے و گفتے کہ خواجہ امروز فلاں پسر را یک ناقہ است یا فلاں دختر را دو فاقہ است ۔

یعنے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے کئی بیویاں تھیں ۔ بیویوں کا خادم آتا اور حضرت سے عرض کرتا کہ حضور آج فلاں لڑکے کو ایک فاقہ ہے یا فلاں لڑکی کو دوسرا فاقہ ہے ۔

صاحب جواہر فریدی اصغر علی چشتی نے آپ کی چار بیویاں بیان کی ہیں

(۱) بی بی ہزیرہ بانو دختر سلطان غیاث الدین بلبن ۔

(۲) بی بی ام کلثوم (ایک بیوہ) (۳) بی بی شارد (لونڈی)

(۴) بی بی شکرو (لونڈی)

صاحب سیرالاقطاب نے ام کلثوم ایک بیوہ کا نام لکھا ہے ۔جس سے حضرت باباصاحبؒ نے نکاح کر لیا تھا ۔

بی بی شارد اور بی بی شکرو دو لونڈیاں تھیں ۔ غالباً ان کے اسمائے گرامی شاہ رو یا سارہ اور شاہ رخ ہوں گے ۔ جو بگڑ کر سارد اور شکرو بن گئے ۔

معتبر کتب سے حضرت باباصاحبؒ کا لونڈی غلام رکھنا ۔خریدنا آزاد کرنا ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات کچھ عجیب نہیں ہے ۔حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ، اہل بیت نبوت ۔صحابہ کرام ۔ تابعین اور صلحائے اُمت نے لونڈی غلام خریدے ۔ رکھے ۔ اور آزاد کئے ہیں ۔ ان حضرات کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد و منشا کے مطابق تھا جیسا بہترین سلوک لونڈی غلاموں کے ساتھ حضور اقدس کی تعلیم کے مطابق

۱؎ سیرالاولیاء صفحہ ۶۶ وخیرالمجالس ۲؎ جواہر فریدی ۲۱۵ و ۲۱۸

Marfat.com

ان بزرگوں نے کیا وہ دنیا کے سامنے نمونہ ومثال ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے ذکر میں خود صاحب جواہر فریدی نے دو لونڈیوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کے اسمائے گرامی نشارہ اور نشکر تحریر کئے ہیں۔ سیر الاولیاء سے حضرت کے غلام کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ جن کا اسم گرامی مبارک تھا۔ اور جن کو حضرت بابا صاحبؒ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمہ کے جہیز میں دیدیا تھا۔ حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاقؒ ان کو اخی مبارک کہا کرتے تھے (یعنے بھائی) حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت مولانا صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب حضرت بی بی صاحبہ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے دہلی بلوایا تو یہ اخی مبارک بھی بی بی صاحبہ اور دونوں بچوں کے ساتھ دہلی چلے گئے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کا لونڈی غلام خریدنا حضرت نظام الدین اولیاء کے قول سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ فرمایا تین کام ایسے ہیں جو میں نہ کر سکا۔ (۱) حضرت بابا صاحبؒ ہر روز بلکہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتے تھے (۲) ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ مگر سحری تناول نہ فرماتے تھے (۳) لونڈیاں خریدتے تھے۔ کرمانی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے اس طرح روایت کی ہے کہ

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ ہر روز غسل کردے و بعضے روایت میکنند کہ پنج وقت نماز غسل کردے و می فرمود کہ سہ چیز کہ شیخ کبیر فرید الحق والدین را میسر شدے۔ من نتوانم کرد۔ اول آنکہ ہر روز غسل کردے۔ دوم آنکہ جوارے خریدے۔ سوم آنکہ سحر نہ خوردے۔

سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحبزادی بی بی ہزیرہ بانو سے جناب بابا صاحبؒ کے نکاح کی روایت صاحب جواہر فریدی نے بیان کی ہے۔ اس سے قبل کسی کتاب میں ان تفصیلات کا ذکر موجود نہیں ہے۔

جواہر فریدی میں بی بی ہزیرہ بانو بنت سلطان غیاث الدین بلبن کی شادی کی یہ تفصیلات درج ہیں۔ کہ ایک دن سلطان غیاث الدین بلبن نے حضرت باباصاحبؒ کو دہلی میں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور پردہ میں مستورات کو سلام کے لئے پیش کیا۔ آپ نے (معاذ اللہ) اس کی ایک لڑکی ہزیرہ بانو کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اسکے بعد بادشاہ نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا کہ

؎۱ حضرت قطب العالم ہنگام دیدن مستورات و پردہ گیانِ حرم ہیچ کس را ندیدہ و نہ پرسیدہ دختر مارا دیدہ و پرسیدند۔ کہ ایں دختر کیست؟ چناں معلوم شد کہ با میلے دارند۔

یعنے حضرت قطب عالم نے مستورات و پردہ نشینانِ حرم کی زیارت کے وقت نہ کسی کو دیکھا اور نہ کسی کی بابت پوچھا صرف میری لڑکی کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کی طرف کچھ میلان رکھتے ہیں۔

تو تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے عرض کر کہ غیاث الدین عرض کرتا ہے کہ اگر

بہ خاطر حضرت منظور شود۔ دختر بندہ را برائے وضو کنانیدن قبول فرمائید۔

یعنے آپ کو منظور ہو تو بندہ اپنی لڑکی وضو کرانے کے لیے حضور میں پیش کر دے۔ وزیر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں لوحِ محفوظ پر میرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ممکن ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے نکاح میں بی بی ہزبرہ بانو ہوں۔ مگر جو روایت صاحب جواہر فریدی نے لکھی ہے وہ تاریخ اور اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہے اس کے متعلق چند گزارشات قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) روایت کے الفاظ اور ان کا طریقہ ادائیگی نہ صرف بزرگوں کے خلاف ہے۔ بلکہ شریعت کا احتساب بھی وارد کرتا ہے۔ جب کہ حضرت بابا صاحبؒ کا کوئی قول و فعل تمام عمر شریعت کے خلاف نہیں رہا۔ نیز مقام نکاح میں تضاد بیانی ہے۔

(۲) ۶۶۴ھ میں غیاث الدین بلبن سریر آرائے حکومت تھا۔ جب کہ اسی سال حضرت بابا صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس وقت حضرت کے کم از کم دو پوتے موجود تھے اصغر علی چشتی نے لکھا ہے۔ کہ سلطان بلبن نے اپنے وزیر سے مشورہ کر کے اس کو جناب بابا صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ پھر آپ کی شادی ہوئی۔ حالانکہ اس وقت بابا صاحبؒ کی عمر ترانوے ۹۳ سال کی

؎۱ و ۲ جواہر فریدی ص ۲۱۵ ؎۳ حضرت علاؤ الدین موج دریاؒ اور حضرت محمد عرف ممّاؒ جن کا ذکر بالترتیب سیر الاولیاء اور فوائد الفواد میں موجود ہے۔

Marfat.com

تھی۔ اور اس سنہ سے پہلے غیاث الدین خود وزیر تھا۔ بادشاہ نہ تھا۔ الغ خاں کہلاتا تھا۔

(۳) اصغر علی مرحوم اِس روایت کے ثبوت میں کوئی سند اور ثبوت پیش نہیں کرتے نہ ماخذ کا حوالہ دیتے ہیں۔

(۴) آپ کا یہ نکاح دہلی میں لکھا ہے حالانکہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا ہے کہ

حضرت شیخ المشائخ فرید الملتہ والدین قدس سرہ را دراں قصبہ تاہل واقع شدہ۔ (دیکھئے اجودھن)

یعنے حضرت شیخ المشائخ فرید الملتہ والدین قدس سرہ کے اہل وعیال اس قصبہ میں ہوئے

(۵) سیر الاولیاء۔ فوائد الفواد۔ خیر المجالس۔ سیر العارفین وغیرہ وغیرہ معتبر کتابیں ہیں۔ اور حضرت باباصاحبؒ کے حالات میں بالترتیب اول ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کتابوں میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

(۶) تاریخ کی کسی کتاب میں بھی یہ ذکر نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کم از کم مصنف تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی ضرور اس کا ذکر کرتا۔ یا بعد میں کوئی مورخ اس پر روشنی ڈالتا۔ کیونکہ بادشاہِ وقت کی لڑکی کا ایک فقیر سے (اگرچہ ہماری نظر میں حضرت کی نعلین مبارک کو شہنشاہِ ہفت اقلیم کے تاج سے افضیلت حاصل ہے۔ مگر عرف عام میں تو فقیر ہی کہا جائے گا) نکاح کیا جانا ایک اہم واقعہ ہے۔ جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں کی فقیری اور شادی نہ کرنا اور ۲۲ گاؤں کا اجمیر شریف میں نذر کر دینا۔ یا زیب النساء مخفی بنت اورنگ زیب عالمگیر کا شادی نہ کرنا تاریخ میں مرقوم ہے۔

(۷) شیر خاں گورنر ملتان جو غیاث الدین بلبن کا چچا زاد بھائی تھا۔ بہت اچھا ایڈمنسٹریٹر تھا اور اس نے سرحدی حملہ آوروں کا سدِباب بڑی دانشمندی سے کیا تھا جس سے خود غیاث الدین متاثر تھا وہ حضرت باباصاحبؒ سے اعتقاد نہ رکھتا تھا اور مخالفت کیا کرتا تھا۔ حضرت باباصاحبؒ اس کے بارے میں شعر پڑھا کرتے تھے

افسوس کہ از حال منت نیست خبر   آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

وہ لازمی طور پر اپنی بھتیجی کو ایک ایسے شخص سے بیاہ دینے میں مانع آتا۔ جس کا وہ خود مخالف تھا

۱؎ سیر العارفین ص ۳۳ و خیر المجالس ص ۲ فوائد الفواد

Marfat.com

(۸) حضرت بابا صاحبؒ اپنے مریدوں اور معتقدوں اور بچوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ اور امراء سے میل جول ہرگز نہ کرنا۔ جرجان کے مشہور و معروف بزرگ سیدی مولہ کو جو نصیحت کی تھی۔ ۔ ۔ وہ تاریخ فیروزشاہی میں موجود ہے۔ اور اس نصیحت پر عمل نہ کرنے سے جو افسوسناک نتیجہ ظاہر ہوا۔ وہ بھی سب کے سامنے ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ:

جو فقیر بادشاہوں اور امیروں سے میل جول رکھتا ہے۔ اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے مریدوں کو نصیحت فرمائی کہ

ان اردتم بلوغ درجة الکبار فعلیکم لعدم الالتفات الی ابناء الملوک

یعنے اگر تم بزرگوں کے مرتبہ کے خواہش مند ہو تو بادشاہزادوں کی طرف التفات نہ کرنا۔

(۹) ایسی واضح نصیحتوں کی موجودگی میں خود آپ کا شاہزادی سے نکاح کرنا اور بادشاہ کے محل میں جانا قول فعل کا تضاد بن جائے گا۔ حالانکہ حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق کا قول ہے۔ کہ حضرت بابا صاحب خلوت وجلوت، ظاہر و باطن ایک عمل اور ایک رنگ رکھتے تھے اور آپ کے قول و فعل میں ذرا سا فرق بھی نہ تھا۔ نیز تاریخ میں سلطان غیاث الدین بلبن کی صرف دو لڑکیوں کا حال ملتا ہے جو سلطان علاؤالدین مسعود اور سلطان ناصرالدین محمود کو منسوب تھیں۔

اس بات کو پرکھنے کے لئے کہ جواہر فریدی کی روایات علمی دنیا میں کس قدر اعتبار کا درجہ رکھتی ہیں اور فوائد الفواد سیر الاولیا اخبار الاخیار کے مقابلے میں اس کا کیا درجہ ہے چند حقائق پیش کرتے ہیں۔

بعض حضرات اس کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ہمارے لکھے ہوئے پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ حاشا وکلا ہماری اس تحریر کا مقصد بزرگوں کی فروگذاشتیں گنوانا نہیں ہے۔ بلکہ چند حقائق پیش کرنا ہے۔

(۱) فوائد الفواد۔ سیر الاولیا۔ اخبار الاخیار۔ سیر العارفین وغیرہ کتابوں سے جو روایات جواہر فریدی میں نقل کی گئی ہیں وہ محرف ہیں اور یہ تحریف اپنی بیان کردہ روایات کو مستند بنانے کے لئے کی گئی ہے۔ اصل کتابیں موجود ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور بعض جگہ تو بیانات

(۱) تاریخ فیروزشاہی برنی صفحہ ۲۰۷ (۲) سیر الاولیا صفحہ ۸۵

Marfat.com

کردہ روایات کا اصل کتاب میں نام ونشان تک بھی نہیں ہے۔ مثلاً جواہر فریدی کے صفحے ۲۷۵ پر حضرت باباصاحبؒ کے خلفاء کی تعداد سیر الاولیاء کے حوالہ سے اس طرح لکھی ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کے دس ہزار خلفا زمین پر ۱۸ ہزار پانی میں پانچسو بیالیس ہوا میں چارسو آسمان اول پر چودہ ہزار دیگر آسمانوں میں سات ہزار غیب میں اور ۱۸ ہزار زمین اور کوہ قاف میں اور ۱۳ ہزار حجابات میں ہیں۔

حالانکہ یہ عبارت یا اس جیسی عبارت یا اس کے ہم معنی عبارت سیر الاولیاء میں نہیں ہے۔ یہ تعداد اسی ہزار نوسو بیالیس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اسی کتاب میں ہے۔ کہ ۷۰ ہزار خلفا کوہ قاف سے واپسی پر حضرت باباصاحبؒ نے ایک جگہ بنائے تھے جو جواہر فریدی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ اس طرح ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ خلفا کی تعداد بنتی ہے۔

(۲) حضرت خواجہ حسن بصری کے والد ماجد کا نام جواہر فریدی میں موسٹے راعی لکھا ہے اور دادا کا نام حضرت خواجہ اویس قرنیؓ ——— یہ بھی محقق نہیں ہے۔

(۳) حضرت جمال الدین ہانسویؒ (جو حضرت باباصاحب کے مقبول مرید اور خلیفہ ہیں) کے بڑے لڑکے کا نام مولانا برہان الدینؒ لکھا ہے۔ جو غلط ہے۔ حضرت مولانا برہان الدین تو ان کے دوسرے صاحبزادہ کا نام تھا جو حضرت مولانا قطب الدین منورؒ کے والد ماجد تھے۔

(۴) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ہر سال دہلی سے اجودھن حضرت باباصاحبؒ کے عرس میں شرکت کے لئے آیا کرتے تھے۔ یہ بھی غلط ہے۔ خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا ہے۔ کہ میں کل دس مرتبہ اجودھن گیا ہوں تین مرتبہ حضرت باباصاحبؒ کی حیات مبارکہ میں اور چھ یا سات مرتبہ حضرت کے وصال کے بعد اور غالب خیال یہ ہے۔ کہ سات مرتبہ گیا ہوں۔ حضرت باباصاحب کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اکتیس سال حیات رہے۔ لیکن کل سات مرتبہ اجودھن گئے۔ اور اس سات مرتبہ میں عرس کے علاوہ حاضری بھی شامل ہے۔ جس کو جواہر فریدی میں ہر سال عرس میں آنا لکھا ہے۔

---

۱ جواہر فریدی ص۲۷۵ ۲ جواہر فریدی ص۱۲۸ ۳ جواہر فریدی ص۲۹۱ ۴ جواہر فریدی ص۳۳ ۵ فوائد الفواد ص

جواہر فریدی میں یہ بھی ہے۔ کہ سمندر میں حضرت بابا صاحب کی دعا سے عقیق پیدا ہوا اس طرح سے کہ ایک بزرگ کے خطرہ سے حضرت بابا صاحبؒ کی کشتی بھنور میں پھنس گئی اور آپ کی توجہ سے اُن بزرگ کے سینگ نکل آئے۔ پھر اُنھوں نے دعا کی تو کشتی بھنور سے نکل گئی۔ اور آپ نے دعا کی تو وہ سینگ سمندر میں گر پڑے۔ اور ان سے عقیق پیدا ہوا

(۶) سید محمد کرمانی کو حضرت علاؤ الدین موج دریاؒ بن حضرت مولانا بدر الدین سلیمان بن حضرت شیخ الاسلام باباصاحبؒ کا دودھ شریک بھائی لکھا ہے اور حضرت مولانا بدر الدین اسحاق کے شاگرد یہ بھی غلط ہے۔ حضرت علاؤ الدین موج دریا کے رضائی بھائی اور حضرت مولانا بدر الدین اسحاق کے شاگرد تو امیر خورد کرمانی کے والد تھے دادا نہیں۔

(۷) حضرت باباصاحبؒ کی نظری اولاد کا من گھڑت قصہ بھی اس کتاب میں موجود ہے لکھا ہے کہ حضرت باباصاحبؒ کسی سفر میں تھے۔ وہاں جن لوگوں میں قیام تھا ان میں ایک بہت حسین و جمیل لڑکی بھی تھی۔ جس نے حضرت باباصاحبؒ کو غسل کرتے ہوئے دیکھا۔ اور اس کے دل میں حضرت باباصاحبؒ کی زوجہ بن جانے کی آرزو پیدا ہوئی اور اس خطرہ کے آتے ہی حاملہ ہوگئی۔

"بمجرد این خطرہ آں جمیلہ خاتون حاملہ شد"

اور باباصاحبؒ وہاں سے تشریف لے گئے۔ جب چند ماہ کے بعد واپس آئے تو ان لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا وغیرہ وغیرہ من الخرافات پھر آپ نے شکر کا مینہ برسا کر ان کو قائل کیا۔ اور خلاصی پائی اور جو بچہ اس لڑکی سے پیدا ہوا اس کی اولاد بابا صاحبؒ کی نظری اولاد کہلاتی ہے۔ اللھم احفظنا ہذا بہتان عظیم۔

(۸) اسی کتاب جواہر فریدی کی ایک من گھڑت روایت اور سُن لیجئے۔ لکھا ہے کہ حضرت باباصاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کو خلافت و نعمت اور ولایت ہندوستان دے کر جب دہلی رخصت کیا تو ایک تنکہ راستے کے خرچ کے لئے اپنے پاس سے مرحمت فرمایا۔

خرچ ہم از نزد خود مرحمت فرمود

ا جواہر فریدی صہ ۱۸۹ ۲ جواہر فریدی صہ ۳۲۲ ۳ جواہر فریدی صہ ۲۶۹ ۴ جواہر فریدی صہ ۲۰۵

Marfat.com

اس سے قبل صفحہ ۲ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کسی کی فتوح قبول نہ فرماتے تھے اور روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ ایک تنکہ کو ہاتھ لگا یا تھا تو ساری رات رنج و افسوس میں گزاری کیا یہ تضاد بیانی نہیں ہے۔ پھر حضرت کا فتوح اور نذر قبول فرمالینا تو محقق ہے اور سنیئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ یہ تنکہ لیکر حضرت مائی صاحبہ کی خدمت میں رخصت کے لئے حاضر ہوئے۔ یہاں دیکھا کہ حضرت بدرالدین سلیمان رو رہے ہیں سبب پوچھا تو مائی صاحبہ نے فرمایا آج تیسرا فاقہ ہے۔ یہ بچہ بھوک سے بے برداشت ہو کر رو رہا ہے (افسوس ایسی محترم بزرگوں پر اس قسم کے اتہام) شوال ۶۶۳ھ میں جناب باباصاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو نعمت دے کر رخصت فرمایا محرم ۶۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔ جس کے فوراً بعد حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ سجادہ نشین ہوگئے۔ جن کو ۴ ماہ بیشتر اتنا چھوٹا بچہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جو بھوک سے بیقرار ہوکر رو رہا تھا۔

اگر بفرض محال یہ واقعہ اس سال کا تسلیم کیا جائے تب بھی حضرت محبوب الٰہی کے اجودھن کے زمانے میں کسی رخصت کے وقت بھی حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ کی عمر بھوک سے رونے والے بچوں کی نہیں ہوسکتی۔ خود صاحب جواہر فریدی کا بیان ہے کہ ۶۶۴ھ میں حضرت باباصاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت بدرالدین سلیمان سجادہ نشین ہوئے اور صرف پانچ سال بعد شعبان ۶۶۹ھ میں آپ کا وصال ہوگیا اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ تو گویا حضرت باباصاحب کے وصال کے وقت حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا کی عمر گیارہ سال کی تھی اور تقریباً اتنا ہی زمانہ حضرت محبوب الٰہی کی اجودھن آمد کا بنتا ہے۔ پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت بدرالدین سلیمان بھوک سے بیتاب ہوکر بچوں کی طرح رو رہے تھے۔ ایک صاحب اولاد شخص کو اس کیفیت کے ساتھ ظاہر کرنا صاحب جواہر فریدی ہی کا کام ہے۔ سیرالاولیاء وغیرہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے دہلی رخصت ہونے کے وقت حضرت شیخ بدرالدین سلیمان جوان اور صاحب اولاد تھے۔ اور انہوں نے خواجہ عزیز اور خواجہ زور سے چشت سے تشریف لائے تھے حضرت باباصاحب کے ارشاد پر کلاہ ارادت حاصل کی تھی۔

غرضیکہ اسی طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جو جواہر فریدی میں موجود ہیں۔ کہاں تک لکھا جائے اس کے لئے تو علیحدہ ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اب اس سلسلہ کی ایک آخری بات

Marfat.com

اور سن لیجئے کہ ۱۳۰۱ھ یعنی ۱۸۸۴ء میں جو جواہر فریدی وکٹوریہ پریس لاہور میں چھپی تھی اور جو جواہر فریدی ۱۰۳۳ھ کی قلمی موجود ہے۔ اس میں بھی کافی فرق ہے۔ ۱۳۰۱ھ کی طبع شدہ جواہر فریدی کو جناب پیر محمد حسین چشتی نے پیر خویش محمد یا خوشی محمد کے گھر سے حاصل کر کے از سر نو مرتب کیا۔ اور پھر اس کو طبع کرایا۔ اس میں انہوں نے تحریفات والحاق کئے ہیں جس کی زبان و انشا میں بھی فرق ہے۔ جواہر فریدی کا الحاق خود پیر محمد حسین چشتی مرحوم کی زبان سے سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ۔

"جواہر فریدیؒ میں جو طبع ہوئی ہے۔ احوال مخدوم پاکؒ (صابرؒ) کا اس فقیر نے درج کیا ہے۔ ورنہ پہلی جو کتاب جواہر فریدی ہے۔ اس میں بالکل احوال کچھ نہیں۔ پرانی کتاب میں" اسی طرح بہشتی دروازہ کا ذکر بھی الحاقی ہے۔

اب ان کی الحاقی روایات کتنی معتبر ہیں۔ خود ان کی زبانی سُن لیجئے۔ اسرار عترت فریدی صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ وقائع فریدالدین عرف گلزار فریدی میں غلط روایات درج کر دی تھیں جو میں نے اپنی طرف سے جس کے سبب مجھے خواب میں عتاب ہوا۔ حضرت بابا صاحبؒ کا یہ کتاب وقائع فریدالدین عرف گلزارِ فریدی ۱۳۰۲ھ میں مرحوم نے چھپوائی تھی۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد جب وہ اپنے مرشد قبلہ کی خدمت میں رام پور گئے۔ تو وہاں شاہ حبّات نے باطنی اور روحانی کتابیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے روحانی کتب خانہ سے لاکر ان کو دکھائیں اور انہوں نے اسرار عترت فریدی تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کو بعض حضرات کشفی والہامی کتاب کہتے ہیں۔ ہم اپنی یہ کتاب لکھتے وقت حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار عترت فریدی اور وقائع فریدالدین عرف گلزار فریدی کے متعلق موصوف سے پوچھا تو جناب نے فرمایا ان کتابوں میں فرضی اور من گھڑت روایات درج ہیں جو تاریخی حقائق کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اب سنیئے کہ حضرت بابا صاحبؒ کی تین یا چار حرم تھیں جن کے بطن سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

(۱) حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہؒ (۲) حضرت خواجہ شہاب الدینؒ
(۳) حضرت خواجہ بدرالدین سلیمانؒ (۴) حضرت خواجہ نظام الدینؒ

ملے اسرار عترت فریدی صفحہ ۱۴

(۵) حضرت خواجہ یعقوبؒ

(۱) بی بی مستورہؒ (۲) بی بی شریفہؒ (۳) بی بی فاطمہؒ

جواہر فریدی میں ہے کہ ام کلثوم ایک بیوہ تھیں۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت نصیر الدین نصر اللہؒ اُن کے لڑکے تھے۔ جو اُن کے پہلے خاوند سے تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے۔ کہ لونڈی بی بی سارہ کے بطن سے تھے۔

شیخ محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ کے پانچ پسر اور تین دختر تھیں۔ اور سب سے بڑے لڑکے کا نام حضرت نصیر الدین نصر اللہ تھا۔ امیر خورد کرمانی نے حضرت نصیر الدین نصر اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ

آں شیخ زادۂ معظم آں فخر بنی آدم کہ ہمہ پسران شیخ شیوخ العالم مہتر بود خواجہ نصیر الدین نصر اللہ۔

یعنے آں شیخ زادہ معظم آں فخر بنی آدم جو کہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحبؒ کے تمام لڑکوں میں بڑے تھے۔ خواجہ نصیر الدین نصر اللہ تھے۔

اصغر علی چشتی کی روایت کے مطابق پاک پٹن شریف میں حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں جو لوگ آباد ہیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد تسلیم نہیں کرتے۔ اور ان لوگوں کو کہ حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ کی اولاد ہیں چشتی یا فریدی کی بجائے نصراتی کہتے ہیں۔

[1] حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ بڑے عابد اور متقی تھے۔ نام و نمود شہرت اور جاہ طلبی سے سخت متنفر تھے۔ کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

روزگار بعبادت باری تعالےٰ و بزراعت و حراثت کہ لقمہ حلال است گذرانیدہ و خدائے تعالےٰ را درخلاء و ملاء طاعت کرد و عمر عزیز در رضائے باری تعالےٰ بسر برد رحمۃ اللہ۔

یعنے ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ کھیتی باڑی کے ذریعے کہ جو لقمہ حلال ہے اپنی گذر کرتے اور خلوت و جلوت میں اطاعت الٰہی میں لگے رہتے۔ اور انہوں نے اپنی عمر عزیز اللہ تعالےٰ کی خوشنودی میں بسر کر دی۔

[1] سیر الاولیا صہ ۱۸۶

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت خواجہ نصیر الدینؒ کے متعلق لکھا ہے کہ

پسر بزرگ شیخ فرید الدین بود

یعنے آپ حضرت بابا صاحبؒ کے بڑے لڑکے تھے۔

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے والیٔ اجودھن کی حضرت بابا صاحبؒ سے مخالفت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس کو حضرت سے عناد اس لیے تھا کہ "صاحبزادگانؒ نے کچھ زمین پر زراعت کر لی تھی"۔ اس عبارت سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت بابا صاحب کی حیات مبارک میں آپ کے صاحبزادوں نے کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا تھا۔ ان میں حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہؒ بھی شریک تھے۔ جیسا کہ صاحب سیر الاولیاء کی عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

پاک و ہند میں حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد کو فریدی کہا جاتا ہے۔ لیکن سابق پنجاب میں آپ کی اولاد کو چشتی کہتے ہیں۔ اور یہ سب چشتی صاحبان حضرت نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحبؒ کا متبنے بتاتے ہیں۔ تاریخ میں اگرچہ خاندانی روایات بھی اہمیت رکھتی ہیں اور ان کی موجودگی میں جواہر فریدی کی روایت قابل قبول ہو سکتی ہے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس روایت ہی نے سب میں نفوذ کر لیا ہو۔ کیونکہ جواہر فریدی سے پہلے کی کسی کتاب میں آپ کو حضرت بابا صاحبؒ کا متبنیٰ نہیں لکھا۔ غوثی شطاری کا یہ بیان کہ نصیر الدین حضرت بابا صاحب کے بڑے لڑکے تھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول کہ

پسر بزرگ حضرت شیخ فرید الدینؒ

یعنے حضرت بابا صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے اور امیر خورد کرمانی کا یہ بیان کہ

کہ آں شیخ زادہ معظم آں فخر بنی آدم کہ ہمہ پسران شیخ شیوخ العالم مہتر بود

وہ شیخ زادہ معظم یہ فخر بنی آدم جو حضرت بابا صاحبؒ کے سب لڑکوں میں بڑے تھے زبانی کلامی روایت سے رد نہیں ہوتا۔

ایک طرف سیر الاولیاء۔ اخبار الاخیار۔ گلزار الابرار وغیرہ معتبر کتابوں کی صحیح اور غیر مشتبہ روایت موجود ہے جس میں حضرت نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحبؒ کا بڑا

۱۔ اخبار الاخیار ص ۶۹ ۲۔ خیر المجالس ص ۱۳۶

Marfat.com

صاحبزادہ لکھا ہے۔ دوسری طرف جواہر فریدی ہے اور اس کے اعتبار کے متعلق آپ دیکھیے۔ بڑھ آگے میں نیز جواہر فریدی میں قطعی اور غیر مشتبہ روایت کی بجائے تضاد بیانی پائی جاتی ہے۔ حضرت نصیر الدین نصر اللہ صاحبؒ کو بابا صاحبؒ کی فرزندی سے خارج کرنے کے لئے مشتبہ بات درست نہیں۔ جواہر فریدی میں اس طرح لکھا ہے

"بیان اولاد حضرت خواجہ نصر اللہ متبنّیٰ ابن گنجشکر کہ در فرزندیت پشتی ایشاں اختلاف است بعضے روایات ہست کہ پشتی فرزند ہستند و در در بعضے روایات لطفے اند کہ حضرت بابا فریدالدین ایشاں را مانند پسران پرورش ساختہ کہ نام آں در پسران درج میشود"

یعنے بیان اولاد حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ متبنیٰ ابن حضرت گنجشکرؒ کہ جن کے صلبی اولاد ہونے میں اختلاف ہے بعض روایات میں کہ اصلی اور صلبی فرزند ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت بابا فریدالدینؒ نے ان کو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا تھا۔ اس لئے ان کا نام لڑکوں میں لکھا گیا۔

ایک طرف قطعی اور غیر مشتبہ روایت ہے جو تواتر سے ثابت ہے جس سے حضرت نصیر الدین نصر اللہ حضرت بابا صاحبؒ کے صاحبزادے ثابت ہیں۔ دوسری طرف مشتبہ خبر احاد ہے۔ آپ ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کونسی دلیل وزنی اور قابل یقین واعتماد ہے ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ "مسائل دینیہ میں اعتقاد کا انحصار دلائل قطعیہ پر ہوا کرتا ہے۔" قطعی دلائل کے سامنے مشتبہ روایت کیسے تسلیم کر لی جائے نیز جواہر فریدی سے قبل کی کسی معتبر کتاب میں حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحبؒ کا متبنیٰ دکھا دیجئے ہم تسلیم کر لیں گے ہم کو کوئی ضد اور عناد نہیں ہے۔

جواہر فریدی میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے۔ کہ بندگی حضرت مخدوم نصیر الدین نصر اللہؒ قدس سرہ بی بی شارہ کے بطن سے تھے۔ اور مخدوم خواجہ یعقوبؒ اور مخدوم خواجہ عبد اللہ شاہ بی بی شکر د کے بطن سے تھے۔ پھر لکھا ہے کہ

صحیح روایت اول است کہ پنج پسر و سہ دختر ہر ہشت فرزند مذکور از دختر سلطان غیاث الدین بلبن متولد شدہ اند

۱؎ جواہر فریدی ص۳۵۵، ۳۵۶ ۲؎ شرح فقہ اکبر

Marfat.com

یعنے صحیح روایت اول ہے کہ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں آٹھوں بچے دختر سلطان غیاث الدین بلبن سے پیدا ہوئے تھے۔[1]

گذارش ہے کہ اگر حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ بی بی شارہؒ کے بطن سے ہوں تب بھی والدہ ماجدہ تو ان کے حضرت بابا صاحبؒ ہی ہیں نیز صاحب جواہر فریدی نے خواجہ نصیر الدین نصر اللہ کو متبنیٰ[2] ابن گنج شکر لکھا ہے۔ متبنیٰ ابن گنج شکرؒ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت بابا صاحبؒ کے لڑکے کے متبنیٰ۔ ہم اس کو کیا سمجھیں خبر نہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے

آخری بات

امیر خورد کرمانی کی سیر الاولیاء شیخ محدث دہلوی کی اخبار الاخیار جناب غوثی شطاری کی اذکار ابرار رواشق بلگرامی کے عروۃ الوثقےٰ اور موجودہ دور کے محقق مورخ جناب خلیق نظامی کی تاریخ مشائخ چشت وغیرہ وغیرہ معتبر کتب میں جناب نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحبؒ کا بڑا لڑکا لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم ان علمائے محققین کی روایت کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت بابا صاحبؒ کا لڑکا شیخ محی الدین واشق بلگرامی مرحوم نے ایک کتاب عروۃ الوثقیٰ کے نام سے لکھی تھی اس میں موصوف نے حضرت بابا صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہؒ کے چھ لڑکے لکھے ہیں۔

(۱) شیخ عبد الرشیدؒ	(۲) شیخ بایزیدؒ
(۳) شیخ نعمت اللہؒ	(۴) شیخ کریم الدینؒ
(۵) شیخ ابراہیمؒ	(۶) شیخ عبداللہ

آپ کے دوسرے فرزند شیخ بایزیدؒ کے صاحبزادے شیخ کمال الدینؒ تھے۔ گویا حضرت بابا صاحبؒ کے پوتے کے لڑکے جن کا خوبصورت روضہ دھار میں ہے حضرت شیخ کمال الدین چشتیؒ مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے۔ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے شیخ کمال الدین کو مالوہ بھیج دیا تھا۔ اور مالوہ کے باشندوں نے آپ ہی کے ذریعے رشد و ہدایت حاصل کی۔ آپ لباس اور خوراک میں بہت سادگی پسند تھے دھار میں آپ کا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ سلطان محمود خلجی نے آپ کے مزار پر بہت خوبصورت مقبرہ تعمیر کرایا اور آستانہ عالیہ کے لئے معقول جاگیر[3] وقف کی تھی۔

---

[1] ایک لونڈی [2] جواہر زیدی [3] گلزار ابرار

حضرت شیخ شہاب الدینؒ گنج علم

آپ علم و فضل میں یکتا تھے۔ اسی لئے آپ کا لقب گنج علم ہے۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کی مجلس میں علمی مذاکرہ کا آغاز آپ ہی سے ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے آپ کی گہری دوستی تھی۔ اور آپ اکثر حضرت بابا صاحبؒ سے ان کی سفارش کیا کرتے تھے۔

امیر خورد کرمانیؒ نے آپ کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے کہ

آں بحرِ علم کانِ حِلم آں بتقویٰ آراستہ و بورع پیراستہ اعنی مولانا شہاب۔۔۔ الملتہ والدین کہ۔۔۔ بوفورِ علم و فضائل بسیار مشہور بود بیشتر حال بخدمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین حاضر بودے۔

وہ علم کا سمندر اور حلم کا پہاڑ جو تقویٰ سے آراستہ اور پرہیزگاری سے پیراستہ تھے۔ یعنی حضرت مولانا شہاب الملتہ والدین وکثرت علم و فضل میں بہت مشہور تھے اکثر وقت حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف بہت عزیز تھی۔ آپ یہ کتاب اپنے خلفاء کو پڑھایا کرتے تھے ایک دن اس کتاب کا درس دیتے وقت ایک لڑکا پیدا ہونے کی اطلاع آئی۔ تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کا نام شہاب الدین رکھو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت بابا صاحبؒ سے چھ سیپارہ قرآن شریف کے پڑھے ہیں اور تین کتابیں جن کے درس کے وقت ایک میں سامع اور دو میں قاری رہا ہوں۔

[۲] من شش سیپارہ پیش شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز خواندہ ام و سہ کتاب نیز خواندہ ام۔ یکے سماع دارم و دو خواندم

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت بابا صاحب ... عوارف المعارف پڑھا رہے تھے۔ جو نسخہ آپ کے ہاتھ میں تھا وہ بہت باریک خط کا تھا۔ اور اس

[۱] سیر الاولیا، صفحہ ۱۸۲ و اخبار الاخیار صفحہ ۷۰ بوفور علم و فضائل آراستہ بود، [۲] فوائد الفواد صفحہ ۳۰ فوائد الفواد ۱۹۳

ہیں کچھ سقم بھی تھے۔ جس کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے حضرت باباصاحبؒ سے عرض کیا۔ کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس بہت صحیح نسخہ ہے۔ یہ بات حضرت کو سخت ناگوار گذری اور آپ نے فرمایا کہ درویش میں نسخۂ سقیم کو صحیح کرنے کی قابلیت نہیں ہے اور یہ جملہ آپ نے کئی مرتبہ فرمایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ میں نے یہ بات یوں ہی کہہ دی تھی۔ میرا مقصد اس سے خدانخواستہ کچھ نہ تھا۔ اس لیئے مجھے یہ وہم بھی نہ تھا۔ کہ حضرت ناراضگی سے فرما رہے ہیں۔ مولانا بدرالدین اسحٰقؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "مولانا نظام الدین حضرت کا ارشادِ گرامی تم سے ہے۔ میں یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور پگڑی اُتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ

ؒ نعوذ باللہ منہا کہ مرا مقصود ازیں سخن کنایتے بہ مخدوم بودہ باشد۔ من نسخہ دیدم ازاں حکایت کردم مرا اصلاً چیزے دیگر درخاطر نہ بود۔

یعنے خدا کی پناہ اگر میرا مقصد اس بات کے کہنے سے کنایتہً بھی مخدوم کی ذاتِ گرامی ہو میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا۔ وہ مجھے یاد آگیا۔ میں نے حضور میں عرض کر دیا۔ ہرگز ہرگز میرا خیال کچھ دوسرا نہ تھا۔

یہ عرض کیا۔ اور میں نے حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ مگر حضور بدستور ناراض رہے اور چہرہ مبارک سے خفگی کے آثار نمایاں تھے۔ میں آخر وہاں سے اُٹھا لیکن نہ جانتا تھا کہ کیا کروں۔ بس یہ ارادہ کیا کہ خود کو کنوئیں میں گرادوں۔ کیونکہ جیسا غم و اندوہ مجھے اُس دن تھا شاید دُنیا میں کسی کو نہ ہوگا۔ میں روتا ہوا سخت مضطرب و حیران باہر آیا اور کنوئیں پہ پہنچا۔ اور چاہا کہ اپنے آپ کو کنوئیں میں گرادوں۔ پھر خیال آیا کہ بدنامی کس کی ہوگی۔ اور پھر ایسی حالت میں مرنا جب کہ شیخ ناراض ہوں غم و اندوہ کو ختم کرنے والا نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر رُک گیا اور

درآں محنت و حیرت سراسیمہ وار جانب صحرا بیروں رفتم با خود گریہ وزاری میکردم۔ خداتعالیٰ می داند کہ تاآں ساعت ایں کس را چیہ حال بُود۔

یعنے میں اسی تکلیف اور پریشانی میں جنگل کی طرف باہر نکل گیا۔ جہاں بے اختیار گریہ طاری

ؒ فوائدالفواد ص۲۷ ؒ گلزار ابرار ؒ فوائدالفواد [illegible]

تھا۔ اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ کہ اس وقت میرا کیا حال تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے لیئے وہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ جب حضرت باباصاحبؒ نے اتنا سُن کر کہ میں نے ایک اچھا نسخہ آپ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے پاس دیکھا تھا۔ کتاب بند کردی تھی اور کوئی عذر مقبول اور کوئی منت وسماجت تسلیم نہیں کی تھی۔ غالباً حضرت اپنے اس مرید سے جس کو ولایت ہندوستان سپرد کرنی تھی اور جس کو انھوں نے نہ صرف اپنا جانشین بلکہ کشورِ چشت کا تاجدار... اور دین پناہ بنانا تھا۔ جاننے اور دیکھنے والی بات سُننا نہ چاہتے تھے۔ کیونکہ مسند ارشاد سے وابستہ کیئے جانے والا "ہم خدا در دانش آمد ہم رسول" کے مصداق سب کچھ مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک کوئی ہلکی اور خسیس چیز سے ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ باوقار اور شریف چیز اس کے ہاتھ نہیں آتی۔ حضرت محبوب الٰہی کے اس تربیتی سبق کو مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں پڑھیئے لکھتے ہیں۔

صادق اور کاذب طلب میں امتیاز کا وقت آگیا۔ دُنیا دیکھ رہی تھی۔ اب مولانا نظام الدین کا فیصلہ کیا ہوتا ہے کہ مولانا بحاث محفل شکن ہی کے لقب کو لے کر دُنیا سے واپس جائیں گے۔ جیسے لاکھوں ہی بحاث محفل شکن آئے اور چلے گئے یا مشائخ کے سلطان کا جو تخت خالی ہے اس پہ قدم رکھنے کی ہمت کرتے ہیں۔ اپنے اپنے حوصلے کی بات ہوتی ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

چند کلیاں جواب تک ان کے ہاتھ میں تھیں وہ پھینک دی گئیں اور اپنی تنگ دامنی کے علاج کے فیصلہ پہ ڈٹ گئے۔ ظرف کے چھوٹے ہوتے تو کہہ سکتے تھے کہ بھلا میرا کیا قصور؟ میں نے غلطی ہی کیا کی ہے۔ ایک اچھے نسخے کا علم تھا۔ اس کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر اس پہ اتنی برہمی کے کیا معنی؟ یہی شوشہ اگر سامنے آجاتا تو لمبی لمبی لکیر بن سکتا تھا۔ اتنی لمبی کہ شیطان کی آنت بھی اس سے چھوٹی ہو۔ معاذ اللہ بڑھاپے میں دماغی توازن [illegible] میں تندی اور غصہ۔ نے آگے بڑھ کر اس کو نفسانیت کا ثبوت بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ بلکہ دین کی آڑ لے کر سلطان جی چاہتے تو اسوہ حسنہ نبویہ کے معیار پہ شیخ کبیرؒ [illegible] اس طرزِ عمل

ما فوائد الفواد صہ ۱۲ قوال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ

کو کھوٹا بتا کر لوگوں کو دکھا سکتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے وہ اپنا علاج کرانے کے لئے آئے تھے۔ شیخ کبیرؒ کی کمزوریوں کا علاج اجودھن آنے سے مقصود نہ تھا۔ اس کو طے کر چکے تھے کہ یہ معالج طبیب ہے۔ اس کے بعد تنقید کا حق ان کے لئے باقی ہی کہاں رہا تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ میری پریشانی اور غم واندوہ کی خبر حضرت شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ میرے ان کے درمیان بہت محبت تھی۔ وہ حضرت باباصاحبؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور بڑے پسندیدہ پیرایے میں انہوں نے میرا حال عرض کیا اور معافی اور مہربانی کی سفارش کی حضرت نے ان کی سفارش منظور فرمائی۔ اور محمد خورد کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا میں حاضر ہوا اور روتا ہوا حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ حضرت نے مجھے معاف فرما دیا۔ دوسرے دن پھر مجھے طلب کیا اور نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

"ایں ہمہ برائے کمالِ حال توی کردم۔ ایں لفظ آں روز از خدمتِ ایشاں شنیدم کہ پیر مشاطہ مرید باشد۔ آں گاہ مرا خلعت فرمود بکسوتِ خاص مرا مشرف گردانید۔"

یعنے یہ سب میں تیرے کمالِ حال کے لئے کرتا ہوں۔ یہ لفظ اس روز میں نے حضرت سے سنا تھا۔ کہ پیر مشاطہ مرید ہؤا کرتا ہے۔ پھر حضرت نے مجھے خلعت عنایت فرما اور کسوتِ خاص سے مشرف فرمایا۔

حضرت باباصاحبؒ کے معمولات میں سے تھا۔ کہ افطار و مشغولی کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور مولانا رکن الدین سمرقندیؒ کو خلوت میں طلب فرماتے اور تمام دن کی سرگذشت پوچھتے۔ اس وقت کبھی کبھی حضرت شیخ شہاب الدینؒ بھی ہوتے۔

ایک دن جناب باباصاحبؒ کی خدمت میں ایک بوڑھا آدمی آیا۔ اس کے ساتھ اس کا جوان لڑکا بھی تھا۔ اُس نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو قطب عالم حضرت بختیار کاکیؒ کی خدمت میں دیکھا تھا۔ مگر آپ نے اس کو نہ پہچانا۔ اس بوڑھے کے ساتھ جو اس کا جوان لڑکا تھا۔ اُس نے حضرت باباصاحبؒ سے گستاخانہ گفتگو شروع کردی اور آخر حضرت شہاب الدین سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۱ فوائد الفواد صـ۲۷ ۲ فوائد الفواد ۳ سیر الاولیا صـ۱۸۶ فوائد الفواد صـ۱۶۰

حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا۔ صُلح کرو۔

"صفا کُنید"[1]

چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق حضرت شہاب الدین نے اِس بوڑھے اور اُس کے لڑکے کو کچھ روپے اور ایک نقرئی جامدانی دی۔ جس سے وہ خوش ہو کر چلے گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اُس روز بھی حضرت باباصاحبؒ نے مجھے اور مولانا رکن الدین سمرقندیؒ کو بُلایا۔ ہمارے ساتھ حضرت شہاب الدینؒ بھی تھے۔ حضرت نے دن بھر کی سرگذشت پوچھی۔ میں نے سب حال عرض کیا اور اُس بوڑھے اور اُس کے جوان بیٹے کا حال بھی بتایا اور کہا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق مولانا۔ شہاب الدین نے اُس بوڑھے اور اُس کے جوان لڑکے کو خوش کر کے روانہ کیا ہے اور یہ بات بھی میں نے حضرت سے عرض کی کہ بوڑھے کا لڑکا جب مولانا شہاب الدین کو مارنے کے لئے کھڑا ہُوا تھا تو میں نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور اُس کو بیٹھ جانے کو کہا۔ یہ سُن کر حضرت باباصاحبؒ مسکرائے اور فرمایا

"نیک[2] نیکو کرد"

تم نے بہت ہی اچھا کیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ میرے اور مولانا شہاب الدینؒ کے درمیان بڑی محبت تھی۔

"میان من[3] و میان مولانا شہاب الدینؒ طریقہ محبت[4] سلوک بود"

بروایت عروۃ الوثقیٰ[5] جواہر فریدی حضرت مولانا شہاب الدین کے بھی چھ لڑکے ہوئے۔ آپ کی اولاد ہندوستان کے مشہور شہر جونپور اور فتح پور سیکری میں آباد ہے۔

آپ کا مزار حضرت باباصاحبؒ کے روضہ شریف سے غرب کی طرف تین سو قدم کے فاصلے پر حظیرہ میں ہے۔ عقیدتمند لوگ آپ کے مزار کے غسل کا پانی کند ذہن اور غبی بچوں کو پلاتے ہیں۔

[1-2] فوائد الفواد صفحہ ۱۶۱ ۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۰

حضرت مولانا شیخ بدرالدین سلیمانؒ

آپ آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحبؒ کے سب سے پہلے سجادہ نشین ہیں۔ ہیں۔ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ علم و عمل کی ان صلاحیتوں سے مزین تھے۔ جو مشائخ کبار میں ہوا کرتی ہیں۔

حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے بعد صاحبزادگان کو سجادگی کا مرحلہ درپیش ہوا۔ آخر سب بھائیوں اور عقیدت مندوں نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ حضرت بدرالدین سلیمانؒ کو سجادہ نشین آستانہ مقرر کیا جائے چنانچہ بقول صاحب سیر الاولیاء

ؔ۱ "بر سجادہ پدر خود باتفاق برادراں و اہل ارادت کہ حاضر بودند نشست"

یعنے آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ پر اپنے بھائیوں اور حاضر مریدوں کے مشورہ سے بیٹھے۔

طریقہ صوفیا میں دو طرح کے درویش ہوتے ہیں۔ ایک کو مجعّد کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے کو محلوق۔

جو لوگ بیعت ہو کر سر منڈا ڈالتے ہیں وہ محلوق کہلاتے ہیں اور جو برخلاف اس گروہ کے سر پر زلفیں رکھتے ہیں وہ مجعّد کہلاتے ہیں۔

قدیم فقرا میں دستور تھا کہ مرید کرتے وقت شیخ مرید کے سر سے کچھ بال کاٹ دیتا تھا۔ اور اس کو اصطلاح میں مقراض رانی کہا جاتا تھا۔ اور یہ مریدی کی ایک علامت سمجھا جاتا تھا۔ اب یہ طریقہ متروک ہے۔

حضرت مولانا بدرالدین سلیمانؒ مجعّد تھے۔ کیونکہ آپ کی اور آپ کے بڑے بھائی حضرت جناب مولانا شہاب الدین گنج علم کی بیعت حضرت بابا صاحبؒ کی بجائے خواجہ زور اور خواجہ غور چشتیؒ سے تھی۔ اور انہی بزرگ نے آپ کو خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا تھا۔

اس بیعت و خلافت کا واقعہ سیر الاولیا وغیرہ کتب میں اس طرح تحریر ہے کہ چشت کے ایک صاحب نعمت بزرگ خواجہ علی چشتیؒ دہلی میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے

ؔ۱ سیر الاولیا ص۱۸۱ ؔ۲ سیر الاولیا ص۱۸۸

Marfat.com

وطن میں سجادگی پر کچھ جھگڑا ہوا۔ اور وہاں سے دو صاحب نسبت بزرگ خواجہ عورؒ اور خواجہ زورؒ ہندوستان آئے۔ تاکہ خواجہ علی چشتیؒ سے مشورہ کیا جائے۔ اور ان کو چشت لے جا کر صاحب سجادہ بنا دیا جائے۔ خواجہ علیؒ چشت جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو بلبن کو بہت تکلیف ہوئی اور وہ خواجہ علی کے قدموں میں گر پڑا۔ اور قسم کھائی کہ اگر خواجہ صاحب چشت کا ارادہ کریں گے تو میں بھی حکومت چھوڑ دوں گا۔ اور خواجہ صاحب کے ساتھ چشت چلا جاؤں گا۔

"بلبنؒ در پائے خواجہ علی افتاد و سوگند خورد کہ اگر خواجہ عزمیت چشت کند من ترک مملکت گیرم و در رکاب خواجہ چشت بیایم"

خواجہ علی نے اس سے فرمایا۔

"تو عہدہ رعایت بندگانِ خدائے تعالےٰ تکفل کردہ و عالمے در کنفِ حمایت تو آسودہ اند۔ اگر تو بیائی آشوب در عالم افتد و تو مواخذ باشی"

یعنے تم بندگانِ خدا کی نگاہداشت کے متکفل ہو اور ایک عالم تمہارے سایہ حمایت میں آرام سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر تم چشت چلے جاؤ گے تو عالم میں پریشانی پھیل جائے گی۔ اور اس سے اللہ تعالےٰ تم سے مواخذہ کرے گا۔

غیاث الدین بلبن نے جواب دیا جو ہونا ہوگا۔ ہو جائے گا۔ مگر میں خواجہ صاحب کے قدموں سے علیحدہ نہ ہوں گا۔ جب خواجہ علی چشتی نے بلبن کی عقیدت و محبت کا یہ حال دیکھا تو دہلی میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور یہ دونوں بزرگ یعنے حضرت خواجہ زور چشتیؒ اور حضرت خواجہ عور چشتی ناکام واپس چلے گئے۔

جب یہ دونوں بزرگ دہلی آئے ہیں۔ تو اجودھن بھی گئے تھے اور حضرت بابا صاحبؒ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی تھی۔ اور تبرکاً و تیمناً اپنے صاحبزادوں حضرت مولانا شہاب الدین اور حضرت مولانا بدر الدین سلیمانؒ کو ان کا مرید کرایا تھا۔

حضرت بابا صاحبؒ نے جب ان بزرگوں سے کہا کہ ان کو اپنا مرید کر لیجیے تو انہوں نے فرمایا۔

"مارا چہ مجال آں باشد کہ در نظر چوں تو شاہے کلاہ بدہم"

۱۔ سیر الاولیاء ص ۲۱۲، ۲۱۳ ۔ ۲۔ سیر الاولیاء ص ۱۸۹

Marfat.com

یعنے ہماری کیا مجال ہے کہ آپ جیسے شہنشاہ کے سامنے کسی کو کلاہ ارادت پہنائیں
حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا یہ نعمت ہمیں نے آپ کے ہی گھر سے پائی ہے۔ الغرض

۱ ۔ شیخ تبرکاً و تیمناً مولانا شہاب الدینؒ و شیخ بدرالدینؒ را کلاہ ارادت
از دست الیشاں بپوشانید و مرید ساخت"

یعنے شیخؒ نے تبرکاً مولانا شہاب الدینؒ و شیخ بدرالدینؒ سلمان کو کلاہ ارادت ان کے ہاتھوں سے پہنائی اور ان کا مرید کرایا۔

۲ ۔ امیر خورد کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ

خلافت از خلفائے چشت داشت "

یعنے وہ خلافت خلفائے چشت سے رکھتے تھے۔

پنجاب میں حضرت باباصاحبؒ کی اولاد کو چشتی کہا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ ان دونوں صاحبزادگان نے اپنے والد ماجد کی بجائے خواجہ زؒدر اور عوضؒ سے جو چشتی طریقہ رکھتے تھے بیعت کی تھی۔ اور بخلاف اپنے بزرگوں کے سر پر زلفیں رکھیں تھیں اور لوگوں کو اسی سلسلے میں مرید کرتے تھے اور چشتی کہلاتے تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت باباصاحبؒ کے بڑے صاحبزادے دہلی گئے اور قطب عالم حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار کے پاس حلق ہو گئے۔ جب یہ خبر حضرت باباصاحبؒ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ

شیخ قطب الدین طیّب اللہ ثراہ خواجہ و مخدوم ماست۔ اما ایں
بیعت درست نہ باشد ارادت و بیعت آنست کہ دست شیخی گیرند

اگرچہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ میرے خواجہ و مخدوم ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں ہے کیونکہ بیعت وہ کہلاتی ہے۔ کہ جس میں شیخ کا ہاتھ پکڑا جائے۔
بالقول صاحب سیر الاولیا کہ

دست شیخے کہ بظاہر حی باشد گیرند
کہ دست شیخ پکڑتے ہیں کہ جو ظاہراً زندہ ہو۔

حضرت مولانا بدرالدین سلیمانؒ نے بھی بروایت جواہری فریدی دو شادیاں کی تھیں

۱ ۔ [illegible] ۲ ۔ سیر الاولیاء صفحہ [illegible] ۳ ۔ فوائد الفواد [illegible] جواہر فریدی صفحہ ۳۴۲

اور ان دونوں سے آپ نے اپنے بعد چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت جناب مولانا علاؤالدین موج دریا تھے۔ جو حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے وقت گیارہ سال کے تھے۔

حضرت مولانا شیخ علاء الدین موج دریاؒ

حضرت بدرالدین سلیمانؒ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شیخ علاؤالدین موج دریاؒ ۱۶ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے اور حضرت باباصاحبؒ کی دعا کی برکت سے ۹۶ سال تک سجادگی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

صاحب سیرالاولیاء کے والد سید مبارک کرمانی اور جناب شیخ علاؤالدین موج دریاؒ رضاعی بھائی تھے۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ صاحب سیرالاولیاء نے اپنے والد ماجد سید محمد مبارک کرمانیؒ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز ہم شیر من بود درمیان من و شیخ علاؤالدین حق رضاعت ثابت گشتہ شیر مادر من خوردہ و پیش مولانا بدرالدین اسحاق کلام اللہ یک جا خواندہ۔[1]

شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز میرے دودھ شریک تھے میرے اور ان کے درمیان رضاعی رشتہ ثابت ہے۔ انہوں نے میری والدہ ماجدہ کا دودھ پیا تھا۔ اور مولانا بدرالدین اسحاق کے پاس میں نے اور انہوں نے ایک ساتھ کلام اللہ پڑھا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت باباصاحبؒ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور صاحب سیرالاولیاء امیر خورد کرمانی کے والد ــــــ سید محمد مبارک کرمانی اور حضرت شیخ علاؤالدینؒ اس چارپائی کی پٹی پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت باباصاحبؒ اس وقت پان کھا رہے تھے۔ اور ان دونوں بچوں سے ہنس بول رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں آپ تازہ وضو کرنے کے لئے اٹھے۔ لہٰذا از راہ شفقت فرزند پدری اپنے منہ سے کچھ پان نکال کر حضرت شیخ علاؤالدینؒ کے منہ میں اور کچھ حضرت محمد مبارک کرمانیؒ کے منہ میں دیدیا۔ اور خود وضو کی چوکی پر جا بیٹھے۔ اس کرشمے میں خواجہ [illegible]

---

[1] سیرالاولیاء صفحہ ۱۹۱ [2] سیرالاولیاء صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

بابا صاحبؒ کا سجّادہ درست کرکے بچھایا اور پھر وضو کا لوٹا بھر لائے اور آپ کو وضو کرانے لگے ابھی کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ حضرت علاؤالدین کھیلتے ہوئے جناب بابا صاحبؒ کے سجادہ پر جا بیٹھے۔ خواجہ عیسےٰ نے پلٹ کر حضرت علاؤالدین ؒ کی طرف دیکھا اور دانتوں میں اُنگلی دبائی حضرت بابا صاحبؒ نے پہلے خواجہ عیسےٰ کی طرف دیکھا کہ پانی غلط کیوں ڈال رہا ہے۔ پھر پلٹ کر حضرت علاؤالدین کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ پھر خواجہ عیسےٰ سے مقامی زبان میں فرمایا۔

"عیسےٰ اہنع نہ بھی" بزبان آں دیار یعنی بگذار بہ تا بنشنید

عیسٰی بیٹھا رہنے دے آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ایسا پُر اثر نکلا کہ حضرت علاؤالدین نصف صدی سے بھی چار سال زیادہ اس سجادہ پر بیٹھے رہے۔ کبھی وقت جامع مسجد سے باہر نہ آتے تھے۔ سوائے حوائج ضروریہ کے اور تمام سال روزے رکھتے تھے۔ سوائے پانچ دن کے (دو دن عیدین کے اور تین دن ایام تشریق کے) تمام عمر کسی شخص نے آپ کو دن کے وقت کھاتے نہ دیکھا۔ جب کبھی اپنی خلوت سے حضرت بابا صاحبؒ کے روضۂ شریف میں جاتے تو دروازہ پر محتاج و مسافر صف بستہ کھڑے ہو جاتے۔ اور جب آپ باہر آتے تو سب کو روپے تقسیم کرتے۔ اگر کوئی ایک دفعہ آپ سے خیرات لیکر دوبارہ صف میں شامل ہو جاتا اور لوگ اُس کی شکایت کرتے تب بھی آپ اس کو ردّ نہ کرتے۔ کچھ نہ کچھ اور عطا فرماتے تھے

ابن بطوطہ سپین کا مشہور سیاح جب ہندوستان آیا ہے تو سلطان محمد تغلق کا دَورِ حکومت تھا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں اجودھن کی حاضری کا ذکر بھی کیا ہے لکھا ہے کہ وہ شیخ فریدالدین سے ملا تھا۔ اور شیخ نے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوئے تھے یہاں ابن بطوطہ سے بھول ہوئی ہے جس وقت وہ یہاں آیا ہے تو حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کو پچاس سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ وہ حضرت شیخ علاؤالدینؒ سے ملا تھا۔

آپ کا ابن بطوطہ سے مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ دھونا آپ کے انتہائی تقوٰی کی

ا سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۴ ۔ ۲ سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۴۔ جز دو عیدین و ایام تشریق بہ پنج روز جز ایں پنج روز افطار نہ کرد۔

Marfat.com

علامت ہے۔ ابن بطوطہ توصرف ایک عالم اور سیاح تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین ذکریا ملتانی رح کے پوتے جناب مولانا شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی رح سہروردی دہلی سے ملتان جاتے وقت حضرت باباصاحب رح کے مزار شریف کی زیارت کے لئے اجودھن آئے اور روضہ شریف سے فارغ ہوکر جب باہر آئے تو آپ نے حضرت شیخ علاؤالدین رح سے ملاقات کی مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا کہ

خدائے تعالیٰ شمارا استقامتے بخشیدہ است ہر آئینہ کسے نمی تواند کہ ازجا بجنباند فاما مراسبب چند نفر قرابت کہ ہدیہا دار ند کشاں می برند

یعنے اللہ تعالیٰ نے آپ کو استقامت عطا فرمائی ہے۔ بیشک آپ کو آپ کی جگہ سے ہلانا کسی کی طاقت میں نہیں ہے۔ لیکن مجھے چند عزیزوں کے سبب ادھر اُدھر پھرنا پڑتا ہے کچھ دیر کے بعد

جب حضرت رکن الدین ابوالفتح رح ملتانی چلے گئے تو آپ نے غسل کیا اور اپنا لباس بھی تبدیل کیا۔ کسی نے یہ خبران کو پہنچائی کہ آپ کے آنے کے بعد شیخ علاءالدین رح نے غسل کیا اور اپنے کپڑے بھی تبدیل کئے۔ کہنے والے نے یہ بھی کہا کہ

[1] ایں چہ بزرگی کبراست کہ سبب معانقہ ہمچو شما پاک وپاک زادہ ایں چنیں کند

یعنے یہ کیسی بزرگی ہے۔ تکبر معلوم ہوتا ہے کہ آپ جیسے پاک وپاک زادہ سے معانقہ کرنے کے بعد انہوں نے یہ عمل کیا۔

یہ سن کر حضرت شیخ رکن عالم رح نے فرمایا۔

[2] شما قدر مولانا علاءالدین چہ دانید او را می رسد کہ ایں چنیں کند زیرا چہ از ما بوئے دنیا می آید و او ازاں مبرا شدہ زندگانی می کند[3]

یعنے تم مولانا علاءالدین رح کی قدر کیا جانو۔ ان کو زیبا ہے کہ وہ یہ کریں کیونکہ ہم سے دنیا کی بو آتی ہے۔ اور وہ اس سے پاک وصاف زندگی گذارتے ہیں۔

"ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مطابق ابن بطوطہ نے حضرت شیخ علاءالدین رح کے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ دھونے کو وہم سے تعبیر کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہاں وہم کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ انتہائی تقوٰے کا مقام ہے۔

---

(۱) سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۵ (۲ و ۳) سیر الاولیا صفحہ ۱۹۵

Marfat.com

حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جب حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ جیسا عظیم انسان ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے شیخ سعدیؒ سے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت شیخ سعدیؒ ان کے اس برتاؤ سے مطلق ناراض نہ ہوئے۔ چھ مہینے ان کی خانقاہ میں رہے۔ اور پھر کہیں شیخ کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ اور شیخ نے ان سے مصافحہ کیا تھا۔

مصنف تاریخ فیروز شاہی جناب ضیاءالدین برنی نے لکھا ہے۔ کہ

عـ۱ "در تفسیر نوشتہ اند کہ بعضے ملائکہ مقدس بہ محض برائے عبادت خدائے جل و علا مجبول اند داز آفرینش جز تعبد ہیچ مشغولی ندارند شیخ علاؤالدین نیز ہم از آں قبیل آفریدہ شدہ بود"

یعنے تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض فرشتوں کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ان کا ابتدائے آفرینش سے سوائے اللہ تعالےٰ کی عبادت کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علاءالدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی قبیل سے پیدا کیا گیا تھا۔

حضرت امیر خسروؒ نے جناب شیخ علاؤالدین موجِ دریاؒ کی مدح میں چند اشعار لکھے ہیں۔ ہم ان کو اخبار الاخیارؒ سے نقل کرتے ہیں۔

علائے دُنیا و دیں شیخ و شیخ زادۂ عصر — کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فریدؒ
ز تاب نورِ تجلی چو کرد رویش عرق — ہزار چشمۂ خورشید از جبین بچکید
مگر کہ دید ثریا۔ بلندی قدرش — کہ تا قیامت خواہد بر آسمان خندید
خہے بروشنی از بدر زادہ خورشیدے — ز بدر زادن خورشید تا بدار کہ دید
چو ساکنانِ سپہر از حوادث ایمن گشت — کسیکہ در پنہ ذیل عصمت تو خزید
ز مہر سبحہ تو چرخ مہرہ زانجسم کرد — ز مشتری رگ جانش برائے رشتہ کشید
زہے بخفتن شب در سواد مدحت تو — چو پیر در شب قدر و چو طفل در شب عید
حیات بخش جہانے دم مسیحی تست — چہ حدِّ گفتن خسرو کہ عمر تو بمزید

عـ۱ تاریخ فیروز شاہی ص۳۴۷ ۔ عـ۲ اخبار الاخیار ص۹۵

Marfat.com

اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسا رعب و اقتدار عطا فرمایا تھا کہ شاہِ وقت کی بھی مجال نہ تھی جو آپ کے جماعت خانہ کے پناہ یافتہ شخص کو پکڑ سکے ۔ مطلق العنان بادشاہوں کے زمانے میں جبکہ انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی ۔ ظالم اور جابر لوگوں کے ظلم و تعدی سے لوگ بھاگ کر آپ کے پاس آجاتے تھے ۔ اور پھر

ؔ۱ کسے را مجال نہ بودے کہ آں مظلوم را بزوری و تعدی از حرم روضۂ متبرکہ بیرون آرد اگرچہ بادشاہ وقت بودے از مہابت ایں بادشاہ دین و دنیا بترسیدے "۔

کسی کی مجال نہ تھی ۔ کہ اس مظلوم کو زور و ظلم کے ساتھ حرم روضہ متبرکہ سے باہر نکال لائے خواہ بادشاہِ وقت ہی کیوں نہ ہو ۔ اس بادشاہ دین و دنیا کی ہیبت سے لوگ کانپتے تھے ۔

اپنے جدِ امجد کی اتباع میں صرف افطار کے وقت بہت تھوڑا کھانا تناول فرماتے تھے سلطان محمد تغلق کو آپ سے انتہائی عقیدت تھی ۔ اور اس عقیدت نے آخر مریدی کی شکل اختیار کر لی تھی ۔

آپ کی عظمت و بزرگی کی شہرت آپ کی حیات میں تمام ہندوستان میں ہو گئی تھی ۔ بہت لوگ آپ سے نادیدہ عقیدت رکھتے تھے ۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ

ؔ۲ صیتِ عظمت و کرامت اوہم درحیات عزیز او میان عالم منتشر شد و اسم مبارک او میان آسامی اولیاء مذکور و مشہور گشت چنانکہ در دیار اجودھن و دیپال پور و جبالی کہ سمت کشمیر است خلق آں دیار را از غایت محبت و اعتقاد مقامہا ساختہ اند و قبر ہا کردہ و بنا روضہ متبرکہ او تیمن و تبرک گیرند و در آں موضع صدقات و ختمات میکنند ۔

یعنے ان کی عظمت و کرامت کی شہرت ان کی حیات مبارک میں تمام دنیا میں پھیل گئی ہے ۔ اور ان کا نام اولیاء اللہ کے ناموں میں مشہور ہو گیا ہے ۔ اجودھن ۔ دیپال پور جبالی کہ کشمیر کی طرف ہے ۔ ان مقامات کی مخلوق نے آپ سے انتہائی محبت اعتقاد کے سبب

ؔ۱ سیر الاولیا صـ ۱۹۶ ؔ۲ سیر الاولیاء صـ ۱۹۶ ؔ۳ مشہور قصبہ کا نام

آپ کے آستانہ بنالیئے اور فرضی قبریں اور روضہ تعمیر کر لیئے۔ جن سے برکت حاصل کرتے ، اور ان مقاموں پہ آپ کے صدقات اور ختمات دیئے جاتے ہیں
غرضیکہ حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سب سے زیادہ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت آپ نے کی ہے۔ ترک دنیا۔ ریاضت و مجاہدہ تبلیغ اشاعت دین۔ ہر طرح سے آپ حضرت بابا صاحبؒ کے صحیح سجادہ نشین تھے۔ آپ کے بعد کوئی شخص حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہوا۔ ۴۵ سال سجادہ فریدی کی زینت رہے۔ وصال کے بعد آپ اپنے دادا کے روضۂ مبارک کے قریب دفن کئے گئے جس پر آپ کے مرید سلطان محمد تغلق نے ایک بڑا اور خوبصورت گنبد تعمیر کرایا۔
حضرت شیخ علاء الدینؒ نے فیروز شاہ تغلق کو حکومت کی بشارت دی تھی اور یہ اس طرح ہوا تھا۔ کہ جس زمانے میں سلطان غیاث الدین تغلق دیپال پور کا جاگیردار تھا ایک دن وہ حضرت شیخ علاء الدینؒ موج دریا کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ہمراہ محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق بھی تھے۔ جو ابھی کم سن تھے۔
حضرت شیخ کے پاس اس وقت کپڑا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے چار گز کپڑا اٹھا کر غیاث الدین تغلق کو دیا۔ اور فرمایا کہ اس کو سر پہ باندھ لے۔ پھر ستائیس گز کپڑا پھاڑ کر محمد تغلق کو دیا۔ اور اس کو سر پر باندھنے کے لیئے کہا۔ پھر چالیس گز کپڑا فیروز شاہ تغلق کو دیا اور فرمایا تو بھی سر پہ باندھ لے۔
تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ دہلی کے تخت پر سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان فیروز شاہ تغلق نے اتنے ہی سال حکومت کی ہے۔ جتنے جتنے گز کپڑے کی دستار حضرت شیخ علاء الدینؒ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ یعنے سلطان غیاث الدین تغلق چار سال دہلی کے تخت پر رہا اور سلطان محمد تغلق ستائیس سال اور سلطان فیروز شاہ تغلق ۴۰ سال۔

حضرت جناب علاء الدینؒ کے دو صاحبزادے تھے۔

(۱) شیخ معز الدینؒ (۲) شیخ علم الدینؒ

(۱) حضرت شیخ معز الدین بڑے عالم فاضل اور متقی بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت

۱؎ تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف صفحہ 35

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلیؒ سے تعلیم پائی تھی اور اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سجادہ نشین آستانہ مقرر ہوئے تھے۔

موج دریا چوں بہ دریا بازگشت — جائے او خواجہ معز الدین گشت

خوبرو اور وجیہہ تھے۔ جس شخص کی نظر آپ پر پڑتی تھی۔ سمجھ جاتا تھا۔ کہ کسی اعلیٰ خاندان کے سپوت ہیں۔

سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی بلوایا اور اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنانا چاہا۔ آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تو اس نے آپ کو معز الملک[۱] کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار بنا دیا۔ جہاں ظالم باغیوں نے آپ کو شہید کردیا۔ امیر خورد کا بیان ہے کہ۔

"از دست ظالماں و باغیاں بدرجۂ شہادت رسید"

اور وہیں دفن ہوئے آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

امروز[۲] آں دیار از برکتِ روضہ متبرکہ او منور است وخاک پا یاں او دوائے درد حاجتمنداں آں دیا است

یعنے آج کل وہ مقام ان کے روضہ متبرکہ کی برکت سے منور ہے اور ان کے قدموں کی خاک اس دیار کے حاجتمندوں کے درد کی دوا ہے۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ علم الدینؒ تھے۔ جو حافظ کلام ربانی تھے سماع کا بھی ذوق وشوق رکھتے تھے۔ سلطان محمد تغلق نے ان کو اپنی مملکت کا شیخ الاسلام[۳] بنا دیا تھا۔ اگرچہ بقول صاحب سیر الاولیا مشائخ روزگار ان کے مطیع ومحکوم ہو گئے تھے۔ مگر اس سرکاری عہدہ داری کی وجہ سے سلسلہ کی اشاعت کا کام ختم ہوگیا تھا۔ بعد وفات اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ معز الدین شہید کے بعد سجادہ نشین جناب شیخ علم الدینؒ ہوئے تھے۔ اور ان کے انتقال کے بعد جناب معز الدین شہید کے صاحبزادہ حضرت شیخ افضل الدینؒ فضیل سجادہ نشین آستانہ ہوئے۔

اور جناب شیخ علم الدینؒ کے صاحبزادہ کا نام شیخ مظہر الدینؒ تھا جن کو ان کے والد کے انتقال کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنا دیا تھا۔

۱؎ گلزار ابرار ترجمہ اذکار ابرار ص ۵۳ ۲؎ سیر الاولیاء ۱۹۹ ۳؎ سیر الاولیاء ص ۲۷

Marfat.com

اسی طرح شیخ محمد تاج پسر تاج الدین محمد کو سلطان مظفر گجراتی کے عہد میں تاج العلماء کا خطاب تھا۔

حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد کے حالات پڑھنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ سوائے حضرت بدرالدین سلیمانؒ کی اولاد کے باقی سب لڑکوں اور لڑکیوں کی اولاد اور آپ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی اولاد حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے پاس دہلی چلی گئی تھی اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو اپنا روحانی پیشوا بنا لیا تھا۔ اور یہ سب حضرات جس عزت و احترام اور آسائش کیساتھ وہاں رہتے تھے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ پاکپتن شریف اور اس کے قرب و جوار میں سب چشتی حضرت بدرالدین سلیمان کی اولاد میں ہیں۔ صرف چند گھر حضرت شیخ نصیر الدین نصراللہ کی اولاد کے آباد ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدینؒ

(ابن حضرت بابا صاحبؒ)

حضرت شیخ نظام الدین سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازم تھے۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ قصبہ پٹیالی میں رہا کرتے تھے۔ جو ضلع ایٹہ میں ہے۔ اور ایٹہ علیگڑھ کے نزدیک ہے۔ امیر خورد کرمانی کے بیان کے مطابق حضرت بابا صاحبؒ کو اپنے سب بچوں میں زیادہ محبوب تھے۔ اسی لئے حضرت ان کی گستاخانہ باتوں پر بھی مسکراتے رہتے تھے اور ناراض نہ ہوتے تھے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ

بخدمت شیخ الشیوخ العالمؒ عظیم گستاخ بود۔ ہرچہ گفتے شیخ شیوخ العالمؒ از غایت آنکہ او را دوست داشتے بسمع رضا بشنیدے و تبسم کردے و از آنچہ گفتے نرنجیدے"

یعنے وہ حضرت شیخ شیوخ العالم کی جناب میں بہت گستاخ تھے۔ جو کچھ وہ کہتے اس سبب سے کہ حضرت ان کو محبوب رکھتے تھے۔ خوشی کے ساتھ سنتے اور مسکراتے رہتے تھے۔ اور ان کے فرمودات سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

۱؎ تذکار ابرار صہ ۵۳ ۲؎ سیر الاولیا صہ ۱۹۱

Marfat.com

حضرت بابا صاحبؒ نے اپنے انتقال سے پہلے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ نظام الدین آتو گیا۔ مگر اس آنے کا کیا فائدہ جو ملاقات نہ ہو سکی۔ نیز آپ ہی کے مشورہ پر حضرت بابا صاحبؒ کو موجودہ مقام پر دفن کیا گیا تھا۔

استغراق حق

ایک مرتبہ یہی حضرت شیخ نظام الدینؒ سفر کو گئے۔ اور کافی عرصہ واپس اجودھن نہیں آئے۔ کافی عرصہ کے بعد اجودھن آنے والے ایک آدمی کے ذریعہ انھوں نے حضرت باباصاحبؒ کو سلام بھجوایا۔ وہ شخص جب حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعد قدمبوسی اس نے عرض کیا کہ

[۱] مخدوم زادہ نظام الدین سلام رسانیدہ است۔ شیخ فرمود کدام کس؟ آں مرد گفت مخدوم زادہ نظام الدین۔ باز شیخ فرمود کرا میگوئی؟ باز آں مرد گفت مخدوم زادہ نظام الدین پسر شما۔ آنگاہ شیخ فرمود آرے او چگونہ است او سلامت ہست؟

یعنی حضور مخدوم زادہ نظام الدینؒ نے سلام عرض کیا ہے۔ شیخ نے پوچھا وہ کون؟ اُس شخص نے کہا۔ مخدوم زادہ نظام الدین لیکن شیخ نہ سمجھے اور پوچھا کس کا ذکر کرتے ہو؟ اس نے کہا حضور آپ کے صاحبزادہ نظام الدین صاحبؒ کا۔ اتنی دیر کے بعد آپ کا ذہن ان کی طرف منتقل ہوا۔ آپ نے اس شخص سے کہا۔ اچھا نظام الدین وہ کیسا ہے۔ خوش ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ کو یادِ حق میں اِتنا استغراق تھا۔ کہ آپ نے اپنے اس لڑکے کو، جو آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب تھا۔ کتنی دیر کے بعد پہچانا۔

فرزندِ جانی

اولاد دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک صلبی۔ دوسری معنوی اور پھر صلبی اولاد کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) کپوت (۲) پوت (۳) سپوت

---

[۱] فوائد الفواد صد۲۲۳

Marfat.com

(۱) کپوت وہ کہلاتا ہے ۔ جو باپ دادا کی عزت اور متاع کو ضائع کر دے
(۲) پوت وہ کہلاتا ہے ۔ جو اس متاع اور عزت کو بڑھا بھی نہ سکے اور کم بھی نہ ہونے دے ۔
(۳) سپوت اُسے کہتے ہیں ۔ جو اس کو بڑھائے اور ترقی دے ۔

فقر و درویشی میں اکثر صلبی اولاد سے زیادہ اہمیت معنوی اولاد کو ہوتی ہے ۔ کیونکہ کسی عالم اور درویش کے علم و عمل اور سلسلے کی بقا اور ترقی کا دارو مدار زیادہ تر معنوی اولاد پہ ہوتا ہے ۔ اگرچہ صلبی اولاد بھی کوشش کرتی ہے مگر تاریخ ایسی دو چار مثالوں سے زیادہ پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ صلبی اولاد میں ایسا شاذ و نادر ہوا ہے کہ کسی صاحب کمال آدمی کا لڑکا بھی صاحب کمال ہوا ہو ۔ اور اسلامی علوم و فنون اور روحانی سلسلوں میں تو ایسی مثالیں صرف انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں ۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں بغداد سے ایک شخص آیا ۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے سجادہ پہ ان کی اولاد میں سے کوئی ہے ۔ اس نے کہا کہ آپ کے پوتہ کا لڑکا ہے ۔ لیکن وہ سرکاری عہدہ دار ہے اور اس ملک کے اوقاف کا ناظم ہے ۔ آپ نے پھر پوچھا سنا جاتا ہے کہ اس پہ احتساب ہوا تھا ۔ اس نے کہا ہاں پھر آپ نے سر ہلا کر فرمایا کہ ۔

ابن النجیبُ لا یُنجَبُ وَاِن انجبُ فعجبٌ [۱]

یعنی شریف اور بزرگ باپ کا لڑکا نجیب و بزرگ نہیں ہوا کرتا اور اگر ہوتا ہے تو عجیب و غریب ہوتا ہے ۔

اور اس کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں ۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے سلسلے کی بقا و ترقی حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریاؒ سے ہوئی ۔ جو آپکے معنوی فرزند تھے ۔ حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہؒ کے سلسلہ کی بقا و ترقی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ سے ہوئی ۔ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سلسلے کی بقا و ترقی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی وغیرہ وغیرہ اور یہ سب حضرات فرزند معنوی تھے ۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ

۱ سیر الاولیاء ص ۳۲۶

Marfat.com

"حضرت خواجہ قطب عالم بختیار کاکیؒ کے فرزند بھی تھے۔ مگر وہ بھی شیخ کے حال پر نہ تھے۔ درحقیقت حضرت بختیار کاکیؒ کے فرزند تو حضرت باباصاحبؒ تھے۔

؎۱ فرزند حضرت شیخ قطب الدین شیخ الاسلام فریدالدین بود"

نیز آپ نے فرمایا کہ

ایک مرتبہ حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں میں اور آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدین صاحبؒ بیٹھے تھے اور دوسرے احباب بھی موجود تھے کہ حضرت نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا

؎۲ "شما ہر دو فرزند اید سوئے او اشارت کرد کہ تو ثانی است و
سوئے بندہ اشارت کرد کہ تو جانی"

تم دونوں میرے فرزند ہو پھر اپنے صاحبزادہ حضرت شیخ نظام الدین سے فرمایا تو فرزند ثانی ہے اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تو فرزند جانی ہے۔

کشتی کا سفر اور عطائے نعمت

ایک دفعہ گرمی کے موسم میں حضرت باباصاحبؒ نے کشتی کا سفر کیا۔ دھوپ میں تمازت تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مریدین کھڑے ہو کر حضرت پر سایہ کرتے تھے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب سفر ختم ہوا اور حضرت جائے قیام پر پہنچ گئے تو تھوڑی دیر بعد آپ قیلولہ کے لئے لیٹ گئے۔ اور کچھ دیر میں سب سو گئے۔ میں نے دیکھا کہ تمام ساتھی سو گئے ہیں۔ تو میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور حضرت کی نگس رانی کرنے لگا (مکھیاں اُڑانے لگا) ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ حضرت بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادہ شیخ نظام الدین صاحبؒ کو آواز دی۔ وہ سو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور صاحبزادہ نظام الدین تو سو رہے ہیں۔ غلام نظام الدین حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی ہے۔ قریب آؤ میں قریب ہو گیا۔ تو نعمت سے مالا مال فرمایا۔

پھر نصیحت فرمائی کہ

؎۱ فوائد الفواد ص۱۶ ؎۲ سیر الاولیاء ص۱۲۴ ؎۳ بعض کا قول ہے کہ یہ واقعہ کشتی میں پیش آیا۔ ؎۴ سیر الاولیاء ص۱۳

ملہ چوں در دہلی بروی در مجاہدہ باشی بیکار بودن ہیچ نیست روزہ داشتن نیمے راہ است و اعمال دیگر چوں نماز و حج نیمے راہ۔

جب دہلی پہنچو تو مجاہدہ کرتے رہنا۔ بیکار رہنا کچھ نہیں ہے۔ اور روزہ رکھنا آدھا راستہ اور دوسرے اعمال مثلاً نماز و حج وغیرہ سب آدھا راستہ ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا ارشاد ہے کہ اس سفر میں حضرت سے مجھے بہت نعمتیں حاصل ہوئیں۔ یہاں تک کہ مولانا سید بدرالدین اسحاقؒ نے مجھ سے کہا کہ۔

ملہ شیخ را ایں سفر برائے تو بود

حضرت نے یہ سفر محض تمہارے واسطے کیا تھا

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے بعد کافروں نے اجودھن پر حملہ کیا تھا۔ جس میں آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدینؒ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں کا مقابلہ کیا اور بڑی جوانمردی اور انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

ملہ "غایت دلاوری بحرب کفار پیوست بعد قتال بسیار شہادت یافت"

اور جنگ کے بعد جب کشتوں میں آپ کی نعش مبارک کو تلاش کیا گیا تو نہیں ملی۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ جب مغلوںؒ نے اجودھن پر حملہ کیا تھا تو جناب شیخ نظام الدینؒ اس میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ سلطان علاؤالدین خلجی کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔ اور قلعہ رنتھنبور کی فتح میں شہید ہوئے تھے اور وہیں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

جناب شیخ نظام الدینؒ کے صرف ایک لڑکے تھے۔ جن کا نام شیخ ابراہیم تھا ان کی شادی امیر خورد کرمانی صاحبؒ سیر الاولیاء کی چچازاد بہن سے ہوئی تھی جن سے ایک صاحبزادہ ہوئے تھے۔ اور ان کا اسم گرامی شیخ عزیز الدینؒ تھا۔ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے۔ اور آپ کے پاس خانقاہ میں رہتے تھے۔ اور آپ کے

ملہ و ملہ سیر الاولیاء ص۱۲۱ ملہ سیر الاولیاء ص۱۹۰ ملہ معارج الولایت و مراۃ الاسرار

Marfat.com

دستر خوان پر حضرت خواجہ محمد امامؒ اور حضرت خواجہ موسیٰؒ کی غیر حاضری میں دعا پڑھتے اور حضرت اُن کو دعا پڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ

ملہ رحمت باد رحمت باد ایں مرحمت مخصوص در حق او بود ے

رحمت ہو رحمت ہو اور یہ رحمت اُن کے حق میں مخصوص تھی۔ آپ بڑے متقی و پرہیز گار تھے۔ یہاں تک کہ

ع۲ ہیچ صغیرہ ازآں شیخ زادہ عالم در وجود نیامدہ باشدہ باطنے معمور ظاہری بہ تبسم و اخلاق پاکیزہ آراستہ داشت و درونہ مبارک او با حق تعالیٰ بمراقبہ و ذکر خفی منور "

آپ سے ایک صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوا تھا۔ باطن آپ کا معمور تھا۔ اور ظاہر تبسم و اخلاق پاکیزہ کے ساتھ آراستہ تھا۔ اور اندرون مبارک ان کا حق تعالیٰ کے مراقبہ اور ذکر سے منور تھا۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے خواہر زادہ کے کسی کام کے لئے قصبہ کہربہ گئے جب واپس آئے تو پہلے آپ اپنے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی حضرت نے اُن سے پوچھا۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ سے نہیں ملے۔ عرض کیا پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا جاؤ۔ یہ سعادت بھی حاصل کرو۔ اور بہت دعائیں دیں۔

آپ کا انتقال اس طرح ہوا کہ تین دن بیمار رہے۔ اس مدت میں ہر وقت باوضو رہتے اور قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے آخر تیسرے روز قرآن شریف پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کردی اور حضرت سلطان المشائخ کے مزار کے سامنے محمد شاہ بادشاہ کے مجرہ میں دفن کئے گئے پہلے مزار ظاہر تھا جب محمد شاہ بادشاہ کا مزار اور مجرہ بنایا گیا تو سب مزار فرش کے برابر کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بابا صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ ملامتیہ مشرب رکھتے

ملہ ۲ سیر الاولیاء صہ ۱۹۵

Marfat.com

تھے۔ اور صاحب کرامت و فتوت تھے۔ اکثر سفر میں رہتے تھے۔

ملامتیہ

وہ گروہ ہے جو اخلاق و صدق کی رعایت اور محافظت میں بلیغ کوشش کرے اور بندگی اور خیرات کے کاموں کو چھپانے میں مبالغہ کرے۔ یہ لوگ اعمال صالح و فضائل و نوافل کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ اور ان امور کو اس طرح بجا لاتے ہیں۔ کہ کسی ایک شخص کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جس طرح گناہگار گناہ کے ظاہر کرنے سے ڈرتے ہیں۔ یہ نیکی ظاہر ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ

ؔا الملامتی ھو الذی لا یظھر خیراً ولا یظھر شراً

یعنے ملامتی وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی نیکیوں کو چھپائے اور اپنی برائیوں کو ظاہر کرے اور فرمایا کہ اہل حق ملامت کے لیے مخصوص ہیں۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے فرمایا کہ

ؔ۲ خداوند تعالےٰ با دوستاں و طالباں خود راہم چنیں رفتہ است
ہر کہ حدیث دی کند عالم را ملامت کنندہ وی گرداند۔

یعنے خدا تعالےٰ اپنے دوستوں اور طالبوں کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ کہ جو کوئی اس کی بات کرتا ہے۔ تمام عالم کو اس کا ملامت کنندہ بنا دیتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر ملامتیہ ہیں۔ اہل مکہ شریف آپ کو اظہار نبوت سے پہلے امین و صادق کہتے تھے۔ اور آپ سے بے حد محبت کرتے تھے لیکن جب آپ نے اظہار حق فرمایا اور کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور

ؔ۳ چوں خلعت دوستی و وحی برسرِ ئے کشیدند۔ خلق زبان ملامت بر دراز کردند۔ یکے گفت کاہن است طائفہ گفتند شاعر است۔ گروہے گفتند کاذب است۔ دیگرے گفت مجنون است"

ؔ۱ نفحات الانس صہ۸ ؔ۲ مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ صہ۲۶۳، ۲۶۴

ؔ۳ مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ صہ۲۶۳، ۲۶۴

Marfat.com

جب خلافت، دوستی اور وحی ان کے سر مبارک پر رکھا گیا تو مخلوق نے زبان ملامت ان پر کھولی۔ کسی نے کہا کاہن ہے۔ ایک طبقہ نے کہا شاعر ہے۔ ایک گروہ نے کہا جھوٹا ہے۔ دوسرے نے کہا پاگل ہے۔ کہ جنت کا ایمان دماں اور کسی نے کوسے حاصل کلام ملامتیہ وہ گروہ ہے جو حق کہتا ہے۔ اور حق کرتا ہے۔ مگر لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ اور اس ملامت سے ان کو بڑی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

"الملامة روضة العاشقين، ونزهة المحبين وراحة المشتاقين وسرور المريدين"

یعنی ملامت باغیچہ ہے۔ عاشقوں کا اور پاکیزگی ہے محبوں کی اور راحت ہے مشتاقوں کی اور سرور و خوشی ہے۔ مریدوں کی

آہن پوش قلندر

اسی طرح کا ایک گروہ قلندروں کا ہے جو آہن پوش ہوتے ہیں اور ان کی داڑھی مونچھیں صاف ہوتی ہیں۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا ہے کہ ابتداء اس طریقہ کی حضرت جمال مجرد ساوجی سے ہوئی۔ آپ بڑے عالم اور مصر کے مفتی تھے۔ آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ بغیر کتاب دیکھے بتا دیتے تھے۔ اسی لئے لوگ آپ کو کتب خانہ دواں کہا کرتے تھے۔ ایک دن کچھ لوگ آہن پوش برہنہ بدن آپ کے پاس سے گذرے۔ آپ نے ان پر اعتراض کیا۔ خدا کی قدرت اسی وقت آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ نے اپنی داڑھی مونچھ منڈا ڈالی۔ اور ایک قبر میں جا بیٹھے۔ جب علماء مصر کو آپ کی اس حالت کا علم ہوا تو ان کو بہت غصہ آیا۔ اور وہ آپ پر محاسبہ کرنے کے لئے آئے اور آپ پر الحاد و رفض کا الزام لگایا اور قبر سے نکال کر آپ کے سامنے ڈال دیا گیا۔ مگر اس سے آپ کو کچھ نقصان نہ ہوا۔ تو لوگوں کو بہت حیرت ہوئی اور انہوں نے آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا سر جھکا کر ڈال کر اٹھایا تو آپ کے منہ پر سفید داڑھی تھی۔

Marfat.com

القصہ آپ کی تمام زندگی اسی طرح گزر گئی۔ آپ کے وصال کے بعد جو آپ کا جانشین ہوا۔ اس نے یہی طریقہ و حلیہ اختیار کیا اور آج تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے یہ آہن پوش قلندر کہلاتے ہیں۔ لباس نہیں پہنتے ایک لنگوٹ رانوں میں، ایک کمبل بغل میں اور لوہا جسم پر ہے

حضرت شیخ یعقوبؒ

حضرت بابا صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت خواجہ یعقوبؒ ملامتیہ مشرب رکھتے تھے۔ امیر خورد کرمانیؒ کا بیان ہے کہ میرے والد سید محمد مبارک کرمانی رح حضرت شیخ یعقوبؒ کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت شیخ یعقوبؒ کا یہ ذکر مجھے سنایا کہ میں اور حضرت شیخ یعقوبؒ سفر کو روانہ ہوئے کچھ دن میں اودھ پہنچ گئے تو حضرت خواجہ یعقوبؒ نے مجھ کو سرائے میں سامان کے پاس چھوڑا اور خود شہر کی سیر کو نکل گئے۔ اور رات تک واپس نہ آئے۔ اتفاقاً اسی دن والی اودھ کے پیٹ میں سخت درد اٹھا۔ اور کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا طبیب عاجز آگئے تو دعا کی طرف توجہ کی گئی کسی شخص نے حاکم سے کہا کہ میں نے شہر کے وقت حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے صاحبزادے کو شہر میں دیکھا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ اگر وہ آپ کو کوئی تعویذ دیں یا دم کریں تو شفا ہو جائے گی۔ یہ سن کر حاکم شہر نے آپ کی تلاش کے لیئے آدمی دوڑائے۔ چند آدمی ...... میرے پاس سرائے میں آئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ شیخ زادہ میرے ہمراہ تشریف لائے ہیں۔ اور ان کا یہ سامان موجود ہے اور وہ مجھ کو بٹھا کر شہر کی سیر کو گئے ہیں — مجھ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔ یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے۔

اور آخر جوئندہ یابندہ کے مصداق انہوں نے آپ کو تلاش کر لیا۔ اور حاکم کے پاس لے گئے۔ اس کی حالت شدت درد سے بہت نازک تھی۔

ؔ۱ "از غایت درد شکم از کٹ بر زمین و از زمین بر کھٹ می غلطد و نزدیک بہ ہلاک رسیدہ است"

یعنے شدت درد کے سبب چارپائی سے زمین پر زمین سے چارپائی پر لوٹتا تھا اور ہلاکت

---

۱ سیر الاولیاء ص ۱۹۱ ؔ۲ سیر الاولیاء ص ۱۹۱

ہو جانے کے قریب تھا۔

حضرت خواجہ یعقوب اس کے قریب چارپائی پر بیٹھ گئے اور اپنی دو انگلیاں حاکم کے پیٹ پر رکھیں اور کچھ پڑھا جس سے فی الفور درد بند ہو گیا اور حاکم اٹھ بیٹھا اور خواجہ یعقوب کے پاؤں کو بوسہ دیا اور ایک تھیلی روپوں کی اور کچھ تھان کپڑے کے آپ کی نذر کئے۔

آدھی رات کے قریب حضرت واپس سرائے میں آئے اور مجھ سے سب واقعہ بیان کر کے فرمایا۔

[1]"خرچ ما کم شدہ بود و من دراں تفکر خفتہ بودم"

یعنے میرا خرچ کم ہو گیا تھا۔ اور میں اسی تفکر میں سو گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بھجوا دیا

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے۔ کہ اثنائے سفر میں قصبہ امروہہ کے قریب آپ کو مردانِ غیب لے گئے اور پھر آپ کا پتہ نہ چلا۔

[2] در اثنائے راہ قصبہ امروہہ آں بزرگ زادہ را مردانِ غیب بہ بردند و غائب کردند رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی یادگار دو صاحبزادے تھے۔ ایک خواجہ عزیز الملۃ والدین اور دوسرے حضرت خواجہ قاضی۔ یہ دونو بزرگ زادہ بھی حضرت نظام الدین اولیاء سے وابستہ ہو گئے تھے۔ حضرت عزیز الدین نفس گیرا رکھتے تھے اور صاحب فتوح تھے۔

حضرت خواجہ عزیز الدین کی شہادت[3] دیوگیر میں ہوئی اور وہیں دفن کئے گئے اور حضرت خواجہ قاضی کا انتقال دہلی میں ہوا۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے جوار مزار ان میں دفن کئے گئے۔

حضرت باباصاحب کے "تقریباً" چھ پوتوں اور ان کے بیٹوں کے نام خواجہ عزیز الدین تھے۔ اور وہ سب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے اور آپ کے پاس دہلی میں ہی رہتے تھے۔ جن کا ذکر آپ اس کتاب میں پڑھتے آئے ہیں۔

حضرت بی بی مستورہ

امیر خورد کرمانی کے بیان کے مطابق حضرت باباصاحب کی تین صاحبزادیاں

[1،2] سیر الاولیاء صد ۱۹۱ [3] سیر الاولیاء صد ۱۹۷ [4] سیر الاولیاء صد ۱۹۱

Marfat.com

تھیں۔ جن میں سب سے بڑی حضرت بی بی مستورہؒ تھیں۔

از والد خود سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سماع دارد کہ شیخ الشیوخ العالم راسہ دختر بود۔ مہتر ایشاں بی بی مستورہ کہ تا نفس آخر در پردۂ ستر و صلاح و عفت و کرامت بود۔

(امیر خورد کرمانی نے اپنے والد سید مبارک محمد کرمانیؒ سے سنا ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ العالم بابا صاحبؒ کے تین لڑکیاں تھیں جن میں بڑی حضرت بی بی مستورہؒ تھیں جو اپنے آخری سانس تک ستر و صلاح عفت و کرامت میں رہیں۔

بقول صاحب سیر الاقطاب آپ کا نکاح شیخ عمر صوفی الفاروقی سے ہوا تھا جن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ (۱) شیخ عزیز الدین صوفی (۲) شیخ کبیر الدین

شیخ عزیز الدین صوفی :۔ آپ علم ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ اور آپ کے پاس ہی رہتے تھے۔

ایک دن حضرت وجیہہ الدینؒ پائلی حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں صاحبزادہ موصوف سے اوپر بیٹھ گئے تو حضرت نے اُسی وقت ناراض ہو کر فرمایا جس طرح میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھ پہ دبانوں والا کسی عالم سے اوپر بیٹھے۔ اسی طرح میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی عالم میرے مخدوم زادگان سے اوپر بیٹھے۔ اگرچہ مخدوم زادہ مجاہد ہی کیوں نہ ہو۔

یہ سنتے ہی حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلیؒ نے زمین ادب کو بوسہ دیا۔ اور کھڑے ہو گئے۔ اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ کہ حضور میں مخدوم زادہ سے واقف نہیں تھا۔ ورنہ ہرگز یہ جرأت نہ کرتا۔

خواجہ عزیز الدین صوفی نے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ارشاد پر قاضی حمید الدین کاشانیؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات تحفۃ الابرار فی کرامت الاخیار کے نام سے جمع کئے تھے جو اب نایاب ہیں۔

خواجہ عزیز الدین صوفیؒ کے ایک صاحبزادہ تھے۔ جن کا نام شیخ قطب الدین حسنؒ تھا۔ جو حسن و جمال زہد و تقویٰ۔ علم و فضل اور بذل و ایثار میں لاثانی تھے۔ اور

۱۔ سیر الاولیاء ص ۱۹۱ ص ۳۰۲ سیر الاولیاء ص ۲۰۲

Marfat.com

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے مجاز تھے۔

ایک مرتبہ شیخ عزیز الدین صوفی از راہ مہربانی و شفقت امیر خورد کرمانی صاحب سیر الاولیاء کے گھر تشریف لائے اور اثنائے گفتگو میں امیر خورد کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا تھا۔

ما گر وقت خوش ہست غنیمت میدار — کاں راچو نماز ہا قضا نتواں کرد

شیخ عزیز الدین صوفی نے امیر خورد کرمانی سے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں جاتے ہوئے دریا کی طرف چلا گیا۔ دریائے جمنا خانقاہ شریف کے برابر بہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تحیر کے عالم میں قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ آپ کا منہ اور آنکھیں آسمان کی طرف ہیں اور جمال حق میں محو ہیں میں ڈرا کہ نازک موقع ہے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ کوئی خدمت گار بھی اس وقت وہاں موجود نہ تھا میں بالکل خاموش کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت کو لرزش ہوئی اور آپ صحو میں آگئے اور آپ نے اپنی آنکھوں کو ملا۔ پھر میری طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے۔ میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا میں عزیز ہوں۔ آپ نے پھر مجھے قریب بلایا۔ اور بے حد شفقت و مرحمت فرمائی۔

شیخ کبیر الدینؒ

آپ حضرت بی بی مستورہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ نے بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور خانقاہ ہی میں رہتے تھے۔ اگر اتفاقاً کسی دن سحری میں نہ آتے تو عبدالرحیم منتظم لنگر خانہ سحری کا کھانا آپ کے مقام پہنچاتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں کسی نے چند کاک پیش کئے۔ آپ نے خواجہ اقبال سے فرمایا ان کو حاضرین میں تقسیم کر دو۔ خواجہ اقبال نے حکم کی تعمیل کی ہر ایک نے اپنا حصہ کھانا شروع کیا مگر شیخ کبیر الدین نے رکھ لیا۔ تو حضرت نے خود ان سے فرمایا۔

"کھالو۔ اس میں خمیر نہیں ہے۔ اور اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا۔

ما سیر الاولیاء ص ۲۰۲

Marfat.com

"کہ اگر کوئی صوفی زہد و تقویٰ رکھتا ہے تو وہ مخدوم زادہ کبیر الدین ہے"۔ اور شیخ کبیر الدین کو اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اتنی محبت تھی کہ اپنے حقیقی بھائی کے پاس سے سکونت ترک کر کے حضرت کے پاس خانقاہ میں رہنے لگے تھے۔ انتقال ہوا تو آپ ہی کے چبوترا یاراں میں دفن ہوئے۔

ہمیں خواہم کہ مردم در نکو بیت — مزارم زیر دیوار تو باشد

حضرت بی بی شریفہ رح

آپ حضرت بابا صاحب کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ جو عنفوان جوانی میں بیوہ ہو گئیں تھیں۔ پھر نکاح ثانی نہیں کیا۔ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئیں۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ

ایں بزرگ زادی در عنفوان جوانی بیوہ شدہ بود نا ب گرد بہ شوہرے مشغول گشتہ ہمینکہ بیوہ شد چناں بحق مشغول شد کہ شیخ شیوخ العالم فرمود اگر عورات را خلافت و سجادہ مشائخ دادن روا بودے من بی بی شریفہ را می دادم۔

یعنی یہ بزرگ زادی عنفوان جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور پھر آخر دم تک نکاح ثانی نہ کیا۔ جیسے ہی بیوہ ہوئیں حق تعالےٰ کی عبادت اور خوشنودی میں اس طرح مشغول ہو گئیں کہ حضرت شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ اگر عورتوں کو مشائخ کا سجادہ اور خلافت دینا جائز ہوتی تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔

عارف شیراز نے کیا خوب کہا ہے۔

درسرا پردۂ عصمت بعبادت مشغول — نام در عالم و خود کنفِ سترِ خدائے

اور یہ قول گویا آپ پر ہی صادق آتا ہے۔ کہ

ولو کان النساء کمثل ھذہ الفضیلت النساء علی الرجال

یعنی اگر ہوتیں عورتیں مثل اس کے تو فضیلت ہوتی، عورتوں کو مردوں پر

اس جگہ حضرت بابا صاحب کے قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ عورتیں ریاضت و طاعت کے ذریعہ کتنی ہی عارفہ کیوں نہ ہو جائیں مگر ان کو مشائخ کا سجادہ نشین نہیں بنایا جا سکتا

۱؎ سیر الاولیاء ص ۱۱۱ و جواہر فریدی ص ۳۵۶ ۲؎ سیر الاولیاء ص ۱۹۱

اور نہ ہی ان کو خلافت دی جا سکتی ہے۔ عقل حیران ہے کہ موجودہ دور میں بعض مشائخ کس اصول کے تحت عورتوں کو خلافتیں دے رہے ہیں۔

"حضرت بی بی فاطمہؒ"

آپ حضرت بابا صاحبؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں جن کا نکاح حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ سے ہوا تھا۔ آپ کی رخصتی پر حضرت بابا صاحبؒ نے ایک غلام مبارک نامی دیا تھا۔ جن کو حضرت سید بدرالدین اسحٰقؒ ثانی مبارک کہا کرتے تھے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت خواجہ سید محمد امامؒ (۲) حضرت خواجہ سید موسیٰؒ۔

حضرت بابا صاحبؒ اور مولانا صاحبؒ کے انتقال کے بعد اجودھن میں حضرت بی بی صاحبہ سخت تکلیف میں رہتی تھیں۔ جب یہ حال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے سید محمد کرمانیؒ صاحب سیرالاولیاء کے دادا سے کہا کہ مولانا مرحوم نے حضرت بابا صاحبؒ کے حضور میں ہم سب کی امداد کی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی اولاد کے ساتھ جو تکلیف میں ہیں سلوک کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ خرچ بھیج دے تو آپ اجودھن چلے جائیں اور بی بی صاحبہ اور دونوں بچوں کو دہلی لے آئیں۔

اتفاقاً اسی روز ملتان کے ایک تاجر نے حضرت کی خدمت میں دو اشرفیاں نذرانہ پیش کیں۔ آپ نے وہ دونوں سید محمد کرمانیؒ کو دے دیں اور کہا ایک آپ کے گھر کا خرچہ اور دوسری راستہ کا۔

الغرض حضرت سید محمد کرمانی اجودھن گئے۔ اور حضرت بی بی فاطمہؒ اور دونوں بچوں کو دہلی لے آئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے دونوں بچوں کو اپنی زیر نگرانی تعلیم دلوائی اور سید محمد امام کو اپنا متبنّےٰ بنایا۔ اور تکمیل سلوک کے بعد اپنی خلافت عطا فرمائی کیونکہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے شادی نہیں کی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی مجلس میں سید محمد امامؒ کی نشست سب سے اونچی اور

Marfat.com

حضرت کے بالکل قریب تھی اور آپ حضرت کی مجالس کے صاحب سماع اور میر مجلس تھے۔ شہر کی مجالس میں حضرت آپ کو اپنا قائم مقام اور اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتے تھے اور آپ خانقاہ میں حضرت کی امامت بھی کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو سید محمد امام کہا جاتا تھا۔ سماع کی مجالس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہمراہ رقص کرتے تھے آپ نے حضرت کے ملفوظات کو مرتب کر کے اس کا نام انوار المجالس رکھا تھا۔ جو اب نادر و نایاب ہے۔

اور یہ شرف صرف سید محمد امام کو ہی حاصل تھا۔ کہ وہ حضرت نظام الدین اولیاء کی موجودگی میں خود حضرت کے حکم سے لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔

آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ کا نکاح مولانا کمال الدین سمرقندی سابق وزیر اعظم خراسان کے لڑکے مولانا کریم الدین بیابانی سے ہوا تھا۔ جن کی جاگیر میں ملتان سے ملحق کا علاقہ تھا جس میں دیپالپور اور اجودھن بھی شامل تھے۔ سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ بڑے ذی علم اور ذی فہم تھے۔ ابتدائی کرائی آپ کے خاص دوستوں میں حضرت امیر خسرو، حضرت امیر حسن علا سنجری، مشہور مورخ مولانا ضیاء الدین برنی شامل تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے بعد سنگانوہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ سنگانوہ میں آپ کی اولاد موجود ہے۔

خواجہ سید موسیٰ آپ حضرت مولانا کے چھوٹے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلی کے شاگرد تھے۔ بہت خوش گلو تھے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تھے تو راستہ چلتے لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ درسیات میں کمال دستگاہ رکھتے تھے اور حضرت خواجہ محمد امام کی عدم موجودگی میں جماعت خانہ میں امامت بھی کراتے تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

حضرت خواجہ سید محمد امام کا مزار دہلی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء میں چوسٹھ کھمبے کے غربی دروازہ کے سامنے زیارت گاہ خاص و عام ہے اور حضرت سید موسیٰ کا مزار اندرون آستانہ عالیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا جانب غرب جالیوں کے اندر ہے۔ جس پر حضرت خواجہ حسن نظامی نے قد آدم لوح نصب کرا دی ہے۔

Marfat.com

راقم الحروف سید محمد الیاس مسلم نظامی حضرت خواجہ سید محمد امامؒ کی اولاد میں ہے۔ جو انقلاب سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکپتن شریف آکر آباد ہو گیا ہے۔ خاکسار کے ہمراہ حضرت مولانا کی اولاد میں سے برادرم سید ابن علی نظامی بھی یہاں رہتے ہیں راقم کے بڑے لڑکے کا نام سید ناصر الدین مسعود نظامی اور منجھلے لڑکے کا نام سید غلام معین الدین محمود نظامی اور چھوٹے کا نام غلام نظام الدین عرف جامی نظامی ہے۔

سماع

سماع صوفیاء کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ ایک مباح فعل ہے۔ اور تقریباً تمام روحانی سلسلوں میں اس کا رواج ہے۔ ایک مختصر اور مخصوص گروہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کا سوادِ اعظم اس کو سنتا چلا آرہا ہے۔ جس میں عالم فاضل متقی۔ عارف عاشق۔ عامی۔ امام اور صحابہؓ سب شامل ہیں۔

قرآنِ پاک میں کوئی نص صریح اس کی حرمت میں نہیں ہے۔ متعدد صحیح حدیثوں کے علاوہ بخاری شریف کی حدیث جاریتین سے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دف کے ساتھ گانا سننا ثابت ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دف کے ساتھ گانا سننا ثابت ہے۔ تو پھر خواہ مخواہ عقلی تاویل کیوں کی جائے نہ تاویل نصوص قولیہ میں چلتی ہے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم اور امام حزم نے ان چند حدیثوں کو جن سے منکرین سماع نے حرمت سماع پر استدلال کیا ہے۔ محدثانہ اور محققانہ جرح و تعدیل سے موضوع ثابت کیا ہے۔

سماع مریدین عالی ہمت اور اصحاب ریاضت کے لئے ایک روحانی غذا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب اہل محبت کے نفوس و قلوب کثرت مجاہدہ یا غلبہ احوال و کیفیات سے تھکن یا تشنگی محسوس کرتے ہیں تو سماع سنتے ہیں۔ اس سے ان میں از سر نو قوت و تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ان کے تھکے ہوئے جسم و دماغ سماع سن کر جاق و

Marfat.com

چڑ بنہ ہو جاتے ہیں اور دوبارہ مجاہدہ میں لگ جاتے ہیں۔ گویا سماع ایسے لوگوں کا روحانی علاج بھی ہے۔ مولانا روم نے فرمایا کہ

پس غذائے عاشقاں آمد سماع که ازو باشد خیال اجتماع
قوت گیرد خیالات ضمیر بلکہ صورت گردد از بانگ صفیر
آتش عشق از نواہا گرد تیز آں چنانکہ آتش آں جوز ریز

ایک مرتبہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے منکر سماع علما سے کہا تھا کہ میں سماع سنتا ہوں اور علماء کی روایت کی بنا پر اس کو مباح کہتا ہوں۔ اس لئے کہ دردِ دل کا مریض ہوں اور سماع اس کی دوا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے شراب سے علاج کرنے کی ایسے وقت میں اجازت دیدی ہے۔ جبکہ ازالہ امراض کے لئے اور کوئی دوا نہ ہو اور حکیموں کا اس پر اتفاق ہو کہ تندرستی شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس اجازت پر میرے لاعلاج مرض کی دوا سرود سننا ہے لہذا اس کا سننا میرے لئے مباح اور تمہارے لئے حرام ہے۔

صحیح بخاری و مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں مسجد نبوی میں حضرت حسانؓ کے پاس سے گذرے۔ حسانؓ اس وقت شعر گنگنا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کی طرف غور سے دیکھا انہوں نے کہا کیا دیکھتے ہو میں اُن کے سامنے جو تم سے بہتر تھے۔ یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح یہاں شعر گنگنایا کرتا تھا۔

حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابتؓ۔ عبد اللہ بن رواحہؓ اور کعب بن مالکؓ تھے۔ ان تینوں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الشعراء یتبعھم الغاوون یعنی شاعروں کے پیرو گمراہ ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اُس کے آگے یہ نہیں فرماتا الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات یعنی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔

حافظ ابو عمر بن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس ثبوت کے لئے کافی ہے

ملا سیر الاقطاب

کہ مومنوں کو شعر کہنا نقصان دہ نہیں ہے۔

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ میں علمائے حجاز میں کسی کو ایسا نہیں جانتا جو منکر سماع ہو
(۲) شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ سماع صحابیوں اور تابعیوں سب نے سنا ہے۔ دف کے متعلق اس حدیث کو مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ احمد حنبل۔ دارقطنی۔ حاکم سب نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"حرام اور نکاح میں تمیز دف اور آواز کے ساتھ ہے"

(۳) توراۃ شریف جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ تمام و کمال نظم میں ہے۔ اس کی ہر دعا ایک خاص راگ یا راگنی میں مزامیر کے ساتھ گائی جاتی ہے

ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کے سرخیل و سرگروہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہوئے ہیں۔ جن کی ذات گرامی سے متاثر ہو کر کئی لاکھ آدمی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا قول و فعل چشتیوں کے لئے حجت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ سماع سنتے تھے۔ اُن کے جانشین قطب عالم حضرت بختیار کاکی کا انتقال بھی سماع میں ہی ہوا تھا۔ اُن کے جانشین شیخ العالم حضرت بابا صاحبؒ تھے آپ بھی سماع سنتے تھے۔ اور اس میں وجد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ بدرالدین غزنویؒ نے حضرت بابا صاحبؒ سے سوال کیا کہ سماع میں جو بے ہوشی ہوجاتی ہے۔ اس کی اصل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا!

(۴) "از آنکہ ندائے الست بربکم شنیدند بے ہوش گشتند۔ ازآں روز باز بے ہوشی در ایشاں مرکوز است۔ چوں سماع بشنوند آں بے ہوشی در ایشاں اثر کند۔ حیرت و حرکت در ایشاں ظاہر شود"

یعنی جب ارواح نے الست بربکم کی صدا سنی تو غلبہ کیف سے بے ہوش ہوگئیں پھر اس روز سے بے ہوشی ان میں مرکوز ہے۔ جب سماع سنا جاتا ہے تو وہ بے ہوشی اور کیفیت ان میں اثر کرتی ہے اور حیرت و حرکت ان سے ظاہر ہوتی ہے۔

اہل حال کے نزدیک عشق ایک مقام حیات ہے جب تک یہ انسان کو حاصل نہیں

---

(۱) حافظ ابن طاہر لسنہ خود (۲) قوت القلوب (۳) اسلام اور موسیقی۔
(۴) سیر الاولیاء ص ۴۹۹

Marfat.com

ہو جاتا۔ اس کو زندگی کی حقیقت کا علم نہیں ہوتا اور پھر عشق سے حاصل ہونے والا مجد و شرف بیان کی حدود میں نہیں سماتا۔

عقل و عشق میں بڑا فرق ہے۔ علماء اہل عقل ہیں اور فقراء اہل عشق۔ معلومات کی افراط سے دماغ تو بھر جاتا ہے لیکن دل کی تشویش بغیر عشق کے نہیں جاتی۔

بڑے سے بڑے عالم کے نہان خانۂ دل میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں شک و شبہ کی ایسی چنگاریاں موجود ہوں گی۔ جو اگر سلگ اٹھیں تو ذرا سی دیر میں سارے ایمانی ذخیرہ کو بھسم کر کے رکھ دیں۔ لیکن عاشق کے نزدیک شک و شبہ کوئی شے نہیں۔ اس کے دل میں یادِ محبوب کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ عشق کی آگ سب کو ختم کر دیتی ہے۔[1] اس کی زندگی ازل بداماں اور ابد نشاں ہوتی ہے۔ جب دوست کا ذکر سنتا ہے۔ حرکت کرتا ہے۔ غیر عاشق کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیئے فقرا اپنے مریدوں کے لیئے عشق مانگا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت بابا صاحبؒ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ دردِ محبت عطا فرمائے۔

جسے عشق نہیں ہوتا وہ فقرا کی اصطلاح میں مردہ کہلاتا ہے۔ ایک دن حضرت بابا صاحبؒ نے مجلسِ سماع سے پہلے اپنے مرید محمود پٹوہ سے فرمایا

[2] محمود تو مردہ یا زندہ؟

یعنے محمود تو مردہ ہے یا زندہ۔ اس کے بعد محفل سماع آراستہ ہوئی اور اس محفل میں حضرت بابا صاحبؒ پر بے حد گریہ طاری ہوا۔ اور کچھ دیر کے بعد غلبۂ حال نے وجد کی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت آپ کا دستِ مبارک مولانا سید بدر الدین اسحٰقؒ کے شانے پر تھا۔ اور وہ بھی آپ کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اسی حالت میں محمود پر پڑی عجب تاثیر تھی۔ جس نے محمود کی کایا پلٹ دی اور ان کو عشق سے زندگی مل گئی۔ وہ ایک دم کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے اندر کسی چیز نے وجد کرنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جناب محمود پٹوہ سماع کے رسیا ہو گئے۔ جہاں اور جب سماع ہوتا آپ پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے اور خوب رقص کرتے تھے۔

[1] العشق نار تحرق ما سوا المحبوب [2] سیر الاولیا صفحہ ۵۰۴

Marfat.com

رگوں میں گردش خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیاتِ سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبالؒ)

جو لوگ ذوقِ سماع نہیں رکھتے۔ ارسطو کے نزدیک اُن کی روحیں بیمار ہوتی ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے عشق کی دولت سے مالا مال فرمایا اُن پر سماع سُننا جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ سے کسی نے منکرین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

"یکے خاک و خاکستر شدہ دیگرے ہنوز در اختلاف است"

ایک تو خاک و خاکستر ہو گیا اور دوسرا ابھی اختلاف ہی میں ہے۔

ایک دن حضرت بابا صاحبؒ کا دل چاہا کہ سماع سُنیں اتفاق سے کوئی قوال موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا بدرالدین اسحاقؒ سے فرمایا وہ خط جو قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے بھیجا ہے۔ لاؤ اور سناؤ۔ حضرت مولاناؒ وہ تھیلا جس میں تبرکات رکھے جاتے تھے اٹھا لائے اور اس میں ہاتھ ڈال کر خط نکالا تو وہی مطلوبہ خط ہاتھ میں آیا۔ مولانا کھڑے ہوئے اور خط پڑھنا شروع کیا حمد و نعت کے بعد تحریر تھا۔

فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشاں است و از سر و دیدہ خاکِ قدم ایشاں۔

بس اتنا سننا تھا کہ حضرت بابا صاحب پر کیفیت طاری ہو گئی اور جب مولانا نے خط کی یہ رباعی پڑھنی شروع کی تو حضرت کا شدت گریہ سے عجب حال ہو گیا۔

آں عقل[1] کجا کہ در کمال تو رسد
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اسی طرح ایک دن آپ کو پھر سماع سُننے کا ذوق پیدا ہوا۔ قوال اُس وقت موجود نہ تھے۔ آپ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے فرمایا کہ تم نے ہانسی سے ایک خط ہم کو لکھا تھا۔ اس میں ایک رباعی درج تھی اگر وہ رباعی یاد ہو تو اس وقت سناؤ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کھڑے ہو گئے اور وہ رباعی حضرت کو سنائی جس کے سُننے سے حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ اس رباعی کی تکرار کرتے رہے۔

زاں روئے کہ بندہ تو دانند مرا
بر مردمکِ دیدہ نشانند مرا

(۱) فوائد الفواد، بحوالہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ روضۃ… ۱۴۳ سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۴

Marfat.com

لطف عامت عنایتے فرمود ورنہ[1] چہ کسم وخلق چہ دانند مرا

ایک دن حضرت خضر علیہ السلام بابا صاحبؒ کے پاس تشریف لائے۔ اسوقت آپ اپنے سجادہ پر تشریف فرما تھے۔ اور محفل آراستہ تھی اور سماع شروع ہونے والا تھا۔ آپ نے ان کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور باواز بلند یہ شعر پڑھا

عہ[2] صاحب روئے کجاست تا نمائم صد گریہ زارہ زیر بر خندہ خویش

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا۔ ایک دن حضرت بابا صاحبؒ اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے۔

عہ[3] نظامی آنچہ اسرار ست کہ از خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمیداند زباں درکش زباں درکش

یہاں تک کہ سارا دن گذر گیا۔ شام کو بھی بعد افطار آپ کی زبان مبارک پر یہی بیت تھی۔ پھر دوسرے دن صبح بھی آپ اس کو پڑھتے رہے جب آپ اس کو پڑھتے تو آپ میں ایک تغیر رونما ہوتا تھا۔ معلوم نہیں حضرت کے خیال میں کیا بات تھی اور حضرت کس چیز کے متعلق فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحبؒ کے ہاں محفل سماع تھی۔ قوالوں نے یہ اشعار گائے

نہ ہر تر دامنے راعشق زیبد نشانِ عاشقاں از دور پیداست
نظامی ناتوانی پارسا باش کہ نور پارسائی شمع دلہاست

اس پر حضرت بدرالدین غزنویؒ اور مولانا جمال الدین ہانسویؒ کو کیفیت ہوگئی۔ حضرت بدرالدین غزنویؒ بہت معمر اور ضعیف تھے لیکن سماع میں نوجوانوں کی طرح وجد کیا۔ کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے پوچھا۔ کہ یا حضرت! مولانا بدرالدین غزنویؒ تو بہت عمر رسیدہ اور کمزور بزرگ تھے۔ سماع میں وجد کیسے کرتے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا

عہ[4] اومی رقصد عشق می رقصد ہر کجا عشق است در رقص است۔

عہ[1] ورنہ کیئم وچہ ام چہ خوانند مرا عہ[2] سیر الاولیا صفحہ ۵۰
عہ[3] فوائد الفواد صفحہ ۱۰۱ عہ[4] سیر الاولیا صفحہ ۵۰۵

یعنے وہ وجد نہیں کرتے تھے۔ عشق رقص کرتا تھا۔ جس کو عشق ہے۔ اس کو رقص ہے
حضرت بدرالدین غزنویؒ کو بڑھاپے کے سبب ہلنا جلنا بھی مشکل تھا لیکن
جب سماع ہوتا تو

۱ چناں می رقصید ے کہ گوئی دہ سالہ کودک میرقصد"

یعنے اس طرح وجد کرتے تھے۔ جس طرح دہ سالہ بچہ ناچتا ہے۔

حضرت باباصاحبؒ کی مجلسِ سماع بڑی مؤثر اور بابرکت ہوتی تھی علمائے روزگار اور مشائخ ذی وقار اس میں شرکت کرنے کو فخر سمجھتے تھے اور اس میں جو نعمتیں اور برکتیں لوگوں کو حاصل ہوتی تھیں۔ اس کا کیا ٹھکانا ہے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک مجلس میں حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰق کو کیفیت ہوگئی۔ جس شعر پر آپ کو وجد ہوا۔ وہ یہ شعر تھا۔ جبہ و دستار پوش علماء جو سماع کے منکر ہیں۔ وہ ضرور اس پر غور کریں۔ کہ مولانا بدرالدین اسحٰقؒ فضلائے روزگار میں سے ایک تھے۔ کیا ان کو حرمت سماع کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔

۲ پیشِ سیاستِ غمش روح چہ نطق میزند
اے ز ہزار صعوہ کم پیش تو نواچہ میزنی

مجلس تو ختم ہوگئی۔ مگر مولانا کا عجب حال تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور جسم میں ایک ارتعاش تھا۔ اور آپ بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ آپ کے ذمہ جماعت خانہ کی امامت بھی تھی۔ جب اذان ہو چکی تو حضرت باباصاحبؒ نے مولانا رحؒ سے فرمایا۔ نماز پڑھاؤ۔ مولانا رحؒ نے نیت باندھی اور قرأت کی بجائے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ کرمانیؒ کا بیان ہے کہ

۳ مولانا نماز شروع کرد و تحریمہ بست و بجائے قرأت ہمیں بیت بزبان مبارک ایشاں گذشت بعدہٗ بے ہوش شد"

جب ہوش میں آئے تو باباصاحبؒ نے فرمایا۔ حاضرین کو نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ آپ نے پھر نماز پڑھائی۔

---

۱ سیرالاولیاء صفحہ ۵۱۵ ۲ سیرالاولیا صفحہ ۱۶۲ و اخبارالاخیار صفحہ ۷۶ پیشِ صلابت غمش روح نطق نمی زند۔ ۳ سیرالاولیا صفحہ ۱۶۲

Marfat.com

سماع کے متعلق آخری بات

ایک خاص گروہ کو صوفیا کے سماع سے قلبی بغض چلا آتا ہے۔ اور ہر زمانے میں یہ گروہ اللہ والوں کو ستاتا آیا ہے۔ درویش ان کی ان کہنی کا جواب نہیں دیتے اس لیئے جو ان کا دل چاہتا ہے کہتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جن علما کے سینوں کو کھول دیا ہے۔ انہوں نے حق بات کہنے میں کبھی دریغ نہیں کیا جیسا کہ فقہ کے امام علامہ شامی کا قول ہے کہ "صوفیا کے لیئے سماع اور ساز مباح ہے" نیز فرمایا "خبردار ان ساداتِ صوفیا کے سماع پر اعتراض نہ کرو۔ ورنہ ان کے فیوض و برکات سے محروم رہو گے"

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ سماع چار شرطوں کیساتھ سننا چاہیئے (۱) مسمع یعنے (گانے والا) نا بالغ لڑکا اور عورت نہ ہو۔ (۲) مسموع یعنے جو چیز سنی جائے وہ فحش اور ہزل نہ ہو (۳) مستمع یعنے سماع سننے والا کہ وہ یادِ حق سے غافل نہ ہو اور حق کے لیئے سماع سنے (۴) آلاتِ سماع میں چنگ و رباب وغیرہ حرام باجے نہ ہوں (دکھانے اور نماز کا وقت نہ ہو اس میں عورتیں شریک نہ ہوں)

خرقہ شیخ کی قسم

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی سماع سنا تو قسم ہے خرقہ شیخ کی اس کو حضرت شیخ کے اخلاق و اوصاف پر محمول کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت کی حیات میں سماع میں قوال نے یہ غزل شروع کی ۔

مخرام بدیں صفت مبادا — کز چشم بدت رسد گزندی

اور مجھ کو اخلاق پسندیدہ و اوصاف شیخ و کمال بزرگی و غایت فضل و لطافت ان کی یاد آئی۔ اور اس وقت ایسی حالت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ قوالوں نے چاہا اور آگے کچھ گائیں مگر مجھ کو اسی کی تکرار میں مزہ آتا تھا۔ یہ بیان کرتے وقت حضرت پر بے اختیار گریہ طاری تھا۔ حاصل کلام یہ کہ سماع اہل دل کے لیئے حلال ہے اور نااہل کے لیئے حرام ہے۔ لاہلہ حلال ولغیرہ حرام۔

Marfat.com

حضرت بابا صاحب کے فرمودہ چند

اوراد و وظائف

حضرت بابا صاحب کے فرمودہ چند اوراد و وظائف لکھنے سے قبل یہ گذارش کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو عمل کرنے سے پہلے اپنے ہادی و مرشد سے اجازت لے لیجئے اور مرشد نہ ہونے کی صورت میں کسی صاحب نعمت درویش سے اجازت حاصل کیجئے بے اجازت نہ پڑھیئے اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں اہل ذکر سے پوچھنے اور اجازت لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

بزرگوں کی اجازت کے بغیر عمل پڑھنے سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنی اجازت کے ساتھ انوار و اثرات منتقل کرتے ہیں خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ

۱ طاعتے و وردے کہ از نفس صاحب نعمتے پذیرفتہ شود ادائے آں را ذوقے دیگر است. باز فرمود کہ چند ورد است کہ من بر خود واجب کردہ ام و چند ورد دیگر است کہ از خواجہ خود یافتہ ام میان ہر دو تفاوت بسیار است ۔

یعنے جو طاعت اور ورد وظیفہ کسی صاحب نعمت شخص سے حاصل ہوتا ہے اس کے ادا کرنے میں ایک اور ہی راحت ہوتی ہے ۔

پھر فرمایا کہ چند ورد ہیں جن کو میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اور چند دوسرے ورد ہیں جو مجھے اپنے خواجہ (حضرت بابا صاحبؒ) سے حاصل ہوئے ہیں ان دونوں کی کیفیات و اثرات میں بہت بڑا فرق ہے ۔

شیخ نورانی ز حق آگاہ کند　　با سخن ہم نور را ہمراہ کند

---

۱ سیر الاولیاء صہ ۲۸۱

Marfat.com

ان تمہید کے بعد اب آپ سنیئے کہ

تعویذ: تعویذ کے معنی پناہ اور حفاظت کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسا نقش جس کو حاصل کرنے سے مطلوب و مقصود پورا ہو جائے۔

بزرگوں نے تعویذ لکھنے والے کے لئے یہ چار شرطیں ضروری قرار دی ہیں۔

(۱) طہارت ظاہری کی سختی سے پابند ہو اور ہمیشہ باوضو تعویذ لکھے فقرا کے ہاں طہارت کے چار درجے ہیں۔

(۱) یہ کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو نجاست سے پاک و صاف رکھے۔

(۲) اپنے اعضاء کو گناہ سے پاک کرے۔

(۳) اپنے دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرے۔

(۴) اپنے سر کو ماسوا اللہ سے پاک کرے۔

(۲) تعویذ لکھنے والا اپنی روزی حلال سے حاصل کرتا ہو۔

(۳) صحت عقیدہ رکھتا ہو۔

(۴) تعویذ لکھنے کی اجازت صحیحہ رکھتا ہو۔ تعویذ کی زکوٰۃ ادا کر چکا ہو۔

ان شرائط کے ساتھ جو تعویذ لکھا جائے گا۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ با اثر ہوگا۔ اور اثر تو مؤثر حقیقی کی عطا و بخشش ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین علیہ السلام کے گلے میں یہ الفاظ لکھ کر باندھے ہوئے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وھامة

ومن شر کل عین لامة

غزوہ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکر اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکے اور فرمایا۔

شاہت الوجوہ وکمنت الوجوہ

جس سے ایک دم سخت آندھی اٹھی اور سب کافر درہم برہم ہو گئے۔

دعا اور تعویذ کی اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت جناب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھ سے لوگ تعویذ لینے آتے ہیں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا

۱؎ "کار نہ بدست تست و نہ بدست من تعویذ نام خداست و کلام خدائے تعویذ ہمی نویس و می دہ۔"

یعنی کام بنانا نہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور نہ میرے۔ تعویذ خدا کا نام ہے۔ اور اسی کا کلام ہے۔ لکھ دیا کرو۔

حضرت بابا صاحبؒ رح کا وعدہ

حضرت بابا صاحبؒ کے ہاں تعویذ لکھنے کا کام حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰق ۲؎ کے سپرد تھا۔ ایک دن وہ موجود نہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے دل میں یہ خیال تھا کہ کسی دن حضرت بابا صاحبؒ سے تعویذ لکھنے کی اجازت لوں گا۔

تعویذ لینے والے لوگ کثرت سے جمع ہو گئے۔ تو حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو اپنے قریب بلایا۔ اور اپنے آگے سے دوات قلم اٹھا کر یہ ان کو دی اور فرمایا کہ

۳؎ "تعویذ نویس کہ مرید جہت دادن تعویذ مجاز می باید من ترا اجازت دادم کہ تعویذ نویسی و بہ حاجتمنداں بدہی"

یعنی تعویذ لکھ کر مرید کو تعویذ دینے کا بھی مجاز ہونا چاہیئے۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تعویذ لکھا کرو اور حاجتمندوں کو دیا کرو۔

اس حکم اور اجازت سے آپ تعویذ لکھ کر لوگوں کو دینے لگے۔ مگر اس دن تعویذ لینے والے اس کثرت سے آئے کہ آپ لکھتے لکھتے تھک گئے۔ جب حضرت نے یہ حال دیکھا تو آپ سے فرمایا۔

تو ہمیں زماں از نوشتن تعویذ ملول شدی در آنکہ حاجتمنداں بسیار بر

۱؎ فوائد الفواد صفحہ ۲؎ مزید الفواد صفحہ ۳؎ سیر الاولیاء صفحہ

در تو خواہند آمد و دعا التماس خواہند کرد حال تو چگونہ خواہد شد"
یعنی تو ابھی سے دعا مانگنے سے ملول ہو گیا۔ جب تیرے دروازہ پر حاجتمند کثرت سے آئیں گے۔ دعا و تعویذ طلب کریں گے اس وقت تیرا کیا حال ہو گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے یہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کیا

"مخدوم مرا بزرگ گردانید۔ و خلافت خود کہ بس بزرگ دولتے است مرا فرمود۔ و من مرد متعلم و از اختلاط دنیا پیوستہ متنفر بودم و ایں کار عہدہ بزرگ است اندازہ من بے چارہ نیست ہمیں ارادت مخدوم و نظر شفقت در کار من کافی است"

یعنی مخدوم نے مجھے بزرگی عطا فرمائی۔ اور اپنی خلافت سے جو بہت بڑی دولت ہے۔ سرفراز فرمایا میں بچارہ ایک طالب علم ہوں اور اختلاط دنیا سے ہمیشہ متنفر ہوں اور یہ عظیم عہدہ ہے۔ جو میری طاقت سے باہر ہے۔ حضور کی مریدی اور آپ کی نظر شفقت مجھے پوری طرح کافی ہے۔

یہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ

"ایں کار از تو نیکو خواہد آمد۔

یعنی یہ کام تجھ سے بہت اچھی طرح انجام پائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے پھر اپنی عاجزی اور درماندگی ظاہر کی جسے سن کر حضرت بابا صاحبؒ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور سلطان المشائخ کو قریب بلایا۔ اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور فرمایا۔

"نظام بدانکہ فردا مسعود بندہ را در درگاہ بے نیازی آبروے خواہد بود یا نہ اگر خواہد بود من با تو عہد میکنم کہ پائے در بہشت نہ نہم تا ایشاں را کہ تو بیعت دادہ باخود در بہشت نہ برم۔

یعنے نظام یہ سمجھ لو کہ قیامت کے دن درگاہ بے نیازی میں مجھ بندہ مسعود کی کچھ آبرو ہو گی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ جنت میں اس وقت تک قدم نہیں رکھوں گا

ما ۱ و ۲ سیر الاولیاء ص ۳۴۳ بحوالہ حسرت نامہ از مولانا ضیاء الدین برنی۔

Marfat.com

جب تک کہ تمہارے تمام مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں ۔

ما مذاریم غم دوزخ وسودائے بہشت
ہر کجا خیمہ زدی اہل دل آنجا آیند (سعدیؒ)

پھوڑے کا تعویذ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا جس کا نام محمد تھا۔ اس کے ہر سال نارو پھوڑا نکلا کرتا تھا۔ جس سے وہ بہت آزردہ اور پریشان تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں اجودھن جا رہا ہوں۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ حضرت سے میرے لیے تعویذ لیتے آنا۔ تاکہ اللہ تعالےٰ مجھے اس بلا سے نجات دے۔ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میں نے اس کے لیے تعویذ کی خواہش کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم ہی لکھ دو میں نے تعویذ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے اس کو ملاحظہ فرمایا اور پھر مجھے دیدیا جب میں واپس آیا تو وہ تعویذ اپنے پڑوسی کو دیا۔ پھر اس کو تمام عمر وہ پھوڑا نہ نکلا۔ کسی نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے پوچھا کہ آپ نے اس تعویذ میں کیا لکھا تھا۔ آپ نے جواب دیا۔

اللہ شافی۔ اللہ کافی۔ اللہ معافی [1]

سونٹ بروج بھی پھوڑے اور زخم وغیرہ کے لیے اکسیر ہے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرنا چاہیئے۔

صحتِ اعراب

امیر حسن علاء سنجری نے فوائد الفواد میں اور امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت باباصاحبؒ نے اپنے ہاتھ میں ایک دعا اٹھائی اور آواز دی کہ اس دعا کو کون یاد کرے گا؟ حضرت نظام الدین اولیا نے خیال کیا کہ حضرت کا اشارہ میری طرف ہے۔ لہٰذا آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور عرض

[1] فوائد الفواد ص ۶۲

کیا اگر حکم ہو تو بندہ اس دعا کو یاد کرلے۔ حضرت نے وہ دعا آپ کو عنایت کردی۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپ میرے سامنے پڑھ لیں۔ پھر حفظ کروں گا تاکہ دعا اعراب کی صحت کے ساتھ یاد ہو۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا پڑھو جب آپ نے دعا پڑھی تو اعراب کی صحت فرمائی۔ اگرچہ جس طرح حضرت نے پڑھا تھا۔ وہ بھی بامعنی تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ دعا آپ کو یاد ہوگئی۔ اور آپ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور دعا یاد ہوگئی ہے سن لیجئے۔

پھر آپ نے دعا پڑھی اور جس طرح حضرت نے اعراب کی صحت فرمائی تھی اسی طرح پڑھا جب آپ دعا سنا کر باہر آئے تو حضرت سید بدرالدین اسحٰق نے آپ کو تحسین کی۔ جس پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے کہا کہ

"اگر بیبند یہ کہ واضع ایں علم است و آں دیگراں کہ بانی ایں قواعد بودند بیا بیند و مرا گویند کہ ایں اعراب چناں نیست کہ خواندی من ہم چنیں خواہم خواند کہ شیخ فرمود مولانا بدرالدین فرمود کہ ایں آداب کہ تو نگہ میداری از ما ہیچ کس را میسر نیست"

لیجئے اگر سیبویہ کہ جو اس علم کا وضع کرنے والا، اور وہ دوسرے لوگ جو ان قواعد کے بانی تھے۔ آئیں اور مجھ سے کہیں کہ یہ اعراب اس طرح نہیں ہیں جس طرح تو نے پڑھا ہے۔ تب بھی میں اسی طرح پڑھوں گا۔ جس طرح میرے مخدوم نے فرمایا ہے۔

یہ سن کر مولانا بدرالدین اسحٰق نے فرمایا کہ یہ آداب جو تم ملحوظ رکھتے ہو ہم میں سے کسی کو میسر نہیں ہیں۔

اصل چیز صحیح عقیدہ ہے

مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے متعلق اعتقاد درست رکھے۔ کیونکہ اس راستے میں اصل چیز درست عقیدہ ہے جس طرح مومن اپنے صحیح عقیدہ کے سبب گناہ سے کافر نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح مرید اگر درست اعتقاد رکھے گا تو لغزش سے مرتد

امیر الاولیاء ص ۱۹۱

طریقت نہیں ہوگا۔

حضرت بابا صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کام میں اصل چیز درست عقیدہ ہے جو اچھا اور صحت مند اعتقاد رکھتا ہے وہ ضرور قابل ہوگا۔ اور اپنے صحیح عقیدہ کی بنا پر کچھ پالے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے درست عقیدہ کے متعلق یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص حضرت شیخ شبلیؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لیئے آیا آپ نے اُس سے فرمایا۔ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کہوں تجھے وہی کرنا ہوگا۔ اس نے اقرار کیا۔ پھر شیخ نے فرمایا۔ کلمہ پڑھ۔ اُس نے کلمہ پڑھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللّٰہ۔ آپ نے فرمایا یوں پڑھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ اُس نے فوراً اُسی طرح پڑھا۔ تو حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ

۱؎ شبلیؒ چیا گر کمینہ آں حضرت است۔ رسول اللہ ہماں است من با اعتقاد شما امتحان می کردم

یعنی شبلیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہے۔ رسول اللہ تو وہی ہیں میں تو صرف تجھ سے اعتقاد کا امتحان کرتا ہوں۔

اسی طرح ایک بار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن حضرت بابا صاحبؒ نے مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ کو آواز دی اور مولانا موصوف نماز میں تھے۔ اسی حالت میں نماز میں آپ نے بلند آواز سے فرمایا لبیک۔ پھر اسی محل میں فرمایا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک صحابی کو آواز دی وہ نماز میں مشغول تھے۔ بعد فراغت حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے پوچھا اتنی دیر میں کیوں آئے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے جب تم کو اللہ تعالیٰ کا رسول آواز دے فوراً جواب دو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اسی مناسبت سے فرمایا کہ

۲؎ فرمان شیخ ہم چو فرمان رسول است علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱؎ فوائد الفواد ص۲۲۲ و سیر الاولیاء ص۳۲۸ ۲؎ سیر الاولیاء ص۳۳۳ و فوائد الفواد ص۲۳۱

Marfat.com

یعنے فرمان شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان جیسا ہے۔
ایک دن حضرت سلطان المشائخ سے کسی نے سوال کیا۔ کہ ایک مرید ایسا ہے ہے کہ پانچ وقت نماز پابندی سے پڑھتا ہے اور معمولی وظیفہ پڑھ لیتا ہے۔ لیکن اپنے شیخ و مرشد سے بہت محبت رکھتا ہے۔ اور ان کی طرف سے اعتقاد صحیح رکھتا ہے۔ اور دوسرا مرید ایسا ہے کہ طاعت و عبادت کثرت سے کرتا ہے۔ ورد وظیفہ بھی بہت پڑھتا ہے۔ اور حج بھی کر آیا ہے۔ لیکن شیخ کی محبت اور صحیح عقیدہ ان کی نسبت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں سے کون بہتر اور اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔
ع۱ آنکہ معتقد و محب شیخ است بہتر۔ بعد ازاں بر زبان مبارک راند آنکہ محب و معتقد شیخ باشد یک وقت او بہ ہمہ اوقات آں متعبد سست اعتقاد شرف دارد۔
یعنے وہ بہتر ہے جو اپنے شیخ کا محب اور معتقد صحیح ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو محب و معتقد شیخ ہوتا ہے۔ اس کا ایک وقت اس متعبد سست اعتقاد کے سب اوقات پر شرف و فوقیت رکھتا ہے۔
ایک شخص حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں لکھنوتی سے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آنا ہوا۔ اور کیسے آنا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور میں لکھنوتی سے آیا ہوں۔ اور صرف دعا کرانے کے لئے آیا ہوں یہ سن کر حضرت نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور حاضرین سے بھی فرمایا۔ اس شخص کے لئے دعا کرو۔
کچھ دیر کے بعد آپ نے اس سے پھر پوچھا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔ کس غرض سے اتنا سفر کیا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور صرف دعا کرانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔
جب آپ نے اس کی یہ بات سنی تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا
ع۲ عقیدہ ہمچنیں باید۔ و نیز فرمود عقیدہ ایں کس بہ از فعل ایں کس است فعل لنفسہ باشد و عقیدہ لغیرہ؟
یعنے عقیدہ ایسا ہونا چاہیئے۔ پھر اس کے لیئے دعا کی اور فرمایا اس کا عقیدہ اس کے

ع۱ سیر الاولیاء ص۳۳۹ و فوائد الفواد ص ع۲ سیر الاولیاء ص۳۳۶

عمل سے اچھا ہے۔ کیونکہ فعل لنفسہٖ ہوتا ہے اور عقیدہ لغیرہٖ اور عقیدہ لغیرہٖ میں عمل بہترین ہو جاتا ہے۔

دعائے خاص

حضرت خواجہ نظام الدین نے فرمایا کہ ایک دن حضرت بابا صاحبؒ نے یہ دعا مجھ کو عطا فرمائی۔ اور کہا کہ اس کی مواظبت کرو تاکہ میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کروں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا دائم الفضل علی البریہ — یا باسط الدین بالعطیہ

یا صاحب المواہب السنیہ — یا دافع البلاء والبلیہ

صلی علی محمد وعلٰی آلہٖ البررۃ النقیہ واغفرلنا بالعشاء والعشیہ ربنا توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وصلی علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکۃ المقربین وسلم تسلیما کثیراً کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین

اس دعا کی مواظبت کے بعد حضرت بابا صاحبؒ نے کاغذ، قلم دوات منگائی اور مولانا سید بدرالدین اسحٰق سے فرمایا۔ لکھو۔ خود حضرت عربی بولتے جاتے تھے، اور مولانا لکھتے جاتے تھے۔ جب خلافت نامہ مکمل ہو گیا تو آپ نے دستخط کئے۔ مہر لگائی اور پھر مولانا نے دستخط کئے۔ اس کے بعد بابا صاحبؒ نے فرمایا اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجب الدین کو دکھا لینا۔ اور ان کے دستخط بھی کرا لینا۔

قابلِ طلب تین چیزیں

حضرت بابا صاحبؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مناجات کے وقت حضرت حق تبارک وتعالٰی سے یہ تین چیزیں مانگنی چاہیئں۔

از حضرت تو سہ چیز ہمی خواہم من — وقت خوش۔ آب دیدہ و راحت دل

ط سیر الاولیاء صہ ۱۱۶

اہم وقت

حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو لکھ کر دیا تھا۔ کہ
۱؎ میان نماز پیشین ونماز دیگر روز چہار شنبہ غنیمت دار
بدھ کے دن نماز ظہر و عصر کے درمیانی وقت کو اہم سمجھنا۔

ہر بیماری کے لیئے دُعا

فاتحہ الکتاب شفاء ولکل داءٍ (سورہ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے)

حضرت بابا صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے فرمایا کہ ایک لاکھ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھواؤ۔ چنانچہ آپ نے سب پیر بھائیوں کو جو اُس وقت جماعت خانہ میں موجود تھے ایک خاص تعداد پڑھنے کے لیئے بتا دی۔ اور خود بھی دس ہزار مرتبہ پڑھی اور فرمایا کہ حصول مراد کے لیئے خصوصاً شفائے امراض کے لیئے سورۃ فاتحہ کا ختم پڑھنا چاہیئے۔ صبح کی فرض و سنت کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ روزانہ سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھی جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے اور الرحمٰن الرحیم کی تین مرتبہ تکرار کرے۔ اور آمین تین مرتبہ کہے۔

قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ

حضرت بابا صاحبؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اگر کسی کو ایسی مشکل پیش آئے کہ کسی طرح حل نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہیئے کہ چاند کی پندرھویں شب کو چودہ تاریخ کا دن گذر کر بعد نماز عشا تازہ وضو کرے۔ قبلہ رخ بیٹھ کر انیس ہزار مرتبہ پڑھے۔ ذاللہ المستعان" اور ہر ہزار کے بعد سجدہ کرے۔ اور تین بار آمین کہے اور پھر اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ حق تعالیٰ اس مشکل آسان فرما دیں گے۔ اور اس

۱؎ سیر الاولیاء صد ۴۲۳ و فوائد الفواد صد ۲؎ سیر الاولیاء صد ۴۲۸ ۳؎ فوائد الفواد صد ۵۹
۴؎ فوائد الفواد صد ۲۷

Marfat.com

کے مقصد میں کامیابی ہو گی۔

حزبِ یمانی

یہ دعا افضل الادعیہ۔ سریع الاجابت۔ کثیر البرکت اور آیت من آیات اللہ ہے۔ تقریباً تمام اولیاء اللہ نے اس کو اپنا ورد بنایا ہے۔ اس میں آثار عجیبہ اور اسرارِ غریبہ اور اسمِ اعظم پوشیدہ ہے۔

(۱) اس دعا کی تلاوت کے وقت تین چار سجدہ کرنے ہوتے ہیں۔ اور حضرت بابا صاحبؒ کے حالات سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ آپ صبح کی نماز کے بعد اپنی خاص مشغولی کے دوران درانہ سجدے کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ورد میں یہ دعا تھی۔ جو آپ نے حضرت باباصاحبؒ سے حاصل کی تھی۔

(۳) حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰقؒ بھی اس دعا کا ورد کرتے تھے۔ اور آپ نے بھی یہ دعا حضرت باباصاحبؒ سے حاصل کی تھی

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم بلخیؒ کی دعا

حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم بلخیؒ نے خواب میں حضرت حق جل مجدہٗ کو دیکھا اور سوال کیا الٰہی تجھ سے کس طرح حاجات طلب کی جائیں۔ ارشاد ہُوا کب تک لغو حاجات کے پیچھے پھرے گا۔ پھر یہ دعا تعلیم کی

ال اللھم رضنی بقضائك وصبرنی علی بلائك واوزعنی شکر نعمائك واسالك تمام نعمتك ودوام عافیتك اللھم حببنی فی قلوب المومنین

دُعائے فریدی

یہ دُعا بھی حضرت باباصاحبؒ کے اوراد میں شامل تھی۔ اور آپ نے حضرت

---

(۱) سیر الاولیاء ص۲۲۲

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو عنایت فرمائی تھی۔

۱ الٰھی ضاقت المذاھب الا الیک وخابت الاٰمال الا لدیک وانقطع الرجاء الا عنک وبطل التوکل الا علیک رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین بحق انزلنا وبحق نزل کھٰیٰعص وحٰمٓ عٓسٓقٓ صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ اجمعین۔

دعائے سالک

۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ علی الاسلام الحمد للہ علی السنۃ والجماعۃ الحمد للہ الذی علمنا علماً نافعاً ولم یترکنا عمیان القلوب الحمد للہ علی الصحۃ والسلامۃ الحمد للہ الذی اذھب عنا الغضب و الحسد والحزن ولم یجعلنا من المغضوبین علیھم الحمد للہ بکلّ نعمۃ ودنیاءً دینا۔ الحمد للہ علی التوفیق والحمد للہ علی کل حال الحمد للہ علی نعمائہٖ فی السرّ والعلانیۃ الحمد للہ رب العلمین الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الحمد للہ الذی احلنا دار المقامہ من فضلہٖ

یہ دعا الٰہی حضرت بابا صاحبؒ کے ورد میں تھی۔ اور آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الٰہی کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دیگر

۳ اللّٰھم ادخل فی قلبی السرور واذھب عنا الھم والحزن

دیگر

۴ ربنا اٰمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین اللّٰھم اجعل من بین ایدینا نوراً ومن خلفنا نوراً وجعلہ

۱ سیر الاولیا ص۴۲۳ ۲ سیر الاولیاء ص۴۲۴ ۳-۴ سیر الاولیا ص۴۲۳

Marfat.com

فأیك أوضیاءً ودلیلاً الی جنّاتك النعیم ودارك دار السلام مع الذین انعمت علیهم من النبیّن و الصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولیٰك رفیقا

دیگر:- بسم الله الرحمٰن الرحیم

۱ـ اَللّٰهم ان نفسی تقویها وزکّها انت خیر من زکها انت ولیها ومولها فاغفرها واقبل معذرتها اللهم انت لی کما احب فاجعلنی لك کما تحب اللهم اجعل سیرتی طاهرة وخیراً من علانیتی طاهرة وصالحة اللهم ارزقنی حسن الاختیار وصدق الافتقار وصحبة الاخیار والابرار یا خالق الجنة والنار مناجاۃ

دُعائے مقبول،

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ حضرت باباصاحبؒ نے یہ دعا مجھے سکھائی تھی۔

۲ـ اللّٰهم ان دخل الشک فی ایمانی بک ولما علم به تبت عنه واقول لا اله الا الله محمد رسول الله اللهم ان دخل الکفر فی اسلامی ولما اعلم به تبتُ واقول لا اله الا الله محمد رسول الله اللهم ان دخل الشرک فی توحیدی بک لم اعلمُ به تبتُ عنه واقول لا اله الا الله محمد رسول الله. اللهم ان دخل الشبه فی معرفتی ایاک ولما اعلم به تبت واقول لا اله الا الله محمد رسول الله. اللهم ان دخل النفاق فی قلبی ولما اعلم به تبتُ عنه واقول لا اله الا الله محمد رسول الله۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله اجمعین۔

Marfat.com

نماز اشراق و چاشت و اوابین

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ حضرت باباصاحبؒ نے مجھے پہلے روز چھ رکعت نفل کی تعلیم دی تھی۔

(۱) دو رکعت نماز اشراق جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی خالدون تک ایک بار۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ آمن الرسول تا آخیر سورہ ایک بار پڑھنے کے لیے فرمایا۔

(۲) دو رکعت نماز استعاذہ بعد از اشراق جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورہ فلق ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ سورہ ناس ایک بار پڑھنے کے لیئے فرمایا۔

(۳) دو رکعت نماز استخارہ بعد از استعاذہ جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورہ کافرون ایک بار اور دوسری میں بعد سورہ فاتحہ اخلاص ایک بار پڑھنے کے لیئے فرمایا

پھر کچھ روز کے بعد اوابین کی چھ رکعت اور دو رکعت حفظ الایمان تعلیم فرمائیں نماز اوابین کی پہلی رکعت میں چھ مرتبہ سورۂ اخلاص ایک مرتبہ سورہ فلق اور دوسری میں چھ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ ناس پڑھے اور اسی طرح چھ رکعتیں پوری کرے اور بعد سلام سر سجدہ میں رکھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور چھ مرتبہ پڑھے (دو دو رکعت کی نیت باندھے)

اللھم ارزقنی توبۃ توجب محبتک فی قلبی یا محب التوابین

پھر حفظ الایمان کے دو نفل ادا کرے پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ ۲ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ فلق اور دوسری میں مرتبہ ۲ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ ناس پڑھے اور بعد سلام اسی طرح سجدہ میں سر رکھ کر سات مرتبہ کہے۔

یاحیی یاقیوم ثبتنی علی الایمان

Marfat.com

خوشحالی کا وظیفہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ ایک رات مجھے خواب میں حضرت باباصاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ اور آپ نے مجھے فرمایا کہ ہر روز یک صد مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

پھر ایک عرصے کے بعد میں نے کتب مشائخ میں لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص اس دعا کی مداومت کرے گا۔ بغیر اسباب خوش حال زندگانی گذارے گا۔

اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔ کہ جس نے یہ دعا دس مرتبہ پڑھی تو گویا اس نے دس غلام آزاد کئے۔

سورۃ نبا پڑھنے کا حکم

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت باباصاحبؒ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نظام بعد نماز عصر سورۃ نبا پڑھا کرو میں نے عرض کی ایک مرتبہ فرمایا پانچ مرتبہ۔

[1] ہر کہ بعد عصر ہر روز پانچ بار سورۃ نبا بخواند او اسیر حق شود شمارہ مدام ہم بریں باشید۔

یعنے جو کوئی عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ نبا (عم یتساءلون) پڑھتا رہے وہ اسیر حق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم ہمیشہ اس کی مواظبت کرنا۔

قرآن شریف حفظ ہو جانے کا وظیفہ

حضرت باباصاحبؒ کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی آپ کی خدمت میں آکر عرض کرتا کہ یا حضرت میں قرآن شریف حفظ کرنا چاہتا ہوں تو آپ اس کے لیے دعا کرتے اور پھر

[2] سیر الاولیاء صفحہ ۲۸۴ [3] فوائد الفواد صفحہ ۹۲ قول حضرت نظام الدین اولیاؒ

Marfat.com

اس کو ارشاد فرماتے کہ پہلے سورہ یوسف یاد کرو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالےٰ پورا قرآن شریف عطا فرمائے گا

دروازہ عشق کی کنجی

حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کے بڑے صاحب زادہ مجذوب ہوگئے تھے۔ ایک دن وہ ہوش میں تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کا یہ حال کس طرح ہوا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ حضرت باباصاحبؒ نے میرے والد سے فرمایا تھا کہ

ہر کہ سورہ یوسف یاد گیرد و آں را ہزار بار بخواند۔ الواب نعماے وولائے حق بر و کشادہ گردد۔[۱]

جو کوئی سورۂ یوسف کو یاد کرے اور اس کو ہزار مرتبہ پڑھے۔ اس پر نعمت حق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھ کر سورہ مذکور کو پورے ہزار مرتبہ پڑھا۔ یہ اس کا اثر ہے۔ جو تم دیکھتے ہو۔

قبولیت دُعا کا طریقہ

حضرت باباصاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ

[۲] اللہ یستحی من العبد ان یرفع الیہ یدیہ ویردھا خائبین

یعنے اللہ تعالےٰ حیا کرتا ہے۔ اپنے بندے سے کہ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کو پکارے اور وہ اُس کے ہاتھوں کو خالی اور نا امید واپس کر دے۔

فرمایا جو شخص گوشہ تنہائی میں جاکر تازہ وضو سے دو نفل پڑھے۔ بعد سلام آسمان کی طرف منہ کرے اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ایک سو مرتبہ یارب کہے تو جو دعا مانگے قبول ہو۔ اور اگر ایک ہزار مرتبہ پڑھے یقیناً مراد پوری ہوگی۔

---

۱ سیر الاولیا ص ۴۳۸ ۲ سیر الاولیاء ص ۴۲۹ ۳ سیر الاولیا ص ۴۲۷ ۴ سیر الاولیاء ص ۴۲۸

Marfat.com

کشائش رزق کا وظیفہ

حضرت بابا صاحبؒ تنگی معاش دُور کرنے کے لیئے لوگوں کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سوتے وقت سورہ جمعہ تلاوت کیا کرو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ ہر شب پانچ مرتبہ سورہ جمعہ پڑھنا چاہیئے

شب برات کے نفل

درویشوں اور فقیروں کے لیئے یوں تو ہر شب شب برات ہوتی ہے مگر سال میں چند مخصوص اور خطاب یافتہ راتیں ایسی بھی ہیں۔ جن میں عوام کو بھی بیدار رہ کر طاعت وعبادت کرنی چاہیئے۔ ان راتوں میں ایک شب شب برات بھی ہے۔ مرشدانِ کامل اپنے مریدین کو غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک بیدار رہنے اور [illegible] ادا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحبؒ بھی اس رات جماعت کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے کسی نے پوچھا نفل بھی جماعت کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بعض مشائخ اور بزرگوں نے بھی جماعت سے پڑھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شب برات میں حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ

۱ نمازے کہ دریں شب آمدہ است بجماعت بگذارد تو امامت کن
ہمچناں کردہ شد۔

یعنے نماز جو آج رات کے لیئے ہے۔ جماعت سے پڑھو۔ اور تم امام بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تھا۔

نوٹ:۔ اس رات صلوٰۃ التسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اور بعد نماز مغرب تین مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھنی چاہیئے۔

(۱) بہ نیت کفارہ گناہاں (۲) بہ نیت درازی عمر (۳) بہ نیت ترقی رزق اور [illegible] کا ارشاد ہے کہ ۱۰ رکعت نماز پڑھنی چاہیئے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ۱۰ مرتبہ سورۃ اخلاص اور ۱۰۰ مرتبہ یہ کلمہ بھی اس رات پڑھنا چاہیئے۔

۱ فوائد الفواد ص ۸۸

Marfat.com

لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔

حضرت بابا صاحبؒ کے اقوال مبارک

ہم یہاں حضرت بابا صاحبؒ کے چند اقوال پیش کرتے ہیں۔ چونکہ علم عمل کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان پر عمل کی کوشش کیجئے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) فرمایا[۱] دین کی حفاظت علم کے ساتھ کر۔

(۲) عدل و انصاف میں عزت و حشمت ہے۔

(۳) جو درویش مالدار ہونا چاہتا ہے۔ وہ صرف حریص ہے۔

(۴) امام شافعی کا قول ہے کہ میں دس سال صوفیا کرام کی خدمت میں رہا تو مجھے معلوم ہوا کہ وقت کیا چیز ہے۔

(۵) علماء اشرف الناس ہیں۔ اور فقراء اشرف الاشراف ہیں۔

(۶) درویش علما میں ایسا ہے جیسے آسمان پر ستاروں میں چودھویں رات کا چاند

(۷) رذیل ترین آدمی وہ ہے جو ہر وقت کھانے اور کپڑوں میں مشغول رہے

(۸) نفس کی خواہش پوری نہ کر۔ ورنہ اس کی طمع بڑھ جائے گی۔

(۹) جاہ و مال کے لیئے جان کا خطرہ مول نہ لے۔

(۱۰) موت کو کسی وقت مت بھول۔

(۱۱) قیاس پر بات مت کہہ۔

(۱۲) اپنے آپ کو حب جاہ میں بے عزت نہ کر۔

(۱۳) اپنی خاندانی عزت کا خیال رکھ۔

(۱۴) نیکی کرنے کے لیئے بہانہ ڈھونڈ۔

(۱۵) متکبر آدمی کے سب لوگ دشمن ہو جاتے ہیں

(۱۶) اپنی اندرونی حالت کو ظاہری حالت سے اچھا رکھ۔

(۱۷) دولتمندوں کے پاس بیٹھے تو اپنے دین کو نہ بھول۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۷۴-۷۵

Marfat.com

(۱۸) ذلت کا کوئی بدل نہیں۔
(۱۹) ہنر ذلت سے بھی حاصل کر۔
(۲۰) دشمن کی دشمنی اس سے مشورہ کرنے میں ٹوٹ جاتی ہے۔
(۲۱) کوئی مصیبت جب خدا کی طرف سے آئے گی۔ تو تو اس سے بھاگ کر کہاں جائیگا۔
(۲۲) اگر درویش فاقہ سے مر جائیں تو بھی لذت نفس کے لیئے قرض نہیں لینے۔
(۲۳) دشمنوں کو حتے المقدور راضی کرو۔
(۲۴) قرض کو جتنی جلدی ہو سکے ادا کر دو۔
(۲۵) کچھ دیر دو آدمیوں کا باہمی تبادلہ خیالات ایک اکیلے آدمی کے دو سالہ غور و فکر سے بہتر ہے۔
(۲۶) اپنا نیک و بد مخفی رکھ۔
(۲۷) ایسی کوشش کر کہ مرنے کے بعد زندہ و جاوید ہو جائے۔
(۲۸) اپنی حرارت عملی کو لوگوں کی سرد باتوں سے ٹھنڈا نہ ہونے دے۔
(۲۹) نامرادی کا داغ مردوں کے لیئے شب معراج ہے (سبحان اللہ)
(۳۰) صوفی وہ ہے جس سے ہر چیز صاف ہو جائے اور اس کو کوئی شے مکدر نہ کر سکے
(۳۱) جیسا تو ہے۔ ویسا ہی لوگوں پہ ظاہر کر۔ ورنہ اصلیت خود بخود کھل جائے گی۔
(۳۲) احمق کو زندہ مت سمجھ۔
(۳۳) فرمایا وہ چیز فروخت نہ کر جو خریدی نہ جا سکتی ہو۔
(۳۴) ہر ایک کی روٹی نہ کھا البتہ ہر ایک کو کھلا دے۔
(۳۵) ہر وقت زیب و زینت میں مصروف نہ رہ۔
(۳۶) فرمایا کسی وقت بھی نفس سے لڑائی کو ختم نہ کر۔
(۳۷) جو تجھ سے خوف زدہ ہے تو بھی اس سے بے خوف نہ رہ۔
(۳۸) فرمایا دروغ نما راستی ترک کر دے۔
(۳۹)[1] عاقل نما نادان سے علیحدہ رہ۔
(۴۰) جو چڑیوں کو دانہ ڈالتا ہے ایک دن ہما بھی اس کے دام میں پھنس جاتا ہے۔
(۴۱) اگر تم بزرگانہ مرتبہ کے خواہشمند ہو۔ تو بادشاہ زادوں اور امیروں کی صحبت

[1] مندرجہ بالا اقوال سیر الاولیا میں ہیں۔

Marfat.com

سے پرہیز کرو۔

(۴۲) فرمایا تدبیر میں نقصان اور تسلیم و رضا میں سلامتی ہے۔

(۴۳) بلا کو ہوس کا نتیجہ سمجھ۔

(۴۴) گناہ پہ شیخی نہ کر۔

(۴۵) دل کو شیطان کا کھلونا نہ بنا۔

(۴۶) تیرا دل جس کی بدی کی گواہی دے اس کے پاس سے فوراً اُٹھ جا۔

(۴۷) ہر روز نئی نعمت کی تلاش میں رہ۔

(۴۸) فرمایا سبکساری اور درشت مزاجی کو اپنی کمزوری سمجھ۔

(۴۹) اپنی طاقت پہ گھمنڈ نہ کر۔

(۵۰) مغرور سے تکبر برتنا چاہیئے۔

(۵۱) خدا ترس وزیر کو ملک کا انتظام سپرد کر دے۔

(۵۲) دوست کو تواضع کے ساتھ خوش کر۔

(۵۳) اپنے عیبوں سے واقفیت حاصل کر۔

(۵۴) ذلت کا کوئی بدل نہیں۔

(۵۵) آرام کا خواہشمند ہے تو حسد نہ کر۔

(۵۶) جو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتا ہے اُس کو اپنا سمجھ۔

(۵۷) حق تعالےٰ سے ساتھ کر سب لیتے ہیں اور وہ دیتا ہے اُس کی دین کوئی روک نہیں سکتا۔

(۵۹) فرمایا سات سو بزرگوں سے یہ چار باتیں پوچھیں ہر ایک کا یہی جواب تھا۔

(۱) سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ فرمایا تارک الدنیا

(۲) سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ فرمایا جو کسی سے متغیر نہ ہو

(۳) سب سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا قانع

(۴) سب سے زیادہ مفلس کون ہے؟ فرمایا حریص

(۵۹)[1] گر مرگ بہ شب نماز بسیار کنی ... در روئے دوائے شخصے بیمار کنی

(۱) تاریخ فرشتہ و سیر الاولیا

Marfat.com

تا دل نہ کنی ز غصہ و کینہ خالی — صد خرمن گل بہ سر یک خار کنی
اے مدعی بدعوی چندیں مکن دلیری — یک حرف را ز معنی سہ صد جواب باشد

(۶۰) جب فقیر نیا لباس پہنے تو یہ سمجھے کہ کفن پہنا ہے
(۶۱) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
(۶۲) ایک جذبہ جذبات حق سے دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ کے چند اشعار

شعر و سخن کا ملکہ خداداد ہوتا ہے۔ اس میں علم و فضل کا کچھ دخل نہیں۔ بعض لوگ اکتسابی طور پر بھی شعر کہہ لیتے ہیں۔ مگر ایسے اشعار قبولیت عام اور شہرت دوام شاذ و نادر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ
علماً اور اکتساباً جو شعر کہا جاتا ہے وہ اگرچہ قواعد و ضوابط شعری پر پورا اترتا ہے۔ مگر عام طور پر درد و اثر سے خالی ہوتا ہے۔ شعر کی روح سوز و گداز ہے۔ اور بغیر عشق و محبت کے سوز و گداز پیدا نہیں ہوتا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں ہیں جو انسان کو کمال رفعت تک پہنچاتی ہے
عقلؑ علمؑ عشقؑ

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو عقل و علم کے بعد ایک اور عطیہ یعنی عشق عطا فرماتا ہے تو اس کو کسی اہل دل کی صحبت سے منسلک کر دیتا ہے۔ اہل دل سے مراد عاشقان الٰہی ہیں ورنہ گوشت کا لوتھڑا تو سور اور کتے کے بھی ہوتا ہے۔
اہل دل کی صحبت سے عشق کی سرفرازی حاصل ہوتی ہے۔ اور خصوصاً چشتیوں میں تو عشق و سماع ہی قرب حق حاصل کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ اگرچہ راہ عشق سخت مشکل ہے مگر مقام پر جلد پہنچ جانے کا بہترین ذریعہ ہے

منزل عشق ہے دور و دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

الد حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے عشق کی تعریف میں فرمایا ہے کہ

Marfat.com

اے برادر عشق مرکبے ہست کہ بیک تگ از دو عالم بیرون شود و جولان در لامکاں کند۔

یعنے اے بھائی عشق ایک ایسی سواری ہے جس کی ایک دوڑ دونوں عالم کو عبور کر جاتی ہے۔ اور اس کی جولانیاں لامکان تک پہنچتی ہیں۔

اور مولانا روم نے تو عشق کو تمام ظاہری اور باطنی بیماریوں کا طبیب فرمایا ہے

عشق و محبت میں خود بخود انسان پہ ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جس میں وہ اشعار سنتا بھی ہے۔ اور کہتا بھی ہے۔ عاشق کبھی گانا سنتا ہے اور اپنے حسب حال کسی شعر پہ رقص و وجد کرتا ہے۔ اور اس کی تکرار میں مزہ آتا ہے۔ اور کبھی خود شعر کہتا ہے۔ اور یہ حال تقریبا سب عاشقوں پہ گذرتا ہے۔ اور ہمارے مشائخ جو صوفیاں عاشق ہوئے ہیں۔ اسی کیف و حال میں گانا سنتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے خود بھی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

ہم باب سماع میں تحریر کر آئے ہیں۔ کہ حضرت باباصاحبؒ کی زبان مبارک سے ایسے اوقات میں کبھی شعر کہے جاتے تھے یا آپ دوسروں سے شعر سنتے تھے عربی۔ فارسی۔ ہندی۔ پنجابی زبانوں میں آپ سے کچھ اشعار منسوب ہیں۔

اور یہ آپ کی مادری زبان فارسی تھی۔ مگر کمال علم اور کثرت سیاحت کی وجہ سے آپ کو کئی دوسری زبانوں پہ بھی عبور تام حاصل تھا۔ عربی تو آپ اہل زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔ دیکھیے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا وہ خلافت نامہ جو حضرت باباصاحبؒ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

فارسی و عربی کو چھوڑ کر جس میں چند اشعار آپ سے منسوب ہیں پنجابی زبان زبان میں ایسے اشعار کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ اشلوک فریدی کے نام سے موجود ہے۔ جس میں فرید تخلص بھی پایا جاتا ہے۔ اسی تخلص کے سبب لوگوں کو یہ گمان ہے کہ یہ اشعار حضرت باباصاحبؒ کے ہیں۔ فرید نام کے تین بزرگ مشہور ہیں۔ حضرت بابا فریدؒ۔ ابراہیم فرید ثانی خواجہ غلام فرید۔ موخرالذکر دونوں پنجابی کے

۱؎ قول حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ

Marfat.com

بہترین شاعر ہوئے ہیں۔ تعجب نہیں کہ ان کے کلام کو حضرت باباصاحبؒ کا کلام بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔

چند معقول دلائل کی بنا پر یہ مجموعہ اشلوک فریدی حضرت باباصاحبؒ کا کلام متحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت شیخ ابراہیم عرف برہم فرید ثانی کا کلام ثابت ہوتا ہے۔ جنہوں نے اس طرح دوہوں کے ذریعہ حضرت باباصاحبؒ کے حالات زندگی، تعلیمات، و مجاہدات کو لوگوں تک پہنچایا ہے۔ اب یہ دلائل آپ بھی سنیئے۔

سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں ایک سو بارہ اشلوک اور چار شبد ہیں جن کو حضرت باباصاحبؒ کا کلام بتایا جاتا ہے۔ مگر خود سکھوں کا اہل علم طبقہ ان اشلوک اور شبد کو باباصاحبؒ کا کلام نہیں مانتا۔ بلکہ دیوان شیخ ابراہیم عرف برہم فرید ثانی کا کلام بتاتا ہے جو آستانہ عالیہ حضرت باباصاحبؒ کے بارھویں سجادہ نشین تھے اور پنجابی زبان کے نادرالکلام شاعر تھے۔ اور فرید تخلص کرتے تھے۔

گورو نانک خود فقیر تھے اور فقیروں سے محبت کرتے تھے۔ وہ جہاں بھی جاتے فقراء کے پاس ٹھہرتے اور انہی کی مجلس کو پسند کرتے تھے۔ جب وہ پاکپتن شریف آئے تو یہاں دیوان شیخ محمد ابراہیم فرید ثانی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور وہ ان سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ان کا کلام اپنے ہمراہ لے گئے۔

[1] صاحب گلزار فریدی کا بیان ہے کہ

"بابانانک صاحب جو اقوام ہندو کا پیشوا ہے۔ ان کے ساتھ گفتگو ان کی ہوئی۔ چنانچہ بابانانک نے کلام حضرت کے درج اپنی پوتھی و گرنتھ ہائے ہیں کرے ہے۔"

کاہن سنگھ نابھ جنہوں نے انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر لکھی ہے اس کلام کو جو گرنتھ صاحب میں ہے فرید ثانی کا کلام بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

[2] سری گورو نانک جی دی ملاقات شیخ برھم (ابراہیم) جی نال ہوئی جنہاں دے نال فرید ثانی۔ بلکہ ثالث فریدہیں۔ بنایا دسا کھیاں تے نانک پرکاش وچ شیخ برھم ہی نال آوندا اے۔ فرید ثانی دا ویہہ ان سمت ۱۶۱۰ وچ ہویا اے۔ ایس لئے

[1] گلزار فریدی صفحہ ۹۲ [2] انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۲۹ ۲۴

Marfat.com

گورو نانک دے سماکی سن۔ شیخ فرید ثانی دی بانی گورو گرنتھ وچ درج ہے۔

اسی طرح اس خیال کی تائید مزید کہ یہ کلام حضرت بابا صاحبؒ کا نہیں ہے بلکہ شیخ ابراہیم فرید ثانی کا ہے۔ مسٹر جے ایس مدان کی مشہور کتاب "پنجابی صوفی شعراء" سے ہوتی ہے۔ جس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ گرنتھ صاحب کے ایک اشلوک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ کا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے کسی جانشین کا ہے۔ یہ جانشین بلاشبہ فرید ثانی تھے۔ اشلوک یہ ہے۔

شیخ جب تی جیہ، نہاں کوئی تھیر رہیا جتھے اساں ہاں بیٹھے کئی بیس گیا

یعنی اے شیخ دنیا میں کسی کو بقا نہیں ہے۔ سب کو فنا ہے۔ جس گدی پہ آج ہم بیٹھے ہیں اس سے پہلے کئی بیٹھ گئے ہیں۔

مسٹر میکس ارتھر میکالف (MR MAURTHER MACAULIFFE) نے اپنی کتاب سکھ مذہب (SIKH RELIGION) میں لکھا ہے کہ

گرنتھ میں جو اشلوک بابا فرید سے منسوب ہیں وہ یقینی طور پر شیخ برہم کے ہیں۔ (فرید ثانی) کیونکہ بابا نانک کی ملاقات شیخ برہم ہی سے ہوئی اور انھوں نے بابا نانک کو اپنا کلام دیا۔

نیز اشلوک فریدی کو جب ایک صاحب علم و فہم اور سخن گو اور سخن سنج آدمی پڑھتا ہے تو اس کی زبان ترتیب الفاظ۔ روزمرہ۔ محاورات وغیرہ میں یکسانیت نہیں پاتا اور جو زبان و الفاظ اس میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے کے معلوم نہیں ہوتے۔

اس سلسلے میں ایک قابلِ غور بات یہ بھی ہے۔ کہ سیر الاولیاءؒ (جو حضرت بابا صاحبؒ کے حالات میں اول اور معتبر ماخذ ہے) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی اور کسی جگہ اپنے آپ کو فرید نہیں فرمایا۔ اگر آپ کا تخلص فرید ہوتا تو آپ اس کو ضرور استعمال کرتے اول تو قصداً انی۔ انا اور میں کا لفظ استعمال ہی نہیں کرتے۔ اگر ضرورتاً کہیں ایسا کرنا مقصود ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں۔ فقیر کہتا ہے۔ یا فقیر کا خیال یوں ہے۔ یا عاجز یا بندہ عرض پرداز ہے وغیرہ وغیرہ

PANGABI SOOFI POET ؎ شیخ شیوخ العالم ص۲۱۲

Marfat.com

حضرت بابا صاحبؒ کے حالات میں سرف تین مقام ایسے ہیں جہاں آپ کی زبان مبارک سے ایسے جملے ادا ہوئے ہیں۔ تو اس میں آپ نے اپنے تئیں مسعود کہا ہے فرید نہیں، کیونکہ محقق نام فریدالدین مسعود ہے۔ فریدالدین فرید نہیں۔

سب سے اوّل حضرت بابا صاحبؒ کا وہ خلافت نامہ ہے جو آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو عطا فرمایا تھا جس میں آپ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مثال خلافت میری طرف سے ہے۔ تو الفاظ یہ استعمال فرمائے ہیں من الفقیر المسعود یعنے ایں مثال¹ از فقیر مسعود تمام شد۔

دوسرا مقام وہ ہے جہاں حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کل قیامت کے دن اگر مجھ بندہ مسعود کو بارگاہ بے نیاز میں عزت حاصل ہوئی تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم کو اور تمہارے سب مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں گا۔ جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

۲؎ فردا مسعود بندہ را در درگاہ بے نیازی آبرد ئے خواہد بود یا نہ اگر خواہد بود
من با تو عہد میکنم کہ پائے در بہشت نہ نہم تا ایشاں الخ

تیسرا مقام وہ ہے کہ جب حضرت مولانا بدرالدین غزنویؒ جو آپ کے پیر بھائی اور حضرت بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے ساتھ ایک دعوت میں لے گئے تھے۔ جہاں کئی قسم کے میٹھے سلونے لذیذ و مچرب کھانے تھے۔ آپ نے اُس میں سے صرف چند لقمے لیئے تھے اور فرمایا تھا کہ

۳؎ مسعود تو اپنا شکم لقمہ چرب و شیریں سے فربہ کرتا ہے۔ قرب خدا کیسے حاصل ہوگا۔

حضرت شیخ علاؤالدین موج دریارحؒ کے ذکر میں آپ نے پچھلے صفحات میں پڑھا ہے کہ وہ صغیر سنی میں کھیلتے ہوئے حضرت بابا صاحبؒ کے سجادہ پر جا بیٹھے تھے جن کو دیکھ کر حضرت علیہ خادم نے دانتوں میں اُنگلی دبائی تھی۔ اور حضرت باباصاحبؒ نے بلکہ حضرت علاؤالدین کو اپنے سجادہ پر بیٹھے دیکھا تھا تو مقامی زبان میں فرمایا تھا۔

۴؎ مسعود نتھی یعنے بگذارید تا بنشیند
یعنے چھوڑ دو سے بیٹھا رہنے دو۔

۱؎ سیرالاولیاء صہ ۱۱۹ ۲؎ سیرالاولیاء صہ ۳۸۹ ۳؎ خیر المجالس ۴؎ سیرالاولیاء صہ ۱۹۲

Marfat.com

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ الفاظ کس زبان کے ہیں اور ان کی حیثیت کیا ہے؟
حضرت بابا صاحبؒ نے ۱۲ سال ہانسی میں اور ۲۴ سال اجودھن میں گذارے ہیں۔ کھتوال کا مجموعی زمانہ قیام ۱۸ سال ہوتا ہے۔ اور کھتوال ضلع ملتان میں ہے۔ اور ملتان میں بھی آپ نے دو سال تو طالب علمی کے زمانے میں گذارے ہیں اور یوں بھی آپ کا وقت وہاں گذرا ہے۔
صغر علی چشتی نے جواہر فریدی میں ایک دو دوہے لکھے ہیں۔ ان دوہوں پر ہندی کا اثر غالب ہے۔
الغرض ہم نے حضرت بابا صاحبؒ کے پنجابی کلام کے متعلق چند نمونے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ آپ خود ذوقِ سلیم کے ساتھ فیصلہ کریں۔
سیر الاولیاء وغیرہ کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عالمِ ذوق و شوق میں حضرت بابا صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے جب کوئی شعر ادا ہوا ہے۔ تو صاحب کتاب نے اس کو اس طرح درج کیا ہے

(۱) بزبانِ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدینؒ گذشتہ است۔

(۲) ایں بیت خواند۔

(۳) بزرگے گفتہ است۔

مصنف لطائف اشرفی نے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے ان تینوں طریقوں پر اشعار لکھنے کی تشریح یوں کی ہے کہ جو شعر حضرت بابا صاحبؒ کا اپنا تھا۔ وہ نمبر ۱ کے اس طرح لکھا گیا ہے کہ

"بزبانِ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین گذشتہ است"

اور جو شعر آپ کا اپنا نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کا ہے وہ بعد کے دونوں طریقوں میں سے کسی پر لکھا گیا ہے یعنی ایں بیت خواند یا بزرگے گفتہ است۔ اگرچہ ان کی اس تقسیم سے غور و فکر کی جدید راہیں کھلتی ہیں۔ مگر ان اشعار میں ہم جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ شعر دیکھتے ہیں تو ہماری رائے اس سے مختلف ہو جاتی ہے۔

رضینا قسمت الجبار فینا   لنا علم وللجہال مالٗ

آخر میں ہم بابا صاحبؒ کے چند اشعار سیر الاولیاء وغیرہ سے آپ کی خدمت میں

Marfat.com

پیش کرتے ہیں۔

دوسینہ ریشم[1] دل حزینم بگرفت ‌ ‌ ‌ واندیشہ یار نازنینم بگرفت
گفتم بسر و دیدہ روم بر در تو ‌ ‌ ‌ اشکم بارو دیدہ آستینم بگرفت

اے[2] مدعی بدعویٰ چندیں مکن دلیری
یک حرف را از معنی صد جواب باشد

★ ★ ★

المباحثۃ[3] بین الاثنین ‌ ‌ ‌ خیر من تکرار السنین

★ ★ ★

ان[4] ارذل الناس ‌ ‌ ‌ من اشتغل بالاکل والباس

★ ★ ★

خورش[5] دہ بگنجشک و کبک و حمام ‌ ‌ ‌ کہ ناگاہ ہمائے درافتد بدام

★ ★ ★

بقدر[6] رنج یابی سروری را ‌ ‌ ‌ بشب بیدار بودن جہتری را

★ ★ ★

صاحب سیر الاولیا امیر خورد کرمانی کا قول ہے کہ یہ رباعی حضرت باباصاحبؒ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

[7] از نور جمال مرد مطلق خیزد ‌ ‌ ‌ از شوق خدا اگرچہ رونق خیزد
ایں خاطر مرداں چہ عجائب بحر ایست ‌ ‌ ‌ چوں موج زند ہمہ انا الحق خیزد

امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء میں حضرت باباصاحبؒ کی زبان سے ایک دوہرہ[8] لکھا ہے۔ جب تک اس دوہرہ لکھنے کا پورا واقعہ نہ لکھا جائے کچھ سمجھ میں نہ آئیگا لہذا ہم اس واقعہ کو لکھتے ہیں کہ

ایک روز امیر خورد کرمانی حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی خدمت میں جا رہے تھے۔ راستے میں ان کو ایک شخص ملا اور اس نے ان سے پوچھا کہ آپ

---

[1] [2] [3] سیر الاولیاء صہ۷ [4] سیر الاولیا صہ۷ [5] سیر الاولیا صہ۷ [6] سیر الاولیا صہ۷
[8] سیر الاولیا صہ۲۶۷

Marfat.com

کہاں جا رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں حضرت مخدوم صاحبؒ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میرا ایک پیغام حضرت کی خدمت میں پہنچا دینا کہ میں پہلے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا عرس کیا کرتا تھا۔ تو مخدوم ازراہ مہربانی اس میں شرکت فرماتے تھے۔ مگر نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ سے وہ شفقت چھوڑ دی ہے۔ آپ بزرگ ہیں چھوٹوں پر مہربانی کرنا چاہیئے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں دولت آباد میں لوگوں سے بیعت لیتا تھا۔ مگر مجھے مولانا شہاب الدین امامؒ نے منع کر دیا۔ اور میں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ تو میرا اٹھارہ سالہ لڑکا مر گیا۔ میں نے اس سے سمجھا کہ چونکہ میں نے یہ نیک کام بند کر دیا اس لیے اس مصیبت میں گرفتار ہوا۔ لہذا میں نے یہ کام پھر شروع کر دیا۔

میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ حضرت نے سن کر فرمایا یہ ایک ایسا معاملہ ہے۔ کہ کل قیامت کے روز اس کو سلطان المشائخ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بغیر اجازت مرید کرتا ہے۔ اور مجھے اتنی خبر ہے۔ کہ قصبہ ... میں ایک درویش تھا۔ وہ اپنے آپ کو حضرت سلطان المشائخ کا مرید بتایا کرتا تھا۔ اس نے اس نعمتِ مریدی پہ بس نہ کی۔ اور اپنے آپ بغیر اجازت لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا

"او ایمان سلامت نہ برد"

یعنے وہ ایمان سلامت نہ لے گیا۔

پھر مخدوم صاحب نے فرمایا۔ جب یہ کام اتنا اہم ہے۔ تو پھر چند روزہ عمر کو اس طرح کیوں نہ بسر کرے کہ اس کی عبادت و ریاضت سے حق تعالےٰ کے علاوہ کوئی واقف نہ ہو۔ تاکہ ایمان سلامت لے جا سکے۔ اس شخص سے کہنا کہ یہ کام جو تو کرتا ہے اس حلوائے شیریں کی مانند ہے .... کہ جس کا ظاہر بہت میٹھا اور باطن زہر ہلاہل سے بھرا ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایں دوہرہ بر زبان حضرت شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین گذشتہ است مناسب ایں معنی است۔

یعنے کہ یہ دوہرہ شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک سے اس معنی کے حسب حال ہے

---

(۱) سیر الاولیاء صد ۳۹۶

دوہرہ

کُنت تہو شین کا رِی ناکاں ہنت منائی
بس کند لے مدہن گہ ہو ابن لہند کہائی

یہ دوہرہ (دوہا) سات سو برس سے زیادہ کا ہے۔ اب اس پہ دوہرے اشلوک کو تطابق کر کے دیکھیے۔ کیا وہ اسی زمان کے ہیں۔ اور ان کی زبان اس سے ملتی جلتی ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر خواہ مخواہ ان کو حضرت سے کیوں منسوب کیا جائے

فقرا اور مشائخ حق کے معاملہ میں زبان و قلم کو بڑی احتیاط سے حرکت دینی چاہیئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت داتا صاحبؒ کی ایک کتاب کو اپنے نام سے منسوب کر لیا جس کے سبب بے ایمان ہو کر مرا۔ اس لیے حضرت داتا صاحبؒ نے جب کشف المحجوب لکھی تو اس میں چند جگہ اپنا نام لکھا تاکہ پھر کوئی ایسا نہ کرے۔ لہٰذا کسی بزرگ کے کلام کو کسی دوسرے سے منسوب کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

اُردو زبان اور حضرت باباصاحبؒ

اُردو زبان کو اگر حضرات صوفیہ کی مجالس میں آنے والوں کے باہمی ارتباط اور میل جول کا نتیجہ کہا جائے۔ تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ اُردو کا سب سے پہلا شعر اس وقت تک کی تحقیقات میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا ثابت ہُوا ہے۔ جو حضرت بابا صاحبؒ کے روحانی پوتے ہوتے ہیں۔ اور اُردو نثر کی سب سے پہلی کتاب معراج العاشقین ہے۔ جو حضرت باباصاحبؒ کے پڑپوتے حضرت بندہ نواز سید گیسو دراز حسینی گلبرگہ نے لکھی تھی۔

انجمن ترقی اُردو نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ جس میں صوفیائے کرام کی اُردو خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں کچھ اشعار انہوں نے جناب باباصاحبؒ سے منسوب کر کے لکھے ہیں۔

۱؎ سیر الاولیا صد ۳۶۷

Marfat.com

ہم لائف اینڈ ٹائمز حضرت بابا فرید گنجشکرؒ سے ایسے چند شعر نقل کرتے ہیں:۱؎

(۱) عشق کا رتبہ نرالا ہے — جز مدد پیر کے نرالا ہے

★

(۲) تن دھونے سے دل جو ہوتا پاک — پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک

(۳) ریش سبلت سے گر بڑے ہوتے — بوکڑا دل سے کوئی بڑے ہوتے

(۴) خاک لانے سے گر خدا پائیں — گائے بیلاں بھی وہ صال پائیں

★

وقتِ سحر وقت مناجات ہے — خیز دراں وقت کہ برکات ہے

نفس مبادا کہ بگوید ترا — خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے

با تن تنہا چہ روی زیر زمیں — نیک عمل کن کہ وہی ساتھ ہے

پند شکر گنج بدل جان شنو — ضائع مکن عمر کہ ہیہات ہے

★

پاک رکھ توں دل کو غیر سے نی آج سائیں فرید کا آکھنا ہے

قدیم قدمی کہ آڈنہیں لازوال دولت کول پاونا ہے

نال تن منائیاں سر جیہے کیہا ہوسے

کیتن جبیڑا مٹیاں، منیاں سرگ، نہ اکھن کوسے

★

اگرچہ انجمن نے ان اشعار کو حضرت باباصاحبؒ کا کلام بتایا ہے مگر ان اشعار کے متعلق بھی ہماری یہی رائے ہے کہ یہ اشعار حضرت باباصاحبؒ کے نہیں ہیں۔ کیونکہ ذوقِ سلیم ان کو حضرت باباصاحبؒ کے اشعار تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

سیر الاولیاء میں جناب باباصاحبؒ کی زبانِ مبارک سے فارسی، عربی کے علاوہ مقامی زبان اور کچھ ہندی کے ایسے بول ادا ہوئے ہیں۔ جن کو قدیم اردو کی بنیادی اینٹ کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً جب حضرت باباصاحبؒ کے خلیفہ جناب مولانا جمال الدین ہانسویؒ

۱؎ لائف اینڈ ٹائمز حضرت بابا فرید گنج شکرؒ ص ۸۶ - ۸۸

Marfat.com

کا اتفاق ایک خاندان کی بوڑھی خادمہ (جن کو حضرت بابا صاحبؒ مادرِ مومناں فرمایا کرتے تھے) مولانا کے خورد سال صاحبزادے حضرت برہان الدین صوفی کو لے کر بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ازراہِ شفقت و نوازش باپ کی خلافت بیٹے کو عطا فرمائی۔ اس پر ان خادمہ نے ہندی زبان میں کہا۔

۱؎ کھوجا برہان الدین بالا ہے
خواجہ　　　چھوٹا

یہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا۔

پونوں کا چاند بھی بالا ہوتا ہے۔
پہلی رات

یعنی اے خواجہ! برہان الدین چھوٹا ہے۔ حضرت نے جواب دیا پہلی رات کا چاند چھوٹا ہی ہوتا ہے لیکن روز بروز ترقی کرتا ہے۔

۱؎ مادرِ مومناں بخدمت شیخ شیوخ العالم عرض داشت کرد بزبان ہندی کہ کھوجا برہان الدین بالا ہے۔

جناب شیخ عبدالواحد صاحب نے سبع سنابل صفحہ ۸۵ پر حضرت بابا صاحبؒ سے یہ اشعار منسوب کیے ہیں۔

نادان تراست مرد کلہ بے سر بے خرد　　　مرد کلاہ وہ بے یقین سخت بے حیا
موشی کہ شد برخستہ کنجہ زنگیشی　　　بند در بخوبیش بارگراں در مضیق جا

☆

اے بر تو حشر دانش از ہوائے نفس　　　کز سر نزاشیت شود راہِ دین حصول
تجرید جز از بیش ترا نیست در ہر طرف　　　زنہار یکے بدرگہ مولیٰ نشد قبول

۲؎ جواہر فریدی میں یہ دوہرہ حضرت بابا صاحبؒ سے منسوب کیا گیا ہے۔

۳؎ فریدا در درویشی گاکھڑی، سبھ رہ جبرہ، تلیاں کھڑکن کاگ
رب ابھولی باہری تو دس اسا ڈے بھاگ

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۳　　　۲؎ جواہر فریدی صفحہ ۱۸۷

Marfat.com

سلسلۂ چشتیہ بدریہ

تاریخی طور پر برصغیر پاک و ہند میں اس وقت حضرت بابا صاحبؒ سے دو مشہور و معروف سلسلے چشتیہ صابریہ جاری ہیں البتہ پاکپتن شریف مقیم ہو جانے کے بعد ایک اور سلسلہ کا علم ہوا جو چشتیہ بدریہ کہلاتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت بابا صاحبؒ کے داماد اور جانشین اور فرزند حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ سے منسوب ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اگرچہ آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم کو تبرکاً اور تیمناً چشتی بزرگوں حضرت خواجہ غوثؒ اور حضرت خواجہ روڑؒ سے بیعت کرا دیا تھا۔ لیکن دیگر صاحبزادگان کی طرح دونوں حضرات بھی حضرت بابا صاحبؒ کے تربیت یافتہ ہیں اور آپ ہی سے اجازت و خلافت رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ بدرالدین سلیمان کے بعد ان کے جانشین حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا ہوئے۔ جن سے سلسلے کی بڑی اشاعت ہوئی۔ سلطان محمد تغلق آپ ہی کا مرید تھا۔ اگرچہ حضرت موج دریاؒ کے بعد اس سلسلے میں کوئی ایسی ہمہ گیر شخصیت تو نہ ہوئی مگر یہ حقیقت ہے کہ ہر سجادہ نشین اپنی باطنی کیفیات اور حالات میں یکتا اور یگانہ رہا ہے۔ سکھوں کے دورِ استبداد میں ان سجادہ نشینوں نے اپنی ظاہری و باطنی طاقتوں کے ذریعہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی حفاظت کی اور شمع اسلام کو گل ہونے سے بچایا اور اس وقت تک جتنے سجادہ نشین اس آستانہ عالیہ کے ہوئے ہیں وہ تقریباً سب ہی اسی سلسلے سے منسلک تھے۔

پاکپتن شریف کی سجادگی کا تنازعہ گذشتہ اسی سال میں دو مرتبہ پریوی کونسل انگلینڈ تک جا چکا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین صاحب کے والد بزرگوار دیوان شیخ سید محمد صاحبؒ کے مقدمہ میں جو ۱۹۱۰ء میں انکے حق میں فیصلہ ہوا پوری تحقیق و تصدیق کے بعد قرار دیا گیا تھا کہ موجودہ وقت سجادہ نشین ہر اس شخص کو سجادہ نشین نامزد کر سکتا ہے جو اس کا بیٹا یا اور

۱ـ سجادگان میں اکثریت اہل محلہ کی رہی ہے جنہیں بزرگ اصحاب شکر سے تعلق رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت شیخ نورالدین احمدؒ بیشک نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ اور انہوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ جن کے ذریعہ سینکڑوں کافر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ بعض علم میں فقید المثال تھے۔

Marfat.com

مرید ہو۔ اس میں باپ، بیٹا، چچا، بھائی، داماد، پوتا وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں موجودہ سجادہ نشین جناب دیوان شیخ غلام قطب الدین صاحب بھی اپنے والد ماجد کے بعد اسی بناء پر کامیاب ہوئے ہیں۔ پاکپتن شریف اور ملحقہ علاقوں میں موجودہ سجادہ نشین صاحب کے کافی مریدین ہیں۔ سلطان پور (بھارت) میں ایک بزرگ سائیں نہال شاہ صاحبؒ تھے۔ اچھے صاحب باطن بزرگ تھے۔ ان کے مریدین کا حلقہ بھی وسیع تھا۔ وہ بھی اس سلسلہ چشتیہ بدریہ سے تعلق رکھتے تھے۔

موجودہ صاحب سجادہ حضرت علاؤ الدین موج دریاؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے علاوہ آپ کی برادری کے سینکڑوں افراد پاکپتن شریف اور ملحقہ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بڑے زمیندار ہیں۔ کچھ ملازم پیشہ ہیں۔ اکثریت کھیتی باڑی کا کام کرتی ہے۔ چند لوگ پیری مریدی کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اسی سلسلے میں مرید کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحبؒ کی عربی عبارت کا نمونہ

(معہ ترجمہ)

علم اصول میں حضرت ابو شکور سالمیؒ نے ایک بہترین کتاب تمہید المہتدی لکھی ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اس کتاب کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو سبقاً سبقاً پڑھایا تھا۔ اور تکمیل کے بعد اپنے شاگردوں کو یہ کتاب پڑھانے کا اجازت نامہ اور اپنا خلافت نامہ عطا فرمایا تھا۔ جو بعینہٖ سیر الاولیاء میں درج ہے۔ ہم آپ کی اس تحریر کو یہاں بمعہ ترجمہ درج کرتے ہیں۔

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ ۔۔۔

۲؎ خیر المجالس صفحہ

Marfat.com

خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي تقدم إحسانه على منته وأخر شكره على نعمته
هو الأول هو الآخر والظاهر والباطن لا مؤخر لما قدم ولا مقدم
لما أخر ولا معلن لما أبطن ولا مخفي لما أظهر. ولا يكاد ينطق الأول و
الآخر على عمومته اعتبارا وتقابلا. والصلوٰة على رسوله المصطفىٰ
محمد وآله وأصحابه الودود والارتضى. وبعد فإن الشروع في الأصول يوسع
دعاء السهود ويبصر لمن تكريم منهما مخان الرد على أن الطريق
مخوف والعقبة كؤود ونعم الكتاب في هذا الفن تمهيد المهتدي
أبي شكور برد الله مضجعه. وقد قرأ عندي الولد الرشيد الامام
التقي العالم الرضي نظام الملة والدين محمد بن أحمد زين الأئمة
والعلماء مفخر الأجلة والأتقياء أعانه الله على ابتغاء مرضاته
وأناله منتهى رحمته وأعلى درجاته سبعا بعد سبع من
أوله إلى آخره قراءة تدبر وإتقان وتيقظ وإتقان مستجمعا إليه
سمع ودراية جنان كما حصل الوقوف على حسن القادة كذلك
وفور استحبابه تد أن يدرس فيه للمتعلمين عن التصحيف
والغلط والتحريف وبذل الجد والاجتهاد في والتفحص عن الزلل و
وعنايته المعدل والله العالم وكان ذلك يوم الأربعاء من الشهر
المبارك رمضان عظمه الله بركته بالإشارة العالية أدام
الله علاها عن الخلل حماها وتحررت هذه الأسطر بعون الله على
يد أضعف الفقير إلى الله الغني اسحق علي بن اسحاق الدهلوي
وأجزت له أيضا أن يلازم الخلوة في مسجد تيسرت فيه الجماعة

Marfat.com

ولا يخل ونبشر الطها التى بها حصول الزيادة وبرفضها تكون الالدام
عائلة نامية ذلك تجريد المقاصد عن مفاسدها وتفريدا نفسه
عما تفعلها ذلك ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كن
في الدنيا كانك غريب او كعابري سبيل وعد نفسك من اصحاب
القبور الحديث فعند ذالك صح تصده واجتمع همته وصادت
الهموا المختلفة همة واحدة فليدخل الخلوة مختارا نفسه
مجردا للدخل عالما بالحجرهم تاركا للدنيا وشهواتها واقفا على
مضادتها وامنيتها ولتكن خلوته محمودة بانواع العبادات
اذا سمت نفسه عن احتمال الاعلى يزلها الى الادنى وان
جحت فليبرلها اما بعمل ليسير او بالنوم فان فيه احتراز عن هوا
جس النفس ويحترز البطالة فانها تقضى القلوب والله تعالى على
ذالك اعانه فانها تقضى القلوب والله تعالى على ذلك اعانة
ويحفظه عما شانه وخمته وهو ارحم الراحمين و
صلى الله على محمد وآله وايضا اذا استوفر حظه من الخلوة و
الفحث بها عين الحكمة واجمعت فلو است بدنادياته وصل
اليه من لم تقدر الوصول الينا ليس فى اليه اياه - فيده العزيز
نائبة عن يرنا وهو من جملة خلفتنا والتزام حكمه فى امر الدين
والدنيا من جملة تعظيمنا الدين والدنيا من جبله من اكرمه وعظمه
من اكرمنا واهان من لم يحفظ حق من حفظنا صح ذالك كله من
من الفقير المسعود تمته بعون الله وحسن توفيقه والله اعلم

Marfat.com

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: تعریف ہے اُس خدا کے واسطے جس نے اپنے احسان کو اپنی منت پر مقدم اور اپنی نعمت اپنے شکر کو موخر کیا ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے جس کو اس نے مقدم کیا۔ اس کا کوئی موخر کرنے والا نہیں اور جس کو اس نے موخر کیا ہے اس کا کوئی مقدم کرنے والا نہیں۔ اور جس کو اس نے پوشیدہ کیا ہے اس کو کوئی ظاہر کرنے والا ہے۔ اور نہ اُس کے ظاہر کئے ہوئے کو کوئی پوشیدہ کرنے والا ہے۔ اولین و آخرین کی گویائی اس کی ہمسری یا خوبیوں کے نزدیک نہیں ہو سکتی ہے نہ از روئے اعتبار کے اور نہ از روئے مقابلہ کے

اور درود نازل ہو اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک پر جو اہلِ محبت و برگزیدگی ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے میں کہتا ہوں۔ کہ علم اصول و عقائد کا شروع کرنا حاضرین کی دعوت کو وسیع اور اس شخص کو بینا کرنا ہے۔ جو اس علم سے آتش زدہ چیزوں کو بجھانا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ راستہ نہایت خطرناک اور یہ گھاٹی سخت دشوار ہے۔ اور اس علم اصول میں بہترین کتاب حضرت ابوشکور سالمی رح کی تصنیف (تمہید فی اصول التوحید) ہے (خدا ان کی خواب گاہ کو ٹھنڈا کرے)

اس کتاب کو مجھ سے فرزند رشید امام پاک رائے عالم و برگزیدہ نظام الدین محمد بن احمد زیب و زینت آئمہ و علماء لائق فخر بزرگان و متقیان۔ خدائے تعالیٰ اپنی رضامندی کی تلاش و جستجو میں ان کی مدد فرمائے اور اپنی انتہائی رحمت ان کو نصیب کرے اور بالا تر مرتبہ عنایت فرمائے۔ انہوں نے سبقاً سبقاً اول سے آخر تک نہایت غور و فکر اور سمجھداری اور ہوشیاری سے پڑھا۔ اور گوش و ہوش سے خوب نگاہ میں رکھا۔ چنانچہ مجھ کو ان کی حسن استعداد اور قابلیت و لیاقت سے خوب واقفیت ہو گئی۔ تو میں نے ان کو اجازت دیدی کہ شاگردوں کو تعلیم دیں اور خطا و تصحیف سے بچتے رہیں اور لغزشوں کی اصلاح و تحقیق و تنقیح میں پوری کوشش سے کام لیں۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اور اس سند نامے کی کتابت چہار شنبے کے روز ماہ رمضان المبارک میں بموجب اشارہ عالیہ خداوند تعالیٰ ان کی قدر و منزلت کو قائم و دائم اور ہر ایک خلل سے محفوظ رکھے)

Marfat.com

خدائے تعالیٰ کی مدد سے بندہ ضعیف فقیر الی اللہ اسحٰق بن علی بن اسحٰق دہلوی کے ہاتھ حضرت شیخ شیوخ العالم جناب بابا صاحب کے سلسلہ انجام پذیر ہوئی۔ درآں حالیکہ حمد کرنے والا اور درود بھیجنے والا ہوں۔ اور نیز میں نے ان کو یہ اجازت دیدی ہے کہ انھوں نے جو کچھ مجھ سے استفادہ کیا ہے اور سنا اور یاد رکھا ہے۔ وہ سب مجھ سے روایت کریں۔ اور سلام ہو اس پر جو سیدھے راستے کی پیروی کرے اور نیز میں ان کو یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ جہاں بھی مسجد میں خلوت نشین ہوں جس کے اندر جماعت ہوتی ہو اور خلوت کی ان تمام شرائط کو نگاہ میں رکھیں جن کی پابندی میں حصول زیادتی اور تزکیہ باطن مقصود ہے جن کا اصل اصول مقاصد کو مشاہدہ سے جدا کرنا اور ہمت کو غفلت سے بچانا ہے جس کی تفصیل آنحضرت نے یوں فرمائی ہے کہ "دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جیسے کہ مسافر ہے یا راستے سے گذرنے والا ہے اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کر" تو جب خلوت نشین کا قصد درست اور ہمت مجتمع اور سامنے منزل ایک ہی منزل رہ جائے تب وہ خلوت میں داخل ہو اپنے نفس کو کمزور و شکستہ اور خلق کو معدوم سمجھے اور ان کے عجز و افتقار سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کی ثبات کو ترک کرکے اور اس کی مضرتوں اور آمدوں سے واقف ہو کر خلوت میں داخل ہو اور اس کی خلوت طرح طرح کی عبادات سے معمور ہونی چاہئیے۔ اور جب اس خلوت نشین کا نفس بڑے بڑے مجاہدات سے تھک جائے تب اس کے آرام کی خاطر چھوٹے چھوٹے مجاہدے اختیار کرے۔ اور اگر نفس دنیا کی محبت کے ساتھ غلبہ کرے تب تھوڑے عمل با تعداد کے ساتھ اس کو راضی اور خوش کر دے کیونکہ نفس کے اس قدر خوش رہنے میں اس کی شورش سے بچ رہتا ہے اور خلوت نشین کو باطل ناموں سے پرہیز کرنا چاہئیے کیونکہ شامل باطلوں کا شست کر دیتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کاموں پر مولانا نظام الدین کی اعانت فرماتے ہیں اور یہ جو ہم نے باتیں ان کو محفوظ کیں اور ان پر عمل پیرا ہو جائے وہ جو رحم کرنے والا ہے۔

خداوند تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر نازل فرمائے

اور نیز جبکہ وہ خلوت سے اپنا وافر حصہ لے لیں اور بسبب خلوت کے حکمت کا چشمہ جاری ہو جائے اور اور عبادت نافلہ سے انکی خلوت چھٹ جائے تو ان کے پاس وہ شخص پہنچے جو ہم تک نہیں پہنچ سکتا ہو تو یہ اس کو نعمت سے سرفراز کریں۔ ان کا خرقہ پہنانا ہمارے خرقہ کا قائم مقام ہے اور یہ ہمارے خلفاء میں سے ہیں اور ان کا حکم دینی اور دنیاوی امور میں بجا لانا ہماری تعظیم کرنا ہے۔ خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو ان کی

Marfat.com

بزرگی کو ملحوظ رکھے۔ اور اس شخص کی تعظیم بجا لائے جس کو ہم نے بزرگی دی ہے۔ اور خدا اس شخص کو ذلیل و خوار کرے۔ جو اس شخص کے حقوق کی حفاظت نہ کرے جس کی ہم حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تمام سند خلافت فقیر مسعود کی طرف سے صحیح و درست اور خدائے تعالیٰ کی مدد اور حسن توفیق کے ساتھ تمام ہوئی۔

"حضرت بابا صاحبؒ کے چند اسمائے گرامی"

ایک دن حضرت امیر حسن علا سنجریؒ مرتب فوائد الفواد نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے پوچھا کہ

"آں دعا چگونہ است کہ مرداں می خوانند کہ اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ مقصود بندہ ایں بود کہ معونت از غیر خدا خواستن چگونہ بود فرمود ایں دعا خواندہ اند و دریں عباد اللہ المسلمین و مخلصین مضمر است روا باشد کہ بخوانند و بزرگاں ہم خواندہ اند۔ بعد ازاں فرمود کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ ہم ایں دعا بخواندے"

یعنے وہ دعا کس طرح ہے کہ جو لوگ پڑھتے ہیں کہ اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ بندہ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ غیر خدا سے مدد چاہنا کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ اور اس میں عباد اللہ المسلمین و مخلصین پوشیدہ ہے اور جائز ہے کہ پڑھیں اور بزرگوں نے بھی اس دعا کو پڑھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ بھی اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔

شاہ عبد العزیز دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح حرام ہے کہ مدد چاہنے والا اسی شخص پر جس سے مدد چاہتا ہے بھروسہ کرے اور اس کو مطلق حاجت روا سمجھے اور یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حاجت روا خدائے تعالیٰ ہے اور یہ شخص ظاہری سبب ہے۔ اور اگر اس غیر کو مظہر عون الٰہی کا سمجھے اور یہ اعتقاد کرکے اس غیر سے استعانت کرے تو ایسی استعانت شرع میں جائز ہے اور روا ہے انبیا عظام اور

۱۔ فوائد الفواد صـ ۱۲۶

Marfat.com

اولیاء اکرام نے بھی اس طرح کی اعانت غیر کے ساتھ کی ہے۔ درحقیقت ایسی استعانت بالغیر نہیں ہے بلکہ استعانت باللہ ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ میں تقریباً ۱۲ سال کا تھا۔ کہ ابوبکر قوال میرے اُستاد کے پاس آیا۔ اور اس نے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ اور جناب شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے مناقب بیان کئے۔

۱؎ چوں مناقب شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

درگوشِ من افتاد محبتے و ارادتے بصد شوق در دل من درآمد تا چناں

شد کہ بعد ہر نمازے دہ بار میگفتم شیخ فرید و دہ بار میگفتم مولانا فرید تا آنگاہ ی خفتم

یعنے جیسے ہی حضرت شیخ شیوخ العالم کے مناقب میرے کان میں پہنچے آپ کی محبت اور ارادت کی آرزو سینکڑوں شوق کے ساتھ میرے دل میں پیدا ہوگئی۔ اور وفور محبت یہاں تک بڑھا کہ میں ہر نماز کے بعد دس دفعہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید پڑھنے لگا۔ اس کے بعد کہیں سوتا تھا ——— اور جب دہلی کا ارادہ کیا تو میں اس وقت سولہ سال کا تھا۔ ایک شخص حوس نامی ہمارے قافلے میں شریک ہو گیا۔ اور راستہ میں جب کہیں خطرہ یا چوروں کا ڈر ہوتا تو وہ باواز بلند کہتا۔

۲؎ اے پیر حاضر باش و اے پیر ما در پناہ تو میرویم

یعنے اے میرے مرشد تشریف لایئے کہ ہم آپ کی پناہ میں سفر کر رہے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے مرشد کون ہیں۔ جن کو آپ یاد کرتے ہیں۔

اس نے کہا۔ شیخ شیوخ العالم فریدالدینؒ

یہ سننے کے بعد جو کیفیت محبت شیخ کی میرے دل کی ہوئی۔ بس میں ہی جانتا ہوں حضرت باباصاحبؒ کے ایک مرید محمد نیشاپوری تھے۔ وہ گجرات جا رہے تھے۔ راستے میں ایک قزاق تلوار لے کر ان پر آیا۔ وہ گھبرائے اور ان کی زبان سے ایک دم نکلا۔

۳؎ شیخ حاضر باش

اس قزاق نے یہ سنتے ہی ایک دم تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور ان

۱؎ سیر الاولیاء صفحہ۱۰ و فوائد الفواد ۲؎ سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۱ ۳؎ فوائد الفواد صفحہ ۶

Marfat.com

نے کہا مجھے پناہ دیجئے۔ انہوں نے پناہ دی اور اس کی تلوار اٹھا کر اس کو دے دی اور وہ چلا گیا۔

حضرت شیخ مجدالدین بغدادیؒ نے تحفۃ البررہ میں لکھا ہے کہ ایک قافلہ کے لوگ تجارت کے لئے مال لے کر جانا چاہتے تھے۔ مگر ڈرتے تھے کہ راستہ خطرناک تھا آخر وہ لوگ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مدعا کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ معین و مددگار ہے بسم اللہ لیکن اگر راستے میں کسی قسم کا خوف و ہراس ہو تو میرا نام پکارنا۔

ع۱ بگوئید ابوالحسن خرقانی

انشاء اللہ اس خوف و پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ جب لوگوں نے شیخ کی بات سنی تو بعض نے اس کو قبول کیا۔ اور سب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں اس قافلہ پہ ڈاکہ پڑا۔ اس وقت

ع۲ کسانیکہ باعتقاد صادق تمسک بنام شیخ کردند خلاص یافتند و کسانیکہ باسم باری تعالیٰ بآیات و دعوات تمسک کردند ہلاک گشتند و مالہائے ایشان غارت شد"

جس کسی نے صحیح اعتقاد کے ساتھ شیخ کو یاد کیا۔ اس نے اس بلا سے رہائی پائی۔ اور جس نے اس کے خلاف کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اور مال اس کا ڈاکو چھین لے گئے اس بات سے دونوں قسم کے لوگوں کو سخت تعجب ہوا جب قافلہ واپس ہوا تو لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے سب ماجرا کہہ سنایا اور پوچھا کیا اللہ تعالیٰ کا نام اس کے بندہ کے نام سے بزرگ تر نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا بیشک ہے لیکن

ع۳ شما اسم کسے ذکر کردید کہ شما اورا نمی شناسید۔ پس گوئی کہ او را ذکر کردید۔ فاما ابوالحسن اسم کسے ذکر کردند کہ او را کما حقہ می شناسد وا و حق را می شناسد پس ذکر حق تعالیٰ وعلا را ذکر کردند دریں معنی ہر کسے

ع۱، ۲، ۳، ۴ سیر الاولیاء ص ۳۳۸

Marfat.com

تصدیق نہ کند مگر کسے کہ ذوقِ حقیقت چشیدہ و اصل کار را مشاہدہ کردہ

یعنی تم ایسے کے اسم کا ذکر کرتے ہو۔ کہ جس کے مسمی کو نہیں پہچانتے گویا کہ تم اس کا ذکر نہیں کرتے۔ لیکن اس دوسرے گروہ والے ایسے کے اسم کا ذکر کرتے ہیں جس کو کما حقہ پہچانتے ہیں اور وہ حق کو پہچانتا ہے۔ گویا کہ حق جل وعلےٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس بات کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا بس وہی سمجھے گا کہ جس نے ذوقِ حقیقت چکھا ہوا ہو گا۔ اور اصل کام کا مشاہدہ کیا ہو گا۔

یہ چند تمہیدی باتیں بیان کرنے کے بعد اب ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے چند اسمائے گرامی ہیں جن کو قضائے حاجات اور کفایت مہمات کے لیئے پڑھا جاتا ہے۔ اور ان اسماء میں سے یہ پانچ نام بہت مرتبہ تجربہ میں آچکے ہیں

۱؎ تا ہر کس برائے مہمے و حاجتیکہ در چہل روز بلا ناغہ لکھ مرتبہ اتمام رساند حاجتش برآید و مہمش زود آسان گردد و آں پنج اسم ایں است شیخ فرید۔ مولانا فرید۔ خواجہ فرید۔ حاجی فرید۔ درویش فرید۔

اور ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بعد نمازِ عشا اکتالیس مرتبہ آیتہ الکرسی اور اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ اور سو مرتبہ سورۂ اخلاص اور پچاس مرتبہ درود شریف سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر پچاس مرتبہ۔ پھر سو مرتبہ شیخ فرید۔ پھر سو مرتبہ حاجی فرید پڑھے اور سو جائے۔ وہ خواب میں حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت کرے گا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے اپنی مشکل کی کامیابی سُنے گا۔

حضرت شیخ محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آدابِ المریدین میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ کسی بزرگ سے اس کو فیض حاصل ہو تو اس کو لازم ہے کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا شیخ فلاں اور دس مرتبہ مولانا فلاں کہا کرے۔ چند روز میں ان بزرگ کی روح مبارک سے اس کو فیض حاصل ہو گا۔ فلاں کی جگہ نام اس بزرگ کا لے

۲؎ " اگر کسے خواہد کہ مرا فیض فلاں شیخ شود از شیخاں خود خواہ بطریق ارادت باشد خواہ بطریق اجازت یا بطریق ارشاد نام وے گیرد بعد از فراغ

۱؎ اقتباس الانوار صفحہ ۱۲۱ ۔ جواہر فریدی ۲؎ آداب المریدین ص ۸

Marfat.com

نماز دہ بار یا شیخ فلاں گوید دہ بار یا مولانا فلاں گوید فائدہ بے حد است و مراقبہ وے کند و برا حاضر و ناظر داند میان چند روز فائدہ ظاہر شود۔"

یعنے اگر کوئی چاہے۔ کہ مجھ کو فلاں بزرگ سے فیض حاصل ہو جائے اپنے پیروں میں سے خواہ بطریق ارادت خواہ بطریق اجازت یا بطریق ارشاد ان بزرگ کا نام پڑھا کرے۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا شیخ فلاں اور دس مرتبہ یا مولانا فلاں بہت فائدہ پہنچے۔ اور ان کا مراقبہ کرے اور اُن کو حاضر ناظر جانے چند روز میں فائدہ ظاہر ہوگا۔

جناب اصغر علی چشتی نے جواہر فریدی[1] میں حضرت بابا صاحبؒ کے اسمائے گرامی در طرح لکھے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۳۶ ہے۔

اسی طرح صاحب اقتباس الانوار جناب محمد اکرم صاحب مرحوم نے بھی سیر الاقطاب اور جواہر فریدی سے ان کو نقل کیا ہے۔ خواہش مند حضرات ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں

یہ وظائف ایسے لوگوں کے لیئے ہیں جنہوں نے پیر رومی کے قول کے مطابق مرشد کو غیر حق نہیں دیکھا۔

گر تو ذات شیخ و حق را یک نہ دید
نے مرید و نے مرید و نے مرید

اور بزرگوں نے ان لوگوں کے لیئے جن پر علم کا غلبہ ہو حضرت بابا صاحبؒ کے اسمائے گرامی اس طرح پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔

الٰہی بحرمت شیخ فرید۔ مولانا فرید۔ حاجی فرید۔ درویش فرید حاجت من برآر

اس کے پڑھنے کے لئے مرشد کی اجازت کی ضرورت ہے۔ پہلے اپنے پیشوا سے اجازت لیں۔ اور مرشد نہ ہونے کی صورت میں میرے حضرت میاں صاحب موصوف سے اجازت لے لیں۔

---

[1] جواہر فریدی

Marfat.com

بہشتی دروازہ

حضرت باباصاحبؒ کے ذکرِ خیر کے بعد آپ کے بہشتی دروازہ کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

آپ کے روضہ منورہ کے دو دروازے ہیں۔ ایک جانب مشرق اور دوسرا پائین جانبِ جنوب جو بہشتی دروازہ کہلاتا ہے۔ اس روضۂ مبارک کی تعمیر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے کرائی تھی۔ جس کی ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم کیا گیا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہے۔ ہمارے خیال میں حضرت باباصاحبؒ کے پائین جنتی دروازہ کا ہونا کمال اتباعِ نبوی کی دلیل ہے

رحمتِ حق بہانہ می جوید رحمتِ حق بہا نمی جوید

حسنات بہترین سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے ہر ایک کو ان کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ ان کو شرفِ قبولیت بھی بخشے۔ یہاں حاشا وکلا اس کی نفی مقصود نہیں۔ صرف رحمت الٰہی کے غلبہ کا ذکر منظور ہے۔

جو لوگ رحمت وفضل الٰہی سے قطع نظر داخلہ جنت کو صرف اپنے اعمال کا نتیجہ و بدلہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اصحاب کہف کے کتے کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں جو محض ایک ساتھی ہونے کے سبب بغیر کسی عمل صالح کے جنت میں جائے گا سب مانتے ہیں کہ اعمال صالح کی توفیق بھی محض فضل رب پہ موقوف ہے۔ اور اس کا فضل کسی سبب اور علت کا محتاج نہیں ہے۔ بس ماننا پڑے گا کہ یہ دروازہ بھی اولیاء اللہ پر اس کے فضل وکرم کا اظہار ہے۔

چاہیں تو غطاؤں کو وہ حسنِ عمل لکھ دیں
اپنی ہے کتاب اُن کی اپنا ہے حساب اُن کا

خاصانِ حق اپنی تمام عمر اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور خوشنودی میں بسر کرنے

Marfat.com

ہیں ۔ اور اپنی خلوتوں کو ذکر الہیٰ سے پُر رکھتے ہیں اور جب ان پر انعام الہیٰ کے دروازے کھلتے ہیں۔ تو وہ دنیاداروں کی طرح خود غرضی نہیں کرتے بلکہ رحمۃ للعالمینؐ کی خوشنودی اور اتباع میں گنہگارانِ اُمت کو بھی اس انعام میں شریک کرتے ہیں۔

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

حضرت ابونصر سراجؒ صوفیائے کرام میں جو بلند مرتبہ رکھتے ہیں ۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے ۔ کہ حضرت داتا صاحبؒ نے کشف المحجوب میں اور حضرت مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر انتہائی عزت و احترام کے ساتھ کیا ہے ۔

آپ ایک[1] دفعہ ماہ رمضان میں بغداد میں آئے ۔ اور مسجد شونیزیہ کے حجرہ میں قیام فرمایا ۔ درویشوں نے متفق ہو کر نماز میں آپ کو اپنا امام بنالیا۔ آپ نے تراویح میں پانچ بار قرآن شریف ختم کیا ۔ روزانہ افطار کے وقت ایک آدمی حجرہ میں آپ کو ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی دے آتا تھا ۔ عید کی نماز پڑھا کر آپ بغداد شریف سے روانہ ہو گئے ۔ خادم مسجد نے حجرہ میں جا کر دیکھا ۔ تو پوری روٹیاں جوں کی توں موجود تھیں ۔ جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا بفضلہ تعالےٰ

[2] جو میت میرے مزار کے سامنے لائی جائے گی ۔ اس کی بخشش ہو جائے گی ۔

چنانچہ طوس میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے ۔ کہ ہر جنازہ کو آپ کے مزار پر لاتے ہیں ۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے معدن العدن میں حضرت اویس قرنیؒ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں ۔ جس میں حضرت یحییٰ بن مسیب نے حضرت

---

[1] کشف المحجوب ص۲۴۲ و نفحات الانس ص۳۱۲ ۔ تذکرہ اولیاء ص۳۶۸

[2] نفحات الانس ص۳۱۲ و تذکرۃ الاولیاء ص۳۶۹

Marfat.com

عمرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک شخص اویس قرنیؓ ہوگا۔ اس کے بدن میں ایک بیماری ہوگی۔ وہ خدا سے دعا کرے گا۔ تو وہ بیماری جاتی رہے گی۔ صرف ایک درم کے برابر اس کا نشان اس کے پہلو میں باقی رہے گا۔ جس کو دیکھ کر وہ خدا کی یاد کیا کیا کرے گا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور اپنے لئے دعا کرانا۔ کیونکہ اس پر اللہ تعالٰی کا کرم ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک بڑا بزرگ و برتر ہے۔ اگر وہ خدا کی قسم کھائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے۔ اور قیامت کے دن اس کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے آدمیوں کی شفاعت ہوگی۔[۲]

ان روایتوں کے یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء اللہ ہر وقت بخشش و نجات اُمت میں لگے رہتے ہیں۔ اور ہم کو تو اس پر پورا الیقین ہے۔ کہ ہم جیسے گنہگاروں کی بخشش ان نفوس قدسیہ کے سبب ہوگی۔

پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ۔

[۳] من بیقین میدانم بہ رائ العین مشاہدہ کردہ ام کہ شیخ من از واصلانِ درگاہِ بے نیازی بود از مشربے کہ شیخ بایزیدؒ و جنیدؒ و دیگر مستانِ عشق خدائے جامہ ہا پوشیدہ اند او ہم پوشیدہ بود۔

یعنے میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ میں نے بچشم خود معائنہ کیا ہے کہ میرے شیخ درگاہ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک تھے۔ اور وہ مشرب رکھتے تھے جو حضرت بایزیدؒ اور جنیدؒ اور دوسرے مستانِ عشق خدا کا ہے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ

---

۱ سیر الاولیاء ص۲۴۹ ۲ چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ خرقہ مبارک پہننے سے پہلے دعا کی اور آپ کو اتنی ہی تعداد میں گنہگاران امت کی نجات کی بشارت دی گئی

۳ سیر الاولیاء ص۲۴۹۔

Marfat.com

"نظام الدین کل بروزِ قیامت اگر مسکین مسعود کو بارگاہِ الٰہی میں کچھ آبرو ہوئی تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم کو اور تمہارے مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں گا، جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔"

زاہد شدہ بر بندگی خود متکبر ما ایم نظر بر کرم بندہ نوازے

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہر ولی پر ہوتا ہے تکملۃ الریاحین میں لکھا ہوا ہے کہ

حضرت غوث الاعظم میر محی الدین عبدالقادر جیلانی فرمودہ اند کہ ہر مسلمانے کہ در مسجد و خانقاہ من گذشتہ است عذاب قیامت با و نخواہد شد۔"

یعنے حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا۔ جو مسلمان میری مسجد اور میری خانقاہ میں سے گذرا اس پر عذابِ قیامت نہ ہو گا۔

سیر الاقطاب میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ

"بشارت از عالم غیب رسید کہ امروز ہر کس کہ روئے تو بیند آتشِ دوزخ بروے حرام گردد"

یعنے حضرت غوث بہاء الحقؒ کو غیب سے بشارت ہوئی کہ آج جو کوئی تمہارا چہرہ دیکھے گا۔ اس پر آتشِ دوزخ حرام ہو جائے گی ۳

یہ سُن کر حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ملتان کے کوچہ بازار میں گھومنے لگے تاکہ اُمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آپ کو دیکھ لیں۔

اتفاقاً اس وقت میاں بھورا خادم حضرت بابا صاحبؒ بھی ملتان میں تھے

---

۱ سیر الاولیاء ص۳۴۴ ۲ رسالہ فریدیہ ص۱۱

۳ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ کعبہ شریف۔ قرآن پاک اور نیک لوگوں کی صورت دیکھنا نظری عبادت ہے۔ تفسیر عزیزی ص۱۹۱

Marfat.com

انہوں نے جب مخلوق کا انبوہِ کثیر دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے حضرت کی اس بشارت کی خبر ان کو دی۔ ان کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ اگر

"از کفش برداری حضرت گنجشکر آتش دوزخ حرام نہ شُد۔ از نا دیدن روئے شیخ بہاء الدین صاحب دوزخ اختیار است"۔

یعنے اگر حضرت بابا فرید صاحبؒ کی جوتیاں اٹھانے سے دوزخ مجھ پر حرام نہیں ہوئی تو پھر حضرت غوث بہاء الحقؒ کے نہ دیکھنے سے دوزخ اختیار ہے۔ یہ بات جب کسی نے حضرت غوث بہاء الحقؒ کو سنائی۔ تو انہوں نے میاں بھورا کے عقیدہ راسخ کی تعریف فرمائی۔

جب بھورے میاں پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو حضرت بابا صاحبؒ نے ان سے فرمایا۔

"مجھ سے اللہ تعالٰے نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی میرا مرید ہو گا۔ یا میرے مریدوں کا مرید ہو گا۔ اس پر آتش دوزخ حرام ہو گی"

بھائی بہاء الحقؒ پر آج یہ تجلی نازل ہوئی ہے۔ اور ان کو یہ بشارت بھی دی گئی ہے۔ کہ جو آج ان کا چہرہ دیکھے گا۔ آتش دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اس مسکین مسعود کو بارہا یہ خوش خبری دی جا چکی ہے۔ اور میرے شیخ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بھی مجھ سے فرمایا تھا۔ کہ اللہ تعالٰے نے مجھے بشارت دی ہے کہ۔

"جو کوئی فرید سے مصافحہ کرے گا۔ اور اُس کے مریدوں کا مُرید ہو گا وہ عذابِ دوزخ سے نجات پائے گا"۔

قرآن شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰے نے بنی اسرائیل کو ایک دروازہ میں سے سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے گذرنے کا حکم فرمایا تھا تاکہ بخشیں ہم تم کو اور تمہاری تقصیروں کو اور زیادہ دیں ہم نیکی کرنے والوں کو۔ مگر بنی

۱؎ رسالہ بہشتیہ فریدیہ ص۱۱

۲؎ سیر الاقطاب بحوالہ اقتباس الانوار ص۱۶۷

Marfat.com

اسرائیل نے سجدہ کی بجائے اپنے سرین زمین پر رگڑے اور حطۃٌ کو بھی حنطۃٌ سے بدل دیا۔ اگر وہ حکم کے مطابق سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃٌ کہتے ہوئے دروازہ سے گذرتے تو ضرور ان کی بخشش ہو جاتی۔ ان کی خطائیں معاف ہو جاتیں اور ان کے نیکوکاروں کو زیادہ اجر ملتا۔

یہ چند تمہیدی باتیں لکھنے کے بعد اب ہم بہشتی دروازہ کا ذکر پیر محمد حسین چشتی مرحوم کا لکھا ہوا۔ تحریر کرتے ہیں۔ اس سے قبل کسی قدیم و مستند کتاب میں بہشتی دروازہ کا حال نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ جواہر فریدی کے اصل قلمی نسخوں میں بھی بہشتی دروازہ کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ۱۳۰۱ھ میں جواہر فریدی پیر محمد حسین چشتی نے چھپوائی ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل روایت ان کی الحاقی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحبؒ کی نعش مبارک کو نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد پھر شہر میں لے آئے اور اس جگہ امانت دفن کیا جہاں اب حضرت شیخ شہاب الدینؒ گنج علم کا مزار ہے۔ چند روز کے بعد حضرت سلطان المشائخؒ خواجہ سید نظام الدین اولیاءؒ دہلی سے اجودھن آئے اور آپ نے روضہ شریف بنانا چاہا تو غیبی آواز سنی کہ

"بنائے روضہ از خشتِ پاک طیار ساختہ بر آنہا ختم کلام اللہ خوانده از آں خشتہائے مرمت روضہ شریف بکنید"[1]

یعنے روضہ شریف کی بنیاد ایسی پاک اینٹوں سے رکھنا جن پر قرآن پاک کے ختم کئے گئے ہوں اور ان ہی اینٹوں سے روضہ کی مرمت کرنا۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے سینکڑوں حافظ بلوائے اور آپ کے سب خلفاء کو جمع کیا۔ اور پھر اینٹیں تیار کرائیں۔ جن پر قرآن پاک ختم کئے گئے تھے۔ اور ان اینٹوں سے روضہ شریف تیار کیا جانے لگا جب کام مکمل ہو گیا۔ تو سب صاحبزادگان اور خلفاء اور مریدین نے حضرت باباصاحبؒ کی نعش مبارک کو قبر سے نکالا اور پھر اس کو خوشبو سے معطر کیا۔

اس عرصے میں ازواجِ پاک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وجملہ انبیاء و

---

[1] جواہر فریدی ص ۲۹۴ و ۲۹۵

Marfat.com

اصحاب کبارؓ و امامینؒ و پیرانؒ شجرہ شریف ظاہر ہوئیں اور نعش مبارک حضرت باباصاحبؒ کو روضہ سے نکالا اور دفن کیا کچی اینٹیں لحد کے لئے درکار تھیں اور وہ موجود نہ تھیں۔ اس وقت حضرت باباصاحبؒ کی روح مبارک نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو ارشاد فرمایا کہ شرق کی طرف جو جالیاں چھوڑی ہوئی ہیں ان کو توڑ کر کچی اینٹیں نکال لو۔ اور ان کو لحد میں لگا دو۔ (اینٹیں نکالنے سے شرق میں دروازہ بن گیا) اس دروازہ سے ارواح مبارکہ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کبارؒ باہر آئیں۔ اور روضہ شریف کے متصل جو چھوٹی سی کوٹھری بنی ہوئی ہے۔ اس کا نام قدم رسولؐ ہے۔ یہاں سب کھڑی ہو گئیں اور خواجہ نظام الدینؒ کو ارشاد ہوا کہ اے نظام الدینؒ ہم کو جناب رب العزت سے فرمان ہوا ہے کہ جو کوئی اس دروازہ سے گذرے گا۔ انشاء اللہ اس کی بخشش ہو جائیگی اور آتش دوزخ سے نجات پائے گا۔

مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ آمِنَ

تم بآواز بلند اس بات کا اعلان کرو حسب الحکم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اس بات کا اعلانؑ کیا۔ اور حضرت کا یہ اعلان شرق سے غرب تک پہنچ گیا۔ لیکن بعض لوگ جو دل کے اندھے تھے انہوں نے اس سے انکار کیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور ازراہ کرم اپنے دیدار سے لوگوں کو مشرف فرماویں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی یہ گذارش قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

"ہر کس کہ اندریں زماں آید بہ راچشم ظاہر معائنہ شود"

یعنے جو کوئی اس وقت آئے بلاشبہ اپنے چشم ظاہر سے مجھے دیکھ لے

عہ۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حکم الہی ہوا کہ تم لوگوں کو آواز دو۔ اور ان کو ہمارے گھر کی طرف بلاؤ۔ ہم تمہاری آواز کو تمام جہات میں پہنچا دینگے چنانچہ آپ کی آواز کو اللہ تعالی نے عالم کے کونہ کونہ پہنچا دیا۔

سلہ جواہر فریدی ص ۲۹۶

Marfat.com

یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور اسی حال میں آپ نے دستک دے کر با آواز بلند کہا۔ لقد محمد چاء باز حاجی خواجہ قطب فرید فرید فرید اور اس دروازہ میں داخل ہو کر مشرقی دروازہ سے باہر آ گئے۔

علہ الی الحال آں دروازہ را بہشتی مے گویند۔

آج تک اس دروازہ کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔

اور یہ سب کیا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حریق المحبت شیخ بحر و بر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور بخشش و عطا۔

تفرد باللہ الفرید فرید   فظل وحیداً والمسئوق وحید

ضروری بات

جس طرح محض اعمالِ صالحہ پر بھروسہ کر لینا اور فضل رب سے قطع نظر کر لینا غلط ہے اسی طرح نیکیوں کو چھوڑ کر صرف بہشتی دروازہ میں سے گذرنے کے بعد گناہ پر نڈر اور بے باک ہو جانا بھی گمراہی ہے۔

پاکپتن شریف کے اطراف میں اور راوی کے کنارے جو لوگ آباد ہیں اُن میں نومسلموں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ لوگ اسلام قبول کرنے سے پہلے جرائم پیشہ تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے فیض نے ان کو اسلام کی نورانیت سے ہم کنار کر دیا تھا۔ اور ان کی حالت بدل گئی تھی۔ مگر اب بھی ان میں اکثر کا یہ حال ہے کہ پورا سال چوریاں کرتے اور کراتے ہیں۔ اور دوسرے جرائم میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور سال کے بعد حضرت بابا صاحبؒ کے عرس پر بہشتی دروازہ سے گذر جانے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہماری تمام بداعمالیاں معاف ہو گئیں اور پھر سال ......

علہ جواہر فریدی صہ ۲۹۲

Marfat.com

پھر دلیری سے گناہ کرتے رہتے ہیں ۔ کاش وہ لوگ جن پر تبلیغ وہدایت کا فرض عاید ہوتا ہے لوگوں میں حقوق العباد کی اہمیت کو واضح کریں اور ان کو بتائیں ۔ کہ توبہ یہ ہے کہ پھر دوبارہ وہ گناہ نہ کیا جائے ۔ ورنہ زبانی توبہ تو اللہ تعالیٰ سے مزاح ہے ۔ جو اس کے غضب کو اُبھارتا ہے ۔

کیپٹن ویڈ کی تحریر

جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مارچ ۱۸۳۶ء صفحہ ۱۹۲ پر کیپٹن ویڈ کے حوالہ سے لکھا ہے ۔ کہ یہ دروازہ تقریباً ۲ فٹ چوڑا ہے جس میں سے ایک آدمی بتکلف گذر سکتا ہے ۔ اور تمام سال یہ دروازہ بند رہتا ہے ۔ صرف پانچ محرم کو کھولا جاتا ہے ۔ جس میں گذرنے کے لیئے کثرت سے ہندو مسلمان جمع ہو جاتے ہیں ۔ جس وقت یہ کھولا جاتا ہے تو فضا فرید فرید کے نعروں سے گونج جاتی ہے ۔

کیپٹن سی ۔ ایم ۔ ویڈ C . M . VAID

مراسم عُرس حضرت بابا صاحب

حضرت بابا صاحبؒ کے عرس کی مراسم 25 ذوالحجہ سے شروع ہو جاتی ہیں ۔ روزانہ صبح تقریباً ۸ بجے دیوان صاحب اپنے مکان سے مشائخ سجادگان اور معززین کے ہمراہ جلوس کی صورت میں شمالی دروازہ سے آستانہ عالیہ آتے ہیں اور اندر روضہ شریف میں بیٹھ جاتے ہیں ۔ یہاں چند حافظ قرآن خوانی کرتے ہیں ۔ اس کے بعد یہ شجرہ پڑھا جاتا ہے ۔

بروح پاک بندگی حضرت سید المرسلین خاتم النبیین خواجہ کائنات خلاصہ موجودات سرِ دفتر مخلوقات رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بطفیل حضرت الیشان جمیع آل واولاد واصحاب وازواج واتباع رضوان اللہ علیہم اجمعین دعاء مہتدین و مشائخ

Marfat.com

متقدمین و متاخرین و جمیع طبقات خصوصاً بندگی حضرت سلطان الہند قطب الاولیاء تاج العرفا قدوۃ المحققین امام المتقین سراج العارفین برہان الزاہدین حضرت خواجہ خواجگان خواجہ سید معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ و بندگی حضرت شہید المحبت غریق رحمت قطب الاقطاب خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اُوشی قدس اللہ سرہٗ و بندگی مربی المحبت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ و نور اللہ مرقدہٗ و جمیع گذشتگان خواجگان چشت اہل بہشت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین و جمیع فرزندان و خلفا و مریدین و معتقدین بطفیل حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم، درود و سورۂ فاتحہ معہ اخلاص ختم اس وقت سب حاضرین درود شریف سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اس کے بعد شجرہ خواں التماس دعا کے لئے یہ کلمات کہتا ہے۔

برائے مزید حیات و ترقی درجات و نیل المرادات و استقامت دارین و حصولیات دین و ایمان جمیع خلفاء و مریدین و علمائے اسلام و فقرائے ذوالاحترام و صوفیائے عظام بیہ از دُور و نزدیک کل حاضرین مجلس بطفیل توجہ روحی حضرات خواجگان چشت اہل بہشت رضوان اللہ علیہم اجمعین ایں نیت خیر دعائے خیر مدد کنید۔"

اس وقت بھی سب حاضرین فاتحہ کے بعد دعائے خیر کرتے ہیں۔ پھر شجرہ خوان دُعا کے لئے یہ کلمات کہتا ہے۔

برائے مزید حیات و ترقی درجات و نیل المرادات و استقامت دارین و حصولیات دین و ایمان جناب قطب الاقطاب خواجہ بحر و بر شاہ فرید الدین مسعود گنجشکر سراج الاولیاء نور الحق والشرع والدین حضرت دیوان شیخ غلام قطب الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ حاضرین مجلس ایں نیت خیر دعائے خیر مدد کنید۔

اس کے بعد دیوان صاحب حاضرین روضہ شریف کو پسی ہوئی کھانڈ تقسیم کرتے ہیں یہاں سے فارغ ہو کر دیوان صاحب سماع خانہ میں آجاتے ہیں اور اپنی مخصوص نشست پر جس کے گرد جنگلہ لگا ہوا ہے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور علماء فقراء مشائخ سجادگان، پیرزادگان اور دوسرے معززین صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ شربت پر ہوتی ہے جو چھوٹی چھوٹی مٹی کی جھجریوں میں بھرا ہوتا ہے۔ قرآن خوانی کے بعد وہی شجرہ پڑھا جاتا ہے جو اُوپر تحریر

Marfat.com

کیا جاتا ہے۔ شربت کی چھجریوں کی تقسیم کے بعد آٹے میدہ کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور اس تقسیم سے فارغ ہو کر جناب دیوان صاحب تو اندرون روضہ شریف حضرت بابا صاحبؒ چلے جاتے ہیں اور دوسرے سب حاضرین محفل سماع میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دیوان صاحب روضہ شریف میں جا کر مزارات کی صفائی کے بعد غلاف تبدیل کرتے ہیں۔ اس وقت کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی سوائے اس شخص کے کہ جس کو دیوان صاحب اپنے پیش دست حیثیت سے اندر بلا لیں۔

اس خدمت سے فارغ ہو کر دیوان صاحب دروازہ کھول دیتے ہیں، اور خود روضہ شریف کے دروازہ میں باہر کے رُخ کھڑے ہو جاتے اور دیگر سب حاضرین محفل کی صورت میں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور اس طرح محفل سماع منعقد ہوتی ہے جو بڑی پُر کیف اور مؤثر ہوتی ہے۔ چند چوکیوں کا گانا سُننے کے بعد دیوان صاحب واپس اپنے مکان پر چلے جاتے ہیں۔

25 ذوالحجہ سے ۶ محرم تک صبح کی یہ مجلس ہر روز اسی طرح ہوتی رہتی ہے۔ البتہ یکم محرم سے شام کو بھی ایک مجلس شروع ہو جاتی ہے۔ جو بہشتی دروازہ کھلنے والی دوسری رات تک جاری رہتی ہے۔ اس مجلس میں ہر روز تین صوفی بتائے جاتے ہیں۔ تقریباً ۴، ۵ بجے شام کو دیوان صاحب اپنے مکان سے حسب دستور جلوس کی صورت میں سماع خانہ آتے ہیں اور اپنی مخصوص نشست پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ان کا خاندانی عصا اور تسبیح ہوتی ہے۔ ان کے بالکل سامنے جانب جنوب دیوار کے ساتھ سفید ریش سفید کپڑوں میں ملبوس تین مقررہ صوفی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب عرس کے موقع پر دہلی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ آئے تھے تو ایک محفل سماع منعقد ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کی روایت کے مطابق اس مجلس میں بڑا کیف ہوا تھا۔ اور غلبہ حال میں آپ وجد کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس مجلس میں مشہور سہروردی بزرگ جناب شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانیؒ بھی موجود تھے۔ پہلی مرتبہ انہوں نے آپ کی آستین پکڑ کر آپ کو بٹھا لیا۔ پھر جب دوبارہ آپ وجد کے لئے کھڑے ہوئے تو اُنہوں نے آپ کا دامن پکڑ کر بٹھا لیا۔ تیسری مرتبہ پھر جوش میں آپ کھڑے ہوئے

Marfat.com

تو وہ اُٹھ کر چلے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

ان کے ایک معتقد مخلص جناب شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے اس بات کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ وقت ہیں۔ اُن کے روحانی مراتب سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ پہلی مرتبہ جب وہ وجد کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو باطن میں اُن کا قدم ساتویں آسمان پر تھا۔ میں نے اُن کی آستین پکڑی اور ان کو بٹھا لیا جب وہ دوسری مرتبہ کھڑے ہوئے تو وہ ہفت آسمان سے گذر گئے تھے۔ میرا ہاتھ اُن کے دامن تک پہنچا اور میں نے اُن کو پھر بٹھا لیا تیسری مرتبہ جب وہ کھڑے ہوئے تو میری نظروں سے غائب تھے۔ خدا تعالیٰ علیم ہے کہ اس وقت وہ کس مقام پر تھے اس لئے میں اُٹھ کر چلا آیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔

الغرض اسی حالت میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے باری باری تین آدمیوں کے شانے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور وجد کرتے ہوئے ان کو اپنے ہمراہ لیتا ہر حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحبؒ کے روضہ مبارک تک لائے اور یہاں تک پہنچتے پہنچتے باطن میں انکو ابرار کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے اس وقت حضرت پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کئے تھے۔

بعد میں اس واقعہ نے فال و رسم کی صورت اختیار کر لی۔ یہ رسم عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک چوبدار باری باری ہر صوفی کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ نوشاہ کی طرح دیوان صاحب کے سامنے لاتا ہے۔ اس کے ہمراہ قوالوں کی چوکیاں دف کے ساتھ یہ غزلیں گاتی ہیں۔ پھر یہاں سے اس کو نوری دروازہ تک لے جایا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے مقام۔ واپسی پر دیوان صاحب اُس پر کوڑیاں نچھاور کرتے ہیں۔ روزانہ تین صوفی بنائے جاتے ہیں۔ اس رسم میں ہر صوفی کے ساتھ ایک غزل گائی جاتی ہے۔ یہ مجلس بھی بڑی مؤثر اور پُر کیف ہوتی ہے۔

غزل نمبر ۱

منزلِ عشق از مکانِ دیگر است | مردِ ایں راہ را نشانِ دیگر است

Marfat.com

عاشقانِ خواجگانِ چشت را | از قدم تا سر نشان دیگر است
کشتگانِ خنجر تسلیم را | ہر زماں از غیب جاں دیگر است
دل خورد زخمے ز دیدہ خوں چکد | ایں چنیں تیر از کمانِ دیگر است
عشق را در مدرسہ تعلیم نیست | ایں چنیں علمت بیان دیگر است
احمدا تا گم نہ کردی ہوش دار | ایں جرس از کاروان دیگر است

غزل نمبر ۲

من نیم دا اللہ یار را من نیم | جان جانم سر بسرم تن نیم
نور نورم نورِ نورم نور نور | من چراغ و پنبہ روغن نیم
نور پاک احمدم در مشت خاک | کور چشماں را ولے روشن نیم
اوست اندر سر من ظاہر شدہ | من نیم مسعود دا اللہ من نیم

غزل نمبر ۳

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست | بے نشان ست کزو نام و نشان چیزے نیست
چند ما جبہ نشینی بگمان دگران | خیمہ در کوئے یقین زن کہ گماں چیزے نیست
ہستی تست حجاب تو وگرنہ پیداست | کہ بجز دوست دریں پردہ نہاں چیزے نیست
بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی | کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

شب چھ محرم کو یعنے پانچ کا دن گذار کر رات کو بعد نماز مغرب جناب دیوان صاحب گولوں کے دھماکوں میں اپنے مکان سے جلوس کے ساتھ آتے ہیں اور بہشتی دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں اور پھر اللہ محمد چار یار حاجی قطب فرید فرید فرید کہہ کر تین تالیاں بجاتے ہیں جن کی اتباع میں تمام حاضرین عرس تالیاں بجا کر یہ الفاظ دہراتے ہیں جس سے فضا فرید فرید کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

پھر اس کے بعد دیوان صاحب دروازہ کھول دیتے ہیں اور اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے عزیز و اقارب مشائخ اور سجادگان خصوصاً حضرت میاں

Marfat.com

علی محمد خان صاحب چشتی نظامی سجادہ نشین بسی شریف اور حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور حضرت غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف اور دیگر دوسرے چشتی، نظامی، صابری، قادری، سہروردی نقشبندی مشائخ اور درگاہوں کے پیرزادگان اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں اور مشرقی دروازہ سے باہر آ جاتے ہیں۔

بعد ازیں دیوان صاحب جنوبی حجروں کے سامنے ۸ فٹ اونچے تخت پر کھڑے ہو کر زعفران کے پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے ..... جو حضرت بابا صاحبؒ کے مزار پاک سے مس شدہ ہوتے ہیں حاضرین میں تبرکاً تقسیم کرتے ہیں۔ جب اندرون آستانہ عالیہ کے تمام حاضرین بہشتی دروازہ میں سے گذر جاتے ہیں جن کا داخلہ فسٹ کلاس پاس کے ذریعہ آستانہ میں ہوا تھا تو پھر حجرہ نشین لوگوں کو ایک قطار کے ساتھ بہشتی دروازہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سیکنڈ کلاس پاس والے قطار در قطار آتے اور گذرتے ہیں۔ پھر عوام کو چھوٹے چھوٹے جتھوں کی صورت میں درگاہ شریف کے صدر دروازہ سے ایک لائن کے ساتھ بہشتی دروازہ سے گذارا جاتا ہے اور ہاتھ در ہاتھ آستانۂ عالیہ کے شمالی دروازہ سے باہر کر دیا جاتا ہے۔

دروازہ پر سرکاری شمار کنندے گنتی کرتے رہتے ہیں۔ ہر سال ایک لاکھ سے اوپر آدمی اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں۔ چھ محرم کی صبح کو دیوان صاحب تقریباً آٹھ، نو بجے آتے ہیں اور دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ پھر شام کو چھ سات محرم کی رات کو فاتحہ کے بعد ایک مجلس جس میں تین صوفی بنائے جاتے ہیں بہشتی دروازہ کے سامنے دالان میں ہوتی ہے۔ یہ مجلس خاص ہوتی ہے اس میں ہر ایک شریک نہیں ہو سکتا۔ مخصوص سجادگان اور مشائخ اور پیرزادگان شریک ہوتے ہیں۔ کمشنر صاحب، ڈپٹی کمشنر صاحب اور ایس پی صاحب معہ اپنے اہلکاروں کے موقع پر موجود ہوتے ہیں اور انتظام کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس مجلس سے فارغ ہو کر جناب دیوان صاحب روضہ شریف سے باہر قدم شریف (چھوٹی کوٹھری) پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور سب لوگوں کو فاتحہ کا تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ ۷ محرم کی صبح بہشتی دروازہ بند کرنے سے کچھ دیر پہلے مردوں

کو ذرا سی دیر روک کر عورتوں کو بہشتی دروازہ تک جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ اندر نہیں جاتیں بلکہ دروازہ کو بوسہ دے کر واپس ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد مقررہ وقت پر تقریباً ۱۱ بجے دیوان صاحب دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ آج سے تقریباً ساٹھ ستر سال پہلے تک بہشتی دروازہ پانچ محرم کو بعد نماز عصر کھول دیا جاتا تھا اور تمام رات کھلا رہتا تھا۔

پھر دس محرم کو مزار شریف اور روضہ شریف اور مسجد اور تمام آستانہ کو غسل دیا جاتا ہے اور معطر کیا جاتا ہے اور روضہ شریف مقفل کر دیا جاتا ہے۔ پھر مزار پاک کا صندل خشک ہونے پر دیوان صاحب ایک تقریب کے ساتھ دروازہ کھولتے ہیں۔

غسل سے فارغ ہو کر جناب دیوان صاحب چند معززین کے ہمراہ جماعت خانہ میں کھانا تناول فرماتے ہیں۔ آج کا لنگر امیر شریعت و طریقت حضرت میاں علی محمد خان صاحب سجادہ نشین بسی شریف کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ ہیں عرس کے مراسم جو سینکڑوں برس سے جاری ہیں، اور بخدا کہ صحت و صفائی کے ساتھ ہمیشہ جاری رہیں۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی چراغ چشتیاں را روشنائی

نادراتِ آستانہ

آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحبؒ میں کچھ نادر تبرکات بھی ہیں جن میں لکڑی کی ایک روٹی، جبہ شریف، موزہ، علم اور کچھ پتھر کے ہیجات ہیں۔

لکڑی کی روٹی: لکڑی کی روٹی کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ مجاہدات کی ہے جس کو حضرت بابا صاحبؒ ۱۲ سال کمر سے پیٹ پر باندھ کر اپنے پاس رکھا ہے۔ اس لکڑی کی روٹی پر دو نشان پڑے ہوئے ہیں جن کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ آپ کے دندانِ مبارک کے نشانات ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

جناب سید وارث شاہ صاحب مصنف ہیر رانجھا نے آپ کی نفس کشی اور صبر استقامت کے متعلق خوب فرمایا ہے۔

سو شاہ صبر دلے مار بالنفس ہوذی پتھر جن کھنا چبنا چوڑ سب جی
زہد الانبیاء نام دھرایو سوا ایسا صابری وچہ صبور ہے جی

جبہ شریف: ان نادرات میں حضرت بابا صاحبؒ کا ایک جبہ شریف بھی ہے جو

Marfat.com

پرانا ہونے کے سبب اتنا شکستہ ہوگیا تھا ۔ کہ اس کو ہاتھ لگانے سے ٹکڑے ہوتے تھے ۔ اس لئے اس کے اُوپر نیچے کپڑے کی تہ لگا دی گئی ہے ۔ اصل جبّہ اس کپڑے کے درمیان پوشیدہ ہوگیا ہے ۔ عام لوگ ناواقفیت کی بنا پر اس کی زیارت نہیں کرتے ۔ اب محکمہ اوقاف کی طرف سے شیشے کے بکس بنوانے کی تجویز ہے جس میں یہ تبرکات رکھے جائیں گے اور عام لوگ زیارت کرسکیں گے ۔

موزہ : سُرخ زری کا بنا ہوا ایک جوڑہ ہے یہ بھی مرمت شدہ ہے ۔ اگرچہ ان کو آپ کی جُوتیوں کا جوڑہ کہا جاتا ہے ۔ مگر جُوتی کا تلا سخت ہوتا ہے ۔ یہ موزوں کی طرح نرم ہے غالباً یہ موزہ ہوں گے ۔

عَلم : تانبے کے دو عَلم ہیں جن کا کپڑا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا بتایا جاتا ہے ۔ یہ کپڑا بھی بڑا بوسیدہ ہوگیا تھا ۔ اس پر بھی اُوپر نیچے کپڑے کی تہ لگا دی گئی ہے

پتھر کے میوے : جن میں خوبانی ۔ چھوہارے ثعلب مصری ۔ اخروٹ ۔ چھالیہ وغیرہ قابل دید ہیں ۔ ان سب چیزوں کو شیشے کے بکس میں رکھ دیا گیا ہے اور سب لوگ اس کی زیارت کرسکتے ہیں ۔

ان میووں کے متعلق مشہور ہے کہ ایک سوداگر ملتان سے مندرجہ بالا میوہ جات اُونٹوں پر لاد کر دہلی تجارت کے لئے جا رہا تھا ۔ حضرت بابا صاحب اس وقت سرِراہ بیٹھے ہوئے تھے ۔ جب اُونٹوں کا قافلہ گذرا تو آپ نے سوداگر سے پوچھا اس میں کیا ہے ۔ سوداگر نے منگتا فقیر سمجھ کر جھوٹ بولا پتھر ہے بابا ۔ آپ نے کہا پتھر ہونگے ۔

سوداگر نے دہلی پہنچ کر بوروں کو کھولا تو اُس نے دیکھا کہ میوے تو ہیں مگر سب پتھر کے ہیں ۔ بہت گھبرایا ، پیروں تلے کی زمین نکل گئی ۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا جب رو دھو کر دل ہلکا ہوا تو غور کیا اب اُس کو یاد آگیا کہ اجودھن میں جو فقیر سرِراہ ملا تھا اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے جھوٹ بولا تھا یہ اس کی زبان کی تاثیر اور میرے جھوٹ کی سزا ہے آخر دن سوداگر اپنی اس پریشانی کے علاج کے لئے بہت سے درویشوں اور مولویوں کے پاس گیا ۔ مگر کہیں کچھ نہ بنا ۔ آخر ایک درویش نے سوداگر سے کہا ۔ اس طرح مارے مارے پھرنے سے کچھ نہ ہوگا ۔ تم اجودھن واپس جاؤ اور حضرت بابا صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے دعا کراؤ ۔ انہی کی دعا سے یہ پتھر میوے ہوسکتے ہیں ۔ ان کے سوا یہ کام اور کسی سے نہ

Marfat.com

ہو سکے گا۔ سوداگر یہ سُن کر ناچار اجودھن روانہ ہُوا اور اُونٹوں کو ایک جگہ بٹھا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ایک لپ بھر کر اس پتھر کے میوہ کی حضرت کے سامنے ڈال دی اور افسوس و ندامت کے ساتھ اپنی سرگذشت سُنائی اور معافی مانگی اور جھوٹ بولنے سے توبہ کی آپ نے فرمایا اگر یہ میوہ تھا تو میوہ ہو جائے گا۔

اس کے بعد سوداگر واپس اُونٹوں کے پاس آیا تو دیکھا واقعی سب اُونٹوں پر اصل میوہ اچھی حالت میں لدا ہُوا ہے۔ یہ پتھر کا میوہ اُس وقت کی یادگار ہے۔

Marfat.com

اسمائے گرامی سجادہ نشینان آستانہ عالیہ فریدیہ

(۱) حضرت دیوان شیخ بدر الدین سلیمانؒ
(۲) 〃 〃 〃 علاؤالدین موج دریاؒ
(۳) 〃 〃 〃 معزالدین شہیدؒ
(۴) 〃 〃 〃 فضل الدین فضیلؒ
(۵) 〃 〃 〃 منور الدینؒ
(۶) 〃 〃 〃 نورالدینؒ
(۷) 〃 〃 〃 بہاء الدینؒ
(۸) 〃 〃 〃 محمدؒ
(۹) 〃 〃 〃 احمدؒ
(۱۰) 〃 〃 〃 عطاء اللہؒ
(۱۱) 〃 〃 〃 محمدؒ ثانی
(۱۲) 〃 〃 〃 ابراہیم عرف برہم فریدثانی
(۱۳) 〃 〃 〃 تاج الدین محمودؒ
(۱۴) 〃 〃 〃 فیض اللہؒ

(۱۵) حضرت دیوان شیخ ابراہیم ثانیؒ
(۱۶) 〃 〃 〃 محمدؒ
(۱۷) 〃 〃 〃 محمد اشرفؒ
(۱۸) 〃 〃 〃 محمد سعیدؒ
(۱۹) 〃 〃 〃 محمد یوسفؒ
(۲۰) 〃 〃 〃 عبدالسبحانؒ
(۲۱) 〃 〃 〃 غلام رسولؒ
(۲۲) 〃 〃 〃 محمد یارؒ
(۲۳) 〃 〃 〃 شرف الدینؒ
(۲۴) 〃 〃 〃 اللہ جوایاؒ
(۲۵) 〃 〃 〃 سیّد محمدؒ
(۲۶) 〃 〃 〃 غلام قطب الدینؒ } موجودہ سجادہ نشین

اس آستانہ شریف کے ۲۶ ویں دیوان جناب شیخ قطب الدین صاحب چشتی ہیں جو قومی اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔ وہ اپنے خاندانی رواج کے مطابق بحیثیت گدی نشین ہونے کے کل وراثت کے واحد مالک ہیں۔ دیگر کسی کا رسماً و رواجاً کوئی حق نہیں ہے۔ اس خاندان میں جو عام رواجات ہیں اس میں سجادہ نشین کی حیثیت بالکل منفرد ہوتی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ کتاب عام رواجات قوم چشتی تحصیل پاکپتن محفوظ صدر دفتر قانون گو ساہیوال سے چند سطور پیش کر دی جائیں۔ یہ وثیقہ ۱۸۷۲ء کا ہے۔

"در خاندان سجادہ نشین پاکپتن اس رواج سے مستثنےٰ ہے۔ کیونکہ ان کے خاندان میں

جو گدی نشین ہوتا ہے وہ مالک کل وراثت اور جائداد کا ہوتا ہے۔ دیگر اولاد نرینہ کو کچھ نہیں ملتا۔

نظائر دیوان شیخ ابراہیم اوّل گدی نشین تھا۔ بعد وفات اس کے دیوان شیخ محمد خورد پسر اس کا سجادہ نشین ہوا۔ خواجہ محمد پسر کلاں اس کا محروم الوراثت رہا۔ بعد وفات شیخ محمد اشرف پسر اس کا سجادہ نشین ہو کر لاولد مر گیا پھر دیوان محمد سعی (سعید) دیگر خاندان سے سجادہ نشین ہوا۔ اولاد خواجہ محمد پھر بھی بدستور محروم الوراثت رہا الغرض گدی اس طرح ایک خاندان سے منتقل ہوتی ہے مگر وراثت کا حق صرف سجادہ نشین کا ہے وہ کیفیت تمام قوم چشتیاں کے رواج میں مفصل درج ہے۔"

عمارات آستانہ حضرت باباصاحبؒ

آستانہ عالیہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ میں داخل ہونے کے لیئے تین دروازے ہیں۔ جن میں بڑا اور صدر دروازہ جانب شرق ہے۔

دروازہ مذکور موجودہ سجادہ نشین صاحب کے والد ماجد جناب دیوان سید محمد صاحبؒ کا تعمیر کردہ ہے۔ جس کی پیشانی پہ سنگ مرمر کا یہ کتبہ نصب ہے۔

Marfat.com

یا حیّ یا قیوم

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

جو صاحب اندر جانے کا قصد فرما دیں وہ یا برہنہ ہو کر تشریف لے جا دیں ۱۳۲۲ھ

سجادہ نشین دیوان سید محمد تعمیر یافت

In side smoking Shoes Coats are not admitted

اس دروازہ پر جوتا اتار کر اندر چلے جائیے۔ دروازہ میں دونوں طرف حجرے بنے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر کمرے بنے ہوئے ہیں جن میں آج کل محکمہ اوقاف کا دفتر ہے۔

زیادہ آمدورفت اس شرقی دروازہ سے ہوتی ہے۔ دوسرا دروازہ آستانہ میں داخل ہونے کے لئے روضہ متبرکہ کے بالکل شمال میں واقع ہے جس سے عام طور پر عورتیں آتی جاتی ہیں۔ اور شب ششم اور شب ہفتم محرم کو اسی دروازہ سے لوگ (بہشتی لنگ کر) واپس جاتے ہیں۔

تیسرا چھوٹا دروازہ غرب میں ہے۔ جس سے معمولی آمدورفت ہوتی ہے۔ اندرونِ آستانہ جنوبی سمت درویشوں اور مسافروں کے لئے حجرہ ہائے اعتکاف بنے ہوئے ہیں۔

آستانہ شریف میں کل حجروں کی تعداد بیالیس (۴۲) ہے۔ جن میں شرقی دروازہ کے اوپر نیچے کے حجرے مغربی دروازہ کے قریب اور مسافرخانہ کے حجرے اور توشہ خانہ اور تبرک خانہ کے حجرے بھی شامل ہیں۔

جنوبی سمت کے حجروں میں جمالی برج۔ صابری حجرہ اور نظامی برج مشہور ہیں۔

جمالی برج ۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی خلیفہ اوّل حضرت جناب باباصاحب سے منسوب ہے۔ یہ برج گوشہ شرق وجنوب میں واقع ہے عجیب بابرکت مقام ہے۔

اس کے بالکل متصل جانب غرب ایک حجرہ چھوڑ کر حضرت مرشدنا مولانا میاں محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ ہے جس میں آج کل ان کے جانشین

Marfat.com

پیرِ طریقت جامع المعقول والمنقول مرشدنا و مولانا حضرت میاں علی محمد خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب موصوف علم و عمل صورت و سیرت فیض رسانی طالب و سالک بخشش و عطا میں بے مثل بزرگ ہیں، ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں چند لمحے گزاریئے آپ کو ہماری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ ایک طرف تو آپ کی پوری زندگی شریعت مقدسہ کی مکمل تصویر ہے۔ دوسری طرف فقر کی ہر رسم و راہ منزل سے کما حقہٗ آگاہ ہیں اور طالبانِ صادق کو جلدی ان کے مقام مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

اِن حجروں کے بالکل غرب میں گویا گوشہ جنوب مغرب میں نظامی برج ہے۔ جس میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور و معروف بزرگ خواجہ غلام نظام الدین صاحب آکر ٹھہرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی نظر میں ایک جوہی ہے شب زندہ دار ہیں۔ اور تمام بزرگانہ خوبیوں کے حامل ہیں۔ محفلِ سماع میں آپ کا ذوق و شوق ساری محفل کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ افسوس اس سال ان کا انتقال ہوگیا۔

صابری حجرہ:- درمیان میں صابری حجرہ ہے۔ کہتے ہیں یہ حجرہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ کا جائے اعتکاف ہے ؎

جس جگہ یار کا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے
بس وہی کعبہ اربابِ وفا ہوتا ہے

اس حجرہ متبرکہ پر ایامِ عرس کے علاوہ بھی صابری پروانوں کا ہجوم رہتا ہے کوئی نفل پڑھ رہا ہے۔ کوئی تلاوت قرآن پاک میں لگا ہوا ہے کوئی ذکر جہر میں مشغول ہے۔ کوئی چوکھٹ پر آنکھیں مل رہا ہے۔ اور حالتِ ذوق و شوق میں کہہ رہا ہے ؎

تیرا نقشِ پا جو نہ مل سکا تیرے رہگزر کی زمیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

حجرہ میں اندر بہت خوبصورت ٹائل لگے ہوئے ہیں۔ دروازہ بہت بوسیدہ

Marfat.com

ہو گیا تھا۔ جس کو کراچی کی مخیر خاتون جنابہ رانی سعیدہ بیگم صاحب نے راقم الحروف کی معرفت اپنے خرچ پر بنوا دیا ہے اور حجرہ کے باہر کی طرف سیمنٹ کا پلو مٹر اور خوبصورت چپس لگوا دیا ہے۔

گھنٹہ گھر ۱۸۸۵ء میں حضرت بابا صاحبؒ کے ایک عقیدت مند گھڑی ساز نے جو ڈسکہ شریف سے مرید تھا۔ اس کو بنایا تھا۔ اس میں ڈائیل اور سوئیاں نہیں تھیں اور یہ ہر پاؤ گھنٹہ کے بعد ایک۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد دو۔ اور پون گھنٹے کے بعد تین چھوٹی گھنٹیاں بجاتا ہے جب گھنٹہ پورا ہو جاتا ہے تو پہلے چار چھوٹی گھنٹیاں بجتی ہیں۔ پھر جتنے بجے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی بڑی آوازدار گھنٹیاں بجتی ہیں۔ جس کی آواز دور دور تک جاتی ہے اس میں آٹھ دن کے بعد چابی دی جاتی ہے۔ اس گھنٹہ کی تمام مشینری گھڑی ساز کی خود ساختہ ہے اور ایک تختہ پہ چسپاں ہے۔ جس پہ شیشہ کا کور (cover) لگا ہوا ہے۔ اور باہر سے ہر پرزہ بالکل صاف دکھائی دیتا ہے گھنٹہ کا لنگر اور اس کے ساتھ تین وزن لوہے کی زنجیروں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ جس کے بوجھ سے پرزے حرکت کرتے ہیں۔ اور چابی اُترتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ آٹھویں دن بالکل نیچے ہو جاتے ہیں اور چابی ختم ہو جاتی ہے اور جب چابی ختم ہو جاتی ہے تو وزن نیچے ہو جاتے ہیں۔

یہ گھنٹہ قابل دید چیز ہے اور مرحوم سجادہ نشین جناب دیوان سید محمد صاحبؒ کی یادگار ہے۔ ۱۹۶۴ء میں محبوب گھڑی ساز پاکپتن نے اس گھنٹے میں ڈائیل اور سوئیاں لگا دی ہیں۔ اس کے متصل وہ نظامی حجرہ ہے جہاں بیٹھ کر میں نے یہ کتاب لکھی ہے نظامی حجرہ کے قریب آستانہ شریف کا کنواں ہے۔ جس میں موٹر نصب ہے یہ موٹر دیوان غلام قطب الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ نے نصب کرائی تھی۔ اب محکمہ اوقاف کی طرف سے نیا انجن خرید کر لگا دیا گیا ہے۔ اسی کنوئیں کے ذریعے آستانہ و مسجد میں پانی فراہم ہوتا ہے۔ اس کے غرب میں مسافروں کے لئے پاخانے اور غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔

روضہ مُتبرکہ: حضرت باباصاحبؒ کا روضہ شریف حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ

Marfat.com

کا بنوایا ہوا ہے۔ جس کی ہر اینٹ پہ قرآن شریف ختم کرایا گیا تھا۔ اس روضۂ پاک کے دو دروازے ہیں۔ ایک شرقی۔ دوسرا جنوبی۔ شرقی دروازہ کو نوری دروازہ کہا جاتا ہے اسی سے آمد و رفت رہتی ہے۔ جنوبی دروازہ بند رہتا ہے۔ یہ بہشتی دروازہ ہے۔ جو سال بھر میں صرف دو راتوں کے لیے عرس کے دنوں میں شب چھ اور شب سات محرم کو کھولا جاتا ہے۔

روضہ شریف میں دو مزار ہیں۔ اندر گھستے ہی پہلا اور چھوٹا مزار حضرت بابا صاحبؒ کے صاحبزادہ حضرت جناب بدرالدین سلیمانؒ کا ہے۔ جو حضرت بابا صاحبؒ کے انتقال کے بعد سب کے مشورہ سے آستانہ شریف کی پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے۔

دوسرا اور بڑا مزار جو جانب غرب ہے حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرالدین مسعود گنج شکرؒ کا ہے۔ آپ کے انتقال کو اس عرس پر یعنی محرم ۱۳۸۴ھ میں ۷۲۰ سال ہو گئے ہیں۔ یہ روضہ شریف اندر سے بہت تنگ ہے مشکل سے پندرہ سولہ آدمی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ سرہانے سے گذر کر واپس آنا چاہتے ہیں جگہ کی تنگی کے سبب اور مزار کے چاروں طرف جنگلہ یا کٹہرا نہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاؤں نادانستگی میں سرہانے مزار پاک کو لگتے ہیں۔ اگرچہ یہ بے ادبی غیر ارادی طور پر سرزد ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہونا چاہیے ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کے تمام بزرگوں کے مزارات پہ چاروں طرف سنگ مرمر کے خوبصورت جالی دار کٹہرے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہونا چاہیے۔

بابا صاحبؒ کے روضہ شریف میں اندر کے رُخ چاروں طرف اور اوپر گنبد میں شیشے کی پچ رنگی گلکاری بنی ہوئی ہے۔ رات کو جب برقی قمقمے روشن ہوتے ہیں تو عجیب و غریب سماں ہوتا ہے۔

روضہ شریف کے دونوں دروازوں پہ جو کواڑوں کی جوڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان پہ خالص چاندی کا خول چڑھا ہوا ہے۔ اور درمیان میں سنہرے پھول جڑے ہوئے ہیں۔

مزار شریف پہ چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے۔ جس پر ۱۹۶۲ء میں سبز روغن کر دیا گیا ہے اوپر سنہرا خوبصورت کلس عجب بہار دیتا ہے۔ اب جب کہ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ اور اپریل ۱۹۶۵ء میں حضرت کے روضہ شریف پر باہر کے رُخ اور گنبد پہ پاکستانی سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے اور چاندی کا پترا جو روضہ شریف کی شرقی دیوار میں لگا ہوا تھا، اتار دیا گیا ہے۔ اس دروازہ

Marfat.com

پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

دائیں طرف اُوپر — کافرِ صد سالہ را مومن کند در یک نظر
آں فرید الحق والدین خواجہ گنج شکر

نیچے — فریدا۔ دستگیرا۔ بادشاہا مرشدا خواجہ
طفیل رحمۃ اللعالمین چشمِ کرم برما

درمیان میں — تفرد باللّٰہ الفرد یا فرید
فضل وحیداً والمشرق وحید

بائیں طرف اُوپر — حضرت گنج شکر قطب زماں قطب زمیں!
چشم رحمت بکشا جانب درویش ببیں

نیچے — اسی در پہ ہمیشہ بارش ابر کرم دیکھی
ہزاروں کامل و اکمل ہوئے اس آستانے سے

روضہ شریف میں سرہانے پتھر کی ایک بڑی جالی لگی ہوئی ہے۔ جہاں سے صرف عورتیں حضرت کے مزار کی زیارت کرتی اور دعائیں مانگتی ہیں۔ اس جگہ کو ۴ فٹ اُونچی خوبصورت رنگین ٹائلوں کی دیوار کے ذریعہ عورتوں کے لئے مخصوص و محدود کر دیا ہے۔

جالی میں اُوپر کی طرف محراب کے درمیان کلمہ شریف اور دونوں طرف یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥ افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

رحم فرما شنز تو لد عابد آنذاو عمر — شد سال رحلت فریدا لہ مسعود عصر ۱۳۱۹ھ سنہ

نظامی مسجد: روضہ شریف سے باہر بالکل قریب جانب شمال راستہ چھوڑ کر نظامی مسجد ہے۔ یہ جگہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہیؒ کا عبادت خانہ ہے۔

خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم اللہ تعالٰی کی خاص نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو فیہ آیات بیّنات مقام ابراہیم اور یَنِ مقام ابراہیم مصلّی سے ظاہر فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم اس کی نشانیوں میں سے ایک واضح اور روشن نشانی ہے اور اس میں حضرت ابراہیم کی جائے سجدہ ہے۔ ہر حاجی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس مقام کو سجدہ گاہ بنا کر نفل ادا کئے جائیں

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

Marfat.com

جس جگہ یار کا نقش کف پا ہوتا ہے　　بس وہیں کعبۂ ارباب وفا ہوتا ہے

زائرین آستانۂ عالیہ حضرت بابا صاحبؒ اور خصوصاً وابستگان سلسلہ عالیہ چشتیہ اس جگہ نفل ضرور ادا کرتے ہیں۔ قبولیت دُعا کے لئے آستانہ عالیہ میں اس مقام کو اخص خصوصیت حاصل ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اس مقام پر ہر روز ایک صاحبِ نعمت درویش حاضر ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابدال یا قطب یا مردانِ غیب اس مقام پر آتے ہیں۔

یہ جگہ پہلے کھلی ہوئی تھی مرحوم دیوان سید محمدؒ نے اس میں سنگِ مرمر کی محراب اور چاروں طرف کٹہرہ لگا دیا تھا۔ موجودہ سجادہ نشین صاحب نے اس میں بہت خوبصورت سنگِ مرمر کی بارہ دری لگوادی ہے۔

سماع خانہ: روضہ حضرت بابا صاحبؒ کے شرقی دروازہ کے بالکل سامنے سماع خانہ ہے۔ جس میں عرس کے دنوں میں مراسم فاتحہ جناب سجادہ نشین صاحب ادا کرتے ہیں۔

باہر کے دالان میں جانب شمال لکڑی کا ایک جنگلہ لگا ہوا ہے۔ جس میں سنگِ مرمر کی ایک چوکی بنی ہوئی ہے۔ سجادہ نشین مراسم فاتحہ ادا کرتے وقت اس کے اوپر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جنگلے کے باہر سماع خانہ میں علماء و فقراء سجادہ نشین اور مشائخ عظام اور درویش کھڑے ہوتے ہیں۔ اور باہر صحن آستانہ میں دیگر زائرین۔

روضہ شریف حضرت شیخ علاء الدین موج دریا

آستانہ شریف میں بڑا روضہ حضرت شیخ علاؤ الدینؒ کا ہے جو حضرت بابا صاحبؒ کے پوتے تھے۔ جن کا ذکر حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد کے باب میں لکھ آئے ہیں۔ یہ روضہ سلطان محمد تغلق کا بنوایا ہوا ہے۔ جو آپ کا مرید تھا۔ اس روضہ کی عمارت آج سے چھ سو برس پہلے کے فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ اندر چاروں طرف لکڑی اور خشت پختہ میں خوبصورت گلکاری کی ہوئی ہے۔ اور قرآن شریف کی آیات کندہ ہیں اور لکڑی میں حضرت سے بادشاہ کی عقیدت وبیعت اور اس گنبد کی تعمیر کا حال کندہ ہے دروازہ کے کواڑوں کی چوڑی چوکھٹ اور سردل اتنی اچھی اور اعلیٰ قسم کی لکڑی کا ہے کہ

Marfat.com

سینکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی اچھی حالت میں ہے۔ اس گنبد میں کل ۱۹ مزار ہیں جن میں ۱۶ ظاہر ہیں اور تین مزار شرقی سمت میں ایک مسقف چار دیواری میں ہیں یہ مزارات حضرت باباصاحبؒ کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیوں حضرت بی بی مستورہ اور حضرت بی بی شریفہ کے بتائے جاتے ہیں۔ بہ جگہ اتنی کم ہے کہ تین مزار اس جگہ نہیں ہو سکتے۔

وسط سے کچھ مغرب کی طرف ہٹا ہوا بڑا مزار حضرت شیخ علاؤالدین موج دریاؒ کا ہے۔ جو حضرت باباصاحبؒ کے پوتے اور حضرت شیخ بدرالدین سلیمانؒ کے صاحبزادے تھے جنہوں نے ۵۴ سال اس آستانہ عالیہ کی سجادہ نشینی کے فرائض انجام دیئے تھے جن کا انتقال ۱۱ شوال کی چاندرات کو ۷۲۳ھ میں ہوا تھا۔ مزار شریف پر ہمیشہ غلاف رہتا ہے۔ آپ کے مزار کے جانب غرب تھوڑے فاصلے پر جناب دیوان سید محمد صاحبؒ کا مزار ہے جو موجودہ سجادہ نشین کے والد ماجد تھے۔ اور بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ اُن کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ جو بتاتے ہیں کہ دیوان صاحب مرحوم مغرب کی نماز کے وقت آستانہ عالیہ میں آتے تھے اور پھر اشراق پڑھ کر جاتے تھے۔ تمام رات نظامی مسجد میں نفل پڑھتے رہتے تھے۔

حضرت موج دریاؒ کے سرہانے آپ کے اُستاد کا مزار ہے جن سے آپ نے علوم عربیہ حاصل کئے تھے۔ اور اُن کے برابر میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ علم الحق کا مزار ہے۔ جن کو سلطان محمد تغلق نے اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنا دیا تھا۔

حضرت شیخ معزالدینؒ شہید کا مزار گجرات میں ہے جو اپنے والد ماجد حضرت شیخ موج دریاؒ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے۔

حضرت معزالدینؒ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت افضل الدین فضیلؒ سجادہ نشین آستانہ مقرر ہوئے آپ کا مزار آپ کے چچا جناب علم الحق والدین کے برابر ہے اور ان آپ کے برابر جانب شرق حضرت مظہر الحق والدین کا مزار ہے جو اپنے والد ماجد جناب شیخ علم الحقؒ کے بعد شیخ الاسلام دہلی بنائے گئے تھے۔

حضرت افضل الدین فضیلؒ کے بعد سجادہ نشین آستانہ جناب دیوان شیخ منورالدینؒ ہوئے جنہوں نے تقریباً پچاس سال سجادگی کے فرائض انجام دیئے تھے۔

آپ کا مزار بھی اسی گنبد میں ہے۔ اور دیوان شیخ نورالدین اور ان کے بھائی

Marfat.com

شیخ بہاء الدین اور آپ کے لڑکے دیوان شیخ محمد یونس اور دیوان شیخ احمد شاہ اور دیوان شیخ عطاء اللہ اور دیوان شیخ محمد رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مزارات بھی اسی گنبد میں ہیں۔

اور بقول دیوان شیخ ابراہیم عرف شیخ براہم المعروف فرید ثانی بھی اسی روضہ میں مدفون ہیں۔ جو گورو نانک صاحب کے ہم عصر تھے اور گورو نانک صاحب نے بھی آپ سے فیض پایا تھا۔ آپ اپنے وقت کے مشہور شاعر تھے۔ فرید تخلص کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کے کلام کو بابا صاحب کا کلام سمجھ لیا ہے۔

دیوان تاج الدین محمود اور ان کے بعد دیوان شیخ فیض اللہ اور پھر دیوان شیخ براہیم ثانی سجادہ نشین آستانہ ہوئے۔ دیوان ابراہیم ثانی کے صاحبزادہ دیوان شیخ محمد ثانی ہوئے جن کے وقت میں اصغر علی چشتی نے جواہر فریدی کتاب تحریر کی تھی۔ ان ہی دیوان شیخ محمد صاحبؒ سے مشہور و معروف صوفی شاعر مولانا فضل اللہ جمالی کی ملاقات جبکہ وہ حج کو جا رہے تھے۔ پاکپتن میں ہوئی تھی اور دیوان شیخ محمد ثانی کے عہد میں مولانا جمالی نے اپنی مشہور و معروف کتاب سیر العارفین تصنیف کی تھی۔

آستانہ شریف کے صحن میں نزدیک حجرہ قدم شریف شیخ جیدا کا مزار ہے۔ جو جنوں کے پیر مشہور ہیں۔ وہ جنوں کے پیر ہوں یا انسانوں کے یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ مزار صاحب دل کا ہے۔

دیوان محمد اشرفؒ اور دیوان محمد سعیدؒ اور دیوان شیخ محمد یوسفؒ اور دیوان شیخ عبد السبحانؒ اور دیوان شیخ غلام رسولؒ اور دیوان شیخ محمد یارؒ اور دیوان شیخ شرف الدینؒ کے مزارات نظامی مسجد کے شمال میں اور روضہ حضرت علاء الدین موج دریاؒ کے باہر جانب غرب موجود ہیں۔ اور ان پر ان حضرات کے نام اور تاریخ وفات کندہ ہیں۔

جامع فریدیہ

حضرت شیخ شہاب الدین گنج علمؒ کے روضہ شریف کے متصل جامع فرید یہ ہے یہ مسجد لکھوری اینٹوں کی بنی ہوئی ہے جس پر سنگ مرمر کے چونے سے پلستر کیا گیا ہے

Marfat.com

جس میں اندر رباہر رنگین گلکاری ہو رہی ہے۔ جو تقریباً پون صدی گزرنے کے بعد بھی نئی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت میاں صاحب مدظلہ، کے نانا مرشدنا حضرت میاں محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پلستر اور گلکاری کے لیے بیکانیر سے ماہرین کو بلایا تھا۔ درمیانی محراب کا کچھ چونا گر گیا تھا جس کی مرمت چند سال ہوئے کی گئی تھی۔ مگر اب دس برس بھی نہیں ہوئے کہ اس مرمت شدہ گلکاری کے رنگ پھیکے پڑ گئے ہیں۔ اب حضرت میاں صاحب مدظلہ، نے تقریباً آٹھ ہزار روپیہ سے مسجد کے صحن میں نہایت پائیدار سائبان ڈلوا دیا ہے۔ جس کے نیچے تقریباً ڈھائی تین صد آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور تمام مسجد میں اندر باہر تقریباً ۱۲ ہزار روپیہ لگا کر سفید ٹائل کا فرش لگوا دیا ہے۔ اس کارِ خیر میں مرزا انوار الحسن دہلوی کی مساعی جمیلہ لائق تحسین ہیں۔

حکومت پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں محکمہ اوقاف کے ذریعہ درگاہوں، خانقاہوں اور مساجدوں اور ان کے متعلق جائدادوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ آستانہ حضرت بابا صاحب بھی محکمہ اوقاف کے قبضے میں ہے۔ اس محکمہ کے ناظم اعلیٰ جناب شیخ محمد اکرام صاحب تھے جو علم دوست اور بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ ان کی جگہ جناب خاں رشید خاں صاحب آئے ہیں۔ آپ اوقاف کے کاموں کو عمدہ اور عام پسند بنانے میں کوشاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس محکمہ کا نظام مثالی بن جائے۔

امور مذہبی اوقاف کمیٹی آستانہ حضرت باباصاحبؒ

اس کمیٹی کے سات ممبر ہیں:۔

(۱) ڈپٹی کمشنر صاحب منٹگمری (۲) ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب پاکپتن۔

(۳) دیوان غلام قطب الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ باباصاحب۔

(۴) سید عبدالحلیم شاہ صاحب اجمیری (۵) حاجی خورشید احمد صاحب۔

(۶) مینیجر آستانہ حضرت باباصاحب (۷) راقم الحروف سید محمد الیاس مسلم نظامی خواہرزادہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔

اس کمیٹی کے ممبران حضرت باباصاحب سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اور ان سب کی کوشش ہے کہ حضرت باباصاحب کا آستانہ افسران اعلیٰ کی خواہش کے مطابق ایک مثالی آستانہ بن جائے۔

Marfat.com

زیارت نامہ

حضرت شیخ الاسلام بابا صاحبؒ کا مزار مبارک پاکپتن شریف کی قدیم آبادی میں ٹبہ پر واقع ہے، اور پاکستان بھر میں نہ صرف چشتیہ سلسلہ کا مرکز ہے۔ بلکہ تمام صوفیوں کا عظیم روحانی مقام ہے۔ بمجرد زیارت و توجہ سالک کی عجب حالت ہو جاتی ہے فیضانِ حق کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

"دِل داند و من دانم و داند دِل من"

ابن تیمیہ کی اتباع میں ایک فرقہ لوگوں کو اولیاء اللہ کے مزارات پر جانے اور ان کے عرس میں شرکت کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور استغاثہ قبور کا منکر ہے حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ اللہ والوں پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

بزرگوں کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی قبروں پر جا کر جو دعا مانگی جائے وہ عام طور پر قبول ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔

قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعا

یعنے حضرت امام موسےٰ کاظمؒ کی قبر قبولیت دعا میں تریاق مجرب ہے

خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ "میں تم کو پہلے قبور پر جانے سے منع کیا کرتا تھا۔ اب کہتا ہوں کہ زیارتِ قبور کیا کرو" اور حضور کا بنفسِ نفیس شہدائے احد اور اپنی والدہ مکرمہ کے مزار پر جانا ثابت ہے۔ (مسلم شریف)

حدیثِ مقدس کے بعد اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پھر تابعین اور اولیائے کاملین کا اس پر اتباع تواتر روایت سے ثابت ہے۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"چوں امیر المومنین عمرؓ فتح شام کرد۔ با اہل بیت المقدس مصالحہ

Marfat.com

نمود۔ کعب احبار رح آمدہ بشرف اسلام مشرف شد۔ عمر بن الخطاب را بہ اسلام او غایت فرح و سرور دست داد و در وقت رجوع باوے گفت یا کعب خواہی کہ باما بمدینہ آئی و زیارت سرور انبیاء کنی صلی اللہ علیہ وسلم گفت! نعم یا امیر المومنین آنا افعل ذالک پس از قدوم بمدینہ مطہرہ اول کار یکہ عمر رض ابتدا کرد سلام پیغمبر بود صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

یعنے جب حضرت امیر المومنین عمر رض نے شام فتح کیا اور اہلیانِ بیت المقدس سے صلح کی۔ کعب احبار آئے اور مشرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رض کو ان کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوشی ہوئی اور واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب تم کو چاہیئے کہ ہمارے پاس مدینہ آؤ اور سرور انبیاء کی زیارت کرو۔ کعب نے جواب دیا۔ بہت اچھا یا امیر المومنین میں ایسا ہی کروں گا۔ اور جب حضرت عمر رض مدینہ منورہ پہنچے۔ تو جو کام سب سے پہلے انہوں نے وہاں کیا وہ یہ تھا کہ حضور کے مزار پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ فاروق اعظم رض جیسے جلیل القدر خلیفہ کا کعب احبار کو زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلانا اور خود واپس مدینہ شریف پہنچتے ہی سلام پیش کرنا بطور سند کافی ہے۔

حضرت ابو درداء صحابی رض سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بعد انتقال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام چلے گئے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں۔

"بلال تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔ تم ہماری زیارت کو کیوں نہیں آئے"

یہ خواب دیکھتے ہی وہ بیدار ہوئے اور مدینہ شریف روانہ ہوئے اور جب مزار اقدس پر پہنچے تو آہ و زاری کے ساتھ اپنا چہرہ مزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگے۔

حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ بعد دفن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی آیا۔ اور اس نے اپنے تئیں حضور (صلعم) کی قبر مبارک پر گرا دیا۔ اور آپ کے مزار کی خاک پاک کو اپنے سر پہ ڈالا اور کہا یا رسول اللہ جو کچھ آپ نے فرمایا آپ سے سنا، ہم نے آپ سے سُنا۔ اور جو کچھ آپ نے اللہ کریم سے یاد کیا

Marfat.com

ہم نے آپ سے یاد کیا۔ جو کچھ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اُس میں یہ آیت بھی ہے۔

"و لو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

اور اب میں اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میرے لیے استغفار کریں۔ اُسی وقت مزارِ پاک سے آواز آئی "قد غفرلک" یعنی تیری بخشش ہوگی۔

صحابہ کے بعد اولیاء کاملین کے ہزاروں واقعات میں سے ایک دو سُن لیجئے۔

ا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اپنے دادا پیر قطب عالم حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راستہ میں آپ کو خطرہ گذرا کہ خبر نہیں حضرت کو میرے آنے کی اطلاع بھی ہوتی ہے یا نہیں (حضرت باہر دروازہ پہ باؤلی کے قریب سے حاضری دیا کرتے تھے۔ ادباً اندر نہ جاتے تھے) اسی وقت مزار پاک سے اس شعر کی آواز آئی۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنے مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ اگر تم جسم کے ساتھ میرے پاس آتے ہو تو میں جان کے ساتھ تمہارے پاس ہوتا ہوں۔

ا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بدایوں میں رہتا تھا۔ نہایت نیک اور ابدال صفت تھا۔ اگرچہ اُمّی تھا۔ مگر ہمیشہ مجھ سے شرعی مسائل پوچھا کرتا تھا۔ پھر اس کا انتقال ہوگیا میں نے بعد انتقال اس کو خواب میں دیکھا۔ وہ مجھ سے حسبِ دستور مسائل پوچھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ یہ تو دنیا میں کام آنے والی باتیں ہیں۔ اور تم مر گئے ہو اب تم کو ان سے کیا واسطہ۔ جب اس نے یہ بات سُنی تو کہا کہ

ا کشف فیوض از مولوی سلیم الدین مرحوم ۴۰ فوائد الفواد صد۱۵۔

لے " تو اولیاء خدا را مردہ میگوئی "
یعنے تم اللہ کے دوستوں کو مُردہ کہتے ہو ؟
خوب فرمایا ہے مولانا جامی نے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

لے بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سیدنا معروف کرخیؒ اور حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ اور حضرت سیدنا عقیل بلخیؒ اور حضرت سیدنا حیات بن قیس حرانیؒ اولیائے امت اپنے اپنے مزارات میں زندوں کی طرح حیات ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تصرفات کر رہے ہیں۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ جس طرح یہ چار بزرگ دیار ولایت میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح ہندوستان میں

حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سنجریؒ وحضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ وحضرت شیخ فرید الدین گنجشکرؒ وحضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بدایونی قدس ارواحہم در قبور نشستہ تصرف میکنند

یعنے حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ حضرت قطب عالم بختیار کاکیؒ اور حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحبؒ اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اپنی قبروں میں بیٹھے تصرفات کرتے ہیں۔

حضرت شیخ العالم بابا صاحبؒ کے مزار پاک کی زیارت کے لیئے ساڑھے سات سو برس سے آجتک عالم وعامی صاحب دل اور دنیا دار سب ہی آتے رہتے ہیں اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک مرید مولانا وجیہ الدین پائلی تھے۔ جو علم وفضل میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کے علم و دانش کا یہ عالم تھا کہ ایک عنوان پر اگر ان سے دس مرتبہ تقریر کرائی جائے تو ہر مرتبہ نئے معانی اور نکات اچھوتے الفاظ

فوائد الفواد صـ۱۸ لے بہجۃ الاسرار صـ۱۸

Marfat.com

کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ اور یہ خصوصیت بھی مولانا کو حاصل تھی۔ کہ حضرت بابا صاحب کے تقریباً تمام نواسوں اور پوتوں کے اُستاد تھے۔ شہر کے علماءؒ اور مسافر علماء کی جماعتیں استفاضہ کی غرض سے ان کے پاس رہا کرتی تھیں۔ مردان غیبؒ بھی ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلامؑ کے ارشاد پر آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے بیعت کی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا موصوف دہلی سے پیدل چل کر اجودھن حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت کے لیے آئے۔ جب روضہ شریف میں داخل ہوئے اور قدم بوسی کی تو حضرت بابا صاحبؒ کے مزار پاک سے آواز آئی

۱۷ "خوش آمدید ابو حنیفہ ثانی"

اولیاء اللہ کے مزارات سے لوگوں کو کثرت کے ساتھ روحانی فیض اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور روزانہ اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ محدثؒ دہلوی نے اشعۃ اللمعاتؒ میں لکھا ہے کہ اگر دوستان خدا کے فیوض روحانی سے کوئی نعمت حاصل ہو جیسا کہ دنیاوی زندگی میں بھی ہوا کرتا ہے ان کی طاقت روحانی اور قبولیت حق سے بعید نہیں ہے اور حقیقی قدرت و تصرف تو اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

بعض لوگ اولیائے اللہ کی استعانت اور استمداد کے منکر ہیں۔ حالانکہ [illegible]ں کا آپس میں نیکیوں اور تقویٰ پر تعاون اور امداد قرآن پاک سے ثابت ہے ایک جگہ ارشاد ہے رسول اللہ کے مددگار اللہ ہے۔ جبرائیل ہے اور فرشتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں اپنے پیر و مرشد سید احمد کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر گئے اور مراقبہ کیا اور حضرت کی روح پُر فتوح کے فیض سے چشتیہ نسبت کی توجہ حاصل کی۔ استفاضہ قبر کے ثبوت میں ہم نے علامہ سلیم الدین صاحب قبلہ کا رسالہ [illegible] شائع کر دیا ہے ہم سے منگا کر ملاحظہ فرمایئے۔ پونے دو سو صفحے کی کتاب صرف ایک روپیہ میں دی جاتی ہے۔ پتہ یہ ہے۔ ادارۂ تصوف اُردو منزل پاکپتن شریف۔

۱۷،۱۱،۳۱،۱۲ سیر الاولیاء صفحہ ۲۹۶ ۱۵ اشعۃ اللمعات

Marfat.com

طریقہ زیارت

زیارتِ قبور کا کوئی خاص طریقہ شرعاً واجب نہیں ہے۔ البتہ معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے۔ کہ جب کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے لیے جانا چاہے تو پہلے اپنے گھر میں دو نفل پڑھے۔ اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے (اگر آیۃ الکرسی یاد نہ ہو تو سورہ اخلاص ہی پڑھ لے) بعد سلام اس کا ثواب ان بزرگ کی روح مبارک کو بخشے۔ اس سے صاحبِ مزار کی روحانی مسرت اور نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

راستہ میں لغو اور فضول باتوں سے بچے۔ آستانہ کے باہر جوتا اُتارے۔ روضہ شریف میں ادب و احترام سے داخل ہو۔ اگر دل چاہے تو مزار کو بوسہ دے لے۔ یا اپنے ہاتھ کو مزار سے مس کر کے چوم لے۔ اگر ایسا نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اس فعل سے صاحبِ مزار کی خوشی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو لوگ مزارات کو بوسہ دیتے ہیں۔ وہ ثبوت میں یہ دلایل پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ نے اپنا منہ مزار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ملا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ اس فعل کو دیکھتے رہے ہیں۔

(۲) اعرابی کا واقعہ جو صفحہ ۶۱۰ پر مذکور ہے۔

(۳) حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور آپ کے مزار شریف کو بوسہ دینا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴) جلیل القدر علماء نے حجر اسود کے بوسہ سے قرآنِ پاک اور قبورِ صالحین کے بوسہ دینے کا جواز ثابت کیا ہے۔

(۵) اولیائے اللہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: "ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب" یعنی جس نے شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کی تعظیم کی۔ ان کا دل پرہیزگار اور متقی ہے۔

(۶) شعائر اللہ میں صفا مروہ پہاڑیاں بھی داخل ہیں۔ تو مومن کا دل جس کو زبانِ رسالت

... بلکہ محبت ہر چہ منسوب باشد بخدا خصے اولیاء اللہ

Marfat.com

نے اللہ تعالے کا عرش فرمایا۔ بدرجہ اولٰے شعائر اللہ ہے۔ جس کی تعظیم وحرمت کرنی چاہیئے

(۷) شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب الطاف القدس میں تحریر کیا ہے کہ محبت اولیاء اللہ کی شعائر اللہ میں داخل ہے

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

کعبہ را کہ می بوسند　　　او نہ از کرم پیلہ نامی شد

با عزیزے گشت روزے چند　　　لاجرم ہم چو او گرامی شد

یعنے خانہ کعبہ کے غلاف کو لوگ اس وجہ سے بوسہ نہیں دیتے کہ وہ ریشم کا بنا ہوا ہے بلکہ اس لیے چومتے ہیں کہ وہ ایک عزیز مقدس و متبرک مکان کے ساتھ رہ کر خود بھی اسی طرح محترم و مقدس ہوگیا ہے۔

الغرض مزار پاک کو بوسہ دے کر صاحب مزار کے چہرہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو اور کہے۔

السلام علیکم یا اہل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون

اس کے بعد جتنا قرآن شریف پڑھنا چاہے پڑھے ورنہ چاروں قل یا صرف سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے پھر درود شریف پڑھ کر تکبیر کہے

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

پھر ہاتھ اُٹھا کر کہے یا الہ العلمین اپنی رحمت کاملہ کے تصدق اس تلاوت کو قبول فرما اور اس کا ثواب بطفیل رحمۃ للعالمین سیدنا ومولٰنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بزرگ کی روح مبارک کو پہنچا دے پھر ان بزرگ کو جناب باری میں وسیلہ بنا کر اپنے لیئے اور دوسرے حاجتمندوں کے لیئے دعا کرے۔ اور ادب واحترام کے ساتھ باہر آ جائے۔

Marfat.com

حضرت بابا صاحبؒ کے چلّے

(خلوت خانہ)

بزرگوں کے اس مقامِ عبادت کو چلّہ کہا جاتا ہے۔ جہاں وہ چالیس یوم اللہ تعالےٰ کے لیئے اعتکاف کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جس نے چالیس دن اللہ تعالےٰ کے واسطے خالص کردیئے حکمت کے چشمے اس کے قلب سے زبان پر ظاہر ہوتے ہیں۔

قران پاک میں چلّے (اربعین) کا ذکر حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے واقعہ سے مخصوص ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

۱ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ

۲ ایک شخص نے حضرت ابوبکر وراقؒ سے کچھ نصیحت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ دُنیا و آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں ہے اور ان دونوں کی بُرائی کثرت اور ا میں ہے۔

نفس بالطبع خلوت سے کراہت رکھتا ہے۔ اور خلوت سے اخلاص پیدا ہوتا ہے

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ خلوت سے بڑھ کر کوئی چیز میں نے باعثِ اخلاص نہیں دیکھی۔

حضرتؓ حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخلاص اللہ تعالےٰ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے۔ جس کو اس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں چھپا دیا ہے۔

آپ پچھلے صفحات میں حضرتِ بابا صاحبؒ کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا حال پڑھ چکے ہیں۔ جن کے سبب آپ کا لقب زہد الانبیا ہوگیا تھا۔ پاک و ہند میں اکثر مقامات پر آپ کے عبادت خانہ (چلّے) موجود ہیں اور اہلِ نظر جانتے ہیں۔ کہ ان مقاموں پہ اب تک کیسے انوار موجود ہیں۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بوُد
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

---

۱ عوارف المعارف صفحہ ۲۵۸ ۲ سورہ اعراف رکوع ۱۷

Marfat.com

ہم یہاں کتاب کی ضخامت کی وجہ سے ان سب عبادت خانوں کا پورا حال نہیں لکھ سکتے۔ صرف چند مشہور و معروف مقامات کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) مکہ مکرّمہ جبلِ ہندی پہ آپ کا چلّہ ہے۔

(۲) مدینہ طیبہ میں بھی وہ پتھر عرصہ دراز تک موجود تھا جس پہ آپ بیٹھے رہتے تھے۔ البتہ چلّہ کا نشان اب نہ مدینہ شریف میں ہے۔ نہ (۳) بغداد شریف میں

(۴) بیت المقدس میں آپ کا چلّہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ کے مزار کے قریب ہے جس کو رویہ ہندیہ فریدیہ کہا جاتا ہے:

(۵) خراسان میں بھی آپ کا چلّہ موجود ہے۔

(۶) دہلی میں دروازہ مندھ کے قریب جہاں آپ نے حضرت قطب الاقطابؒ کے ارشاد پر اعتکاف کیا تھا۔ دیہ جگہ مہرولی کے قریب ادھ چنی گاؤں میں ہے۔

(۷) حضرت قطب الاقطابؒ کے مزار پرُ انوار کے قریب اور حضرت عبدالعزیز بسطامیؒ کے مزار کے غرب میں آپ کے چلّہ کی محراب اب تک قائم ہے۔

(۸) درگاہ عالیہ اجمیر شریف میں حضرت سلطان الہند غریب نوازؒ کے روضۂ پاک کے قریب آپ کا چلّہ موجود ہے۔

(۹) سرسہ ضلع حصار میں حضرت ابو شکور رسالمیؒ کے مزار کے قریب بھی آپ کا چلّہ ہے۔

(۱۰) ہانسی میں حضرت جمال الدین قطبؒ کے مزار کے قریب وہ جگہ موجود ہے۔

(۱۱) ریواڑی کے قریب آپ کا چلّہ بتاتے ہیں۔

(۱۲) ریاست فرید کوٹ میں بھی آپ کا چلّہ ہے۔ جہاں کے متولی تقسیم ملک سے پہلے جناب حاجی محمد غوث صاحب تھے۔

(۱۳) ہوشیار پور میں دو جگہ آپ کے چلّے ہیں ایک بوہن پٹی میں دوسرا بڈھا بڑ پہ متصل دریائے بیاس۔

(۱۴) برما میں بھی آپ کا چلّہ موجود ہے۔

(۱۵) آسام میں بھی ہے جس کے متولی ۱۹۴۵ء میں مجھے دہلی میں ملے تھے۔

(۱۶) چاٹگام میں جس کی زیارت میرے برادر طریقت جناب حاجی محمود خان راجپوت ہاؤس والوں نے بھی کی ہے

Marfat.com

(۱۷) گجرات جہلم میں کلر کہار کے مقام پر آپ کا چلہ ہے۔ جس کی زیارت جناب قاضی محمد سعید صاحب قطبی صاحبزادہ مہر دلی شریف نے کی ہے۔

(۱۸) لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رح کے آستانہ کے قریب کچہری کی پشت پر آپ کا چلہ موجود ہے۔ جو بابا صاحب رح کا ٹبہ کہلاتا ہے۔

(۱۹) اوچ شریف احمد پور شرقیہ میں جہاں مسجد حاج میں آپ نے پہلا چلہ معکوس کیا تھا

(۲۰) سکھر میں دریائے سندھ کی ترائی میں۔

(۲۱) کراچی میں منگو پیر رح کے مزار سے تقریباً ۱۰۰ گز کے فاصلے پر ہے۔ کہتے ہیں پیر منگو رح حضرت بابا صاحب رح کے مرید و خلیفہ ہیں ان کا مزار اسی نسبت سے وہاں معلوم ہوتا ہے۔

(۲۲) موضع سروانہ ضلع ملتان میں جہاں آپ کی مسواک کا درخت اب تک موجود ہے۔

(۲۳) کھتوال میں جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔

(۲۴) ریاست پٹیالہ کے قصبہ نارنول محلہ شیخ پورہ میں بھی حضرت بابا صاحب رح کا چلہ مبارک ہے۔ اور اس جگہ صحن میں ایک درخت نیم کا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت بابا صاحب نے مسواک کر کے زمین میں گاڑ دی تھی جو درخت بن گئی اور آج تک موجود ہے۔

(۲۵) سندھ میں سیوان شریف کے مقام پر ٹھٹھی میں ایک عبادت خانہ ہے جس کو چار یار کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ حضرت لال شہباز قلندر رح حضرت بہاء الدین ذکریا رح، حضرت جلال الدین سرخ رح اور حضرت بابا صاحب رح نے اس جگہ چلے کیے ہیں۔

نوٹ: ان کے علاوہ بھی چند مقامات پر حضرت کے چلہ خانہ موجود ہیں۔

---

۱ تحفۃ الاکرام از میر علی شیر قانع صفحہ ۱۲۰ جلد سوم

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

انوارُ الفرید

Marfat.com